

مطبوعات مؤتمر المصنفين (۱)

# دعوات حق

افادات

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ  
بانی دارالعلوم حقانیہ

جلد اول

ضبط و ترتیب

مولانا سمیع الحق

مؤتمر المصنفین

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (پشاور)

پاکستان

نام کتاب \_\_\_\_\_ دعواتِ حق (جلد اول)  
 افادات \_\_\_\_\_ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ  
 مرتب \_\_\_\_\_ مولانا سمیع الحق مدظلہ  
 ضخامت \_\_\_\_\_ ۶۶۲ صفحات  
 مطبع \_\_\_\_\_  
 طبع بار سوم \_\_\_\_\_ جولائی ۲۰۰۳ء  
 ناشر \_\_\_\_\_ مؤتمرا مصنفین دارالعلوم حقانیہ  
 قیمت \_\_\_\_\_ ۲۱۰ روپے



## تحریر حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالمیادینہ

نجدہ ونصلہ :

دعوات حق احقر کے سامنے ہے جو حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ صدر دارالعلوم حقتانیہ اکوڑہ خٹک کے مواعظ کا مجموعہ ہے، اس کتاب کی قدر و قیمت کے لیے یہ حجت کافی ہے کہ مولانا ممدوح کے افکار عالیہ کا ذخیرہ ہے قدر الشہادۃ قدر الشہود : ہر تصنیف اپنے مصنف کے علم و فکر اور اخلاق و اوصاف کا آئینہ ہوتی ہے۔

مولانا ممدوح کے کمالات باطنی الحمد للہ کہ اس کتاب کی سطر سطریں ہیں احقر نے چند مواعظ کا مطالعہ کیا ہے، جس کا خاص اثر قلب میں محسوس کیا، حق تعالیٰ اس ذخیرہ سعادت کو لوگوں کے لیے وسیلہ سعادت بنائے۔ آمین۔ اور حضرت کے صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جن کی محنت و کاوش اور حسن ترتیب سے یہ ذخیرہ ہم مستفیدین کے سامنے آ رہا ہے۔

محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند

نزیل ۱۴ مور۔ ۲۶ مارچ۔ ۱۹۷۶ء

## تحریر حضرت علامہ لانا شمس الحق افغانی بنی شیخ الشیخ الاسلام بنید

بسم اللہ الرحمن الرحیم !

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِيَّ  
بَعْدَهُ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ الَّذِیْنَ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ لِلْدِّیْنِ  
سَنَدًا وَوَسَدًا : اَمَّا بَعْدُ :

احقر نے دعوات حق جو حضرت علامہ لانا عبدالحق صاحب بانی و مہتمم و شیخ الحدیث  
تھانیہ کے خطبات جمعہ کا ایک مجموعہ ہے مختلف مواضع سے مطالعہ کیا۔ میں الحق میں  
اس کا مطالعہ کرتا رہا، علما اور اہل تبلیغ دونوں کے لیے اور عام اُردو دان طبقے کے لیے  
حضرت علامہ عبدالحق زیدت معارف کی مجموعہ مواعظ کی اشاعت کتابی صورت میں نہایت  
ضروری تھا۔ یہ مجموعہ خطبات، اسرار عبادات و اخلاق و نوامیس، اصلاح معاشرہ و اصلاح  
ظاہر و باطن و نکات سستی اسلامیہ کا ایک مستند مخزن ہے۔ طرز بیان میں مولانا موصوف کے  
ممتاز علمی و عملی مقام نے حرارت ایمانی کے سوز و گداز کا اضافہ کر دیا ہے، صحیح مسلمان اور  
بندہ خدا بننے کے لیے اس مجموعہ کا مطالعہ ضروری ہے، خواص ہوں یا عوام



کتاب کے نام کے سلسلے میں میرا خیال یہ ہے کہ علامہ عبدالوہاب شہرانی کی ایک کتاب موسوم بنام آداب العبودیۃ جو طبقات کبرے کے حاشیے پر مصر میں چھپی ہے اور حضرت حکیم الامتہ کا ایک مجموعہ مواعظ دعوات عبدیت کے نام سے شائع ہوا عبدیت عالم کی علت غائیہ تخلیق ہے ماوراء الثقلین میں صرف عبدیت تکوینی ہے جس میں حقوق عبدیت سے تخلف ممکن نہیں اور ثقلین میں بوجہ فاعل مختار ہونے کے عبدیت تکوینی کے ساتھ عبدیت تشرعی بھی ہے انسان کی موت و حیات، صحت و مرض فقر و غنا، شباب و هرم، عزت و دولت امر تکوینی کی جبریت کا نتیجہ ہے۔

ماہورات و منہیات شرعیہ پر عمل عبدیت اختیار یہ تشرعی کا نتیجہ ہے، مذکورہ مواعظ اسی قسم میں داخل ہیں۔ احقر کے خیال میں نام موزوں، حقوق عبدیت یا حقوق عبودیت یا فرائض عبودیت میں جو موزوں سمجھا جاوے۔ عبودیت تکوینی۔ اَنْ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ عِبْدًا میں اور عبودیت تشرعیہ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون۔ میں مصرح ہے۔ اس لحاظ سے اہم مذکور کو قرآن سے بھی مناسبت ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ مجموعہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو کر سب کے لیے اور صاحب خطبات و

ترتیب خطبات کے لیے بھی فیض عام وسیلہ نجات بنائے۔ آمین

احقر شمس الحق خاں نے ۲۷ صفر ۱۳۹۶ھ

# فتوح

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوة على خاتم الرسل

خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں دعوات حق جلد اول کی اشاعت کی توفیق دی جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تقریباً ۶۵ مراعات، خطبات جمعہ اور دیگر تقاریر کا مجموعہ ہے، ان میں کچھ تو ملک کے مختلف حصوں میں تعلیمی اور دعوتی اجتماعات میں ہوئے مگر اکثر مراعات کے منجانبین حضرت کے اپنی مسجد (جہاں دارالعلوم حقانیہ کا آغاز ہوا اور مدتوں دارالعلوم اس میں قائم رہا) کے سامعین کا مختصر حلقہ ہوتا تھا جن میں دارالعلوم کے طلبہ اور اساتذہ بھی شامل ہوتے تھے مگر زیادہ تر عام فہم و غلط سمجھنے والے لوگوں پر مشتمل ہوتا۔ تقریر جمعہ عموماً ایک بجے سے پونے دو بجے تک ہوتی ہے۔ پون گھنٹہ کے محدود وقت میں نہ تو کسی موضوع پر گفتگو مقصود ہوتی، نہ ہر تقریر کے ضبط و ترتیب کا اہتمام نہ صاحب خطبات کو یہ علم کہ کون سی تقریر ضبط ہوگی بلکہ مہینہ کے چار جمعوں میں کیفیت ما اتفاق کسی ایک جمعہ کا وعظ قلب بند کر لیا جاتا تا کہ اُسے "الحق" میں شامل کر لیا جائے، حضرت مدظلہ کے عام فہم اور سادہ انداز بیان کی بنا پر اس کی اشاعت عام قارئین کی اصلاح مقصود تھی مگر اس کے بعد اہل علم و فضل خطباء مساجد، فضلاء و تلامذہ دارالعلوم اور اہل اللہ نے اپنے خطوط میں اسے نہایت مؤثر اور مفید قرار دیا اور کسی پرچہ میں وعظ شائع نہ ہو سکے کی صورت میں کئی محسوس کی۔ اس دوران چند ایک مراعات کا مجموعہ عبادات و عبادیت اور دعوات حق ہی کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور بعض رسائل اور اخبارات نے بھی اسے عزا و دل خیز و بردل ایزو کا مصداق قرار دیا اور بہت



سے اجاب کا تقاضا ہوا کہ ایسے منتشر مواعظ کی بجائے اشاعت ہو جو کتابی شکل میں نہیں ہیں ان میں سے اکثر مواعظ پر "الحق" میں اشاعت سے قبل حضرت مدظلہ نے سرسری نگاہ ڈالی تھی۔ اب خیال تھا کہ تمام مواعظ کے احادیث، واقعات اور مضامین کی تحقیق اور اخذ کی مراجعت بھی کر لی جائے اور خود صاحب مواعظ مدظلہ بھی ان پر نظر ثانی فرما سکیں مگر نہ مجھے کثرت اشغال و عوارض نے اس کا موقع دیا نہ حضرت مدظلہ کی علالت، ضعف اور مشاغل اس کے تحمل ہو سکے۔ اس لیے خامیوں کی نسبت مرتب کتاب کی طرف کی جائے، برکت اور تاثیر قائم رکھنے کے لیے وعظ و تقریر کے الفاظ اور ترتیب کو اپنے حال پر رہنے دیا گیا ہے، جملوں اور الفاظ کی نوک پلک درست کرنے کی سعی نہیں کی گئی نہ تذکیر و تانیث اور قواعد زبان کی خواہ مخواہ پیروی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض مضامین میں تکرار محسوس ہو گا مگر کسی تصنیف میں اس سے احتراز ممکن ہے۔ مواعظ و ملفوظات میں جب کہ دعوت و ارشاد کا کام شفقت علی الخلق اور جذبہ صلاح پر مبنی ہوتا ہے اور ایک بات موقع اور محل کے لحاظ سے مختلف پیرایوں میں سامعین کے ذہن نشین کرانی پڑتی ہے تکرار مذموم نہیں، کہیں ایک واقعہ محل ہوتا ہے، کہیں تفصیل سے۔ قرآن کریم کتاب ہدایت ہے اس لیے بار بار ایک واقعہ کو مختلف انداز میں دہرایا گیا ہے۔ قرآن کریم کے تصریف آیات مقصد، تدبیر، اعتبار، تذکر اور تعقل ہی ہے کسی وعظ میں شنگی محسوس ہوگی تو اب ایک باب کے تحت مندرج مواعظ میں دوسرے مواعظ سے وہ دور ہو سکے گی۔ مثلاً حاملین علوم نبوت، اہل علم کے مقام، فرائض منصب وراثت نبوت، آداب تحصیل پر باب کے متعدد مواعظ منصب نبوت و رسالت محبت و اطاعت رسول اور خیر امت پر باب کے مواعظ سے قارئین کو سیر حاصل روشنی مل سکے گی۔ یہی صورت دیگر ابواب کی ہے۔

دارالعلوم حقانیہ کا مقصد تعلیم و تدریس کے ساتھ مسلمانوں کی اصلاح و ارشاد بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی علمی و فکری فنون کا تعاقب بھی، یہ دور قلم اور کتاب ہے۔

جنگ کے آہنی ساز و سامان سے زیادہ تصنیف و تالیف کے اسلحہ سے حملہ آور ہو رہا ہے  
 نبیہا کی علمی و فکری تربیت اور تحقیق مواد کی اشاعت وقت کا تقاضا ان مقاصد کے پیش نظر  
 دارالعلوم نے بھی اللہ کا نام لے کر مقررہ تصنیفین کے نام سے تصنیفی کام کا آغاز کر دیا ہے جس کی ابتداء عوام  
 حق سے فال نیک اور ان شاء اللہ موجب خیر و برکت ہے اور ان شاء اللہ "اسلام اور عصر حاضر"  
 کے نام سے احقر کا ایک مجموعہ مضامین بھی سامنے آ رہا ہے۔ صاحب خطبات حضرت شیخ الحدیث  
 مدظلہ کے درس بخاری شریف کے اطلاقی دروس اور افادات (جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے  
 ہیں) کی ترتیب تدوین اور اشاعت بھی ہمارے پیش نظر ہے خداوند کریم ہی غراہم کو کامیابی  
 سے ہمکنار کرنے والا ہے اور اس کی رحمت خاص کی دستگیری نصیب ہونے پر یہ سب کچھ قیوں  
 ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزيز۔

سمیع الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ



# فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۰	شیطانی وسوسہ	۳	تحریر قاری محمد طیب مدظلہ
۵۱	حضورؐ کی تعلیمات سے دنیا کو پاکیزہ بنانا	۴	"علامہ شمس الحق افغانی"
۵۲	ظاہر و باطن کی صفائی	۶	پیش لفظ از مولانا سمیع الحق
	۳		
۵۳	اللہ تعالیٰ کی محبوبیت و مالکیت — عبادات کا باہمی ربط —	۳۱	باب آداب عبدیت حقیقت ایمان - عبادات
۵۳	ہر نماز میں مغربی تہذیب سے پناہ		۱
۵۳	تہذیب مغرب اُمت محمدیؐ کا بڑا فتنہ		طاہراتِ خداوندی کا سرچشمہ محبت اور اسباب
۵۴	عبادات کی زیبا ذات	۳۳	
۵۵	نماز عبادت کا منظر اتم	۳۴	محبت کا پہلا سبب احسان
۵۶	نماز اور زکوٰۃ کا تعلق	۳۶	حسن کی ناشکری
۵۷	انعاماتِ خداوندی	۳۸	دوسرا سبب
۵۸	روزہ شانِ جمالیّت کا منظر	۴۰	سائنسدانوں کے کارنامے
۵۸	عشق کا دوسرا مرحلہ اعتکاف	۴۱	تیسرا سبب
۶۰	تیسرا مرحلہ		۲
۶۱	تبلیغ اور طواف		اللہ اور رسول کی محبت
۶۱	منی، عرفات، رمی، قربانی	۴۳	
۶۲	اساسی عبادات کا باہمی ربط	۴۴	محبت ہر خواہش پر مقدم
	۴	۴۴	صحابہؓ اور محبت کے نونے
۶۳	حقیقت ایمان و عبادت	۴۵	اللہ تعالیٰ، جامع اسباب محبت
۶۴	صرف جاننا ایمان نہیں	۴۹	اعمالِ سورت سے حضورؐ کو اذیت
		۵۰	مرزا بیدل کا قصہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۲	تفویض تام	۶۴	صرف محبت اور خدمت کافی نہیں
۸۳	مجازی ملکیت	۶۵	الوطالب کی حالت، ایک نکتہ
۸۳	مالک حقیقی سب کچھ واپس لے سکتا ہے	۶۶	بغیر تخم کا درخت
۸۴	تسلیم و رضا کا ثبوت	۶۷	اسلام و ایمان کیا ہے
۸۵	نماز اور زکوٰۃ کا باہمی ربط	۶۸	تسلیم و انقیاد
۸۵	ملکیت جسمانی کا اعتراف	۶۸	شرعیات سے مذاق
۸۶	دین میں یُسرو سہولت	۶۹	مولوی کی آڑ میں اسلام سے نفرت
	◀	۶۹	ایمان و یقین کی برکت
	حدود و مقادیر زکوٰۃ		◀
۸۸		۷۴	اسلام اور ہجرت کی حقیقت
۸۹	دینی مسائل میں رائے زنی		مسلمان اور مسلم کا مفہوم
۹۱	حدود و مقادیر میں رد و بدل	۷۴	کثرت تعداد کے باوجود کمزوری
۹۲	زکوٰۃ اور منکرین حدیث	۷۵	حب دنیا کا نتیجہ
۹۲	اہل الحاد کا استدلال اور جواب	۷۶	قیام پاکستان
۹۴	قطعید کے مفہوم میں تحریف	۷۶	انگریز کی ذہنی غلامی
۹۶	مفہوم قرآن میں تبدیلی	۷۷	انتخابات اور دینیت کی لہر
	◀	۷۷	پاکستان کی سالمیت بھی ایک مسئلہ
	رمضان المبارک	۷۸	کراہیت موت
۹۸	فضائل، برکات اور حکمتیں	۷۸	اسلام صرف نام نہیں
۹۸	رحمتوں کی بارش	۷۹	اکرام مسلم
۱۰۲	اللہ کی رحمتوں کا پیغام	۸۱	ظاہری اور حقیقی ہجرت
۱۰۳	عشرہ اخیرہ اور سحری		◀
۱۰۴	اعتکاف	۸۲	زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ
۱۰۶	لیلة القدر		نعماء خداوندی
۱۰۷	قرآن اور تراویح	۸۲	



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۳	ہدایت خدا کی توفیق پر ہے	۱۰۸	موجودہ تعلیم
۱۲۴	ماویٰ و ملجا اس کی ذات	۱۰۹	روزہ اور قرآن
۱۲۴	نعمت رمضان و قرآن کی خوشی	۱۰۹	حضرت عثمانؓ کا کردار
۱۲۶	قرآن کے انقلابی اثرات	۱۱۰	روزے کی روح
۱۲۶	خدا فراموشی کا نتیجہ		
۱۲۶	اخلاقی و معاشرتی خرابیاں		
۱۲۸	نصرتِ دین کا صلہ برد بحر پر حکومت	۱۱۱	برکاتِ رمضان
۱۲۹	نظریہ سے غداری	۱۱۱	خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت اور تقاضا
۱۲۹	حضرت عمرؓ کا احساسِ ذمہ داری	۱۱۲	اللہ سے ہمکلامی نعمتِ عظمیٰ
		۱۱۳	تلاوتِ قرآن اس امت کی خصوصیت
		۱۱۳	کلام اللہ اور کتاب اللہ میں فرق
۱۳۰	حج کی اہمیت اور فضیلت	۱۱۴	برزخِ والوں کو قرآن کا فائدہ
۱۳۰	حج مخصوص عبادت	۱۱۵	اہل جہنم کو رمضان کا فائدہ
۱۳۱	عبادت کیلئے عبادت گاہ	۱۱۵	حدیث کا دوسرا مطلب
۱۳۱	مرکز تجلیات	۱۱۵	شیاطین قید مگر گناہوں کا صدور
۱۳۲	بیت اللہ کی فضیلت	۱۱۶	نفسِ امارہ کی کارستانیوں
۱۳۳	سراسر عشق و محبت کا منظر	۱۱۶	ایک عجیب مثال
۱۳۴	برکات و آداب	۱۱۷	روزے کا اجر خاص
۱۳۵	اہل حرمین کی حرمت	۱۱۸	روزہ قیامت کا ساتھی
۱۳۶	حج مبرور کی نشانی	۱۱۸	روزہ اور نزولِ قرآن کا تعلق
۱۳۷	حج کی اہمیت	۱۱۹	سجادت اور جود میں فرق
۱۳۸	خلوص نیت، شہیت	۱۲۰	حضورؐ کی جود اور تخلق باخلاق اللہ
۱۳۹	ساجی کی دعائیں		
۱۴۰	قربانی - سنتِ ابراہیمی	۱۲۳	عید الفطر انابت الی اللہ کا دن
۱۴۰	عزیمت و قربانی کا پیکر	۱۲۳	رونے گڑ گڑانے کا دن

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۵۸	عالم اسباب اور عالم بالا	۱۴۱	توحید اور حجت ابراہیمی
۱۵۹	مسلمانوں کی عزت و حرمت	۱۴۲	تفویض تام
۱۵۹	ابلیس نے گناہ کو گناہ نہ سمجھا	۱۴۳	واقعہ نادر و درکاسبت
۱۶۰	بنی اسرائیل کی تاویلین	۱۴۳	من کان لله کان الله له
	۱۵	۱۴۴	صبر و استقامت کا نتیجہ
۱۶۲	خاصیت اعمال	۱۴۴	دوسری عظیم قربانی
		۱۴۴	اسماعیل پیکر صبر و تسلیم
۱۶۲	اشیاء کے اسباب حقیقی	۱۴۵	اولاد کیلئے سبق
۱۶۳	ادب کے ثمرات	۱۴۵	قربانی کی روح
۱۶۴	بعض گناہوں کی خاصیت		۱۳
۱۶۵	کفارہ سننات اور حبط اعمال	۱۴۶	قربانی، اہمیت اور ازالہ شبہات
۱۶۵	صدقہ کی برکات	۱۴۶	عناصر کی زندگی کی دلیل
۱۶۶	سود کے ہولناک نتائج	۱۴۹	بلالؓ کی آزمائش
۱۶۶	ظہور نتائج مطابق حکمت	۱۴۹	تصویر محبوب سبب راحت
۱۶۶	شق تمرہ کی تشریح	۱۵۰	صدیق کا عشق رسولؐ
۱۶۸	حضورؐ کو ہماری وجہ سے پریشانی	۱۵۱	تعمیل میں تاویل چھوڑ دو۔
۱۶۹	رابعہؓ کو حضورؐ کی عظمت کا احساس	۱۵۲	منامی امتحان میں کامیابی
۱۶۹	صحابہؓ کی مسابقت	۱۵۳	نکتہ چینیں کو جواب
۱۷۰	اتفاق کا نتیجہ	۱۵۳	جانور کے بدلہ میں قیمت
۱۷۰	عفو اور درگزر کی خاصیت		۱۴
۱۷۱	تواضع	۱۵۵	احساس گناہ کا فقدان
۱۷۲	ایمان کی خود شناسی	۱۵۵	بڑی گمراہی
۱۷۲	حضرت علیؓ کا ارشاد	۱۵۶	بخل اور خواہشات کی پیروی
		۱۵۷	حضرت آدمؑ کا اعتراف



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۷	بنی کیم منبع و منظر علوم	۱۶۳	<b>باب قرآن حکیم</b>
۱۸۷	وحی اور نبوت کی جامعیت	۱۶۴	
	۱۷		۱۶
۱۸۸	قرآن حکیم ایک لافانی کتاب	۱۶۵	کائنات و آیات میں شان ربوبیت
۱۸۸	درس قرآن کی فضیلت	۱۶۵	مشرقی پاکستان ، دیندار بارو
۱۸۹	دین کی خدمت اور غرباء	۱۶۵	قرآن کا حق جشن منانے سے نہیں
۱۸۹	مخالفت قرآن	۱۶۶	رسالت محمدی اور قرآنی نعمتوں کی تکمیل
۱۹۰	قرآن اور دین کسی کی مدد کا محتاج نہیں	۱۶۷	شان ربوبیت
۱۹۱	عاقبت فراموش حکمرانوں کو ابر سے سبق	۱۶۷	سائنسی دور در حقیقت پہل کا دور
۱۹۳	حفاظت قرآن	۱۶۸	امام کا منکر خدا سے مناظرہ
۱۹۳	محفوظ کی پناہ لینے والے بھی محفوظ	۱۶۸	نیچریوں کی بددماغی
	قرآن کا مقابلہ ناممکن	۱۶۹	کائنات کی نظم و ربط و معنویت
۱۹۴	وعدہ حفاظت کا ظہور	۱۶۹	ذرہ ذرہ میں شان ربوبیت
۱۹۵	ترقی صرف قرآن سے	۱۸۰	آیات قرآنی میں غور و تدبر
۱۹۵	غیر محتاط گفتگو کا وبال	۱۸۱	قرآن میں معنوی تحریف و تبدیلی
۱۹۶	انوار قرآنی کا مشاہدہ	۱۸۱	انکار حدیث خدا سے بغاوت
۱۹۶	شیخ الہند اور مولانا احمد علی کی مثال	۱۸۲	دعوت تدبر کا اصل مقصد
۱۹۷	آیت کی تشریح	۱۸۳	تحریف ، شیوہ یہود
۱۹۸	یوم الميثاق کا سبق	۱۸۳	یہود کا عارضی غلبہ
۱۹۸	خدا کی طرف رجوع	۱۸۴	امریکہ کی ذلت دلیل ہے
۱۹۹	ہر ذرہ تسبیح میں مشغول	۱۸۴	امت محمدیہ کو سبق
۱۹۹	اسباب میں تاثیر ڈالنے والی ذات	۱۸۴	مسلمان ماحول سے نہیں دبنا
۲۰۰	خدائی اور انسانی سائنس	۱۸۵	نام نہاد ترقی و تہذیب سے بیزاری
۲۰۱	صفات کا باہمی ربط و ترتیب	۱۸۶	مادی اور روحانی ضروریات کا انتظام
۲۰۱	کوئی بھی تحریف و تبدل کا مجاز نہیں		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲۳	تعلیمات کی صداقت	۲۰۱	تجدد پسند ملحدین
۲۲۴	معلم من اللہ	۲۰۲	قانون کے بغیر ملک اور حکومت
۲۲۴	حضورؐ کی جدوجہد کے محرکات	۲۰۳	استدراج
۲۲۵	محرکات دنیوی کے نقطہ نظر سے		
۲۲۶	عیشِ آخرت		
	مکان، لباس، نشست و برخاست	۲۰۴	باب ۳ تذکار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وحی و رسالت تعلیمات و فرائض
۲۲۶	کی حالت		
۲۲۸	اولاد کی آسائش کے لحاظ سے		
۲۲۸	قول و عمل میں توازن		
۲۲۹	گھر سے اصلاح کا آغاز	۲۰۵	حضور اقدسؐ کی کمالات میں خدا کی سب سے بڑی نعمت
۲۳۰	معاشرتی مساوات کا عمل مظاہرہ		
۲۳۱	معاشی اور سماجی اصلاح	۲۰۵	اللہ کی بے حد و حساب نعمتیں
۲۳۲	اتباع و اطاعت ذریعہٴ محبوبیت	۲۰۶	نعمتوں کا استحصار
		۲۰۷	ہر کام میں حکمت و عظمت کا پہلو
		۲۰۸	عبادت اور حقیقت شناسی کا پہلو
۲۳۴	خاتم النبیین اور آپؐ کی امت (ختم نبوت)	۲۰۸	قضائے حاجت کے بھی آداب
		۲۰۸	نعمتِ خداوندی کی قدر و قیمت
۲۳۴	امت کا معنی	۲۰۹	نعمتِ باطنی کی تکمیل
۲۳۵	خیر امت ہونے کی وجہ	۲۰۹	امتِ محمدیہ ہونے کی نعمت
۲۳۶	تدریجاً کمال تک پہنچانا سنتِ الہی	۲۱۰	حضور اقدسؐ کے شہوات و کمالات
۲۳۶	روحانی اور جسمانی ضروریات کا انتظام	۲۱۱	استاذ کل اور معلم خلافت
۲۳۸	پورا عالم ایک گھر		
۲۳۹	علوم کی تدریجی تکمیل		
۲۴۰	عالم انسانیت کی تدریجی ترقی		
۲۴۱	حضورؐ کے عہد میں عالم اکبر کی تکمیل	۲۲۰	رسول کریمؐ کی حقانیت و صداقت
۲۴۱	علوم میں جامعیت	۲۲۱	علمی شان اور جامعیت
۲۴۲	آفتابِ ہدایت	۲۲۲	تعلیم و تربیت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۵۶	محبت و اطاعت لازم و ملزوم	۲۴۲	حفاظتِ دین اور ختمِ نبوت
۲۵۷	فتح مندلیوں کی وجہ	۲۴۳	کسی اور کو نبی مان کر مسلمان نہیں کہلا سکتا
۲۵۸	اسوۂ حسنہ	۲۴۴	امت پر حضورؐ کے احسانات
	<b>[۲۲]</b>	۲۴۵	احسانات کا تقاضا
	فریضہ نبوت	۲۴۶	صحابہؓ کی عزت
۲۵۹		۲۴۷	دین کا خلاصہ
۲۵۹	امت سے حضورؐ کی آخری ملاقات	۲۴۸	حرص سے استراز
۲۶۰	امت کی فکر	۲۴۹	رازقِ حقیقی
۲۶۱	حضورؐ سے ہمارا رابطہ	۲۴۹	حسد و تکبر
۲۶۲	حضورؐ کا پہلا کام	۲۵۰	بدن کی صفائی
۲۶۳	دل تجلی گاہِ ربانی	۲۵۰	انگریزی تہذیب والوں کیلئے عبرت
۲۶۳	قلوب کا تزکیہ		<b>[۲۱]</b>
۲۶۳	تلاوت و تعلیم کتاب دونوں سے انکار	۲۵۲	رسول کریمؐ کی اطاعت و محبت
۲۶۴	بنیادی چیزوں پر زور		سیرت کی ہمہ گیری
۲۶۴	مزدوری اور غیر مزدوری باتوں کی مثال	۲۵۲	دو قسم کی روشنیاں
۲۶۵	معجزات سے اہم تعلیمات	۲۵۲	نورِ نبوت کے بغیر عقل و بصیرت
۲۶۵	کتاب و سنت جامع ترقیات	۲۵۳	آفتابِ عالمیاب
۲۶۶	شیخ الہندؒ کی وصیت	۲۵۳	ربطِ لازمۂ ایمان
۲۶۶	قرآن سارے مسائل کا حل	۲۵۴	محبتِ رسول
۲۶۷	سنتِ رسول	۲۵۴	اطاعت
۲۶۸	اتباع سنت غیرت کا تقاضا	۲۵۵	دنیا کی بے ثباتی
۲۶۹	اکابر کی اتباع	۲۵۵	انسان کی حقیقت
۲۶۹	قرابانیوں کا ثمرہ	۲۵۵	نعمتوں کی شکر گزاری
۲۷۰	نبی کریمؐ پر اللہ کی نعمتِ عظمیٰ (علومِ نبوت)	۲۵۶	حضورؐ سے قطع تعلق کا نتیجہ
۲۷۰	علم حقیقی	۲۵۶	عالمی شر و فساد



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹۲	شب معراج کا مکالمہ	۲۶۱	مجالس علم کی فضیلت
۲۹۳	وابستگی کا معیار	۲۶۱	اللہ کے تین احسانات
۲۹۴	محبت اور اطاعت میں تلازم	۲۶۲	اللہ نے یتیم کی پرورش فرمائی
	<b>[۲۵]</b>	۲۶۳	دوسری نعمت
۲۹۵	قادیانی مسئلہ اور فتح مبین	۲۶۳	وصول الی اللہ کی نعمت
		۲۶۴	نعمتوں کا شکریہ
۲۹۵	قصر نبوت کی حفاظت	۲۶۴	کفالت یتیمی
۲۹۶	ختم نبوت	۲۶۶	نعمت علم کا شکریہ
۲۹۶	قبنی کذاب اور توہین انبیاء	۲۶۶	علوم نبوت کی بے قدری
۲۹۶	مسلمانوں کی تکفیر	۲۶۸	علماء حق کے سماعی کی برکات
۲۹۸	نسخ جہاد اور اطاعت انگریز	۲۶۸	حکمران طبقہ اور دینی تعلیم و تربیت
۲۹۹	ملک و قوم سے غداری	۲۸۰	اسلام اور کاروبار دنیا
۳۰۰	اتمام محبت	۲۸۱	دولت کی حرص و ہوس
۳۰۱	انگریز کی مدح سراٹھیاں		<b>[۲۶]</b>
۳۰۲	معاشرتی تعلقات سے ممانعت	۲۸۳	محبت و اطاعت رسول
۳۰۳	لاہوری فرقہ		
۳۰۳	اسلام کے نام پر اسلام دشمنی	۲۸۴	دعویٰ اسلام کی حقیقت
۳۰۴	اسرائیل سے رابطہ	۲۸۴	دعویٰ عشق رسول
۳۰۴	اسہلی کا متفقہ فیصلہ	۲۸۴	قول و عمل کا تضاد
۳۰۵	اللہ کی مدد	۲۸۵	اسلام کی بدنامی کا ذریعہ
	<b>[۲۶]</b>	۲۸۵	ترقی و فلاح کا راستہ
۳۰۶	حیات طیبہ اور دشمنان اسلام کی شرماک	۲۸۶	روشن خیالیوں کا مذاق
	جہارت	۲۸۶	عشق کا معیار
۳۰۸	شان رسالت	۲۸۸	حضور سے صحابہ کی محبت
۳۰۸	تصویر سازی کی ممانعت	۲۹۰	اطاعت کے ثمرات
۳۰۹	مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا مسئلہ	۲۹۰	حضور کا دامن بھانسنے کی برکات

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۲۸	قبر میں حضورؐ کی زیارت	۳۰۹	محبت رسولؐ شرط ایمان
۳۲۹	ظالم حکمرانوں کا انجام	۳۱۱	امتحان و آزمائش
۳۲۹	آخری حدیث کی تشریح	۳۱۲	یورپی اقوام کے محض عزائم
۳۳۰	وزن اعمال	۳۱۳	نورالدین زنگی کا واقعہ
۳۳۱	توجیہات	۳۱۴	توبہ رسولؐ کی سزا
۳۳۱	اعمال کی مثالی صورتیں	۳۱۵	فلم بینی کی لعنت
۳۳۲	تطبیق، وازنین	۳۱۶	حکومت کا فریضہ
۳۳۳	تنزیہ و تقدیس		
۳۳۴	مولانا نانوتوی کی تواضع		
۳۳۴	حمد کا مستحق		
۳۳۴	تخلیق و انکشاف میں فرق	۳۱۸	<b>باب ۴ درس بخاری کے اختتامی افادات</b>
	<b>۲۸</b>		<b>۲۷</b>
۳۳۶	درس بخاری کا اختتامی خطاب	۳۱۹	بخاری شریف اور امام بخاریؒ
۳۳۶	مسئلہ خلق قرآن اور امام بخاری	۳۱۹	منشاء ربانی اور حفاظت حدیث
	وزن اعمال و اقوال	۳۲۰	جامع بخاری کا درجہ اور مقام
۳۳۷	سائنس اور شریعت	۳۲۱	ختم بخاری کی برکات
۳۳۸	لغوی تحقیق	۳۲۲	طالب العلم کی نصیحت
۳۳۸	فہم قرآن و حدیث	۳۲۲	حفاظت دین کا تکوینی نظام
۳۳۹	حدیث کی تشریح	۳۲۳	دین کی مخالفت ترقی دین کا سبب
۳۴۰	تنزیہ و ثبوت کمالات	۳۲۳	امام بخاریؒ اور محدثین کی شان
۳۴۱	اول و آخر کتاب میں ربط	۳۲۴	صحیح بخاری کی جامعیت
۳۴۱	مدار دین صرف احی	۳۲۵	امام کا تقویٰ اور کاروبار میں احتیاط
۳۴۲	مشغلہ حدیث	۳۲۶	لکھانے پینے میں غرہ
۳۴۲	میرے شیخ مولانا مدنیؒ	۳۲۶	ابتلاء میں کامیابی
۳۴۳	میرا سند حدیث	۳۲۷	حکام کے پاس علماء کی حاضری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۶۰	اسلامی اخوت کا رشتہ	۳۴۵	مولانا مدنیؒ کے دیگر سلاسل حدیث
۳۶۱	کمزور ترین مخلوق کے ذریعہ حفاظت	۳۴۵	سنہ کی حقیقت اور اجازت
۳۶۱	دشمن کے ذریعہ حفاظت	۳۴۵	تلاذہ کو نصائح
	<b>[۳۱]</b>		<b>[۲۹]</b>
	اسلام انسانیت کیلئے عزت اور	۳۴۸	فیضانِ حکمت
۳۶۶	سرخروئی کا پیغام	۳۴۸	صحیح بخاری کی مقبولیت
۳۶۶	زمانہ جاہلیت	۳۴۸	حدیث کی برکات
۳۶۶	قتلِ اولاد	۳۴۹	وحی کی حقیقت اور حفاظت
۳۶۸	تحریک ضبط ولادت	۳۵۰	صحابہؓ کا عشقِ حدیث
۳۶۸	عصر حاضر کی ترقیات اور اسلام	۳۵۱	اعمال کی شکل اور روح
۳۶۹	ہم نے یورپ سے برائیاں سیکھیں	۳۵۳	وزن اعمال اور آراء
۳۶۹	انگریزیت کفر کی پہلی سیڑھی	۳۵۴	عربی میں عجمی الفاظ کی بحث
۳۶۰	صحابہؓ اور اخوت کا عملی مظاہرہ	۳۵۴	علمی سلیف
۳۶۱	بے مثال انقلاب	۳۵۵	آخری حدیث بخاری
۳۶۱	حضرت معاویہؓ کا قیصرِ روم کو جواب		
۳۶۲	خالد بن ولید اور شہادت نہ پانے کا نکتہ		
۳۶۳	خلفاء راشدین		
۳۶۳	حضرت عمرؓ اور بیت المقدس		
۳۶۴	مدارِ عزت صرف اسلام		
۳۶۴	دجاہتِ ربانی		
۳۶۵	مجددِ اول عمر بن عبد العزیز	۳۵۷	تجدید و حفاظتِ دین
۳۶۶	صدیقِ پر حضورؐ کا فیضان	۳۵۷	تجدیدِ دین کا غیبی نظام
۳۶۶	فراست و حمیت	۳۵۸	مدارِ فضیلتِ شریعات نہ کہ تکوینیات
۳۶۸	سلمانؓ بن اسلام	۳۵۹	دعۂ حفاظت کے باوجود ماموریت
۳۶۸	شانِ صحابہؓ حضورؐ کی نظروں میں	۳۵۹	معاذینِ اسلام کیلئے اختلاف میں حکمت

## باب ۵ دین و شریعت محاسن، حقانیت اور صداقتِ اسلام

**[۳۰]**

### تجدید و حفاظتِ دین

تجدیدِ دین کا غیبی نظام  
مدارِ فضیلتِ شریعات نہ کہ تکوینیات  
دعۂ حفاظت کے باوجود ماموریت  
معاذینِ اسلام کیلئے اختلاف میں حکمت



[illegible]

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
		۲۱۳	قیاس اور اجتہاد
		۲۱۴	معیار خلافت قرابت نہیں قربت
		۲۱۴	جمہوریت و کسرویت
۲۳۱	نعمت آزادی اور حکومت کے تقاضے	۲۱۵	کسریٰ کا قاصد حضورؐ کے قدموں میں
	— مساواتی پہلو کی ایک جھلک —	۲۱۵	کسریٰ کا انجام
۲۳۱	اعتراف عجز بھی شکر یہ نعم ہے	۲۱۶	صدیقؑ کا تدین اور تقویٰ
۲۳۲	انفاق فی سبیل اللہ	۲۱۶	اکل حرام کا وبال
۲۳۲	نعمتوں کی بے قدری	۲۱۸	حضرت عمرؓ کے حالات
۲۳۳	مساوات اسلامی	۲۱۹	امراء کم خیار کم
۲۳۴	دنیا دین کی تالچ	۲۱۹	شورائیت
۲۳۴	ذکر اللہ تسخیر کائنات کا ذریعہ		
۲۳۵	صحابہؓ کے ہاں معیار فضیلت		
۲۳۶	حدود اللہ میں مساوات		
			۳۵
		۲۲۱	احساس ذمہ داری
		۲۲۲	سیرت کی وسعت
۲۳۶	تجدید عہد	۲۲۲	امت کی فکر میں سوز و گداز
		۲۲۲	عمر بن عبد العزیزؒ حضورؐ کی دعاؤں کا نتیجہ
۲۳۶	انابت الی اللہ	۲۲۳	باب خلافت اور فکر محاسبہ
۲۳۸	فانی چیزوں پر غرور	۲۲۳	احساس مسئولیت
۲۳۸	مدار کامیابی آخرت	۲۲۴	فاروقؓ کا احساس ذمہ داری
۲۳۸	تکبر کی مذمت	۲۲۵	قوم و اموال کی حفاظت
۲۳۹	گناہوں سے استغفار	۲۲۵	خود حضورؐ کی حالت
۲۳۹	عبادت اور محبت کا شکر یہ	۲۲۶	خلافت کے بعد پہلا کام
۲۴۰	اللہ سے عہد و میثاق	۲۲۶	احیاء سنت اور اس کی برکات
۲۴۱	آئین سازی میں اسلامی مساعی	۲۲۸	اتباع سنت و سیرت کیوں ضروری
۲۴۲	قیام پاکستان اور عہد و مواعید	۲۲۹	دلوں کے پاؤں ہاؤس
۲۴۳	ہر غیر اسلامی انجیم ناقابل قبول	۲۳۰	صحابہؓ کی بے نظیر محبت
۲۴۴	عزت نفس و آزادی رائے اور اسلام		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۶۰	حقوق العباد اور نبی کریم	۴۴۴	احترام آدمیت
۴۶۰	اسلام کی جامعیت	۴۴۵	رسول، صحابہ اور اہل بیت المؤمنین کی تہنیں
۴۶۱	اسلام سلامتی کا مذہب	۴۴۶	اہل اکوڑہ کو نصیحت
۴۶۱	سلام پہلا معاشرتی سبق		
۴۶۲	اسکی رعایت		
۴۶۲	امن اور ثمن		
۴۶۳	حضور اور ارادے حقوق	۴۴۸	<b>باب</b> حقوق العباد معاشرت و معیشت
۴۶۳	بھوکوں کی مدد		
۴۶۴	صلہ رحمی، نرم گفتاری	۳۸	
۴۶۵	حدیث کی تشریح	۴۴۹	اکل حرام کا وبال
۴۶۵	مصیبت میں ہمدردی	۴۴۹	روحانی اور جسمانی طہارت
۴۶۵	مسلمان کی آبرو	۴۵۰	برزخ میں جسمانی طہارت کی تحقیق
۴۶۶	پردہ پوشی	۴۵۱	باطنی نجاست
۴۶۶	پردہ دہی کے نتائج	۴۵۲	عذاب جہنم سے تطہیر
۴۶۶	نقہء اور حقوق العباد	۴۵۲	دنیا میں اسکی مثال
۴۶۶	مسلمانوں کی مدد کا صلہ	۴۵۳	صحابہ کی احتیاط
		۴۵۴	ناپ تول میں دھوکہ
		۴۵۵	تجارت میں اسلاف کا تقویٰ
۴۶۸	اسلام میں عورتوں کے حقوق	۴۵۶	حرام کمائی کے اثرات
		۴۵۷	
		۴۵۸	معاشی کامیابی کا راز
۴۶۲	کامیاب و بامراد زندگی		
۴۶۲	مخلوق خدا سے ہمدردی		
۴۶۳	مخلوق خالق کی صناعت		
۴۶۳	خلق خدا سے محبت کا صلہ	۴۵۹	حقوق العباد
۴۶۴	غائبی اور باقی	۴۵۹	اطاعت اور فرمانبرداری
۴۶۴	قبر کی منزل	۴۶۰	حقوق العباد سے لاپرواہی



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۹۳	مصبیبتوں کی دو قسمیں	۴۷۶	حضور سے نسبت
۴۹۳	آخرت کا قانون	۴۷۶	مصبیبت کا سبب اور علاج
۴۹۴	مجرموں کا وبال غیر مجرموں پر	۴۷۸	مگر اسی کے چہار طرفہ اسباب
۴۹۴	قوم موسیٰ میں اس کی مثال	۴۷۹	احساس گناہ
۴۹۵	مناضعت کا نام سیاست	۴۷۹	نیزاہشات دائرہ شریعت میں
۴۹۵	تجلی خود اور جاسوس	۴۸۰	حضور کی چار نصیحتیں
۴۹۶	سلمان غلام ہے رٹاتا نہیں	۴۸۱	کرنے کا کام
۴۹۷	الاستغفار دافع مصیبت		
۴۹۸	اوروں کی اصلاح بھی ضروری ہے		
۴۹۹	ایک نبی کا واقعہ		
۵۰۰	باہمی اختلافات نمونہ عذاب		
۵۰۱	توبہ اور رجوع الی اللہ		
		۴۸۵	مادی عروج مگر روحانی زوال
		۴۸۶	مدار حیات نعمتوں کی فراوانی
		۴۸۶	تسخیر کائنات
۵۰۳	اسباب عروج و زوال - مصائب کا علاج	۴۸۷	خدا کے مادی احسانات
۵۰۳	مرغن کا اصل علاج	۴۸۷	تعداد اور مردم شماری
۵۰۴	قبل از نبوت زندگی بھی اسوہ ہے	۴۸۷	مسلمان حکمران
۵۰۵	حضور کے مکارم اخلاق	۴۸۸	قدرتی وسائل کی فراوانی
۵۰۶	صلہ رحمی کیوں موجب اجر	۴۸۸	سائنس اور صنعت کی روح پٹرول
۵۰۶	راحت اور کامیابی کا راز	۴۸۹	عہد نبوی میں مادی وسائل کی قلت
۵۰۷	بنی اسرائیل کے تین افراد	۴۹۰	قلت عدد و اسباب کے باوجود نصرت
۵۰۷	قبر کی زندگی	۴۹۱	اسلام استحصالی مذہب نہیں
۵۰۷	عبادات سے توسل	۴۹۱	مسلمانوں کی اصل طاقت
۵۰۸	مراقبہ، اعمال صالح کی تاثیر	۴۹۲	عشق میں سرشار صحابہ
۵۰۹	بد اعمال کا نتیجہ	۴۹۲	بنی اسرائیل کی سرتابی
		۴۹۳	مادی نعمتیں مگر پریشانی

## باب دعوت صلاح و فلاح فلسفہ عروج و زوال

۴۳

### مادی عروج مگر روحانی زوال

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۲۸	ترک جہاد پر وعید	۵۱۰	[۴۵] سقوط بیت المقدس - تازیانہ عبرت
۵۲۹	سقوط بیت المقدس	۵۱۰	باعث شرم
۵۲۹	مدار عزت	۵۱۱	غفلت کا انجام
۵۳۰	مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی	۵۱۱	چیلنج
۵۳۱	رباط کانفرنس	۵۱۲	سارے مسلمان بھڑپن ہیں
	[۴۶]	۵۱۲	اسلام دشمنی یہود کی تاریخ
۵۳۳	فتح و کامرانی کے اصول	۵۱۳	بربادی کا سرچشمہ یہود اور مغربی اقوام
۵۳۴	سبقت	۵۱۴	مسجد حرام
۵۳۴	کفرانِ نعمت	۵۱۵	مسجد نبوی
۵۳۵	فتح و کامرانی کے اصول	۵۱۵	مسجد اقصیٰ
۵۳۶	علماء کا کردار	۵۱۶	قانون فتح و شکست
	[۴۸]	۵۱۶	عرب ہمارے محسن
۵۳۸	سقوط ڈھاکہ - شرمناک شکست، اسباب علاج	۵۱۶	نعمت خداوندی کی بے قدری
۵۳۸	ذلت و سربلندی کے ماحول میں عید	۵۱۸	یہود کے عزائم اور ہمارا فرض
۵۳۹	غزوہ ہند اور احادیث	۵۱۹	یورپ سے صرف برائی سیکھی
۵۴۰	حب دنیا و کراہیتِ صحت		[۴۶]
۵۴۰	صحابہ کا جذبہ انقیاد	۵۲۰	ذلت اور پستی کا واحد علاج - مسجد اقصیٰ
۵۴۱	خس و خاشاک جیسی حالت	۵۲۱	غزوہ تبوک
۵۴۱	مقصد کے لئے سرفروشی	۵۲۲	جان و مال کا سودا
۵۴۲	جذبہ شہادت	۵۲۳	صحابہ کا بے مثل ایثار
۵۴۲	قوم کی بے حسی	۵۲۵	صحابہ کا مقام اللہ کی نگاہ میں
۵۴۳	قرآنی علاج	۵۲۶	حضرت ابو خثیمہ
۵۴۴	نصرت خداوندی کی طلب و اہمیت	۵۲۶	حضرت ابوذر
۵۴۵	نقص عہد	۵۲۶	جہاد کی ترغیب
		۵۲۶	دنیا کی حقیقت

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۶۵	<b>باب ۵۱</b> تبلیغی کام کی اہمیت	۵۶۶	<b>باب ۹</b> فریضہ دعوت و تبلیغ
۵۶۵	تبلیغی مرکز رائے ونڈ	۵۶۶	<b>۴۹</b>
۵۶۶	مولانا قاسم، مولانا الیاس اور حفاظتِ دین	۵۶۷	اسلام کی غربت اور ہماری ذمہ داری
۵۶۷	دعوت و تبلیغ کی اہمیت	۵۶۸	حضور کی دعوت
۵۶۷	صحابہ کا حرمین کی زندگی کا اشارہ	۵۶۹	دعوت کا مقابلہ
۵۶۸	اس کام کا لامتناہی اجر	۵۶۹	نجاشی کے دربار میں
۵۶۹	فریضہ تبلیغ میں امت ناسب رسول	۵۷۰	اسلام امن و سلامتی کا مذہب
۵۶۹	کامیابی کے اصل اسباب	۵۷۱	ہماری بقاء کا دار و مدار
۵۷۱	تبلیغ کے ساتھ تعلیم	۵۷۱	سلام و عہد و اقراء
	<b>۵۲</b>	۵۷۲	حسن اخلاق کا اثر
	مسلمانوں کی تین ذمہ داریاں	۵۷۲	امت کے لئے ایک سبق
	تعلیم کا محاذ	۵۷۳	صحابہ کی قربانیاں
	تعلیم و تبلیغ کی برکات	۵۷۳	غربت اسلام کی پیشگوئی
	جہاد	۵۷۵	بچاؤ کی صورت
	<b>باب ۵۰</b> آداب علم و عمل دارین علوم نبوت کا مقام اور ذمہ داریاں	۵۷۶	ایمان کی حقیقت
۵۷۵		۵۷۶	جسم انسانی کی شین
	<b>۵۳</b>		<b>۵۰</b>
۵۷۷	علم دین کے تقاضے اور ذمہ داریاں	۵۷۸	امتِ سلیمہ کا امتیازی وصف
۵۷۷	علمِ نبوتِ عظمیٰ	۵۷۸	امتِ محمدی کی فضیلت اور دیر
۵۷۸	تعلیم و تخلیق کا منشاء شانِ اکرمیت	۵۷۹	شانِ عبدیت
۵۷۸	فرشتوں پر فضیلت کا سبب	۵۸۰	امتی کو حضور سے کب نسبت ہے
		۵۸۱	دعوت اسلام کا مقام



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۹۶	باطل مذاہب اور مادی اسباب	۵۷۹	اہل علم کی قدر و منزلت
۵۹۷	اہم مقصد کیلئے قربانی	۵۸۰	علم کی ظاہری برکات
۵۹۷	طلبہ دین کا مقام اللہ کی نگاہ میں	۵۸۰	انسانیت کا مابہ الامتیاز
۵۹۸	ائمہ دین کو قربانیوں کا صلہ	۵۸۱	مدار حکومت علم نہ کہ مال
۵۹۹	استقامت و عزیمت	۵۸۲	علم کی برکت سے دنیا کی آسودگی
۵۹۹	اخلاص اور اس کے نتائج	۵۸۲	افغان و یقین کی ضرورت
۶۰۰	تقویٰ، زہد، تواضع	۵۸۲	اولین شرط تصحیح نیت
۶۰۱	نماز باجماعت	۵۸۲	مقصد کی خاطر قربانی
۶۰۱	اخلاقی مسائل سے گریز	۵۸۵	اکابر کی قربانیاں
۶۰۲	امام ابوحنیفہؒ کی وصیت	۵۸۶	عمل اور کردار سے تبلیغ
۶۰۳	ادب کی برکات	۵۸۶	عمل کی ضرورت
۶۰۳	محبت اور محبوب میں فرق	۵۸۷	تبلیغ و انداز
۶۰۳	برادران یوسف کی لغزش	۵۸۸	علماء حق کے درجات
	مناسب توجیہ	۵۸۹	تحقیق و ریسرچ کے نام پر الحاد
۶۰۵	شاہ محمد اسحاق کا فیض	۵۸۹	پرانے دشمن نیا سلوہ
۶۰۵	مولانا نانوتویؒ سے شیخ الہندؒ کی محبت	۵۹۰	اشتراکیت، دہریت کا مقابلہ
۶۰۶	مولانا حسین احمد مدنیؒ کی محبت و جان نثاری	۵۹۱	ادب
	۵۵	۵۹۲	نماز باجماعت، عالمانہ وضع رفع
۶۰۸	فضیلت علم اور مقصد کی بلندی	۵۹۳	ڈاڑھی کی اہمیت، صفائی و طہارت
		۵۹۴	۵۴
۶۰۸	اہل علم کا اہل دنیا سے موازنہ	۵۹۴	حائین علوم نبوت، مقام اور فرائض
۶۰۹	مقام وراثت نبوت	۵۹۴	مقصد اور اس کی عظمت
۶۰۹	خلافت ربانی کا سبب	۵۹۵	دوست و دشمن
۶۰۹	صحابہؓ کے علمی رحلات	۵۹۵	طلب علم کی توفیق
۶۱۰	مقام اور ذمہ داریاں ایک جملہ میں	۵۹۶	حفاظت دین ظاہری اسباب سے نہیں
۶۱۱	عظیم مقصد عظیم قربانیاں		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۲۷	دعوتِ دین میں حضورؐ کا اسوۂ	۶۱۲	ابتلاء بقدر ہیئت
۶۲۷	چودہ سو سالہ علم سرنگون	۶۱۲	عہد زوال میں بھی اہل علم پر خدا کی نعمتیں
۶۲۸	تشخیص اور علاج کا طریق کار	۶۱۳	صالح ماحول
۶۲۹	اخلاص و لطیفیت اور عملی نمونہ	۶۱۳	ہماری طالب العلمانہ زندگی کا زمانہ
۶۳۰	دراشتِ نبوت کی لاج	۶۱۴	امام بخاریؒ کا عہد طالب علمی
۶۳۰	دوسری ذمہ داری	۶۱۴	عجب اور غرور سے احتراز
۶۳۱	قومی تعمیر نو کا مطلب	۶۱۵	سادگی کی ضرورت
		۶۱۵	پر تکلف زندگی سے احتراز
		۶۱۶	حضرت موسیٰ کا علمی سفر
		۶۱۶	علم و معرفت کیلئے فنائیت
۶۳۲	<b>باب</b> نظام و نصاب تعلیم مدارس عربیہ	۶۱۶	رضائے الہی
		۶۱۶	کارخانہ عالم کا مقصد
		۶۱۶	تعلیم کیلئے تزکیہ
۶۳۳	<b>باب</b> دینی مدارس کیلئے اصلاحی تجاویز	۶۱۸	ایثار
		۶۱۸	اتباعِ سنت
۶۳۳	اصلاح کی اساس	۶۱۹	کتاب سے لگاؤ
۶۳۴	تعلیمی معیار کا اہتمام	۶۱۹	احترامِ شیخ
۶۳۴	اجتماعی مفادات اور معاہدوں کی رعایت	۶۱۹	تحریر و تقریر کی صلاحیت
۶۳۵	فنی ریسرچ		
۶۳۵	فضلاء کی علمی ترقی کا اہتمام		
۶۳۵	ترقی معاش مقصد نہیں		
۶۳۶	نئے دور کی تیاری	۶۲۱	<b>۵۶</b> تعلیمی سال کی افتتاحی تقریر
۶۳۶	اصلاحِ نصاب		
۶۳۶	غیر ضروری علوم		
۶۳۷	اخلاقی و عملی تربیت	۶۲۵	<b>۵۷</b> علماء کا اصل کام اصلاح امت
۶۳۸	فکر و نظر کی اصلاح	۶۲۵	دراشتِ انبیاء
		۶۲۶	اصلاح امت میں اسلاف کا ہتھیار

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۵۱	<b>باب ۱۲</b> حوادث و نوازل	۶۳۹	<b>۵۹</b> نصاب تعلیم و نظام تعلیم
۶۵۳	<b>۶۱</b> چاند تک انسان کی رسائی اور اسلام	۶۳۹	نظام تعلیم کا محور
۶۵۳	کائنات پر انسانی فضیلت	۶۴۰	تعلیم کا مقصد
۶۵۴	فضیلت کی وجہ بار امانت	۶۴۱	تبدیلی کی گنجائش
۶۵۴	محبت فطرت انسانی	۶۴۱	جدید علوم
۶۵۵	کائنات میں تصرف کی رہنمائی	۶۴۳	حکومت کی مداخلت
۶۵۶	علوم کی تکمیل حضورؐ کی ذات پر	۶۴۳	درس نظامی میں قرآن و حدیث
۶۵۷	امت و دعوت و ائمتہ اہلبیت	۶۴۳	طریق تعلیم اور دور جدید کے مسائل
۶۵۸	اصل علوم، علوم نبوت	۶۴۴	پیشہ ورانہ تربیت
۶۵۸	مادسی اور روحانی علوم کا ظہور	۶۴۵	سکولوں کا بچوں میں دینی تعلیم
۶۵۸	خلائی پرواز اور اسلامی تعلیمات	۶۴۵	اجتہاد
۶۵۹	قرآن میں تیز رفتار سواروں کا ذکر		<b>۶۰</b>
۶۶۰	تسخیر تمدنی اور سائنسی مسئلہ	۶۴۶	مدارس دینیہ نصاب اور نظام
۶۶۰	قرآن اور لامحدود پرواز	۶۴۶	بزرگھیز میں اسلامی مدارس کا کردار
۶۶۱	یہ مدارس شریعت نہیں	۶۴۷	دینی رجحانات میں کمی
۶۶۱	جنات کی آسمانوں تک رسائی	۶۴۷	فضلاء کا مستقبل
۶۶۲	آسمان اور ستارے	۶۴۸	نصاب اور آج کے تقاضے
		۶۴۸	دین و دنیا کی جامعیت
		۶۴۹	حکومت کی مداخلت



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۶۷	تمام مسلمانوں کا پرواز و عروج	۶۶۳	سائنسی مقاصد و نظریات اور اسلام
۶۶۷	کون سا مسئلہ حل ہوا	۶۶۳	موجودہ ترقیات اور باطل مذاہب
۶۶۸	وحی اور دیگر مسائل کی تائید	۶۶۴	ستارے آسمانوں کے نیچے
۶۶۸	معجزہ دلیل امکان	۶۶۵	کائنات فی فلک یسبحون کی تفسیر
۶۶۹	قرآن کا اصل مقصد	۶۶۵	سائنس تائید اسلام کا ذریعہ
۶۶۹	علوم کا لامتناہی ذخیرہ	۶۶۶	قیامت اور معراج کی تائید
	۶۶۳	۶۶۶	رفع مسیح کی تائید
		۶۶۶	نزول آدم علیہ السلام
۶۷۰	متجددین کے جاہلی نظریات	۶۶۷	

آغان، ۱۹۶۵ ○ سرپرست شیخ احمد مولانا عبدالحق قسطنطنیہ

روزنامہ خاکشاہ  
لاہور پاکستان

ماہنامہ

الحق کو دنیا سے علم و صفت کا خراج تحسین  
بدھنظرو! تو میری آفات سے اقتضات

بہشتی علی جاہل بادوں سے آگاہ ہے۔ نسک جات اور ہر گز بد کی حرکت نہ کرو (سوائے محمدیوں اور ان کے پیروں کے)۔  
 دیندار بستی کی زندگی میں کوئی نیک یا بد فعل نہ کرے۔ دیندار ہر گز باطنی اور بیرونی سیدھا سیدھا کبریاوی علی محمدیوں کی ہر  
 حرکت کے کڑی منتظر بر تقدیر علی، اولی جانی علی، صدق جدید لکھنؤ، عبد اللہ اور بابا دی، حامی علی و علیہ علیہ، شگفتہ رتبع پلازہ  
 سعادت، بھرخک اور زمر آباد میں نہیں، اپنی کوئی چیز کے ساتھ لا کر مل گیا۔ انفریق لکھنؤ، اپنی سے اس ناک کے تجربہ کاروں کو مات کر دیا۔ روز ہر جنگ پاکستان، اعلیٰ عالم اعلیٰ جانے میں خود سب لوگ۔  
 شہید علیہ سرگودھا کوثر آبادی، جہد مسلمان پر دور حاکم کے تصور ملک کے تبرکات اور ظاہری و باطنی علی، خلائک کرچی، محمد علی محبوب ندول کے، انکسار علی کی زندگی سیدھا سیدھا رزی، آزاد بین ایران، اپنی جہاں ہر مطلب و  
 مضرعاتی از زندہ و علوم اسلام، ماہنامہ جدید تبرائی، از محمد ہائے حقیر و غیر پاکستان، دہلی صاحب سہ سہ، انفریق لاہور، اس قدر شگفتہ اور شہرت زبان کہ ملک کے چنی کی کوئی رسالت نہیں شہر تھا، الا تعالیٰ اللہ  
 تنزیل نامہ، محنت ظاہری و باطنی غریبوں کا مرقع، قاری محمد غنی، لاہور، ایک مدرسہ کے بابا علی، الشاد و ادب علی، شہرہ اندر، ان اور مسرت بیان علی، کمال تعداد و لائق مدح حسین، دیندار ہر سنے، دوست و نہایت  
 عزیز، مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ، اپنی دیکھ سے غور و علم ہوتا ہے کہ آپ نے غرض کی صحیح تشخیص کی ہے، انقدر اسلحہ کے، اسلحہ و طلب استغفار کرتے رہتے ہیں، انصراف اندر جہت سنی جان داروں اور ان کے غیرو  
 بر آوردن مہو کا کج صحافت ہیں، مولانا محمد علی، دہلی، شگفتہ شاندار علی، اساتذہ حق فرید مسلم ہے، عیبت جاتی بندہ کا حق کی کسی کو نہ دست کرے، مولانا ابوالوفا، افغانی، حیدر آباد، گجرات، شہرہ علی، علی مدد علی، ہند  
 مولانا زکریا شیخ، انجکریٹ مہارن پوری، دہلی، اسلام اندر اساتذہ حق کے بے برزخ تربیات سے روزانہ کا دلگداز، مفتی محمد شفیع، لاہور، علی وقت کی خودت، مولانا عبد اللہ، در خواستی، اپنی ہم علی حبیب، علی حق  
 بر چہ اندر ہے کی دعا کرتا ہوں، مولانا عبد اللہ، انور، اپنی چند دستاں کے معارف اور بڑان کی کی کوہ در ہے، مولانا غفر احمد عثمانی، زجلہ، توفیق، محمد کے، نعت مضامین، اپنی دیکھ کا۔

[illegible]

مَا نَمُنُّهُ الْخَيْرُ ۖ ذَا الْعِلْمِ خَفَانِيهِ ۖ اَكْرَمُ حَتَّىٰ صُلِعَ نَسَاؤُهُ وَكُنِيَ

## اسلام اور عصر حاضر

تحلیل و تجزیہ ————— جائزہ اور محاسبہ

از مولانا سید امجد علی، مدیر الحق و استاد دارالعلوم دہلی

عصر جدید اپنی خدا فراموشی اور فتنہ سازوں کی وجہ سے اللہ و اہدیت کا وعدہ کھاتا ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن نے اسلام کے نظام عقائد و اخلاق پر یکسر کی غور کے ساتھ اسے مسلمانوں کے تہذیب و تمدن، اخلاق و معاشرت، سیاست و معیشت کا ہر برقعہ نشانہ کی کوشش کی۔ دشمنی اسلام نے تپ و تفتنگ کی بجائے حکم و فرما کے اسوے اسلام پر دنیا کی اخلاق و شرافت سے ملنے نظام ہدایت نے مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی قدردی کو پائیل کرنا چاہا۔ مغرب زندہ مٹی پر اقلیت مگر ان طبقہ نے سرور و کثرت کو نشانہ اور حکومت پسپا کرنے میں بڑی چوٹی کا نندہ لگایا، علامہ ابن ابی بن ابیہ کا شکر ہوئے، عالم اسلام میں مسلمانوں کی کھڑیت ہے دین مگر غرض کے دم و کم پر نہ گئی، اسلام دشمن منصوبوں نے علم و تحقیق کے نام پر تہذیب و معاشرت کا لبادہ پہن لیا، مسلمانوں کے ماضی و حلقہ سے اسلام کو نشانہ بنایا، اسلام کے ماضی نظام اور سیاسی شکلیں کو تبدیل کرنے کی سعی کی گئی، بیرونی مادی میں سائنس و ٹکنالوجی کی دنیا میں انقلاب آئے مسلمانوں کو نئے مسائل اور حوادث سے دوچار کرنا پڑا۔

پیش نظر کتاب میں حق مسائل کا ایمانی برائت کے ساتھ ہر مائدہ سامنا کیا گیا ہے۔ مغرب کے نظام اخلاق و معیشت، خاندانہ اور بدادہ نظام جہان بینی و سیاست کے سپاہ اور کردہ چہرہ کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ نقائص پر نکتہ چینی اور مغرب کے پرستانوں کی اندھی تعظیم اور غلط ذہنیت پر تنقید کی گئی ہے۔ عالم اسلام اور عالم عرب کو بدیش مسائل اور المیوں کا قرآن و سنت کی روشنی میں تحلیل و تجزیہ اور ہلزدہ و محاسبہ کیا گیا ہے۔ تہذیب و معاشرت کا منہ نقادہ جاوہ مذکر کیا گیا ہے۔ گائیڈانیت پر مبرور اور کلامی عربیوں کی گائیڈانیت میں دشمنان صہبہ اور صہبائی ذہنیت پر تنقید کی گئی ہے۔ جہانیت کا احتساب اور دیگر فرق باطلہ اور باطل قوتوں کا تعاقب ہے۔ مسلمانوں کے عروج و زوال اور اسباب ترقی و شکست پر پریمند اور موثر گفتگو کی گئی ہے۔ عصر حاضر کے سلاطین جبر اور حکام مظلوم اور وہ ہے دین قوتوں پر بلا خوف و ہراس قائم عقیدہ ہے۔ ہر سطر پر صراحت اور کھلم کھلا کرتی کلمہ بردار برائت۔

المصنف

معاشرت و معیشت، ایمان و سیاست، تہذیب و تمدن، اخلاق و تقاضوں، سائنس و ٹکنالوجی، تفسیر کائنات اور زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس پر مرتب کتاب نے اپنے مخصوص انداز میں روشنی نہ ڈالی ہو۔

صفحات تقریباً ۶۰۰ سائز ۱۵ x ۲۲ قیمت جلد روپے۔ کتابت و طباعت اعلیٰ

آج ہی اپنا آرڈر بکٹ کرایئے

مؤتمر المصنفین ماہنامہ الحق اکوڑہ خشک ضلع پٹنہ

پاکستان



باب ۱

# آدابِ عبادت

حقیقتِ ایمان ، عبادات

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ  
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ  
(القرآن الحكيم)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ محبت اور اس کے اسباب

خطبہ جمعہ المبارک ۱۲ شوال الحکرم ۱۳۸۷ھ

خطبہ مسنونہ کے بعد: وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا لِلَّهِ۔ محترم بھائیو! اس آیت کریمہ میں مومنین کی صفت بیان کی گئی ہے کہ انہیں خداوند تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ تو ایمان کی نشانی اللہ جل جلالہ سے محبت کرتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جب محبت آجائے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اور محبوب کا حکم ماننا باعثِ مشقت نہیں بلکہ موجبِ خوشنودی و تسلی اور سببِ اطمینان ہوتا ہے۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں، خواہ غریب ہو یا امیر جو مشقت اور تکلیف برداشت نہ کرتا ہو، زمیندار ہو یا دکاندار، حاکم ہو یا امیر و غریب۔ تم نے ایسا کوئی نہ دیکھا ہو گا کہ دن رات پاؤں پھیلائے بیٹھا ہو اور دن رات کسی نہ کسی مشقت اور فکر میں نہ لگا ہو۔ الا کوئی بیمار ہو۔

ساری دنیا دوڑ رہی ہے ہر شخص اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق تکلیف اٹھا رہا ہے اور یہ بے دین لوگ تو اتنی مشقت اور تکلیف میں ہیں کہ صبح کی نماز کے لئے اگرچہ نہیں اٹھ سکتے لیکن اگر رات کے تین بجے ڈیوٹی ہے تو اس شدید سردی میں اٹھ کر ڈیوٹی پر پہنچتے ہیں۔ ان پر خدا نے صرف دنیا کی ڈیوٹی مسلط کر دی ہے۔ اگر کوئی زمیندار ہے تو دن رات پانی اور کھیر میں، دکاندار دکان میں اور ملازم اکثر سفر میں رہتا ہے۔ سب اس



کوشش میں ہیں کہ کچھ کما سکیں۔ اور یہ چیز انہیں بوجھ معلوم نہیں ہوتی اور وہ یہ سب کچھ محبت کے سلسلہ میں برداشت کرتے ہیں کہ اہل و عیال کے لئے نان و نفقہ، لباس، رہنے پہنے کی جگہ جتیا کریں۔ کوئی نوکری کرتا ہے، کوئی دکانداری، اور کوئی دن رات مزدوری، اہل و عیال کے ساتھ محبت ہے، جس کی وجہ سے نہ اسے گرمی کا احساس ہے، نہ سردی کا۔ اسے یہ احساس بھی نہیں کہ میں کیوں ایک پانڈی یا قلی ہوں کہ دو چار آنے پر گھر سے دکان یا اڈہ تک دو دو من بوجھ اٹھاتا پھرتا ہوں، بلکہ خوش ہو رہا ہے کہ چار آنے کما کر بیوی بچوں کے لئے آٹا والے آئے گا۔

تو جب محبت ہو تو طاعت اور فرماں برداری باعث سکون و اطمینان بن جاتی ہے مگر آج مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری بہت مشکل معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی چیز جو محبت ہے وہی موجود نہیں۔ اگر محبت ہوتی تو خدا تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری موجب سکون قلب بنتی ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔ اور بیوی بچوں اور دوست احباب کی تابعداری سے زیادہ اہم سمجھی جاتی۔

یاد رکھیں! ایمان کی نشانی محبت ہے، اور محبت کے تفاوت سے ایمان متفاوت ہوتا ہے۔ اگر خدا سے محبت ہے تو سمجھئے کہ ایمان ہے اگر بہت ہے تو ایمان مضبوط ہے اور اگر کم ہے تو ایمان کمزور ہے، اور اگر بالکل نہیں تو بالکل ایمان نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ محبت کیسے پیدا ہو؟ یہ تو زور اور جبر سے پیدا ہو نہیں سکتی، تو انبیاء پر کھٹے کہ محبت کے تین مشہور اسباب ہیں: (۱) احسان (۲) کمال (۳) حسن و جمال۔

**محبت کا پہلا سبب احسان اور مہربانی** پہلا سبب احسان ہے کسی کا احسان اور مہربانی یا کسی

کا نوال اور عطیہ موجب محبت بن جاتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ ہماری زیادہ محبت ہے اس لئے کہ ان کے احسانات ہر چیز سے زیادہ ہیں۔ استاد سے محبت ہے اس لئے کہ

وہ ہمارا محسن اور مربی ہوتا ہے۔ اگر کوئی ہمیں کھانا دیتا ہے، کپڑا دیتا ہے، تنخواہ دیتا ہے تو ہم ہزار کہیں مگر دل کے کسی محنتی گوشہ میں اس کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے تو محبت کا بڑا سببِ حسان ہے اور اس مُنعم کو اپنے مُنعم سے طبعی محبت ہوتی ہے، جو ایک فطری بات ہے۔ تو جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جتنے احسانات و انعامات ہیں، سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ  
اللّٰهِ اِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ  
لَا تُحْصُوْهَا۔

جو بھی نعمت تمہارے اوپر ہے خدا کی طرف سے وہ بشمار ہیں اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو تمہارے شمار سے بھی باہر ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس دنیا اور عالم وجود میں صرف تین چیزیں ہیں۔ (۱) اللہ جل مجدہ (۲) مُنعم یعنی انسان ہم اور آپ سب (۳) انعامات یعنی تمام عالم اور اس کی ہر شے انعام ہی انعام ہے۔ یہ ماں باپ، یہ بہن بھائی، بیوی اور شوہر حتیٰ کہ یہ چھت جس کے نیچے ہم سر دی گری سے محفوظ ہیں۔ یہ آسمان، یہ زمین، یہ کپڑے اور یہ درمی، یہ ہوا اور پانی اور یہ غلہ وغیرہ انعامات ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو انعام نہ ہو۔ تو دنیا میں یہی تین چیزیں ہیں:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ  
وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔

عرش لے کر نیچے تک تحت الثریٰ تک ہر چیز انسان کے لئے مسخر ہے اور ہر چیز انسان پر انعام ہے

اب جب یہ تین چیزیں موجود ہیں تو مُنعم کو مُنعم کے انعامات کا بدلہ کیا دینا چاہیئے، اور اس کا سلوک کیا ہونا چاہیئے، توصات بات ہے کہ محبت اور شکر خدا، یعنی ہر لحظہ ہر وقت شکر گزار رہنا چاہیئے اگر کوئی کہے کہ ہمارے اوپر تو دوست احباب کے بھی احسانات ہیں، ماں باپ کے بھی، حاکم اور حکومت کے بھی، زید، عمر، بکر کے بھی۔ تو ٹھیک ہے جو مناسب برتاؤ تم ان لوگوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ہمدرد ہیں، محسن ہیں اور تمہارے دلوں میں شکر و محبت کے جذبات ان کے لئے موجزن

نہیں۔ مگر سب سے بڑھ کر جو محسن ہے اُسے بھی یاد کیوں نہ کیا جائے۔ پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ بندہ کا احسان و انعام تنہا ہی ہے اور خدا تعالیٰ کا غیر تنہا ہی اور یہ بات یاد رکھیں کہ ایک انسان جو بھی دوسرے انسان کے ساتھ احسان و سلوک کرتا ہے تو یہ سب خدا کی مرضی اور ارادہ سے ہوتا ہے۔

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ  
دَبُّ الْعَالَمِينَ۔ تم کوئی کام نہیں کر سکتے جب تک خدا  
نہرچا ہے۔

خدا نے چاہا کوئی فائدہ پہنچا دے تو زید کے دل میں ڈال دیا کہ تمہیں روٹی کپڑا  
ویدے یا فائدہ پہنچا دے۔ خواہ زید تمہارا باپ ہے، بھائی ہے، اُستاد ہے، حاکم  
ہے، دوست ہے، دشمن ہے، جو بھی ہے وہ اگر تمہاری ضرورت پوری کر دیتا ہے۔  
خدا نے اس کے دل میں ڈال دیا تو اُس نے نوکری دی، کاشت کے لئے زمین دی اور  
دیگر ضروریات تمہاری پوری کیں لوگوں کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیئے۔

وَمَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ  
اللَّهُ۔ جو لوگوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ کا بھی شکر  
گزار نہیں ہوتا۔

بندوں کا احسان دراصل خدا کا ہی احسان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی بادشاہ  
نے قلم سے فرمان لکھ کر جاری کیا کہ فلاں شخص کو دس ہریب جاگیر دے دو۔ اب ایسا  
تہیں ہو سکتا کہ یہ شخص قلم کے لئے دُعا کرے یا قلم کا شکریہ ادا کرے، بلکہ بادشاہ کا شکر  
گزار ہو گا کہ خدا تمہارا سایہ میرے سر پر قائم رکھے تو اللہ اور بندہ کے بیچ میں جو کچھ  
بھی ہے وہ سب بمنزلہ قلم کے ہے اور ہے سب کچھ خدا کی طرف سے اسباب  
کی حیثیت یا الذات کچھ بھی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا عقیدہ ہونا چاہیئے کہ جو  
فائدہ اُسے خدا تعالیٰ پہنچانا چاہے دُنیا کے مخالف ہونے سے وہ ٹل نہیں سکتا اور



جو فائدہ خداوند کریم نہ پہنچانا چاہے وہ دنیا کے بادشاہ، دولت مند اور دنیا بھر کے حکماء سب جمع ہو کر بھی نہیں پہنچا سکتے۔

محسن کی ناشکری کرنا والا چوپایوں سے بھی بدتر ہے، پس اگر ایک شخص

کرتا ہے اور پھر اُسے خدا سے بھی محبت نہ ہو تو یہ بڑا بد قسمت ہوگا اور وہ تو اُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ کی بناء پر چوپایوں سے بھی بدتر ہے دیکھئے ان حیوانات میں خراب اور بدترین حیوان کتا سمجھا جاتا ہے۔ کتے کو تم باسی روٹی کا ٹکڑا اور ہڈی ڈال دیتے ہو، اس معمولی احسان کے بدلے وہ تمہارے دشمن اور مخالف کو کبھی تمہارے گھر کے قریب نہیں آنے دیتا۔ کہ تمہارے احسان کا شکریہ ادا کرتا ہے اور سب اوقات چور آتا ہے کتے کو گولی مار دیتا ہے اور کتا اپنے محسن کی حفاظت کے لئے جان قربان کر دیتا ہے اسے احساس ہے کہ احسان کا تقاضا محبت ہے۔ نہ اس کتے نے کتا میں پڑھی ہیں اور نہ کوئی منطق۔ پھر اس کتے کو اس قربانی کا مالک کی طرف سے کوئی انعام بھی نہیں ملتا۔ اور اکثر اس کے مالک کو اس کی قربانی کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ تو لحاف اوڑھے ہوئے سویا رہتا ہے۔

انسان نے اگر قربانی دی تو اُسے خدا کی خوشنودی اور جنت ملے گی۔ وہ اللہ جس نے ہمارے اوپر غیر تنہا ہی احسانات کئے اس کے دربار کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اور آواز ہوتی ہے حَتَّىٰ عَلَى الصَّلٰوةِ حَتَّىٰ عَلَى الْقِلَاصِ۔ مگر ہم اس دربار کے قریب بھی نہ آئیں، اس کا دربار تو مسجد ہے اور ہم نماز تک نہ پڑھ سکیں تو کتنا فرق ہے ایسے انسان اور کتے میں تو جو شخص باوجود اتنے احسانات کے خدا سے محبت نہ کرے تو کیا وہ کتے سے بدتر نہ ہوا۔؟ اُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ۔ یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ آخرت کی رسوائی تو الگ دنیا میں اس کی حیثیت اس قدر



گر جاتی ہے۔ غرض ایک سبب خدا سے محبت کا اس کی بخشش واحسان ہے۔

دوسرا سبب کمال جس میں ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے  
**محبت کا دوسرا سبب** یہاں کے عوام کو اگر پتہ چل جائے کہ فلاں گاؤں میں

کبڈی ہو رہی ہے، بہار کے موسم میں دو پہلو اٹھاتے ہیں اور جو غالب آجائے تو اُسے کندھوں پر اٹھا کر بازاروں میں گھماتے پھرتے ہیں۔ پھولوں کے ہار ڈالتے ہیں کہ لوگوں کے خیال میں یہ ایک کمال ہے۔ یعنی بہادری کا یہاں تک کہ یہ بٹیر باز جو اُس کے لئے بدبخت اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور غالب آنے والے بٹیر کے لئے ہزاروں لوگ سردی کے باوجود جمع ہوتے ہیں۔ صرف یہ کہ ایک بٹیر نے دوسرے کو بھگا دیا جو کہ ایک کمال ہے۔ تو اس بٹیر سے محبت کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کو امام ابو حنیفہؒ سے محبت ہے۔ امام بخاری اور حضرت غوث الاعظمؒ سے محبت ہے وجہ کیا ہے؟ ان میں کمال تھا۔ کسی میں ظاہری کمال ہوتا ہے۔ کسی میں معنوی امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث جمع کیں۔ ان کی حفاظت کی، اپنی جان حق کے لئے خرتنگ مقام میں قربان کر دی مگر حق کو نہ چھوڑا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ چل گئے حکومت نے زہر دیا مگر آپ نے حق بات نہ چھوڑی یہ ایک کمال تھا۔ علم کے جواہر لوگوں کے سامنے بکھیر دیئے۔

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو لوگ ماں باپ سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں۔ ان کے ایصال ثواب کراتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ جب کہ ماں باپ کو لوگ یاد نہیں کرتے وجہ کیا ہے؟ کمال تھا ان میں تقویٰ، زہد، علم اور عمل۔ تو کمال ظاہری ہو یا باطنی اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ ہندوستان کے بادشاہ گذرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ ہزار احادیث مع السنن انہیں یاد تھیں۔ قرآن کریم حفظ تھا۔ علوم دینیہ پر کامل عبور تھا۔ کتنے بادشاہ گذرے ہیں مگر کسی کا نام بھی یاد نہیں۔

جب کرسی پر بیٹھا رہے لوگ جی حضور کرتے رہتے ہیں اس کے فوٹو اخبارات میں چھپتے ہیں۔  
 اور حبیب کرسی سے ہٹ جائے لوگ اسے ڈنڈے مارتے ہیں اور اس کی ذلت کے فوٹو  
 چھاپنے لگتے ہیں۔ مگر اورنگ زیب بخارا اور ہرات سے لے کر برما تک جس کی سلطنت تھی  
 ہندوستان اور پاکستان سب اس میں شامل تھے ان کا نام لوگ محبت اور قدرواحترام  
 سے لیتے ہیں۔ وجہ یہ کہ کمال تھا ان میں اتنی بڑی سلطنت کے باوجود فرض نماز تو کیا تہجد  
 تک کبھی ناغہ نہ ہوئی، آج تو فرض تک کوئی نہیں پڑھتا۔ کبھی بیت المال سے تنخواہ نہ لی،  
 اس زمانہ میں چھاپہ خانے نہ تھے، قرآن مجید اپنے ہاتھوں سے لکھتے، اس کے نقوش و  
 کتابت کو ہدیہ کر دیتے۔ تلاوت کے لئے اجرت جائز نہیں مگر نقوش اور کاغذ  
 کی خرید و فروخت جائز ہے۔ عالمگیرؒ ہی کا مقولہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں ہے جو  
 نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے یہ تمہارے ملک کے حکمرانوں کی مثال ہے مرتے  
 دم تک تنخواہ نہ لی۔ کابل و ہرات سے لے کر آسام تک حکومت کی مگر اپنی کمائی کھائی اور  
 وہ بھی قرآن لکھ کر کمائی کے ساتھ قرآن کی اشاعت ہوتی رہی۔ وفات سے قبل وصیت  
 کی کہ پانچ سو روپیہ میرے ہاتھ کی کمائی کے باقی ہیں۔ میرے مرنے کے بعد اسے مساکین  
 میں خیرات کر دیا جائے۔ تو ان میں تقویٰ، عدل و انصاف کا کمال تھا جس کی وجہ  
 سے ہر مسلمان ان کا نام محبت سے لیتا ہے۔ ارسطو اور بقراط اور ابو علی سینا بڑے باکمال  
 لوگ گذرے ہیں۔ ان سے محبت بوجہ کمال علمی کے ہے۔ توجہ ذات منبع الکمال ہے  
 اصلی محبت کی مستحق بھی وہی ہے۔ اگر تمہیں اولیاء سے محبت ہے، علماء اور بزرگوں سے  
 محبت ہے، دیندار بادشاہوں سے محبت ہے تو ٹھیک خدا اسے اور بڑھا دے مگر ان  
 میں یہ سب کمال بالیقین تھے کہ ان لوگوں کو خدا نے کمال دیا تھا۔ ہم نے امام اعظمؒ کو کبھی  
 نہیں دیکھا۔ ان کا شہر کوفہ نہیں دیکھا مگر طلباء امام اعظمؒ پر جان دیتے ہیں۔ تو ان  
 سب کے کمالات کا سرچشمہ اللہ ہے۔ دراصل سوچیے! جس ذات نے تمام عالم کو یہ کمالات

بچتے ہیں اور کمالات کے اسباب اور منشاء دیا ہے اس میں خود کتنے کمالات ہوں گے؟  
کیا وہ محبت کے لائق نہیں؟ ہے اور ضرور ہے۔

**سائنسدانوں کے کارنامے** | آج کل سائنسدانوں کا بڑا چرچا ہے کہ بڑے بڑے  
کمالات دکھا رہے ہیں اور ہمارے انگریزی ناول  
ان سے بڑے متاثر ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں جو محبت کی وجہ سے اور محبت بوجہ  
ان کے کمالات کے ہے۔ ٹھیک ہے کہ جنہوں نے انجن بنایا، ایٹم بنایا، موٹر بنائی اور  
ہوائی جہاز تیار کیا۔ وہ کمال والے تھے۔ مگر سوچئے کہ کیا انہوں نے ان چیزوں کو پیدا کیا؟  
نہیں بلکہ ان عناصر کو صرف ترتیب دی۔ انسان کچھ بھی نہیں بنا سکتا۔ انسان عناصر کا خالق  
نہیں ہے۔

لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ  
مکھی تک کو روح نہیں دے سکتے۔  
مکھی تک کے خالق یہ سائنس دان نہیں بن سکتے۔ البتہ اتنا ہے کہ انسان پٹرول،  
المونیم، لوہا اور لکڑی وغیرہ کو ایک خاص ترتیب دے سکتا ہے۔ جیسا کہ کہہ رہے  
مٹی اور پانی کو ملایا اُسے کسی برتن کی شکل دی۔ یہ لوہا، یہ پٹری، یہ انجن، یہ ہوائی جہاز اور  
اس کا پٹرول اور وہ فضا جس میں اڑتا ہے، سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ یہ  
خیال کریں کہ جس فلسفی یا سائنس دان نے ان اشیاء کو ایجاد کیا تو اس کے دماغ اور دل  
کو کس نے پیدا کیا اور اس میں ان اشیاء کی خاص ترتیب کا علم کس نے ڈالا۔ انسان کی  
بنائی ہوئی ان چیزوں سے اس قدر تعجب کی کوئی بات نہیں۔ انسان نے تو آج ہوا میں  
اڑنا اور پانی میں غوطہ لگانا سیکھا ہے۔ خداوند کریم نے لاکھوں سال پہلے مچھلیوں کو  
سمندر کی تہ میں غوطے لگانا اور سائنس کے اصولوں پرندوں اور مکھیوں کو ہوا میں  
اڑنا سکھا دیا۔

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلٰی النَّحْلِ  
خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں



أَنْ اَتَّخِذُ مِنَ الْجِبَالِ  
بُيُوتًا

میں اپنا گھر بنائے اور دور دراز پودوں  
اور پھولوں سے رس چوس کر شہد بنایا کریں۔

نقشہ ان کے دماغ میں بٹھا دیا تو سائنسدان کا دماغ خدا نے پیدا کیا اور  
نقشہ جس کے مطابق اشیاء کو یہ ترتیب دیتا ہے اُسے بھی خدا نے پیدا کیا تو سارا کمال  
دراصل خدا کا ہے۔ تو اُس منہج الکمال سے لازماً محبت ہونی چاہیے کہ کمال کی قدر  
کرنے کا یہی تقاضا ہے۔

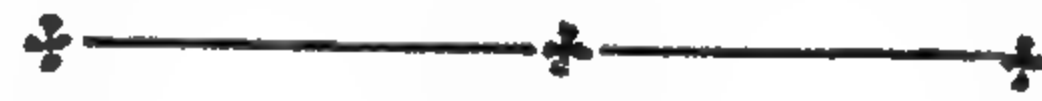
**محبت کا تیسرا سبب** | تیسرا سبب محبت کا جمال اور حسن ہے جو بصورت  
چیز سب کو پسند ہوتی ہے اور یہ طبعی محبت ہے شیخ

سعدی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا، اور دریافت کیا کہ خدا  
نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرنے کے بعد میری کشتی  
گویا ڈوبنے لگی تھی میں گھبرا یا کہ اب کیا ہو گا مگر خدا نے فضل کیا اور کہا کہ تو نے ایک شعر  
کہا تھا جس کا مضمون یہ ہے: — ہر پتے میں خدا کی بے حساب تدابیر اور حکمتوں کا ایک  
دفتر موجود ہے۔ اس کی سبزی ترقی و تازگی اور رعنائی عجیب عجیب رنگ اس کی خاص پہنچ  
پر قطع برید دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یا اللہ تو نے کیا کیا کاریگری اور صنعت کاری  
درخت کے اس پتے میں کی ہے۔ تو سعدیؒ نے کہا کہ اس ایک شعر کی بدولت خدا نے مجھے بخش  
دیا۔ تو جمال اور خوب صورتی بھی خدا کی دی ہوئی ہے جس نے چاند اور سورج پیدا کیا وہ خود  
کتنا خوب صورت ہو گا، تو گویا جمال و حسن اس میں ہے، کمال اس میں ہے، احسانات  
اس کے ہیں تو جس میں تینوں اسباب کامل اور بالذات موجود ہوں تو اس سے محبت کیوں  
نہ ہو۔ ہمارے اندر ایک چیز کی کمی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم خداوند کریم کے کمالات اور  
احسانات پر غور و فکر اور تدبر نہیں کرتے۔ اس غور و فکر اور تصور کو صوفیاء مراقبہ سے تعبیر



کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر شخص دن رات میں پانچ دس منٹ تنہائی میں خواہ رات کو سونے سے پہلے لحاظ ہی میں کیوں نہ ہو، سوچا کرے کہ یا اللہ تیرے احسانات اور مہربانیاں ہیں تو نے مجھے کیسی خوب صورت شکل دی، کان، ناک اور آنکھیں دیں، کیسی اچھی زبان دی، کتنا اچھا کھانا پینا اور لباس اور آرائش کا انتظام فرمایا۔ اگر تو مجھے کتا یا بلی بنا دیتا گندا کیڑا بنا دیتا جو بول و براز میں پڑا رہتا ہے تو میں کیا کر سکتا تھا۔ پھر اس کے حالات کا لحاظ کریں اور روزانہ یہ تصور کریں، مراقبہ کریں، احساس نعمت خداوندی کرتے ہیں تو جلد محبت پیدا ہو جائے گی۔ اس کو مراقبہ احسانی کہتے ہیں۔ دوسری چیز محبت کے لئے دینداروں اور صلحا کی صحبت ہے اگر دیندار نہ مل سکیں تو ان کے مضامین اور حالات اور ان کی کتابیں پڑھیں کہ ان لوگوں نے کیسی زندگی گزاری۔ اگر آپ بدکردار کی رفاقت کریں گے تو بد عملی پیدا ہوگی اور جب محبت پیدا ہو جائے تو جس طرح ہم اپنے لئے اور بیوی بچوں کے لئے گرمی اور سردی کی پردہاہ نہیں کرتے۔ اسی طرح ہمیں خدا کی تابعداری میں بھی بوجھ محسوس نہ ہوگا۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



# اللہ اور رسولؐ کی محبت

خطبہ جمعہ المبارک محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

نعمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم الخ۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا شَدُّ حُبِّ اللَّهِ - الْآيَةُ  
محترم بھائیو! اللہ جل مجدہ کا بے حد احسان ہے کہ ہمیں ایمان سے نوازا۔ اور  
پھر ہمیں اپنی ذات سے محبت کرنے کو بھی ضروری قرار دیا اور فرمایا کہ جن لوگوں کا مجھ پر  
ایمان ہے وہ لوگ ایساں کا کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو اللہ کے ساتھ ہر چیز  
سے بڑھ کر محبت ہوتی ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا شَدُّ حُبِّ اللَّهِ - مومنوں کو  
اللہ سے بے حد محبت ہوتی ہے۔ ایک آیت میں اس کی وضاحت اس طرح  
فرمائی گئی ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ	ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر
وَأَخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ	تمہارے باپ اور بیٹے اور
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ	بھائی، بیویاں اور برادری اور
اَتَرْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ	مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت
كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا	جس کے نقصان یا بند ہونے
أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنْ اللَّهِ وَ	سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں
رُسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ	مکان اور بلڈنگ جن کو تم پسند
فَتَرْكِبُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ	کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے
يَوْمَ لَا يَمْدِي	رسولؐ سے زیادہ پیاری اور
الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ -	محبوب ہیں۔ اور اس کی راہ میں

جہاد کرنے سے بھی یہ چیزیں زیادہ پسندیدہ ہیں تو پھر خدا کی طرف سے عذاب

اور سزا کے کسی حکم کا انتظار کرو۔

اللہ کی محبت ہر خواہش اور تمنا پر مقدم ہے | معلوم ہوا کہ مسلمان وہ ہے جو

اللہ اور اس کے رسولؐ کے

مقابلہ میں اپنی تمام خواہشیں اولاد کی تمنائیں اور ترقی و ترقی کے تمام امور سے بے نیاز ہو جائے اور یہ سب کچھ اللہ اور رسولؐ کے حکم کے مقابلہ میں پس پشت ڈال دے۔

والد نے کہا کہ شرک کر لو، تم شرک سے انکار کر دو، اس نے حکم دیا کہ میری خاطر جھوٹی گواہی دے دو، آپ نے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کسی کو قتل کر دو، آپ نہ

مانے، اولاد کی خواہش اور آرزو ہے کہ فلاں کام اس طرح ہو جائے، اور وہ چیز خلاف شرع ہے، آپ ان کی خواہش پوری کرنے سے انکار کر دیں قوم قبیلہ، کنبہ اور برادری کسی رسم و

رواج پر مجبور کرے، مگر آپ خدا اور رسولؐ کی مخالفت کے ڈر سے ایسے تمام امور سے اجتناب کریں۔ برادری کے لوگ کوئی ایک کام خلاف شرع کرنا چاہیں آپ نہ مانیں اور

ان سب چیزوں کو پس پشت ڈال کر اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو مقدم سمجھیں۔ تب آپ ایمان کے دعوے میں سچے ہوں گے اور **وَالَّذِينَ آمَنُوا**

**أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ** کا مصداق بن جائیں گے۔

صحابہؓ نے کیسے کیسے نمونے پیش کئے | صحابہؓ نے کیسے کیسے نمونے اس بات کے پیش کئے جو حضرت سیدنا

ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادہ جنگ بدر میں کفار کے ساتھ تھے، بعد میں مخلص مسلمان

ہوئے۔ ایک دفعہ اپنے والد صاحب سے باتوں باتوں میں کہا کہ ابا جان فلاں لڑائی میں

آپ بالکل میرے نشان پر تھے اور میری تلوار یا تیر کی زد میں آگئے تھے۔ مگر آپ کی حرمت

اور عزت کا لحاظ کیا کہ والد ہیں، اور آپ کو بچا لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بیٹا اس

وقت جبکہ تم حالت کفر میں تھے، اور کافروں کے ساتھ تھے اگر میری نظر یا میری زد

میں آگئے ہوتے تو میں کبھی آپ کو نہ چھوڑتا۔ یہ سچ ہے کہ اولاد سے محبت

زیادہ ہوتی ہے مگر جب تم کفر کے ساتھ تھے اس لئے میرے لئے اللہ کا حکم مقدم تھا

اور شفقت پداری کی رعایت ثانوی چیز تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ فَالْثَّاسِ أَجْمَعِينَ تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک میں اسے اپنے والد اور اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

جنگ بدر میں شترمر کردہ کافر قیدی بنائے گئے۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے اس کے بارہ میں مشورہ کیا کہ انہیں پھوڑنا چاہیے یا فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے، یا قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ یہاں جو مسلمان مہاجر موجود ہیں یہ بھی مکہ کے باشندے ہیں اور قیدی بھی مکہ کے ہیں اور یہ مسلمان اور قیدی سب آپس میں قریبی رشتہ رکھتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو جو قیدی جس مہاجر کو سب سے زیادہ عزیز اور قریب ہے، وہی مہاجر اپنے ہاتھ سے اس کافر کو قتل کر دے۔ کوئی باپ ہے، کوئی چچا، کوئی بیٹا، کوئی بھائی۔ مگر حضرت عمرؓ نے اسلام کی راہ میں ایسے تمام رشتوں کو حائل نہیں ہونے دیا۔ یہ تھا ایمان و یقین اور اللہ و رسولؐ سے محبت کا جذبہ ظاہرات ہے کہ صحابہؓ کو اپنے اعزہ و اقارب سے بے حد شفقت ہوگی مگر یہ جذبہ ایثار و اطاعت اللہ کی راہ میں تھا۔

مدینہ کے عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین ہیں، سرغنہ تھے۔ ان کا بیٹا حضرت عبداللہ بن عبداللہ مخلص اور جہان نثار مسلمان تھے۔ عاشق رسولؐ اور عاشق صحابہؓ تھے۔ ایک لڑائی میں مہاجر اور انصار کی آپس میں معمولی سی جھڑپ ہوئی، عبداللہ بن ابی ایسے موقع کی تلاش میں رہتے۔ منہ سے نکلا کہ :-

لَمَّا نَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ  
اِذَا هُمُ اسْرَفُوا بِمَنِّهِمْ  
لَمَّا نَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ  
اِذَا هُمُ اسْرَفُوا بِمَنِّهِمْ  
اِذَا هُمُ اسْرَفُوا بِمَنِّهِمْ  
اِذَا هُمُ اسْرَفُوا بِمَنِّهِمْ

کو نکال باہر کریں گے۔

عبداللہ بن ابی نے عصبیت کا نعرہ جو جاہلیت کا نعرہ تھا، بلند کیا کہ ہم نے ان لوگوں



کو جگہ دی کپڑا روٹی مکان دیا اب یہ ہمارے اوپر مسلط ہونا چاہتے ہیں۔ اذل میں اشارہ صحابہ کرامؓ کی طرف تھا کہ وہ ذلیل ہیں۔ ہم عزت والے، یہ بات ان کے بیٹھے حضرت عبداللہؓ تک پہنچی کہ میرے والد نے صحابہ کرامؓ کی توہین کی۔ ان کی شان میں بُرے الفاظ نکالے تو تلوار سونت کر مدینہ کے دروازہ میں کھڑے ہوئے اور جب ان کے والد وہاں پہنچے تو انہیں راستہ میں آلیا اور کہا کہ جب تک تم اپنے آپ کو ذلیل اور صحابہ کرامؓ کو اعترافِ عزت والے نہ کہیں، مدینہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔

باپ نے یہ منظر دیکھا تو چیخا چلایا کہ دیکھو مجھ جیسے بڑے آدمی کے ساتھ —

بیٹا ایسا سلوک اور جرات کر رہا ہے۔ لوگوں نے کہا آپس میں باپ بیٹا ہیں۔ حضورؐ تک بات پہنچی آپ نے انہیں بلایا اور وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ میں سب سے زیادہ والدین کا احترام کرتا رہا ہوں، کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ گویا مسلمان کا تو کام یہ ہے کہ اللہ اور والدین کا شکر گزار رہے اِنْ اَشْكُرْ لِيْ فَرَوْا لِدَيْكَ۔ مگر یہاں معاملہ آیا اللہ اور اس کے رسولؐ اور صحابہؓ کی عزت و احترام کا کہ یہ صحابہؓ کو اذل اور اپنے کو عزیز سمجھتا ہے تو یہ بات میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ الغرض جب تک عبداللہ بن ابی نے یہ نہ کہا کہ میں ذلیل ہوں اور صحابہؓ معزز اور قابلِ احترام تب تک اسے نہ چھوڑا۔ تو مسلمان تو اللہ اور اس کے رسولؐ کا پروانہ ہوتا ہے۔ وہ خدا کی اطاعت رسولؐ کی سنت اور دین کی اشاعت اور تحفظ کے لئے مال و جان سب کچھ قربان کر دے گا۔ مگر اس بات کے لئے آمادہ نہیں ہو سکے گا کہ خدا کا حکم پیچھے ڈال دیا جائے۔ حضورؐ کی سنت رہ جائے۔

**محبت کے تمام اسباب اللہ میں جمع ہیں** | بھائیو! مسلمان کو اللہ سے محبت کیوں نہ ہوگی دنیا میں کسی سے

محبت کے چار اسباب ہوتے ہیں۔ کسی سے قرب ہوتا ہے رشتہ جیسے کہیں خداوند تعالیٰ ہمارے وجود سے بھی زیادہ قریب ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔ ہم انسان کو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

نہید کے ساتھ اپنے وجود کا تعلق مؤخر ہے اور اللہ سے تعلق پہلے ہے کیونکہ اس

نے ایصال وجود الی الماہیت کیا ہے ہر شخص کو اپنا نفس محبوب ہے اور دیگر تمام اشیاء اس لئے محبوب ہیں کہ وہ اس نفس کے فلاح و بہبود کے لئے ہیں تو نفس سے بھی زیادہ جو ذات قریب ہے۔ اس سے تو اپنی جان اور نفس سے بھی بڑھ کر محبت ہوتی چاہیئے۔ دوسرا سبب محبت کا احسان ہوتا ہے۔ انسان عبد الاحسان۔ مقولہ ہے۔ جس سے اچھا کرو گے وہ تابعدار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ کتے کو جب روٹی ڈالا کرتے ہو تو وہ جھوان ہے مگر وہ بھی محبت میں آپ کی ہو کیداری کرتا ہے۔ خدمت کرتا ہے۔ اس لئے کہ انسان نے اس کے ساتھ احسان کیا تو انسان تو عقل مند ہے، ہوشیار ہے، اور احسانات بھی تمام کے تمام اور سب سے بڑھ کر خداوند تعالیٰ کے ہیں یہ سب نعمتیں جتنی ہیں، آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں غرض سب نعم ظاہری و باطنی روحانی اور جسمانی سب من اللہ ہیں اس کے احسانات کا تو حد و حساب ہی نہیں دَاسْبِغَ عَلَیْکُمْ نِعْمَہٗ ظَاحِیۃٌ وَبَاطِنَۃٌ اس نے تمہارے اوپر ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش کر دی۔ اس طرح کسی کے کمال کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے تو کمالات سب اللہ میں موجود ہیں، دیکھئے علم کی قدر کی جاتی ہے، کوئی حسن کی قدر کرتا ہے تو ان سارے کمالات کا دینے والا اللہ ہے اگر کوئی ڈاکٹر ہے، انجینیئر ہے، عالم ہے تو یہ سب کمال اللہ نے دیا ہے۔ چاند سورج حسین ہیں، نو بصورت ہیں۔ یہ سن انہیں کس نے دیا؟ اللہ ہی نے دیا۔ جب اس کی مخلوق میں ایسی ایسی چیزیں موجود ہیں تو جو دینے والا ہے۔ اس کا خزانہ تو ان تمام انعامات اور کمالات سے بھر پور ہوگا، تو قرب، جمال، کمال احسان، قوت، غلبہ اور سلطنت سب اس میں ہیں تو اس سے محبت نہ کریں تو کس سے کریں۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ۔ ان چیزوں کی معرفت ایمان سے حاصل ہوگی، اور جتنی معرفت ہوگی اتنی محبت میں زیادتی ہوگی اور محبوب کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے تو محبوب سے جس چیز کو نسبت ہوگی وہ بھی پسندیدہ ہوگی تو اللہ کی طرف جو چیزیں منسوب ہیں ان سے بھی محبت ہوگی اگر کسی مکان یا زمانہ کو اس سے نسبت ہو جائے وہ پسندیدہ ہو جائے گی۔ مجنوں جب میلے کے گھر اور گلی میں گزرتا تو ایک ایک دیوار چومتا، کسی

نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو، کہا کہ ۵

وَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفَنَ قَلْبِي وَلَكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَ

ان بنگلوں اور گارے مٹی کی دیواروں سے محبت نہیں بلکہ ان میں بسنے والی محبوبہ  
یلے کی نسبت کی وجہ سے چومتا چاٹتا ہوں۔ مجنوں یلے کی گلی سے گزرنے والے کتے  
کو بھی گود میں بٹھاتا اور اسے بھومتا۔ کسی نے کہا کہ دیوانے تیرا دماغ خراب ہے؟  
تو وہ کہتا نہیں یہ کتا کبھی یلے کی گلی سے گزرا ہوگا۔ اس کی ہوا اسے لگی ہوگی۔

تو ایک مجازی عاشق ایسی چیز کی جسے محبوب سے ادنیٰ اور معمولی سی نسبت بھی  
حاصل ہو جائے قدر کرتا ہے۔ تو جو اشیاء اللہ کی طرف منسوب ہیں ان سے محبت  
کیوں نہ کی جائے۔ پھر یہ ساری مخلوق اللہ سے ایک گونہ نسبت رکھتی ہے۔ حدیث  
میں فرمایا گیا۔

الْمَخْلُوقُ عِيَالُ اللَّهِ رَحِمَ

الْأَرْضِ فَأَحَبُّهُمْ إِلَى اللَّهِ

أَحْسَنُهُمْ إِلَى خَلْقِهِ

یہ ساری مخلوق اللہ کے لئے

بمنزلہ اولاد ہے اللہ کی مصنوع

اس کی کار بیگرمی ہے اور خدا

کو زیادہ وہی شخص محبوب ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کرتا

ہے۔

دیکھئے کسی سے محبت ہو تو اس کی کار بیگرمی سے بھی محبت کرتے ہیں، اسے نشانی  
کے طور پر رکھتے ہیں۔ اگر کسی ایسے شخص کا دست خط کسی کاغذ پر مل جائے تو لے کر اسے  
چومتے ہیں۔ آنکھوں پر لگاتے ہیں اس لئے کہ اس سے کسی کی نسبت ہے، یہ اس  
کی دستکاری ہے۔ اس طرح یہ سارا عالم اللہ کا کارنامہ ہے۔ اس کے یہ قدرت  
کی پیداوار ہے تو ساری مخلوق قابلِ قدر اور لائقِ محبت ٹھہری۔ اسی طرح اللہ  
کے رسول کو سب سے بڑھ کر نسبت اللہ سے ہے تو رسول کے ساتھ محبت بھی  
سب سے بڑھ کر ہوگی، کیونکہ رسول ہماری ہدایت کے لئے اللہ کی طرف سے  
بھیجے گئے ہیں۔ خدا کے بعد ساری مخلوق میں اس کی شان ہے۔؟



بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

اور حب رسولؐ سے محبت لازمی ٹھہری تو اس کی ہر سنت، ہر قول و فعل اور تمام طور و طریقوں اور سب اداؤں پر جان نثار کرنا ہوگی۔ کیونکہ ان تمام چیزوں کو رسول اللہؐ سے نسبت ہو گئی ہے اور خود رسولؐ کو اللہ کی طرف نسبت ہے۔ اور اگر اللہ سے محبت ہے تو کلام اللہ سے محبت ہوگی، کیونکہ یہ اس کا کلام ہے اور بیت اللہ سے بھی محبت ہوگی کیونکہ یہ اس کا گھر ہے اور اس کی طرف منسوب ہے۔ تمام مساجد سے محبت ہوگی کیونکہ یہ اس کی عبادت گاہیں ہیں۔

برے اعمال سے حضورؐ کو اذیت ہوتی ہے | پھر دیکھئے کہ کوئی عاشق اپنے معشوق کو اذیت دینا برداشت

نہیں کرے گا۔ آج ہم ان کفار پر لعنت بھیجتے ہیں جن کے ہاتھوں حضورؐ کو تکلیف پہنچی، ہمارے سینے جذبات سے موجزن ہیں کہ کاش ہمیں ابو جہل مل جائے تو ہم اس کی ایک ایک بوٹی نوچ لیں۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے محبوب کو تکلیف پہنچائی۔ غرض ہر دشمنی کرنے اور ہر ایذا پہنچانے والا ہماری نظروں میں حقیر ہے۔ اس لئے کہ اس نے ہمارے محبوب کو اذیت دی ہے۔ تو ذرا اپنے اد پر بھی ایک نظر ڈالیں اور ذرا سوچیں کہ کہیں خود تو ہم حضورؐ نبی کریم علیہ السلام کو ایذا نہیں پہنچا رہے؟ اور ہمارے اعمال کی وجہ سے آج حضورؐ کو اذیت تو نہیں ہو رہی؟ — کسی والد کو اپنی اولاد کی برائی کی وجہ سے کتنا دکھ ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر خوشی مل جائے مگر اسے صدمہ ہوتا ہے کہ اولاد بے دین ہے بے عمل ہے، میرے کارناموں پر پانی پھیر رکھا ہے، اس کے مسلک کے خلاف ہے تو والد کو کوفت ہوتی ہے اس طرح حضورؐ بھی ہمارے روحانی والد ہیں۔ وَ اَنْذِرْهُمْ اَنْ يَّهْتَفُوا بِمَنَاسِكُمْ كَمَا يَّهْتَفُونَ بِلَكُمْ اَنْتُمْ رُسُلُكُمْ فَتَلْمِزُوهُمْ اَوْ يَتَّبِعُوا مَنَاسِكَكُمْ وَلَا يَمْسُكُوهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوا بِمَا كَفَرُوا فَتَعْلَمُوهُمْ فَتُصَدِّقَهُمْ بِمَا نَفَعْتُمْهُمْ لِقَوْمٍ ذٰلِكَ يَنْفَعُكُمْ اَنْ تَعْلَمُوهُمْ۔ ہزاروں آباؤ اجداد کی شفقت و محبت ان پر قربان ہو جائے تمام آباؤ اجداد کی محبت ایک طرف اور حضورؐ کی شفقت اپنی روحانی اولاد سے ایک طرف —

اور جب ہم ان کی اولاد ٹھہرے اور وہ ہمارے والد، تو حدیث میں آتا ہے کہ ہفتہ



میں دوبار امت کے اعمال اجمالاً حضورؐ کو پیش ہوتے ہیں، مثلاً صوبہ سرحد کے باشندے کیا کرتے ہیں، پشاور والوں کا کیا حال ہے۔ یہ اجمالاً عرض اعمال ہے امت کی کارگزاری پیش ہوتی ہے تو حجب انہیں معلوم ہو جائے کہ میری روحانی اولاد میرے طور طریقوں کے بالکل الٹ جا رہی ہے۔ تو کیا خیال ہے کہ حضورؐ کے قلبِ اطہر کو صدمہ نہ ہوگا۔

**مرزا بیدل کا قصہ** | آپ نے وہ قصہ سنا ہوگا۔ ایک شاعر تھے مرزا بیدل صوفی منش آدمی تھے، عشق رسولؐ تھا، ایران کے بادشاہ کی طرف سے سفارت آئی، دربار میں بادشاہ سے خواہش ظاہر کی کہ ہم نے ایران میں مرزا بیدل کا چرچا سنا ہے اس کے اشعار سننے ہیں اگر ان کی زیارت بھی ہو جائے تو اچھا رہے گا۔ بادشاہ نے کہا یہ سامنے ہی تو بیٹھا ہوا ہے۔ اس کی داڑھی کتری ہوئی تھی یہ لوگ اسے دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ اتنا نام ایسے اشعار ایسی تحریر اور کارنامے، مگر داڑھی تراشتا ہے، تو تعجب سے کہا کہ ”ایں مرزا بیدل ست ریش می تراشد“ مرزا بیدل نے سنا شاعر تھا باکمال۔ کہا کہ ”آغا ریش می تراشم و لے دل کے راند می تراشم۔“

**شیطانی وسوسہ** | آج بھی بہت لوگ کہتے ہیں کہ ایمان تو دل میں ہے داڑھی میں نہیں۔ یہ تو مولویوں کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ تو مرزا بیدل نے بھی کہا کہ داڑھی کترتا ہوں کسی کا۔ دل تو زخمی نہیں کرتا۔ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتا، گالی گلوچ نہیں کرتا، ضرر نہیں پہنچاتا۔ حضورؐ کے ارشاد الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ سے بہت لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے کہ کسی کو تکلیف مت پہنچاؤ، باقی جو جی میں آئے کرو بس مسلمانی حاصل ہو گئی اور صلح کل بن گئے ہیں اور بہت سے یاروں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ بس کلمہ پڑھ لو پھر دنیا کا ہر کفر ہر ظلم اور ہر برائی اختیار کرو۔ مسلمانی کلمہ پڑھ کر ایسی چپک گئی ہے کہ اب کسی طرح بھی جدا نہیں ہو سکتی، حالانکہ یہ محض ابلیس کی ٹرائیگری ہے۔ اسلام تب رہے گا کہ تمام عقائد اور نظریات بھی کلمہ شہادت کے تحت

رہیں اور رسولؐ کے بیان کئے ہوئے ضروریات دین میں سے کسی بات سے انکار نہ ہو۔

الغرض مرزا بیدل نے کہا کہ کسی کے دل کو تکلیف نہیں دیتا۔ ایرانی ہمانوں نے برحسبہ کہا کہ ”بلے و لیکن دل رسولؐ اندرانی خراشی“ جب حضورؐ کے امتی بن کر ان کی سنتوں کی مخالفت کرتے ہو تو ان کے دل کو چوٹ لگاتے ہو۔ مرزا بیدل کے دل پر چوٹ لگ گئی اور ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔ تو جب ہمارے اعمال حضورؐ کو پیش ہوتے ہیں تو کیا ہم حضور نبی کریمؐ کے قلب مبارک کی تکلیف کا باعث نہیں بنتے۔

ہم شریعت سے پھر جائیں زندگی ساری اس کی مخالفت میں گزرے تو انہیں ہماری وجہ سے خوشی حاصل ہو سکتی ہے ہرگز نہیں بلکہ ہر نبی خصوصاً رحمۃ للعالمینؐ کو صدمہ ہوتا ہے۔ کہ میرا کلمہ گواہ امتی میرے راستے پر کیوں نہیں چلتا اور حضورؐ نے فرمایا کہ :-

مَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ      جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس  
وَمَنْ آذَى اللَّهَ يُوشِكُ الْخ      نے اللہ کو اذیت دینا چاہی ،  
اور جو ایسا کرنا چاہے تو قریب ہے کہ اللہ اسے اوندھے منہ جہنم میں  
پھینک دے گا۔

محترم بھائیو! اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے تو اس کے احکام و شرائین اور سنتوں سے بھی لازمی محبت کرنا ہوگی۔ اسی لئے تو ہم پیدا کئے گئے کہ نہ صرف خود بلکہ ساری دنیا سے اللہ اور رسولؐ کے احکام اور سنتوں پر عمل کرائیں گے۔ اسی لئے ہمیں خیراتہ کہا گیا کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

حضورؐ کی تعلیمات سے ساری دنیا کو پاکیزہ بنانا ہے | اس لئے نہیں کہ خود بھی اللہ اور رسولؐ

کو پھوڑ کر دیگر اقوام کے پیچھے بھاگتے پھریں گے۔ بلکہ ہمیں تو خود کو بھی اور ساری دنیا کو تعلیماتِ نبویؐ سے ظاہر و باطناً مزگی کرنا ہوگا۔ اور اس راستہ پر چلنا ہوگا جو حضورؐ نے متعین کیا پھر دیکھئے کہ ہمارے اوپر دنیا اور آخرت کے خزانوں کے دروازے کھلتے ہیں یا نہیں اور اگر ایسا نہ ہو ہر چیز مل جائے مگر اللہ کی یاد اور اس کے قانون سے اعراض ہو تو انجام یہی بربادی اور پریشانی ہوگی وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا جس نے میری یاد سے اپنی پیٹھ پھیر لی اس کے لئے زندگی ہوگی بہت تنگ اور پریشانیوں سے لبریز، سکون و عافیت سے محروم رہے گا۔ کروڑوں کے مالک بن جائیں دنیا بھر کی سلطنت مل جائے مگر معیشت تنگ ہوگی۔ یہ نتیجہ ہوتا ہے مقصدِ حیات سے اعراض اور خدا کی یاد اور محبت سے غفلت کا۔

**محبت حاصل کرنے کے امور ظاہر و باطن کی صفائی** | اللہ کے ہاں مال و دولت حسب و نسب

اور جمال و کمال کی قدر نہیں بلکہ ذکر و فکر، محبتِ خداوندی، فکرِ آخرت، اطاعت و تابعداری اور رسولؐ سے محبت کی قدر ہے، یہی اس کی محبت حاصل کرنے کے امور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مومنوں میں شمار کر دے اور ایمان کی برکت سے اللہ ان تمام چیزوں سے بھی محبت کر دے جو اللہ کی طرف نسبت رکھتی ہیں۔ اور کامل تابعداری نصیب ہو۔ — وَأَنصِرْ دُعَاؤَنَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

# اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور مالکیت

## اور عبادات کا باہمی ربط و تعلق

نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، قربانی۔ جس کے مظاہر ہیں۔

خطبہ جمعۃ المبارک ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۸۶ھ

محترم بزرگو! قرآن مجید تمام عالم کی رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ ہے۔ مسلمان قوم اگر دنیا میں عزت مند اور کامیاب ہوئی تو قرآن کی بدولت ہوئی۔ آج بھی ہم قرآن مجید کی نعمت کی برکت سے سرخرو ہو سکتے ہیں اگر قرآن مجید کی روشنی میں قدم بڑھائیں۔ ہم نماز کی ہر رکعت کی سورہ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا دے آگے کہتے ہیں۔ صراط الذین انعمت علیہم

ہر نماز میں مغربی تہذیب سے پناہ

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اے اللہ ہمیں راستہ ان لوگوں کا بتلا جن پر تیری نعمت ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین جن پر خداوند کریم کا انعام و اکرام نازل ہوا ہے اور ان لوگوں کی راہ سے بچا جن پر تیرا غضب اُترا ہے اور جو قومیں گمراہ ہو کر سیدھے راستے سے بھٹک چکی ہیں۔ تقریباً تمام مفسرین مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ اور ضَالِّينَ کا مصداق یہود و نصاریٰ بیان کرتے ہیں۔ یہی یہود و نصاریٰ آج کل مغربی تہذیب کے علمبردار ہیں۔ خاص طور سے امریکہ اور برطانیہ۔ مغربی تہذیب امت محمدی کے لئے سب سے بڑا فتنہ ہے | اللہ تعالیٰ علیم،خبیر،



عالم بجاکان و مایکون ہیں۔ ان کو معلوم تھا کہ امت محمدیؐ کے لئے سب سے بڑا قتنہ یہی تہذیب ثابت ہوگی، اور مسلمانوں کو خدا سے برگشتہ کرنے والی قوم یہی یہودی اور عیسائی بنیں گے۔ آج ہماری تہذیب و تمدن، لباس، پوشاک، کھانا پینا، تجارت، زمینداری، تعلیم اور ملازمت سب یورپی تہذیب میں رنگے ہوئے ہیں جو ضالین یعنی عیسائیوں کی تہذیب ہے۔ عیسائی اقوام کے دن گر جا جاتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر ان سے دو قدم آگے ہیں۔ سال بھر میں صرف عید کے دن ممکن ہو تو عید گاہ میں چلے جائیں گے گویا عیسائیوں اور بھنگیوں سے بھی نیچے ہو گئے۔ جمعہ کی عبادت بھی چھوڑ دی، عید کی تقریب بھی۔ میلہ، تھیٹر اور سینما اور جوا بازی کے لئے مخصوص کی گئی، جو یہود و نصاریٰ کی تقریب کا حال ہے۔ گویا مذہب بھی ان کے طرز طریقے پر ہے وہ کھڑے ہو کر کھانا کھائیں تو ہم بھی، وہ کھڑے ہو کر پشیاب کریں تو ہم بھی، اور وہ بے جیا ہو جائیں تو ہم بھی بے جیا ہوئے اور قنابے جیا ہوا اتنا ہی کامیاب، جنٹلمین مذہب کہلائے۔ گویا معاشرہ میں قدر و عزت والا وہ ہے جو پورا فرنگی طرز پر ہو۔ حالانکہ یہود و نصاریٰ وہ اقوام ہیں جن کے ہاتھوں تاجیات مسلمان لغزش کھاتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہمیں راہِ راست سے ہٹا کر ہلاکت و بربادی کی طرف کھینچتے رہتے ہیں۔ اس لئے خدا نے پہلے سے پنج وقتہ نمازوں کی ہر رکعت کے لئے جو دعائیں ہمیں نبلا دیں۔ ان میں بنیادی بات یہی یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں سے بچنے کی دعا ہے اور ہر نماز کی ہر رکعت میں اسے بار بار دہرا کا حکم ہے تاکہ مسلمانوں کو ہر وقت تنبیہ ہوتی رہے کہ ان منسوب علیہ اور گمراہ اقوام کی تقلید اور پیروی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ پھر ہر رکعت میں خداوند کریم سے ہمارا یہی وعدہ ہوتا ہے کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ کہ ہم خاص تیری عبادت کس ذات کی زیبا ہے؟ عبادت کرتے ہیں۔ نہ بت پرست ہیں نہ آتش پرست نہ یہود و نصاریٰ کی طرح دیگر مادی اشیاء کو اپنا معبود بنانے والے ہیں۔

عبادت اس ذات کی ہوگی جو ہر قسم کے نفع و نقصان کا مالک ہو اور وہ اللہ رب العزت ہی ہے۔ قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (تو کہہ اے رسول اللہ ملک و سلطنت کا مالک ہے۔ تو ہی جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے۔ بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے)

اگر ساری مخلوقات جمع ہو کر تمہیں نفع پہنچا نا چاہے، اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے اور اگر ساری مخلوقات ضرر اور نقصان پہنچا نا چاہے اور خدا کو منظور نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے۔ پس لازم ہے ایسے مالک کی عبادت کی جائے۔ اس واسطے ہم اللہ ہی نماز عبادت کا مظہر اتم | کی عبادت کا ہدایا یک نعید سے کرتے ہیں۔ اس عبادت کے کئی مظاہر ہیں اور سب سے بڑی عبادت اور اس کا مظہر اتم نماز ہے۔ نماز میں ختنی عجز و تواضع اور اظہارِ عبدیت اور احتیاج ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور استغناء کا قتنا اعتراف ہوتا ہے۔ اس طرح کسی اور عبادت میں نہیں ہو سکتا۔ تو مسلمان اپنی عاجزی اور انتہائی تواضع اور تذلل اور ادب و احترام کا اظہار نماز میں اللہ ہی کے سامنے کرتا ہے کہ اے اللہ میں ایک قیدی محکوم اور غلام ہو کر تیرے سامنے دست بستہ حاضر ہوں۔ جیسے تیرا حکم ہو ایسا ہی کرتا ہوں، جھکتا ہوں، کھڑا ہوتا ہوں۔ کبھی رکوع، کبھی سجدہ میں ہوتا ہوں۔ جو بندگی کے اظہار کے مختلف طریقے ہیں۔ بندہ خداوند کریم کی عظمت اور اس کے جلال کے سامنے انتہائی تذلل اختیار کرتا ہے۔ اس وجہ سے نماز خداوند تعالیٰ کی صفتِ جلال کا مظہر ہے۔ وہ بادشاہ ہے، مالک ہے، نفع و نقصان اور تمام قوت و طاقت کا، اور اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں بن

کُتِلَا اتَّعَبِدُنْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ وَلَا يَضُرُّكُمْ شَيْئًا۔  
 کیا تم عبادت کرنے لگے ہو۔ اس چیز کو جو نہ تمہیں کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان، ایک انتہائی  
 وفادار غلام بھی اپنے آقا کے سامنے ایسے ادب و تعظیم سے پیش نہیں ہو سکتا جس طرح  
 مسلمان نماز میں پیش ہوتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و سلطنت حشمت و عزت  
 کا تقاضا ہے کہ پورے ادب کا مظاہرہ کریں تو نماز مظہر جلال بھی ہے اور قاعدہ ہے  
 کہ آقا و فادار خادم کو خزانہ کا امین مقرر کرتا ہے مسلمان نے  
نماز اور زکوٰۃ کا باہمی ربط نماز کی شکل میں جب وفاداری کا حلف اٹھایا تو خدا  
 نے خزانہ ہی اس کے سپرد کر دیا۔ قرآن مجید میں اَقِمْو الصَّلَاةَ کے بعد اَتُوا الزَّكَاةَ  
 کا حکم ہے جس کی باہمی مناسبت یہی ہے۔ — معلوم ہوا کہ جو صحیح نمازی ہوگا، وہ  
 مالدار بھی ہوگا، مال کا مالک رب العزت ہے اور بندہ امین و خزانچی ہے۔ مال کا مالک نہیں  
 تو جو بندہ اپنے کو مال کا مالک نہیں سمجھتا ہے۔ وہ مالک کے حکم پر فوراً مال اس کے سپرد  
 کر دے اور جو شخص مال کو اپنا مملوک جاننے لگا۔ وہ کہے گا کہ میں اپنے مال کو دوسرے  
 کے حکم پر کیوں دوں۔ — تو زکوٰۃ دینا علامت ہے کہ مال دار اپنے کو مالک نہیں سمجھتا  
 تو رب العزت کی صفت مالکیت کا تقاضا ہے کہ زکوٰۃ دیں۔ جیسے آج کی حکومتیں مالکیت  
 ہی کی وجہ سے مالیہ اور محصول وصول کرتی ہیں۔ حکومت والے اگر کرسی سے ہٹ جائیں  
 تو ان کا کوئی حق نہیں رہتا نہ مانگ سکتے ہیں اور نہ کوئی دیتا ہے۔ یہ حکومت کی طاقت  
 اور دباؤ کا تقاضا ہے تو خداوند تعالیٰ تو سارے بادشاہوں کا بادشاہ اور  
 احکم الحاکمین ہے اگر عجازی حاکم ہمارے اموال کا کوئی حصہ ہم سے لے سکتا ہے تو کیا  
 احکم الحاکمین مالک حقیقی کا کوئی حق نہ ہوگا؟ کاشت کار زمیندار یعنی مالک زمین کو حصہ  
 دیتا ہے کہ ملکیت زمین اس کو حاصل ہے۔ جس کا تقاضا ہے کہ وہ اپنا حصہ لے تو کیا جس  
 کو سارے جہان کا مالک سمجھا جاوے اور وہ واقعی سب سے بڑا حاکم ہے اور طاقت والا



ہے تو کیا بندہ ایسے حاکم اور مالک کا متقرر کردہ حصہ عشر، ربع، ربع الخمس، خمس، زکوٰۃ، صدقہ، فطر، قربانی وغیرہ بخوشی ادا نہ کرے گا؟ اور جس طرح موت و حیات، تندرستی،

اعوامات خداوندی | عزت و ذلت کا وہی مالک ہے۔ اسی طرح وہ رحیم و کریم بھی ہے۔ بندہ پر اس کے احسانات و انعامات کا کوئی حدود

حساب نہیں، شمار سے باہر ہیں۔ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔ (اگر تم اس کے احسانات کا شمار کرنا چاہو تو نہ گن سکو گے)

بارش بند ہو تو وہی برساتا ہے۔ خشک سالی ہو تو وہ مہربان آقا اپنے علاموں کی بے کسی پر رحم کر کے آبار و سالی کر دیتا ہے۔ ہماری پیدائش سے پہلے ہمیں بطن مادر میں رکھا۔ نو ماہ تک لطیف غذا دیتا رہا۔ اسی جگہ سردی اور گرمی سے ہماری حفاظت کرتا رہا۔ جبکہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہ تھی۔ مگر غذا ملتی رہی جس وقت اس زمین میں آئے تو مشفق مہربان ماں کے سینے میں دودھ کے چشموں کا انتظام فرمایا۔ دانت نہ تھے، نہ کچھ غذا کھا سکتے تھے، نہ ہضم کر سکتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے لبین خالص میں تبدیل فرما کر دو ڈھائی سال تک ہمیں خوراک سے بے فکر رکھا۔ جوان ہوئے تو دیکھا کہ زمین پر ہمارے لئے دریا جاری ہیں، ہوائیں چلتی ہیں، قسم قسم کی سبزیاں، میوے اور غلے آگتے ہیں۔ آسمان پر چاند، سورج، تارے بنے ہیں۔ یہ سب کے سب ہماری خدمت میں مشغول ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر وقت ہر آن ہر سیکنڈ میں ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش ہے۔ اپنی آنکھوں کو دیکھئے کیا عجیب روشنی ان سے نکل رہی ہے، کان کو دیکھئے کیا عجیب شین ہے کہ بغیر بیڑی اور بجلی کے آنکھ اور کان کام کر رہے ہیں۔ اپنی زبان کو دیکھیں کیا عجیب پٹرول اس میں خدا نے ودیعت کیا ہے کہ مسلسل چلتی رہتی ہے۔ مگر سوکھتی نہیں۔ غرض سر سے پاؤں کے ناخنوں تک کر وڑ یا نعم ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ دنیا کی زندگی کو ہم نے سب کچھ فرض کر لیا ہے۔ اور آگے کا خیال تک نہیں نہ اس کا احساس ہے کہ منعم حقیقی کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے



اس کے احسانات کا کیا شکر یہ ہم نے ادا کیا۔ غرض حبیب خداوند تعالیٰ علیم ہے اور کمال جمال کا مالک ہے اور اس کے احسان و کرم کی کوئی حد نہیں، رحمن و رحیم ہے تو اس کی شان معشوقیت اور محبوبیت کی ہوئی۔ حسن اور جمال اور کمال و احسان کا تقاضا ہے کہ اس کے ساتھ اتھائی محبت پیدا ہو اور اس کی محبت میں بندہ سرشار رہے۔

روزہ شان جمالیّت کا منظر | روزہ اور حج اس کی شان جمالیّت کا منظر ہیں۔ ایک عاشق مجازی کے لئے درجہ عشق کی ابتداء یہ

ہے کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ اس کے کاموں کا سارا نظام الاوقات ہی بدل جاتا ہے۔ طبیعت مضطرب اور پتہ مردہ رہتی ہے۔ اُٹھنے بیٹھنے سونے میں فرق آجاتا ہے محبوب کے تصور اور خیال میں مستغرق رہتا ہے، لہذا اند حیات ترک کر دیتا ہے، حلال خواہش بھی پوری نہیں کرتا، اس کا کسی سے سروکار نہیں بلکہ اگر کوئی اسے گالی دے، چھیڑے، جھگڑا کرے تو وہ جھگڑتا نہیں۔ نہ گالی گلوچ دیتا ہے۔ یہ حالت اللہ تعالیٰ کے اس عاشق کی ہو جاتی ہے جس کا نام روزہ دار ہے۔ نہ کھانا نہ پینا خواہشات کی پرداہ۔ روزہ ترک اکل و شرب اور ترک جماع اور راتوں کو جاگنے سے عبارت ہے پھر جب کوئی اس سے جھگڑتا بھی ہے تو یہ جواب نہیں دیتا۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا قَاتِلْ سَابِقُ اَدْوَاتِلْهُ اَحَدٌ فَلْيَقُلْ اِنِّي صَائِمٌ دپس کوئی اسے گالی دے یا اسے مارے پیٹے تو یہ کہے میں تو روزہ دار ہوں (روزہ دار سے کوئی جھگڑا کرے یا اسے گالی دے تو وہ جواب نہیں دیتا کہ میں تو روزہ سے ہوں مجھے ان دھندلوں سے کیا غرض۔۔۔ اس کے عشق کا پہلا مرحلہ معنائ کے پہلے بیس دن ہیں۔ جن میں نہ دن کو کھانا پینا نہ رات کو آرام۔ دل کا لگاؤ کسی دوسری ذات سے ہے۔

عشق کا دوسرا مرحلہ انغمکاف | عشق نے ترقی کی بیس تاریخ کو گھر بھی چھوڑ بیٹھتا ہے اور مسجد میں جو خدا کا گھر ہے۔ ڈیرہ

ڈال دیتا ہے۔ اب رات کو اہل وعیال سے اختلاط کی جو گنجائش تھی وہ بھی ختم ہوئی اور دنیا کے تمام ضروری مشاغل بھی ممنوع ہوئے۔ اعتکاف عکوف سے ہے جس کا معنی ہے اپنے آپ کو بند کرنا۔ اس لئے اس کا ثواب حج اور عمرہ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ آج حج کرنے میں کتنے موانع اور مشکلات ہیں تو رمضان کے عشرہ اخیر کا اعتکاف جس نے کیا اسے حج جتنا ثواب حاصل ہوا۔ گو اس سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔ مگر ثواب اتنا ہی ملے گا۔ نوافل فرائض کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اگر کسی نے ہزار نیکیاں بھی نوافل کی شکل میں کیں تو اس کی وجہ سے کسی فرضی عبادت سے ذمہ فارغ نہیں ہوگا۔ بہر حال ثواب مل جائے گا۔ محبت خداوندی کا پہلا اثر ابتداء رمضان سے شروع ہوا کہ اس کا دل غیر اللہ سے اچاٹ ہوا تھا۔ مگر اہل وعیال کے ساتھ کچھ مخالفت تھی۔ مگر اب تو جان و جسم کو بالکل بند کر دیا۔ گھر جانا، بازار جانا، دنیاوی مجالس میں بیٹھنا بھی چھوڑ دیا کہ اسے اللہ میں تو تیرے در پر پڑا ہوں۔ جب تک بخشش نہ ہوگی اور رمضان حاصل نہ ہوگی تیرے در سے بستر نہ اٹھاؤں گا۔ آج بھی اگر کسی سے جان بخشی کرائی جائے تو اس کے ڈیرہ پر بستر جمادیتے ہیں۔ وہ پہلے آزماتا ہے کہ سچا ہے یا نہیں۔ پھر جب اس کی صداقت ظاہر ہو تو تنگ دل سے تنگ دل بھی معاف کر دیتا ہے۔ تو بندہ اللہ تعالیٰ سے جو رحمان و رحیم ہے۔ معافی مانگتا ہے کہ اسے اللہ ہر طرح خطا وارہوں۔ معاف فرما دے۔ پھر اللہ کی رحمت بخشش میں آتی ہے۔ رمضان المبارک کی ہر رات اس کی طرف سے مغفرت بخشش کے لئے اذن عام ہوتا ہے۔ اور حسب ارشاد نبوی ہر رات قبیلہ بنو کلب کے ریوڑ کے بالوں کی تعداد میں مجرم اور گنہگار بخشے جاتے ہیں تو کیا وہ اپنے اس بندہ کی بخشش نہیں کرے گا؟ یقیناً کرے گا۔ اعتکاف کی اس اہمیت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بہت زور دیا۔ یہاں تک عورتیں بھی گھروں میں اعتکاف کر سکتی ہیں محلہ کی مسجد میں اگر کم از کم ایک شخص نے اعتکاف کیا تو سنت کفایہ پر

عمل ہوا۔ سب کا ذمہ فارغ ہوا۔ ورنہ سارا محکمہ یا سارا گاؤں تارکِ سنت ہوگا۔ جیسا کہ  
جوازہ فرض کفایہ ہے۔ بعض نے ادا کیا تو ٹھیک ورنہ سارا گاؤں گنہگار ہوگا۔ اسی طرح  
علمِ دین کا حصول فرض کفایہ ہے کہ ہر ملک اور ہر علاقہ میں ایک ایسی جماعت ہو کہ وہ  
زندگی علم حاصل کرنے اور اپنی قوم کی رہنمائی اور ہدایت میں خرچ کرے۔ ورنہ سارا علاقہ  
سارا ملک اور پوری قوم گنہگار اور تارکِ فرض ہوگی۔ جو جماعت حصولِ دین میں زندگی  
صرف کر رہی ہے۔ وہ پوری قوم اور پورے ملک پر احسان کر رہی ہے۔ یہی حال  
معتکف کا ہے کہ اس نے مسجد میں اعتکاف کیا تو خود بھی مستحقِ اجر ہوا، اور لوگوں کا نیز بھی  
فارغ کر دیا کہ سب کو ترکِ سنت سے بچایا۔ اس وجہ سے ہندوستان میں لوگ اعتکاف  
کرنے والوں کا بڑا احترام کرتے تھے۔ لوگ بڑے بڑے ہوں کو راضی کر کے منت سماجت  
کر کے مسجد میں بٹھا دیتے کہ سب کا ذمہ فارغ ہو جائے۔

**حج عشق کا تیسرا مرحلہ** | الغرض عشق اور محبت الہی کی جو آگ رمضان المبارک سے  
بھڑک اٹھی تھی، وہ سلگتی رہی۔ عشق میں ترقی ہوتی رہی۔ کھانا  
پینا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد گھر بار بھی۔ مگر حیبِ عشق کا غلبہ اور زیادہ ہوا تو گھر بار کے  
ساتھ گاؤں، ملک اور وطن سے بھی دستبردار ہوا۔ اب عشق حیبِ آخری مرحلہ پر پہنچا تو محبوب  
حقیقی کی تلاش میں ملک ملک اور صحرا بھرا پھرنے لگا۔ اس حالت میں نہ اسے آرام و راحت  
کا خیال ہے نہ اپنی صفائی اور زیب و زینت کا اور نہ دکان کی خبر ہے، نہ زمین اور تجارت  
کی۔ اہل و عیال سے دور مارا مارا پھرتا ہے۔ سر کے بال بڑھے ہوئے ہیں، بدن میلہ کچلا  
ہے۔ بدن پر دو چادریں ہیں، جو نہیں رنگتی ہیں۔ مگر اسے کسی چیز کی خبر نہیں۔ اگر کسی نے مارا پٹیا،  
گالیاں دیں۔ تو جواب نہیں دیا۔ فحش گوئی، بے حیائی اور نفس پروری کا تو احتمال تک نہیں۔  
عشق کی یہ حالت اسلام میں ”حج“ سے تعبیر کی جاتی ہے۔ اور روزوں کا ہیبت ختم ہوتے ہی  
اشہس حج شروع ہو جاتے ہیں۔ گھر بار چھوڑ کر مسجد میں آ بیٹھا تو وہاں سے خیال آیا کہ



خدا کا گھر اور محبوب کی تجلیات کا ایک بڑا مرکز و خانہ کعبہ ہے، تو محبوب کی تلاش میں سرگردان سفر حج پر روانہ ہو جاتا ہے۔ تصویر یار میں مجنون کی طرح تجھے الپتا ہے کہ وہ عشق

تنبیہ اور طواف | میں پرند چوند سے بھی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے ۛ

يَا لَلطِّيبَاتِ الْقَاعِ قُلُوبُنَا

أَلَيْلَى مِنْكُمْ أَمِ مِنَ الْبَشَرِ

اے آہوان صحرا تمہیں خدا کی قسم مجھے جواب دیجو کہ لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں کے زمرہ میں سے ہے مگر اس عاشق حقیقی کا نغمہ تو تنبیہ ہے۔ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ۔ جب اس کے گھر پر نظر پڑ جاتی ہے تو دیوانہ وار اس کا طواف کرنے لگتا ہے کبھی ایک کونہ اور کبھی دوسرا چھوتا ہے کہ کہیں معشوق کا سراغ لگ جائے۔

منیٰ، عرفات | پھر وہاں سے خیال آیا کہ شاید آبادی سے باہر محبوب ملے تو دیوانگی

میں صحرائے عرفات پہنچتا ہے۔ وہاں سے مزدلفہ اور منیٰ غرض جہاں بھی امید لگے وہاں ڈیرا ڈالتا ہے کہ وصال اور رضائے محبوب حاصل ہو۔

درمیان میں ناصح نادان نے ملامتی شروع کر دی یعنی ابلیس دل میں وساوس رمی ڈالنے لگا کہ یہ عشق تمہیں کہاں کہاں پھرائے گا۔ اس عشق نے تمہیں دیوانہ بنا دیا۔ اس محبت خداوندی کے چکر سے نکل آؤ تو عاشق خداوندی سات پھروں سے اسے مارنے لگتا ہے جس کا نام ہے رمی جبرات۔

عشق کا آخری مرحلہ قربانی | عشق کا آخری درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنی جان کو بھی محبوب کے پاؤں میں رکھ کر قربان ہو جائے جیسے

پروانہ عاشق مجازی ہے شمع کا، تو چراغ کے گرد چند طواف اور چکر لگا کر اور چراغ کی نور میں غوطہ لگا کر جان دے دیتا ہے۔



ع کار عاشق خون خود بر پائے جانان ریختن

تو حاجی بھی اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ مگر محبوب حقیقی کی طرف سے ندا اور آواز پہنچتی ہے کہ لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ تم اپنے آپ کو قتل مت کرو۔ اپنی جان کے بدلہ کسی محبوب جانور دنیہ یا گائے یا اونٹ کو ذبح کر دو۔ یہ تمہاری جان کے بدلہ میں جان ہے۔ جو تم تمہاری قربانی کی بجائے منظور کرتے ہیں۔

اساسی عبادات یا بھی مربوط ہیں | تو بھائیو! کسی کی فرمانبرداری کسی خوف یا طمع یا محبت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ خداوند

کریم مالک نفع و ضرر ہے۔ تو خوف و طمع دونوں پائے گئے اور موصوف یا وصف اکمالیہ ہے اور محسن ہے۔ اور محبوب کی فرمانبرداری عاشق کے لئے موجب اطمینان و تسکین ہے۔ حج اور روزہ سراسر محبوب کے حسن و جمال کے جلوہ کا تقاضا ہے اور اس کے فضل و کمال کا آئینہ دار ہے اور نماز زکوٰۃ اس کی عظمت و جبروت اور جلال کا تقاضا اور اس لحاظ سے اسلام کی یہ اساسی عبادات ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبوب حقیقی کے جلال و جمال کا صحیح احساس بندگی کی صحیح ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

—————\*—————

## حقیقتِ ایمان عبادات

خُطْبَةُ جُبَّةِ الْمُبَارَك ۲۳ حضرہ ۱۳۹ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِلَٰهًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا  
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ  
(أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

محترم بزرگو! مسلمان اس وقت تک اللہ کی معیت و نصرت سے مالا مال رہا جب تک  
اس نے دین کو مضبوط پکڑے رکھا اور اللہ پر اس کا ایمان تھا۔ اور اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اختیار کئے تھے۔ اور طرزِ زندگی تمدن اور معیشت میں وہ مذہب کا پابند تھا یہ سب چیزیں  
مذہب کے مطابق اور اسلامی تھیں تو جہدِ صریح بھی ان کا رخ ہوتا وہ کامیاب ہوتے اسلئے کہ اللہ پر  
بھروسہ تھا اس کے سامنے گردن نہاد تھے، یہ ہے ایمان، ایمان صرف یہ نہیں کہ دل میں اللہ کو  
ایک جانے سارے کمالات کا منبع ذاتِ خداوی کو جاننا۔

صرف اس علم اور معرفت سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر  
صرف جاننا ایمان نہیں | پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو محبت ہے اور وہ خدمت

بھی کرے تو صرف اسی بناء پر بھی مسلمان نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ صرف معرفت اور صرف علم یہ ایمان  
نہیں نہ صرف خدمت کرنا ایمان ہے صرف یہ یقین دل میں آگیا کہ واقعی آپ رسول ہیں اس سے بھی  
مومن نہیں ہو سکتا حضرت موسیٰؑ فرعون کے مقابلے میں آئے۔ نشانیاں پیش کیں۔ دلائلِ نبوت پیش

کئے۔ اس نے کہا، تو جا دو گر ہے۔ یہ تو آپ نے باوجود کیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا: لَقَدْ عَلِمْتُ  
مَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَارِتُو۔ اے فرعون تو خوب  
سمجھتا ہے، جانتا ہے کہ یہ جوش نیاں اور جود لائل اور معجزات کیش ہوئے یہ رب  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ نے نازل کئے ہیں۔ اس پر آپ کو علم ہے کہ دلائل قدرت ہیں۔ اگر اُسے  
علم نہ ہوتا تو پیغمبر کب کہتے اور خدا کیوں اس جملہ کو نقل فرماتا۔ تو صرف علم پر نہیں کہ کوئی اعتراض  
کرے کہ اللہ ایک ہے اور مجھے معلوم ہے کہ خدا سارے کمالات اور اچھی صفات پر موصوف  
ہے۔ اس بات سے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے  
کہ تو خوب جانتا ہے کہ خدا ایک ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ اللہ ہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ  
نے حضور کے زمانے کے منکرین کے بارہ میں فرمایا: الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ  
يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ۔ کہ یہ اہل کتاب اللہ کو جانتے ہیں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں کہ حق ہے۔ رسول ہے۔ اور یہ وہی بنی آخر الزمان ہیں  
جن کی پیشگوئیاں کتب سابقہ میں موجود ہیں۔ یعرفونہ خوب جانتے ہیں جیسا کوئی شخص  
اپنے بیٹوں کے بارہ میں شبہ نہیں کر سکتا، نہ اجنبی کو بیٹا سمجھتا ہے نہ بیٹے کو اجنبی، اس طرح  
اہل کتاب جانتے ہیں۔ مگر پھر بھی کافر ہیں جہنی ہیں۔ انہیں یقین بھی تھا کہ آپ سچے رسول ہیں۔  
وَحَجَّجُوا بَهَا وَاسْتَدْبَقَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلُمًا <sup>بِهَا</sup> اَنَّمَلُ۔ فرعونوں نے انکار  
کیا ان کا یقین تھا، دل میں یقین تھا۔ مگر انکار کر بیٹھے۔ تو ایمان صرف اس علم سے عبارت نہیں۔ آج  
بھی کہتے ہیں کہ جانتا ہوں مولوی صاحب ہیں کیا مسئلے سن رہے ہو۔ تو فرعون بھی جانتا تھا کہ موسیٰ اللہ  
کے رسول ہیں۔ یہ آیات معجزات ہیں۔ مگر بڑا کافر ٹھہرا۔ اہل کتاب بھی حضور کو جانتے تھے مگر صرف  
جانتے سے مسلمان نہ کہلا سکے۔

صرف محبت اور خدمت بھی کافی نہیں | اور صرف محبت اور خدمت سے بھی  
کام نہیں ہوتا، ایمان ایک بہت بڑا

ہو رہے۔ اس کے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوطالب حضورؐ کے چچا تھے۔ حضورؐ سے بے حد پیار و محبت تھا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مسلمانوں میں سب سے بڑھ کر محبت ابو بکر صدیقؓ کو تھی۔ اور ایمان نہ لانے والوں میں سب سے زیادہ ابوطالب کو، حضورؐ کی طفولیت سے لیکر اپنی وفات تک کفار سے مقابلہ کرتے رہے، قید و صعوبتیں گزاریں، تین سال تک شعب ابوطالب میں قید رہے۔ حضورؐ اقدسؐ کی وجہ سے تکالیف اٹھائیں، بھوک پیاس کی جیل، آج جیسی جیل نہیں، بلکہ دانہ پانی سب کچھ بند رہا۔

الغرض ہر قسم کی شفقت و محبت اور نصرت ابوطالب نے کی ہے۔ حضورؐ معصوم بچے تھے کاندھوں پر اٹھائے رکھا گود میں پالا۔ مگر ایمان نہ تھا۔ تو حضورؐ اقدسؐ نے فرمایا کہ ابوطالب جہنم میں ہے۔ اور سلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں بھی درجات ہیں گویا اے کلاس۔ بی کلاس، سی کلاس جیسے درجے ہیں۔ اے کلاس والوں کو شفقت نہیں ہوتی اچھا کھانا پینا ملتا ہے۔ اچھی رہائش اور خادم وغیرہ ہوتے ہیں۔ مگر ہے وہ جیل ہی۔

**ابوطالب کی حالت** | تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابوطالب کے صرف جوتوں کے تسمے آگ کے ہیں۔ اور باقی جسم پر آگ نہیں مگر ہے تو وہ جہنم کی آگ۔ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ سب کو محفوظ رکھے۔ دنیا کی آگ سے سوگنا زیادہ تیز ہے۔ اس کا ایک ذرہ بھی دنیا پر ظاہر ہو تو ساری دنیا بھسم ہو کر رہ جائے۔ تو اس تسمہ ناز کی وجہ سے بھی ابوطالب کا دماغ کھول رہا ہے، جیسے دیکچے میں آگ پر پانی کھوتا ہو۔ ان تسموں کا بھی اتنا شدید اثر ہے۔ مگر باقی بدن آگ سے بچا ہوا ہے۔

**ایک نکتہ** | علامہ نے یہ نکتہ بھی بیان کیا کہ باقی جسم کے بچنے کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ بچپن میں آپ کی گود میں رہے۔ بچے کو کبھی سر پر اٹھاتے ہیں، کبھی پیٹھ پر کبھی کاندھوں پر کبھی ساتھ ساتھ سلایا جاتا ہے۔ تو جسم سے بچہ لگتا رہتا ہے۔ تو چونکہ جسم کا اکثر حصہ حضورؐ اطہر کے جسم سے من ہوا ہے۔ قد میں بچے۔ مٹے ہیں۔ اور ویسے بھی بچپن سے ابوطالب حضورؐ اقدسؐ کا بچہ اور تمام



فرماتے تھے۔ انہوں نے حضور کے بارہ میں اشعار کہے۔

وادیض یستسقی الخمام بوجهہ شمال الیتامی عہمۃ للارامل

بارش نہ ہوتی تو آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بچے تھے آپ انہیں لے آتے خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے کہ یا اللہ اس بچے اور اس کے نورانی چہرہ کی برکت سے ہم پر بارش برسا، اس نورانی چہرہ کی طفیل و برکت سے بارش ہو جاتی تو بچپن سے ان کے دل میں عزت اور احترام تھا، مگر جب مرنے لگے حضور اقدسؐ پاس آئے، ابوہل وغیرہ بیٹھے تھے، سارا کنبہ تھا کہ گاؤں کا بزرگ قریب المرگ تھا، تو حضورؐ نے کہا کہ چکے سے اگر ایک بات کہہ دو تو اللہ تعالیٰ جہنم سے بچا دے گا۔ اور میرے لئے شفاعت کی ایک بڑی دلیل مل جائے گی، ذرا میرے کان میں کہہ دو لا الہ الا اللہ۔ فرمایا، بھتیجے! خوب جانتا ہوں تو نبی ہے۔ مگر اب اگر ایمان لایا تو لوگ کہیں گے کہ یہ بوڑھا موت سے ڈر گیا اور باپ دادا کے دین سے تائب ہو گیا۔ قریش کی بوڑھی عورتیں مجھ پر ہنسیں گی، اس لئے میں اپنے پرانے مذہب پر ٹھیک ہوں۔ تو محبت بھی تھی خدمت بھی ہے مگر ایمان صرف علم اور صرف معرفت نہیں۔

**بغیر تخم کا درخت** جب تخم نہ ہو تو ساری زندگی زمیندار کھیت کو پانی دے، کھا دڑا لیا ہے مگر اس پانی، اس کھا دے اس خدمت سے درخت اور پودا نہیں اگتا تخم ہو تو درخت کے پتے اور شاخ خشک بھی ہوں مگر جب تخم ہے، جڑیں ہیں تو بہار کے آتے ہی سرسبز اور شاہ دانی آ جاتی ہے۔ خشک شاخیں تروتازہ ہو جاتی ہیں، اگر ایمان ہو اور کوئی ناسق و فاجر بھی ہو مگر تو یہ اور استغفار کی بہار جب اس پر آجائے اور وہ خدا کے سامنے رویا عبادت شروع کر دی تو خشک شاخیں تازہ ہو جائیں، دوا نسواورد و قطروں سے خشک درخت لہلہا اٹھے گا۔ اور تخم نہ ہو ایمان کا تخم نہ ہو تو پھر کوئی کام کوئی عمل آخرت میں نشان کو فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ جہنم میں اسے، بی، اسی کا فرق آجائے تو

تم آجائے، وہ الگ بات ہے۔

**ایمان کیا ہے؟** | تو ایمان صرف زبانی اعتراف یا یقین و معرفت نہیں، ایمان کا معنی انقیاد

اگر دیدن گردن نہادوں ہے۔ کیفیت لاحقہ بالعلم ہے،

یعنی علم کے بعد ایک کیفیت ہے۔ ہمارے بچان کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ٹھیک کہتے ہو جو

کہتا ہے خوب جانتا ہوں کہ ٹھیک ہے مگر میری پشتو مجھے ماننے نہیں دیتی، پشتون ہوں،

لوٹوں گا اور دیکھوں گا۔ تو ایمان یہ ہے کہ خوب جانے اور جاننے کے بعد ماننے بھی۔

گردن نہاد ہو جائے۔ غیر اللہ سے توجہ ہٹا کر مکمل توجہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی طرف، اور دل جان

سے یہ تسلیم کرے کہ میں فرمانبردار۔ بھی رہوں گا۔ جسے انقیاد تام اور گردن با طاعت

نہادن کہتے ہیں، رگ و ریشہ میں اللہ اور رسول کی محبت رکسج ہو جائے اور صرف محبت

نہیں بلکہ وہ — مردہ بدست غاسل — ہو جائے یہ ایمان ہے، یہ نہیں کہ کہے خدا

ایک ہے مگر معاملہ اس کے ساتھ ایک رب جیسا نہیں، پس وہ کفر ہے۔

حضرت موسیٰ نے کہا: لَقَدْ عَلِمْتُمْ (الآیہ) فرعون کا دل میں یقین تھا کہ نہجانی

ہے۔ انکار جہل کی وجہ سے نہیں عداوت اور تعصبت کی وجہ سے کرتا ہے۔ تو ایمان سے محروم

رہا جو ایک بہت بڑا جوہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا نصیب کر دے۔

ایک ایمان ہے اور ایک اسلام ہے ایمان جوڑ ہے اور

**اسلام کیا ہے؟** | حج زکوٰۃ نماز اور دیگر نیکیاں یہ پھل اور شاخ ہیں، یہ اسلام

کہلاتی ہیں۔ اسلام ظاہری چیز ہے، ایمان دل کی چیز ہے، دل مکمل طور پر اللہ کا فرمانبردار

بن جائے، جانے اور ماننے کہ اللہ تعالیٰ سارے کمالات کا مرکز اور منبع ہے۔ ہر چیز اس

سے مانگوں گا۔ اللہ حاکم ہے ہر کم اس کا مانوں گا۔ اور حسد و عناد میں دل کی تنگی سے نہیں

خوشی سے مانتے، اور ایمان بالکل اس طرح جوڑ ہے جیسے کسی درخت کی جڑ ہو، زمین میں

سب کی شاخیں پتے پھل پھول باہر ہوتے ہیں۔ اگر کسی درخت میں یہ سب کچھ ہے تو قناری

بھی ہے اور تم اوپر سے پانی ڈالتے رہو مگر اندر سے جڑیں کاٹ دو، پھل پھول پتے سب جھڑ جائیں گے اور اگر شاخیں پتے نہ بھی ہوں مگر جڑیں راسخ ہوں۔ تو جب کہ اس کی آب یاری ہو جائے بہار اس پر آجائے گی توقع اور امید قائم رہتی ہے کہ تراوت موجود ہے، حیات موجود ہے مگر ایمان نہ ہو، بظاہر حاجی ہو، صائم ہو مگر ایک نہ ایک دن یہ سب کچھ چھوڑ جائے گا۔ قیامت کے دن اس کے سارے اعمال حسد، ہباء، منشوراً کر دئے جائیں گے۔

**تسلیم والقیاد** | بھائیو! ایمان دل سے یہ کہہ دیجئے کہ یا اللہ میں آپ کے ہر حکم کے سامنے گردن نہاد ہوں میرے رگ و ریشہ میں آپ کی محبت ہے، میں ہر لحاظ سے آپ کی تابعدار ہی کروں گا۔ آپ کا غلام رہوں گا اور ماتنا بھی ایسا کہ محبت بھی ہو دل کی بشارت بھی ہو۔ اگر پیشانی پر بل ہیں، دل میں تنگی ہے تو ایسی غلامی قبول نہیں، بلکہ عربی میں انقیاد و تسلیم فارسی میں گردن باطاعت نہادن یا گردن دیدن اور پشتو میں منل اد کو ل جے کہتے ہیں، خدا ایک ہے۔ میں ماتنا ہوں، میں مانوں گا۔ اور جو اس کے احکام ہیں اسے بجالاؤں گا۔ خدا اور رسول کے احکام کے سامنے اپنے آپ کو ایسا کر دے جیسا مردہ بدست فاسل میری کوئی رائے نہیں، حرکت نہیں، سرتابی کی مجال نہیں، وہی کروں گا جو خدا کہے گا، بس یہی ایمان ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (اے نبی تیرے رب کی قسم کہ یہ لوگ جب تک آپ کو اپنے تمام اختلافی مسائل خاندانی اور بیرونی جھگڑوں میں آپ کو حکم نہ کریں تیرے پاس اپنے مسائل نہ لے آئیں اور اس کے بعد کھلے دل سے آپ کے فیصلے پر تسلیم خم نہ کر دیں۔ اور دل میں کوئی تنگی نہ آنے دیں اس وقت تک یہ ہرگز مؤمن نہیں کہلا سکتے)

**شریعت سے مذاق** | آج تو ایسی ایسی جاہلانہ باتیں کی جاتی ہیں کہ خدا کی پناہ، پشتو میں کہتے ہیں: شریعت بنہ دے خود



بنو حوٰ انا نونہ دے (شرعیات اچھی چیز ہے مگر اچھے جوانوں کے لئے نہیں) تو کیا شریعت کبھروں غنڈوں کے لئے ہے۔ کافروں کے لئے ہے، خدا کا حکم آجائے تو پیشانی پر بل آجائیں، ترش روئی سے سُنئے، یہ تو اسلام نہیں، پہلے آکر پوچھتے ہیں کہ شریعت پر فیصلہ کرانا ہے۔ اگر فیصلہ میرے حق میں ہے تو ٹھیک ہے ورنہ عدالت چلا جاؤں گا۔ اگر فیصلہ خلاف پڑتا ہے تو نہ فیصلے کرانے کو تیار ہوتا ہے نہ ماننے کو، اگر فیصلہ شریعت کا خلاف ہوا تو گالی گلوچ کرے کہ شریعت نے ظلم کیا قاضی اور مولوی نے رشوت لی ہوگی۔

**مولوی کی آڑ میں اسلام سے نفرت** | جنہیں آج کل اصل نفرت شریعت اور دین سے ہے۔ وہ مولوی اور

قاضی کی آڑ میں اپنی نفرت نکالتے ہیں۔ شریعت کو گالی بے نہیں سکتا تو مولوی کو گالیاں دی جاتی ہیں۔ ملا پر سب و تتم ہوتی ہے۔ اس طرح دل کی بھڑاس اسلام اور شریعت کے خلاف نکال دی جاتی ہے۔ اور مولوی اس لئے بُرا لگتا ہے کہ وہ دین کی بات کرتا ہے اور اصل میں اسے نفرت ہے دین سے، لیکن خدا نے کہا کہ جب تک خدا اور رسول کے فیصلوں پر گردن نہا دنہ ہوگا۔ تسلیم خم نہیں کرے گا اگر فیصلہ خلاف بھی ہو تو دل میں بھی تنگی نہیں لائے گا۔ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ صرف یہی نہیں شریعت کا فیصلہ اپنے خلاف سن کر بھی مسلمان کو اللہ کی حمد ادا کرنی چاہیئے کہ الحمد للہ۔ جیسے کہ نماز پڑھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے اس طرح اگر شرعی فیصلہ میں دس بیس ہریب زمین ہمارے بھی دے گا۔ مگر دل خوش ہوگا کہ الحمد للہ حرام سے دوزخ سے بچ گیا۔ اور الحمد للہ کہ شریعت کا فیصلہ مان لیا۔

**ایمان و یقین کی برکت امن و اطمینان** | پھر یہ کہ اللہ پر بھروسہ بھی ہے تو دل ہر وقت خوش و مطمئن ہے کبھی اسے

بے اطمینانی اور بے یقینی نہیں آتی۔ مثال کے طور پر پولیس کا ایک سپاہی ہے اور سارے غنڈوں، مفروروں کے پیچھے اکیلا بڑی جرأت اور دلوری سے بھاگتا پھرتا ہے۔ کوئی تلوار



ہاتھ میں نہیں۔ صرف ایک فرمان شاہی ہے کہ یہ سرکاری تحفظ میں ہے تو اکیلے قاتلوں غنڈوں کو بھگاتا ہے۔ ایک ڈاکیہ کے ساتھ ہزاروں روپے کا تحفہ ہے۔ بد معاشوں میں الگ تھلگ گھومتا پھرتا ہے کوئی اُسے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ اب پوری حکومت اس کی پشت پر ہے، مجال ہے کوئی اوپر بھی دیکھے ورنہ فوج اور پولیس اس کی مدد کے لئے آجائے گی۔ ڈاکیہ کو اپنی حکومت پر بھروسہ ہے، اس لئے ہر خطرے میں مطمئن جا رہا ہے۔ تو اب جس کا خدا پر اعتماد اور بھروسہ ہوگا تو کیا اس میں بے قراری اور بے اطمینانی آسکتی ہے۔ جب رب العالمین اس کے ساتھ ہے پھر اسے کیا خوف اور کیا ڈر۔

یہ دولت مند اور کر وڑ پتی آج  
**دولت ایمان سے محروم دولتمندوں کی بے چینی**  
 بے چین ہیں گھنٹوں میں ہزاروں  
 لاکھوں آمدنی ہوتی ہے۔ مغرب کے بڑے بڑے کر وڑ پتی تھے۔ مگر وفات کھانا بھی اس دولت  
 میں نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ساری دولت کو دے کر بھی دل کا اطمینان خریدنا چاہتے ہیں، مگر  
 نہیں مل سکتا، کسی نے ایک امیر سے ذکر کیا کہ تجھے اتنی ترقیات ملیں۔ قسم قسم کے کارخانے وسیع و  
 عریض سلطنت اور کاروبار پھر تمہیں کیا فکر۔ کہا یہ سب صحیح مگر دل کا سرور اور دل کا اطمینان دیکر  
 میں نے سب کچھ پایا بھی تو کیا۔

— تو مسلمان کا بھروسہ تو اللہ پر ہے وہ مطمئن نہ ہوگا تو کون ہوگا۔ ایک شخص کا صوبہ کے وزیر اعلیٰ  
 یا دوسرے حاکم سے ربط ہے تعلق ہے۔ تو وہ مطمئن ہے کہ کسی نے آنکھ بھی اٹھائی تو وہ ٹھیک کر دے  
 گا۔ جس سے دوستی ہے۔ تو اب جس کی دوستی خدا سے ہوگی وہ بھی ڈرے گا نہیں، بالکل مطمئن پھرتا رہے  
 گا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ **اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ**۔ (خدا کی یاد سے ہی قلب  
 مطمئن ہوتا ہے۔ صرف اور صرف اس کی یاد سے۔)

— تو اس کی یاد ایسی ہو کہ یا اللہ تو میرا خالق ہے۔ تو ہر چیز کا مالک ہے۔ یا اللہ میں نے  
 سب کچھ تیرے سپرد کر دیا۔ اور منتقاد ہو گیا۔ پورے رگ دریشہ میں تیرا ہی حکم اور محبت راسخ ہوگا۔

تیرے ہر حکم پر خوش ہوتا رہوں گا۔ اور تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ بس یہ ہے ایمان۔ اور حب ایمان آ گیا تو تم دیکھو گے کہ مصیبت بھی ہوئی تو کہے گا کہ خدا کو منظور تھا۔ دولت گئی خوش ہو گا کہ محبوب کی مرضی ہے۔ اب اس کے دل میں ایسی تنگی کب آئے گی کہ یہ معاملہ میرے ساتھ اللہ نے کیوں کیا۔ کیا تو ہر معاملہ اس کا مجھے منظور ہے۔ دل و جان سے راضی ہوں۔ تو اب غم کہاں رہے گا۔

اس کے ساتھ اخلاق محمدی یعنی حضور اقدس صلی اللہ

**حضور کے اخلاق حسنہ کی پیروی** علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی ضرورت ہے حضور اقدس نے کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا۔ ساری دنیا نے ستیا، پتھر بر سائے، گالیاں دیں، مگر کسی سے بدلہ نہ لیا۔ یہ ہیں اخلاق محمدی یہ امت دنیا میں اس لئے آئی کہ دنیا میں امن و اطمینان قائم کرے۔ دنیا میں خیر اور بہتری پھیلا دے اور آج ایمان سے کہیں کہ آپ ایک گالی کے بدلہ میں دس گالیاں نہیں دیتے اس طرح بدی کم ہو گئی۔ دس گنا اور بھی بڑھ گئی، کسی نے تھپڑ دیا۔ آپ نے چاقو سے مارا تو اس نے ایک بار بدی کا ارتکاب کیا۔ آپ نے اس سے بھی زیادہ اور بار بار بدی کی۔ اِدْقَمُ بِالَّتِي

رَهِىَ اَحْسَنُ۔ پر کتنا عمل ہوتا ہے۔

**عفو اور صفحہ** افسوس کہ جو قوم دنیا کی اصلاح کے لئے آئی تھی، اب اس نے بدی اور شر کو اور بڑھا دیا جس امام کے ہم مقلد ہیں۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کسی نے امام سے کہا کہ فلاں شخص نے میری مجلس میں آپ کی غیبت کی، گالیاں دیں۔ حد سے زیادہ الزامات لگائے امام صاحب نے کہا اچھا پھر کسی وقت ایک بھرا ہوا اتھال تحفوں کا لے کر اسی شخص کے پاس گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اس نے دیکھا تو ڈر گیا۔ کہ شاید امام صاحب کو میری باتیں پہنچی ہیں۔ امام صاحب نے مصافحہ کیا اور تحفے پیش کر دیے اس نے حیرت سے کہا یہ کیا۔ امام نے کہا تم نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ تم نے مجھے گالیاں دیں، غیبت کی۔ تو تم نے اپنی آخرت خراب کر دی۔ اور میری اچھی کر دی۔ اور کوئی کسی کو ایک گھونٹ پانی پلا دے تو وہ شکر گزار ہوتا ہے۔ بدلہ دیتا ہے۔

تو امام صاحب نے کہا کہ اس سے بڑا احسان تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم نے اپنی نیکیاں مجھے دے دیں۔ اور میرے سنیات اپنے اعمال نامہ میں ڈال دے اس لئے گالی غیبت دینے والے حقوق العباد ضائع کرنے والے کے قیامت کے دن حسنت دوسرے کو دے دے جائیں گے حسنت و سنیات کا تبادلہ ہوگا۔ میرے گناہوں کا بوجھ تم نے اپنے اوپر لا دیا۔ اس شخص کو تنبیہ ہوئی تائب ہوا۔ قدموں پر گر پڑا، یہ ہے برائی کو بھلائی سے ختم کر دینا نہ کہ برائی کا جواب برائی سے مگر آج تو کوئی تنکا اٹھائے ہم تہتیر اٹھا دیتے ہیں، اخلاق محمدی نہیں رہے۔ دین کے کسی معیار پر زندگی پوری نہیں اترتی۔ فرمایا گیا کہ آخری زمانہ میں اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن شریف رسم ہوگا۔ آج رسم و رواج نے جگہ لے لی ہے۔ اور صرف نام باقی چھوڑا ہے۔

**عبادت** | بہر تقدیر خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری تابعداری اور عبادت کرو گے۔ یہ میرا قطعی فیصلہ ہے۔ وَقَضَىٰ رَبِّيْكَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلٰهًا ۚ اور عبادت کا معنی ہے انتہائی تدلل اختیار کرنا، اس کی مرضیات کی تعمیل اور اس کی نامرضیات سے اجتناب کرنا۔ یہی ہے عبادت۔ اللہ نماز پر راضی ہوتا ہے جو اسے ناراض ہوتا ہے مسلمانوں کے اتفاق و محبت پر راضی اور باہمی نفاق بغض و حسد پر ناراض ہوتا ہے تو مرضیات کی تعمیل اور نامرضیات سے اجتناب اور پھر بہتر ایہ عبادت ہے۔

**عبادت کی پہچان و وحی و رسالت سے ہے** | اب یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ کی مرضیات کیا ہیں؟ اور نامرضیات کیا ہیں؟ یہ تو بغیر وحی کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ ہم آپ ایک نوع کے ہیں۔ بنی نوع انسان ہیں۔ دو انسان ایک جگہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ یا ہمیں معاقلہ بھی کر لیتے ہیں۔ مگر دوسرے کو ہرگز یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ جس سے معاقلہ کیا دل سے دل ملا دیا۔ اس وقت اس کے دل میں کیا خیالات ہیں۔ کس بات سے راضی اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ کون سی چیز کھانا چاہتا ہے۔ کونسی نہیں کس کام پر راضی اور کس پر ناخوش ہوتا ہے۔ جب تک وہ خود اپنی مرضیات اور نامرضیات نہ کہہ دے، خود نہ بتلا دے تو اللہ تعالیٰ

سے تو انسان فانی کی کوئی نسبت ہی نہیں تو بغیر بیان کے ہمیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے نہ عقل سے نہ فلسفہ سے نہ سائنس اور منطق سے اب جس ذاتِ اقدس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ بتلاتے ہیں، اُسے رسول کہتے ہیں۔ اور اس بیان کو وحی کہتے تو خدا کی مرضیات معلوم ہوتی ہیں وحی سے۔ اور وحی آتی ہے نبی اور رسول کے ذریعہ۔

تو اب اللہ کے احکام کی تعمیل ہی عبادت ہے۔ یہ عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا نہ خدا ہر شخص کو اپنی مرضیات براہِ راست بیان کرتا ہے۔ بلکہ فانی بادشاہ بھی اپنے آرڈر سے کسی ایک کو مطلع کر دیتا ہے۔ پھر وہ اس کا اعلان کرتا ہے۔ تو نبی کے کہنے پر چلتا اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلتا اس نے جو طریقہ بتلایا۔ کسی بات کا امر کیا پس یہ اللہ کی وحی ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - اس نے کہا یہ امت  
کہہ دے نہیں کہنا۔ تو اب اللہ کی مرضیات اور نامرضیات یعنی عبادت کی پہچان کا ذریعہ  
پہنچیں ہی ہیں۔ دوسرا راستہ نہیں۔ تو اسی آیت میں نبی کی اطاعت بھی آگئی جیسا کہ ارشاد  
ہے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ۖ - اگر اللہ سے محبت ہے تو  
رسول کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا۔ اور اس کی پیروی اور اطاعت اللہ کی اطاعت ہوگی،  
حضور کے اخلاق پر چلنا ہوگا۔ اور جب تک عبادت معیشت اور معاشرت تہذیب اور  
تمدن ان کی زندگی کے مطابق نہیں ہوگی، تو نہ عبادت درست ہوگی نہ اسلام اور ایمان  
کی تکمیل ہو سکے گی اور اگر اتباع اور اطاعت اختیار کی تو دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ دونوں  
بہتر کر دے گا۔

وأخرد عوانا ان الحمد لله رب العالمين





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# اسلام اور ہجرت کی حقیقت

خطبہ جمعۃ المبارک ۲۱ شہرم ۱۳۹۱ھ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَبِيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا لَهِيَ اللَّهُ عِنْدَهُ.

**مسلمان اور مسلم کا مفہوم** | محترم بزرگوار اور بھائیو! مسلمان قوم جس کی تعداد و شتر اسی کر وڑ ہے اور مختلف ممالک میں موجود ہے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ مسلمان بھی ایک قومی، وطنی یا جغرافیائی نام ہے۔ جیسے سید یا پٹھان، مہند، یوسف زئی یا خٹک قبائل کا نام ہے۔ باقی حالت کچھ بھی ہو اگر پٹھان گھرانے میں پیدا ہوا تو پٹھان یا خٹک رہے گا۔ خواہ اس کے عادات و اطوار کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ تو جیسا کہ بعض نام خاندانی اور قبائلی لحاظ سے ہوتے ہیں۔ بعض وطنی اور نسبی لحاظ سے اس طرح مسلمان بھی بس ایک نام ہے کہ گھر اور محلہ مسلمانوں کا ہے۔ باپ دادا مسلمان تھے۔ حالانکہ مسلمان ہونا اس چیز کا نام نہیں، نہ یہ خاندانی نام ہے، نہ صنعت و حرفت کی بناء پر ہے۔ بلکہ مسلمان وہ ہے جو اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دے اور اللہ کی ہر مرضی کے سامنے تسلیم خم کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اس کی زندگی ہو وہی مسلمان ہے، خواہ اس کا تعلق کسی بھی نسل یا قوم سے ہو۔ ایک حدیث مبارک میں ہے کہ کسی جہاد میں ایک صحابی جن کا نام غالباً کیرٹہ تھا اپنے اونٹ سے کچا وہ اتارنا چاہتے تھے یا سامان لا رہے تھے کہ کافروں کا ایک تیرا کر ان کو لگا۔

اور وہ شہید ہو گئے۔ صحابہؓ اللہ کی راہ میں شہادت کے بہت متمنی رہتے تھے۔ اور ایک آج کل کے مسلمان ہیں کہ ذرا سی قربانی بھی مشکل دے سکیں۔

کثرتِ تعداد کے باوجود مسلمان کیوں کمزور ہیں | حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ دنیا

کی دیگر آیتیں تمہارے تقسیم کرتے اور بانٹنے کے لئے ایک دوسرے کو پکارتی ہوں گی۔ امریکہ اپنے دوستوں کو برطانیہ، چین اور روس اپنے اتحادیوں کو بلارہا ہے کہ آؤ مسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں ان کی حکومتوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو بدل کر اور انہیں کمزور کر کے اپنے تسلط میں لے لیں۔ حضورؐ نے اس کی پیشینگوئی فرمائی کہ:

يُوشِكُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ  
الْأُمَمُ كَمَا تَدَاعَى الْاَكْلَةُ  
الْقَصْعَتَهَا۔  
وہ وقت آنے والا ہے کہ دیگر اقوام تمہارے  
ادپر ایک دوسروں کو اسی طرح بلائیں گی  
جس طرح دسترخوان پر پیٹ کر کھانے والے

ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آکر تم بھی شریک ہو جاؤ۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اَمِنْ قَلِيلٍ يَوْمَئِذٍ یا رسول اللہ کیا ہم اس دن بہت  
تھوڑے ہوں گے؟ ہم تو جب ۳۱۳ افراد تھے اور ابو جہل نے ساری طاقت مقابلے میں  
پیش کر دی تھی اور خندق کے جہاد میں تقریباً ۳ ہزار تھے اور سارا کفر سمٹ کر مدینہ منورہ کا  
محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس وقت یہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کر سکے تو کیا اس وقت ہماری تعداد  
۳۱۳ سے بھی کم ہوگی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں اس وقت تم بہت زیادہ ہو گے۔

دیکھئے آج بھی ہماری مردم شماری سب سے زیادہ ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہماری ہر  
بات یورپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری مردم شماری بھی یورپ کے اعداد و شمار پر مبنی  
ہوتی ہے۔ اپنا کوئی انتظام نہیں ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد ساری  
اُمّتوں سے زیادہ ہے۔ دوسرے نمبر پر عیسائی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ تمہاری تعداد اس وقت بہت زیادہ ہوگی۔ مگر جیسے خس و خاشاک ہوتا ہے۔ بظاہر بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے مگر معمولی سیلاب کے آگے بھی نہیں بٹھہر سکتا۔ کوڑے کرکٹ کی طرح پانی اسے بہا لے جاتا ہے۔ وَلَكِنَّكُمْ غَتَاءٌ كَغَتَاءِ السَّيْلِ۔ سیلاب گھاس پھوس سب کو بھگالے جاتا ہے تو تمہاری حالت تعداد کے زیادہ ہونے کے باوجود ایسی ہوگی۔

### مشرقی و مغربی پاکستان اور عالم اسلام کا بحرانِ حُبِّ نیا کا نتیجہ ہے:

صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا ہوگی؟ فرمایا: **حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَّةُ الْمَوْتِ**۔ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ تمہارے دلوں میں دنیا کی محبت بس جائے گی۔

اس وقت مشرقی و مغربی پاکستان کے جھگڑے کا جو بحران ہے اور سارے عالم اسلام کی یہی حالت ہے اس کی وجہ یہی حُبِّ دُنْیَا ہے کہ حُبِّ جاہ اور حُبِّ مال کی وجہ سے اور اقتدار اور دولت کی ہوس میں ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہر شخص انفرادی اور اجتماعی طور پر سب کچھ غصب کرنا چاہتا ہے۔ اور حُبِّ دُنْیَا میں سب کے حقوق پامال کر رہا ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں اتنا خطرہ نہ تھا، بلکہ ایک آس لگی ہوئی تھی کہ اسلامی ملک ہاتھ میں آجائے گا۔ ہم نے یہ پاکستان اس لئے حاصل کیا تھا کہ اس میں لا الہ الا اللہ کی عملی تعبیر ہوگی، خدا کی حکومت کا عملی نمونہ پیش ہوگا۔ یہ ایک ایسی اسلامی ریاست ہوگی جو سارے عالم اسلام کی حفاظت کے لئے قلعہ ہوگی۔ اور ہم انشاء اللہ پاکستان سے ساری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلائیں

گئے پاکستان کی آبادی تھوڑی آبادی نہیں اگر وڑکی تعداد بہت بڑی تعداد ہے۔ مگر بدقسمتی سے اسلام کو ایک نعرہ بنایا گیا اور اصل اسلام کو طاق میں رکھ دیا گیا۔ افسوس کہ اس عرصہ میں نہ ہم نے اسلام کا کردار دکھایا، نہ اخلاق و عادات اور خوب پیدا کی۔

**انگریز کی ذہنی غلامی** | اسلام تو یہ نہیں کرتا کہ ہم اسے چاہیں یا نہ چاہیں از خود ہم پر مسلط اور چپکا رہے گا۔ اگر کوئی قوم اسلام چاہتی ہے تو

اس کے لئے اپنے اخلاق و اعمال اور عادات و کردار کو بھی درست کرے گی۔ انگریز نے فرنگیوں کے دور میں اگر ہمیں اسلام سے روکا تھا تو اس ۲۳ سال کے عرصہ میں کس نے منع کیا۔ اس فکری غلامی میں ہم کیوں اب تک مبتلا ہیں۔ الحمد للہ کہ بظاہر ہم آزاد ہیں، جسم آزاد ہیں مگر ذہن وہی ہے کہ جو مغرب چاہے ہم اس کی تقلید کریں، وہ جو کچھ کہے یا کرے ہم کہیں بس یہی صحیح ہے۔ وہ اپنی زندگی کا سبق عیش و عشرت، مادہ پرستی، فحاشی اور بے حیائی بنا چکے ہیں اور یہ کہ اپنی برتری اور دوسروں کی کمزوری ثابت کی جائے، اپنے کو زور آور اور دوسرے کو زیر قدم دکھایا جائے۔ ہم نے بھی یورپ کی انہیں باتوں کو اپنا شیوہ بنالیا اور انہی نعروں کو اپنا لیا۔

**انتخابات اور لادینیت کی لہر** | اور ایک بڑی بدقسمتی یہ ہو گئی کہ صوبہ سرحد تو الحمد للہ ایک حد تک محفوظ رہا، مگر باقی خطوں نے مادیت،

قومیت، عصبیت اور صوبائیت کے نام پر ووٹ حاصل کیا اور نتیجہ آج ہم اس مقام پر پہنچ گئے کہ اسلامی آئین تو ایک طرف رہا جو محض اللہ کے فضل و کرم ہی سے ہو سکے گا، اور اللہ اسے رائج کر دے۔ نفس آئین بھی بننا مشکل ہو گیا اور ملک کی سالمیت بھی پس پشت ڈال دی گئی۔ ۲۳ سال میں ہم نے یہ کچھ ترقی کی۔ ۱۹۴۷ء میں نعرہ لگایا کہ ہمارا نظام اسلامی ہو گا۔ ہم ہندو، عیسائی اور یہودیوں کا تمدن نہیں چاہتے، نہ ان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ وہ سب کچھ اپنی جگہ رہ گیا۔



نتیجہ پاکستان کی سالمیت بھی ایک مسئلہ بن گیا | اب پاکستان بھی سالم رہتا ہے یا نہیں یہ بھی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔

ہر خطہ علیحدگی چاہتا ہے۔ مگر یہ ملک کس مقصد کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ دشمن کے گھر میں خوشیاں ہو رہی ہیں۔ آج ہمارے حالات کو دیکھ کر ہندو کی خوشی کا ٹھکانہ ہو گا۔ امریکہ اور برطانیہ میں کتنی خوشی منائی جائے گی۔ ہم سب ایک دوسرے سے روٹھے ہوئے ہیں اسلام کو دلوں میں جگہ نہ دی۔ تو اللہ نے دلوں میں نفرت کا بیج ڈال دیا۔ گویا اسی بات کا ظہور ہو رہا ہے، جیسے حضورؐ نے فرمایا کہ دیگر اقوام ہمیں آپس میں بانٹنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کا ایک سجا سجا یا دسترخوان آزادی کی شکل میں دیا، اور ہم نے اس کی ناشکری کی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَبِئْسَ شُكْرُكُمْ لَا تَبْتَغُوا نِعْمَتِي اِنْ كُنْتُمْ كَاثِرِينَ۔ اللہ تعالیٰ کی تو ضرور ترقی دوں گا۔ اگر ۲۳ سال میں ہم نے اللہ کے دین کو تھام لیا ہوتا تو آج اسلام کا جھنڈا ہر جگہ پر مضبوطی سے لگا ہوتا۔ مگر ہم نے ناشکری کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا وبال ہم پر مسلط کر دیا۔

وَلَبِئْسَ كُفْرُكُمْ فَاِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۔ اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

آج مسلمان مسلمان کو کاٹ رہا ہے۔ نہ ہندو سے لڑائی ہے، نہ انگریز سے، نہ امریکہ سے بلکہ مسلمان مسلمان کے ہاتھوں لٹ رہا ہے۔ ایسی قوم کیسے ترقی کرے گی؟ یہ ہے حب الوطنی کا کرشمہ۔

کراہیتِ الموت | اور دوسری بات حضورؐ نے یہ فرمائی کہ اللہ کی راہ میں موت سے ڈریں گے۔ ویسے تو ہم ہر آواز پر مرنے مارنے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر آواز ہو جائے کہ اسلام کی سر بلندی کے لئے نکلو تو دیکھئے کہ کتنے تیار ہوتے ہیں۔ ایک بھی نہ نکلائے گا۔ بلکہ سوچے گا کہ اس کام میں کتنی تنخواہ ملے گی۔ کتنی غنیمت حاصل ہوگی

صحابہ کرامؓ کو اللہ کی راہ کی موت کافروں کے شراب کے پیالہ سے زیادہ محبوب تھی اور مرتے وقت کہتے: خُذْتُ وَسِيْلَتَ الْكَعْبَةِ۔ اللہ کی قسم اب کامیاب ہو گیا۔  
 تو اگر ہم صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ سیرت و کردار، شکل و صورت، اخلاق و معاشرت ہر طریقے سے مسلمان ہوتے۔ ہماری عبادت مسلمانوں جیسی ہوتی تو آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔ اللہ کی رحمت سے اب بھی کوئی بعید نہیں، اگر ہم سنبھل جائیں تو رحمت کا دروازہ بند نہیں، اور یہ موجودہ حالت ایسی ہے جیسے شاگرد کچھ نہ پڑھے تو استاد امتحان سے چند دن قبل اسے مارتا پٹتا ہے کہ ان چند دنوں میں تیاری کر لو تب بھی کامیاب ہو جاؤ گے، تو جب تک پورا عذاب ہم پر مسلط نہیں ہوتا — اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے — اسی طرح تنبیہات ہوتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذرا بھی سنبھل جاؤ تو میں تمہیں اپنی رحمت میں لے لوں گا۔

**اسلام صرف ایک نام نہیں** | ایک نام سمجھے ہوئے ہیں حالاں کہ یہ صرف ایک نام نہیں بلکہ اعتقادات ہیں۔ اخلاق و اعمال اور عبادات ہیں۔ میں نے صحابی کا واقعہ بیان کیا کہ جب وہ کفار کے ہاتھوں شہید ہوا۔ تو صحابہؓ خوشی سے حضورؐ کو ثنارت دینے گئے الحمد للہ کہ ایک ساتھی تو شہید ہو کر جنت پہنچ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ایسا نہیں بلکہ میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ ایک چادر میں لپٹے ہوئے آگ میں جل رہا ہے — اللہ دہتی — فرمایا اس کے سامان کی تلاشی لی جائے۔ سامان بچا رہے گا کیا ہوگا۔ ایک چھوٹی ٹیسی گھڑی ہوگی۔ اسے ٹولا دیکھا کہ مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل ایک چھوٹی ٹیسی چادر لئے ہوئے تھا۔ یعنی اس نے تقسیم سے قبل اسے اٹھا لیا تھا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُسْلِمُونَ دخولِ اولِ جنت کو اس شخص کی ہوگی جو

مسلم کامل ہوگا۔

ہمیں نہ عبادت کا علم ہے نہ معاملات کا عبادت میں ہماری جو حالت ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ نماز جو بنیادی عبادت ہے اسے پس پشت ڈال دیا۔ الصلوٰۃ عباد الدین (نماز دین کا ستون ہے) نماز پہلا فریضہ ہے قیامت کے دن پہلا سوال اسی کا ہوگا تو جب نماز سے یہ سلوک ہے تو باقی عبادات کا کیا حال ہوگا۔ کامل ناشکری کا مظاہرہ ہو رہا ہے شیطان کو اللہ تعالیٰ جس وقت مردود بنا کر اپنے دربار سے نکالا تو اس نے کہا:

لَا تَتَّبِعُهُمْ مِنْ كَيْفٍ أُيِّدِيهِمْ  
وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ  
وَعَنْ شِمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ  
أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ۔

اے پروردگار اس حضرت آدم کی وجہ سے تو نے مجھے نکال دیا تو میں سیدھی راہ  
بیلٹھ کر چاروں طرف سے انسان پر حملہ کروں  
گائیکیوں سے روکوں گا اور سوار و پیادہ  
فوجوں کو ان پر لے دوڑوں گا، اور اے اللہ آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔

القرض رسول اللہ فرماتے ہیں: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ  
ویدہ۔ پہچانتے ہو مسلمان کون ہے؟ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں کے ضرر  
سے اور زبان محفوظ رہے۔ اسلام اور مسلم سلم سے ماخوذ ہے سلم سلامتی، سلامت  
روی اور صلح و آشتی کو کہتے ہیں۔ کم از کم اس کی تو کچھ لاج رکھنا ہوگی۔ ایک شخص مولوی کہلاتا  
ہے تو بہت سے کام کرنے کو اس کا جی اگر چاہے بھی تو مولویت کا نام اسے بُرائیوں سے  
روکتا ہے۔ تو یہ اسلام اور مسلم کا نام جو حضرت ابراہیمؑ نے تجویز کیا۔ اس کی لاج ہمیں  
رکھنی چاہیے، اور مسلم کا لفظ تب صادق ہوگا کہ ہم اسلام کے اصولوں کی روشنی میں  
اپنی عادات اور اطوار اور اخلاق کو سنوار لیں۔ اگر آپ اپنی پریشانیاں دور کر کے  
اپنی زندگی میں حقیقی خوشیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے  
کہ اپنے پیارے مذہب اسلام کے اصولوں کو اپنالیں۔

اَکْرَامُ الْمُسْلِمِ لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَلٰی اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا مِنْهُمْ



کسی سے ناجائز ہنسی مذاق نہ کریں، کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں کسی کی غیبت نہ کریں، کسی کی تحقیر نہ کریں، کسی کا مال نہ چھینیں، کسی کا خون نہ بہائیں، کسی کی آبروریزی نہ کریں، کسی کے حقوق غصب نہ کریں۔ آپ کے ہاتھوں سے سب مسلمان محفوظ ہوں تب آپ مسلمان ہیں۔۔۔۔۔ آج معاشرتی امور میں دیکھئے کہ کتنے لوگ اس حدیث پر پورے ہیں۔ اوروں کے ساتھ قول و فعل میں ہمارا کیا سلوک ہے۔ آیا ہمارے ضرر سے اور مسلمان محفوظ ہیں۔ ہمارے ہاتھوں اوروں کو تکلیف تو نہیں پہنچتی؟ تو جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مسلم کامل کا خطاب تب صادق ہوگا کہ اس کی زبان اور ہاتھ پادوں سے ساری مخلوق اور خاص طور پر مسلم قوم محفوظ رہے۔

**ظاہری اور حقیقی ہجرت** | آگے فرمایا: **وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا ذَهَبَ اللَّهُ عَنْهُ** ہا جو کون ہے؟ وہ جو اپنے گھر بار وطن اور دار کفر کو

چھوڑ کر دار الاسلام چلا جائے۔ وہاں کفار کا تسلط تھا، وہ عبادات میں رکاوٹ ڈالتے تھے اس لئے اسے چھوڑ دیا۔ اس کو ہا جو کہتے ہیں۔ ظاہری ہجرت تو یہی ہے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ حقیقی ہا جو وہ ہے **مَنْ هَجَرَ مَا ذَهَبَ اللَّهُ عَنْهُ**۔ جن چیزوں سے اللہ نے منع فرمایا ہے انہیں چھوڑ دے، مہنیات ترک کر دے، زنا، چوری، بڑا ترک کر دے، بے نماز نہ ہو وہ شخص ہا جو ہے اور جس شخص نے گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا اور دار الاسلام میں آکر بھی عبادات کی پیروی نہیں کرتا اور نہ اللہ کے دین کو اپناتا ہے۔ مہنیات میں لگا ہوا ہے تو وہ یہ توقع نہ رکھے کہ میں ہا جو کے مقام پر فائز ہو سکوں گا اور اللہ کے ہاں مجھے ہجرت نصیب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سارے ملک کے تمام قائدین اور عوام کو متفق فرمادے۔ یہ ملک شرف و فاء سے محفوظ رہے اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ زندگی اسلامی آئیں اور دستور کے مطابق بنادے۔ **وَاخْرُجُوا نَا ان الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم الدین یُسْرُ۔

**نعماء خداوندی** | محترم بزرگوار! ہم سب اللہ جل جلالہ کی مخلوق ہیں، اور ہمارے پاس جو کچھ  
بھی نعمت ہے وہ خداوند کریم کی دی ہوئی ہے: وما بکم من  
نعمۃ فمن اللہ۔ جو نعمت بھی ہے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان، زبان، حیات، زندگی اور  
وجود، مال، دولت، اولاد، زمین، مکان، سلطنت، غریبی اور امیری سب کچھ اللہ کی طرف سے  
انعام ہے۔ اوپر سے ہمیں ظاہری و باطنی نعمتوں سے اللہ نے ڈھانپ دیا۔ واسبغ علیکم  
نعمۃ ظاہرۃ و باطنۃ۔

**توفیق یض تمام** | اور ہم جب لا الہ الا اللہ کا کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو گویا یہ ایک  
معاہدہ ہے خداوند کریم سے کہ اسے اللہ میری زندگی کا ہر کام، ہر شعبہ  
ہر عمل تیرے قانون اور مشاء کے مطابق ہوگا اور وہ قانون اللہ کا دین اسلام ہے جو سیدنا و  
نفعینا و جینا سید المرسلین خاتم النبیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہمیں ملا ہے  
اب ہمیں اس دین کا پابند رہنا ہوگا۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
میری زندگی اور موت میری عبادت اور قربانی خالص اللہ کی رضا کے لئے ہوگی  
وہ اللہ جو سارے عالم کا پالنے والا ہے اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:  
إِنَّ اللَّهَ اشْتَوَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُم

الْجَنَّةَ۔

لہانوں کی جان اور مال کو اللہ نے خرید لیا ہے جنت کے بدلہ میں مسلمان اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے تو جان مال عزت و آبرو اللہ کی راہ میں لٹاتا ہے اس لئے کہ اس نے یہ سب کچھ اللہ پر فروخت کر دیا ہے اور اس کے بدلہ اللہ نے اس سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

**ہماری ملکیت مجازی ملکیت ہے** | الغرض ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اپنا اور خود بنا نہیں، نہ کسی اور نے دیا ہے، بلکہ اللہ کا دیا ہوا ہے

تو ہماری حیثیت اُس غلام کی سی ہے جسے خزانچی بنا دیا جائے۔ اور خزانچی اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس جو کچھ بھی ہو وہ اس کا صرف نگران تو ہے۔ وہ اس میں جو بھی تصرف کرے اتفاقاً کی اجازت اور اشارہ کے مطابق کرے گا۔ اپنی طرف سے کچھ بھی اختیار نہیں اور ایک خزانچی اسے اپنی عیش و عشرت میں لگا دے، ملازم ہے اور ملازم کا وقت اپنے کاموں میں لگائے تو سب اُسے خزانچی نہیں بلکہ خائن اور غاصب کہتے ہیں، نہ ایسا ملازم تنخواہ کا حق دار سمجھا جاتا ہے، تو دیتا میں مجازی مالک خواہ عوام میں سے ہو یا خواص حکومت ہوں یا رعایا اگر انہیں کوئی چیز بطور امانت دیدیں تو وہ تصرف کا مجاز نہیں ہوتا اپنی طرف سے ذرہ بھر بھی تصرف نہیں کر سکتا۔ جیکہ مجازی مالکوں کا اللہ جیسے مالک حقیقی سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس لئے کہ ہر نعمت کا موجد اس کا بنانے اور پالنے والا اللہ ہی ہے۔ مجازی مالک ایسا کب کر سکتا ہے۔

**مالک حقیقی سب کچھ واپس لے سکتا ہے** | وہ مالک حقیقی سب کچھ ہمیں دے دیتا ہے۔ البتہ سال بعد شخصی اموال میں

زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے۔ پھر دین کی آسانی کو دیکھئے کہ جب کوئی حکومت نظم و نسق چلائے تو لوگوں سے ٹیکس لیتی ہے اور ٹیکسوں کا حال آپ کو معلوم ہے جس پر ٹیکس لگایا گیا ہے، خواہ اس کی حالت جیسی بھی رہی ہو۔ تنگی ہو یا سہولت، نفع کمایا یا نقصان، وہ قرض لے کر دے گا ٹیکس

مالیہ وغیرہ ہر حال میں حکومت وصول کرتی ہے، خواہ دینے والے کی صلاحیت اور طاقت ہو یا نہیں۔

**زکوٰۃ اور عشر** | اگر اللہ کی شانِ کریمانہ دیکھے کہ تجھے مال کا امین بنایا کہ جائز طریقوں سے اسے خرچ کرو، اہل و عیال خویش اقدار دوست احباب پر لگا یا کرو، البتہ اسے ظلم اور فساد کا ذریعہ نہ بناؤ، اسراف اور تبذیر نہ کرو۔ اس پر فحاشی نہ کرو اور اگر سال بھر یہ مال آپ کے پاس ذاتی ضروریات پر خرچ ہوتا رہا اور سال بعد جب دیکھا تو پھر بھی مالیت ساٹھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر روپیہ یا اتنا ہی سامان تجارت موجود ہے اور تم قرضدار نہیں ہو تو حکم دیا کہ اس میں زکوٰۃ دو وہ بھی سو میں پچاس فیصد نہیں، پچیس فیصد نہیں جبکہ دنیا میں بعض اوقات اس میں بھی زائد ٹیکس میں سے لیا جاتا ہے بلکہ صرف ڈھائی فیصد ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے زکوٰۃ کا حکم ملا زمین کی اُس پیسہ روار کا یہی حال ہے، جو زمین کی قیمت بڑھانے کے لئے ہو، گھاس چھوس نہ ہو بلکہ وہ زمین کی نوادرترقی کے لئے ہو تو اگر بارش سے ہوا ہو تو دو سو ا (عشر) دیدو کہ آبیانہ اور آب پاشی کا بوجھ بھی نہیں اٹھایا۔ اللہ نے بارش برساتی، اُسے اگایا بغیر کسی زیادہ محنت کے کاشت کار کو پیسہ روار ملی۔ اور اگر مٹین کٹواں، رہٹ وغیرہ سے آب پاشی کی ہو تو بیسواں حصہ (نصف العشر) ادا کرنا ہوگا۔ الغرض اس میں بھی مصلحت رکھی کہ یہ اموال کا وجوب تجدید عہد کی ایک صورت ہے کہ اپنے آپ کو مال و دولت میں اللہ کا نائب اور خزانچی سمجھے کہ اصل مالک اللہ ہے اور کسی مالک کے حکم کے بغیر کوئی تصرف کرنا چوری اور ڈاکہ ہے۔

**تسلیم و رضا کا ثبوت** | لیکن جب اپنے کو غلام سمجھتے ہو تو رب العزت کو اس عہد کی تجدید اور تسلیم و اقیاد کا ثبوت زکوٰۃ و عشر کی

شکل میں دینا پڑے گا تاکہ پتہ چلے کہ یہ غاصب ہے یا خزانچی۔ اب کوئی زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے رستہ ادا کرے تو گویا اس کا عقیدہ اللہ کی ربوبیت اور خالقیت کا بدل گیا ہے اور

اپنے آپ کو خود مختار اور مالک حقیقی سمجھنے لگا ہے۔ باغی ہے خزاہی نہیں۔

## نماز اور زکوٰۃ یا بھی تعلق

قرآن مجید میں عموماً اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ کے ساتھ اللہ نے دَاۡتُوْا الزَّكٰوٰۃ کا حکم بھی دیا ہے۔ پہلا جملہ نماز کی ادائیگی کرتا بندہ کے وقار و غلام ہونے کی علامت ہے اس لئے کہ نماز میں جو عجز و بندگی ہے۔ اتنی کسی اور عمل یا عبادت میں نہیں۔ تو فرمایا کہ اے غلام اب تجھے خزاہی بھی بنا دیا مال و دولت بھی دیدی۔ اب تجھے اموال کا مالک بنانا ہوں اس میں بھی اپنی غلامی اور بندگی کا ثبوت زکوٰۃ کی شکل میں دیتے رہو اور یہی نکتہ ہے نماز اور زکوٰۃ کے اتصال کا کہ عبادات کی ادائیگی سے مال و دولت کی فراخی بھی آئے گی اور حکومت و سلطنت بھی مل جائے گی اس لئے قرآن میں جگہ جگہ ایمان اور عمل صالح پر حفاظت ارضی کا وعدہ کیا گیا ہے اور تمکین فی الارض حکومت و سلطنت کا مقصد اقامت صلوٰۃ ادائیگی زکوٰۃ اور امر بالمعروف نہی عن المنکر بتلایا گیا ہے۔

## بدنی عبادات ملکیت جسمانی کا اعتراف

نماز کی فرضیت سے جسم اور جان پر اللہ کی ملکیت تسلیم کرنے کا اعتراف ہو گا اور نماز پانچ وقت فرض کی گئی۔ مگر اس میں بھی اتنی سہولتیں رکھی گئی ہیں کہ دنیا کی کسی نوکری یا ملازمت میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی جو حالت بھی ہو ملازم ڈیوٹی پر جائے گا گھر دین میں تنگی نہیں۔ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ طوفان اور بارش ہو تو گھر میں نماز پڑھو، بیمار ہے، صاحبِ عذر ہے تو بیٹھ کر پڑھے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو چارپائی پر لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔ اندھا ہے، لنگڑا ہے تو گھر میں پڑھے۔ پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو تیمم کر لے۔ سفر میں تو صلوٰۃ قصر یعنی (۲) رکعت فرض کی بجائے دو رکعت پڑھے کیا دنیا کے کسی اور قانون میں اتنی گنجائش ہے کہ عدالت میں حاضر ہونے کی بجائے گھر میں بیٹھ کر حاضری لگا دے۔ الغرض ہر عبادت بدنی میں اس کی ملکیت جسمانی کا اعتراف



ہے وہ حیم جو اللہ پر فروخت کر دیا گیا ہے ہمارے کیا؟ سب خدا داد ہے۔

**دین میں سہولت** | اسی طرح سہولت نماز زکوٰۃ کے علاوہ دیگر عبادات میں بھی ہے۔ حج بھی استطاعت پر موقوف ہے، زکوٰۃ

میں حوالان حول اور نصاب کی شکل میں سہولت ہے اس کے علاوہ ہمارے دین میں جو اور سہولتیں ہیں اس کا بھی حد و حساب نہیں۔

بعض ادیان میں گناہوں کی سزا قتل نفس تھی، گھر پر بکھ دیا جاتا کہ یہ مجرم ہے فلاں مجرم کیا ہے، پکڑا پلید ہو جاتا، تو اسے کاٹ دیا جاتا یا جلادیا جاتا، تیمم کی گنجائش نہ تھی، نماز صرف مسجد میں ادا ہو سکتی تھی۔ اسلام کہتا ہے کہ جتنا بھی بڑا گناہ کیوں نہ کیا ہو، اس پر اظہارِ تدامت کر دو، روؤ، استغفار کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ معاف کر دے گا۔  
التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔

پھر گناہ ہو گیا تو پھر آ جاؤ۔ اور توبہ کرو۔

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ ایں درگہ مادر گہ نو میسر می نیست

ہاں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، جب تک کہ ادا نہ کئے جائیں۔ حقوق العباد ہیں اللہ تعالیٰ کی حق تلفی بھی ہو جاتی ہے۔ اس گناہ کا ازالہ جس نے دھونے سے ہو جائے گا مگر بندہ کا حق ادائیگی سے ہی معاف ہو گا۔ گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہم عاجزوں کے حقوق کی پاسداری کے لئے لازم کر لیا کہ اوروں کو نقصان نہ ہو۔

الفرع پورا دین آتنا آسان اور پھر اتنا نفع بخش کہ دین و دنیا کی سرخروئی حاصل ہو جائے دنیا و آخرت کا اس میں نفع ہو جس طرح اللہ نے اس دین کے صدقے صحابہ کرامؓ کو دنیا و آخرت کا چاند اور سورج بنا دیا۔ ایک بے آسرا اور بغیر آلات و وسائل قوم کے ذریعہ دنیا میں حکومت عادلہ قائم کر دی۔ ہر ایک جنت کا پھول اور باغ بن گیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رضائے الہی کی نعمت پر فائز ہوئے۔ اور اگر عبادات اور احکام میں بعض مرتبہ کچھ تنگی اٹھانی بھی پڑ جائے

تو آخرت کی کامیابی کے بدلے اس کی کیا عینیت ہے کاشت کار اور دکاندار ذریعے نفع کئے  
 لئے سال بھر مشقت کرتا ہے تو یہ تنگی کہاں اس کے بدلے میں عرش کے سایہ میں بیٹھنا نصیب  
 ہوگا۔ جب کہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ۵۰ ہزار سال کا دن ۲ رکعت نفل ادا کرنے کے وقت کے  
 برابر ہو جائے گا۔ پھر اگر عبادات میں کچھ پابندی بھی ہو تو کیا۔ دنیا کے سارے کاموں میں پابندی  
 نہیں؟ کھانے پینے، لباس پہننے، قصائے شادی کر تے ہیں پابندی نہیں؟ گھر بار اہل و عیال  
 کی ویرانیاں اٹھانے میں پابندی نہیں؟ ملازمت، تجارت میں پابندی نہیں؟ اگر یہ سب  
 کچھ نفع کی خاطر کرنا پڑتا ہے تو دین کو بھی نہایت خوشی سے اپنا ناچا ہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس  
 آسان دین پر عامل بنا دے۔ آمین۔

وَأُخِرْ دَعَاؤُنَا انْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## حُدود و مقادیرِ زکوٰۃ

اور

منصوصات قرآنی کے مفہوم میں تبدیلی کے لحاظ نہ خیالات

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کے ناظم تعلیمات نے ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء  
سٹوڈنٹس یونین گورنمنٹ ڈگری کالج مظفر آباد کے جلسہ رسم حلفت و قیاداری  
میں ایک تقریر کی تھی اس تقریر میں انہوں نے اسلام کے بعض بنیادی اور  
مسئلہ اصولوں کے بارہ میں ایسے خیالات کا اظہار کیا تھا جن کے خلاف ملک بھر میں  
شدید رد عمل کا اظہار کیا گیا۔ قرآن کریم کے جن ارشادات کے بارے  
میں ناظم تعلیمات نے رائے زنی کی وہ یہ ہیں:

(۱) زکوٰۃ کی شرح

(۲) قطع ید کا مفہوم قرآن اور سنت کی روشنی میں

(۳) قرآنی احکامات کے مفہوم اور معانی میں تبدیلی کے احکامات

شیخ صاحب کی تقریر سے ملک میں جو ہرجاں برپا ہوا اس کی وجہ سے حکومت نے

بجا طور پر موزوں فیصلہ کیا اس بارہ میں دین کے مستند اور مسلمہ علماء اور فضلاء کی رائے معلوم  
کی جائے۔ اس لئے حکومت آزاد کشمیر کے سیکرٹری تعلیمات نے حضرت شیخ الحدیث مولانا

عبدالحق مدظلہ کی خدمت میں شیخ صاحب کی مفصل تقریر ٹیپ ریکارڈ سے نقل کروا کر بھیجی کہ آپ  
اس بارہ میں رائے قائم کر سکیں۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے تقریر کو ملاحظہ فرما کر حسبِ ذیل

جواب لکھوایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ صاحب کے خیالات قرآن حکیم کے قطعی نصوص اس کے مفہومات اور صحیح اسلامی نظریات سے متصادم ہیں۔ ہم شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے دیا گیا جواب یہاں شائع کر رہے ہیں۔ (مرتب)

★

شیخ محمود احمد صاحب ناظم تعلیمات آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر مظفر آباد کی تقریر (جو انہوں نے گورنمنٹ ڈگری کالج کے جلسہ رسم حلف و قناری میں تباریخ ۱۹ جنوری کی تھی) غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شیخ صاحب موصوف سٹر پیوینڈ اور ڈاکٹر فضل الرحمن کے منہج پر الحاد اور تحریف دین کے دلدادہ ہیں۔ اگر انہیں اس قسم کی مجالس میں لب کشائی کے مزید مواقع فراہم کئے جائیں تو ان کی اسلام دشمنی، قرآن و حدیث میں رائے زنی فقہاء کرام اور محدثین حضرات پر طعنہ زنی کے بہت سے خفیہ عزائم کھل کر عوام کے سامنے آ جائیں گے۔

تجرب ہے کہ فن طب

دینی مسائل میں رائے زنی کیلئے اہلیت شرط ہے اور ڈاکٹری کے اصول

و فروغ سے بے خبر شخص کو تو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ محض زبان دانی اور فن طب کی چٹ کتب اور تراجم کے مطالعہ کے بعد اس فن کے مسائل پر بحث کرے۔ جب تک کہ وہ مکمل نصاب طب پڑھ کر عملی امتحان میں کامیابی حاصل نہ کرے۔ اسی طرح موجودہ مروجہ قوانین کی تشریح اور ان کے مطالب و مفاہیم کو وہی متعین کر سکتا ہے جو کسی لاکالج سے فارغ التحصیل اور ماہر ہو۔ مگر ثمر لیت اور قانون الہی کو ہر ایک اپنی تحقیق کا نشانہ بناتا ہے۔ حالانکہ اسے ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت، حدود و تعزیرات سے تفصیلاً علی وجہ البصیرۃ واقفیت نہ ہو اور نہ ان کو دین کے ناخذ یعنی قرآن کریم اور احادیث نبویہ (علی صا جہا الف الف تحیہ) میں تعمق و تحقیق کا ملکہ بتیسر ہو۔ اور نہ احکام منصوصہ، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ پر اسے عبور حاصل ہو اور



زادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ، تفاسیر سے آشنا ہوا اور نہ احادیث نبویہ پر محققانہ نگاہ رکھتا ہو۔ صرف عربی لغت کے اتراد اور چند تراجم کے مطالعہ سے وہ دینی مسائل پر بحث و تنقید شروع کرنے لگتا ہے، حالانکہ یہ سے لوگوں کو حکم ہے۔  
 فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (الآیہ)  
 اُنر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کیا کریں۔

انما مشفاء السعی التّسوال۔ جہل کا علاج یہ ہے کہ اس کے بارے میں اہل علم سے مسائل دریافت کئے جائیں۔ (الحديث)

شیخ صاحب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی موجودہ زمانہ کے دوسرے متجددین کی طرح دین کی تفصیل میں تراجم اور زبان دانی پر قناعت کی ہے۔ دوسرے صناعات اور فنون ادبیہ وغیرہ علوم طبعیہ کی طرح علم دین کے لئے مستند ماہرین کا تلمذ اور اس میں بصیرت حاصل کرنے کے لئے معتد بہ وقت خرچ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اس لئے صاحب قرآن کے ٹلی اور قولی تشریح اور صحابہ کرام جن کو قرآن مجید کے مطالب و مسائل کا علم (بلا واسطہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے۔ اور تابعین ائمہ مجتہدین، مفسرین و محدثین کی بیان کردہ تشریحات سے بلا ترم ہو کر زکوٰۃ کو ٹیکس بتایا۔ سرقہ کی حد میں قطع ید (ہاتھ کاٹنا) کے مفہوم کو لغت سے احسان و انعام قرار دینے لگا اور سرقہ کے مفہوم میں ہر ناجائز استحصال کو مندرجہ کر کے ساتھ ساتھ فقہاء کرام کے ساتھ تسخر کرنے لگا کہ انہوں نے بلا وجہ سرقہ کے مفہوم سے کئی بڑی نیات مستثنیٰ کر دی ہیں۔ آگے بڑھ کر خود اپنے آپ کو اس کا اہل قرار دیا کہ "ید" کا معنی اکرام لیا اور شریعت مطہرہ کی مقرر کردہ حد کو منسوخ سمجھا۔ ع  
 برہ عقل و دانش یاید گریست

کیا شیخ صاحب کے مزعور معنی کو نہ تو خود رسول پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے، باوجودیکہ آپ اہل لسان تھے، عقل البشر تھے، روئے زمین پر بلاغت و فصاحت میں ان کا

کوئی ہمسرہ تھا۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے مطالب بیان کرنے کا خود ذمہ لیا ہے۔  
 ثَمَرَاتٌ عَلَيْنَا بَيَانُهُ۔ یقیناً ہم ہی اس قرآن کریم کی تشریح کر سکیں گے۔

اور اسی طرح شیخ صاحب

حدود و مقادیر میں کوئی رد و بدل کا مجاز نہیں کے بیان کردہ معنی سے یہ

حقیقت ظاہر ہو گئی ہے کہ ان کے خیال میں صحابہ کرامؓ نے بھی یہ معنی نہیں سمجھے ورنہ محض وہابیہ کے معاملہ میں حضرت امامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ بھیجتے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خطاب آمیز خطاب فرما کر حقیقت واضح کر دی اِنِّیْ حَدِّیْ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ کہ حدود اللہ میں سفارش کی کوئی گنجائش نہیں اور اس میں رد و بدل کا کوئی مجاز نہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ بھی عبادت ہے نہ کہ ٹیکس جس طرح کہ نماز، روزہ، حج عبادت اور حقوق اللہ ہیں۔ کوئی انسان کسی کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ معاف نہیں کر سکتا۔ اگر ان امور میں صاحب رسالت یا حکومت یا اور کسی کا حق ہوتا تو جس طرح ایک انسان دوسرے حقوق العباد میں اپنے حق سے دستبردار ہو سکتا ہے اور اپنے حق کو معاف کر سکتا ہے تو یہ نماز، روزہ وغیرہ بھی انسان کی طرف سے قابل معافی ہوتے تو جس طرح نماز کی رکعات اور اوقات میں کسی کو کمی بیشی۔ رد و بدل کا حق حاصل نہیں اسی طرح زکوٰۃ کے مقادیر میں کمی بیشی کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ شیخ صاحب نے اپنی تقریر میں کہا ہے ”بدقسمتی سے ہم نے زکوٰۃ کے تصور کو مروجہ ایام کے ساتھ ترقی نہیں دی، زکوٰۃ کا حکم قرآن میں بیسیوں جگہ موجود ہے۔ تشریح زکوٰۃ کہیں بیان نہیں ہوئی اس میں اللہ پاک کی بہت بڑی حکمت تھی۔ کیونکہ اصول زکوٰۃ غیر تبدیل چیز تھی اس کا تو حکم دے دیا گیا۔ تشریح زکوٰۃ کوئی ایسی ہو ہی نہیں سکتی تھی جو غیر تبدیل نہ ہو۔ اس لئے تشریح زکوٰۃ بیان نہ ہوئی کیونکہ مروجہ ایام کے ساتھ حالات کے ساتھ زمانے کے ساتھ مختلف ماحول میں مختلف تشریحیں رکھنی پڑتی ہیں۔“

**زکوٰۃ اور منکرین حدیث** | مذکورہ بالا شیخ صاحب کی تقریر کا متن ہے۔ اب آپ ذرا  
مرٹ پر ویز کی نام نہاد اسلامی تحقیق کو دیکھئے۔ پرویز اپنی

کتاب ”قرآنی فیصلے“ کے صفحہ ۳۵ میں رقمطراز ہے :  
”زکوٰۃ اس ٹیکس سے علاوہ اور کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے  
اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں ہے، اس لئے کہ شرح ٹیکس کا انحصار ضروریات  
مٹی پر ہے۔ حتیٰ کہ ہنگامی صورتوں میں حکومت وہ سب کچھ وصول کر سکتی ہے جو  
کسی کی ضرورت سے زائد ہو۔“

مرٹ پر ویز اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ میں لکھتا ہے :  
زکوٰۃ یعنی حکومت کے ٹیکس کی شرح میں تغیر و تبدل کی ضرورت ایک ایسی  
حقیقت ہے جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں آتی۔“

ان عبارات سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شیخ صاحب درحقیقت مرٹ پر ویز  
کے افکار کے ترجمان ہیں اور دونوں کا مبلغ علم ایک جیسا ہے۔

**اہل الحاد کا استدلال** | شیخ صاحب نے **وَكَيْسُلُوكَ مَا ذَا يُنْفِقُونَ**  
**اور اس کا مختصر جواب** | **قُلِ الْعَفْوَ** سے استدلال کیا ہے۔ یعنی ضرورت سے  
زائد تمام مال کو خرچ کر داکس کے متعلق واضح رہے کہ  
ماہرین قرآن و تفسیر نے اس کو خیر و غیرات پر محمول کیا ہے۔ اور ابن عباسؓ نے اس کو منسوخ  
کہا ہے۔ ”رواہ ابن ابی حاتم۔“

لیکن زکوٰۃ پر اس کو کسی نے محمول نہیں کیا اور اصولی طور سے یہ صحیح بھی نہیں ہو سکتا  
کیونکہ اگر قرآن کریم کا یہ مطلب ہوتا کہ ضرورت سے زائد مال کو بھرتی طور سے خرچ کیا جائے گا۔  
تو پیغمبر علیہ السلام کا **فِي مَعْنَاكَ** اور دیگر متعدد احادیث کے مختلف مقادیر زکوٰۃ مقرر کرنا قرآن  
سے تصادم اور مخالفت ہوتا۔ اور یہ ناممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے

ایک حکم اور دائمی حکم کے مقابلہ میں ایک متغیّر حکم نافذ کریں۔ اس کے بعد شیخ صاحب فرماتے ہیں :

”کہ حضورؐ نے اپنے زمانے میں اپنے ماحول کے مطابق کچھ شرعی مقرر کی تھیں لیکن

حضرت عمرؓ جن کی خلافت میں، اور رسول پاکؐ کے زمانے میں صرف اڑھائی

سال حضرت ابوبکرؓ کی خلافت آتی ہے، انہوں نے اپنے زمانے میں گھوڑوں

پر زکوٰۃ کی شرح عائد کی جو کہ حضورؐ نے عائد نہیں کی۔ مال تجارت پر انہوں

نے شرح زکوٰۃ لگائی جو کہ حضورؐ نے نہیں لگائی جس کا مطلب یہ ہے کہ عمرؓ یہ

سمجھتے تھے کہ زکوٰۃ جو ہے اس کی شرح ایک تبدیل چیز ہے“

اس کے متعلق واضح رہے کہ گھوڑوں اور مال تجارت میں زکوٰۃ حضورؐ نے خود لگائی ہے۔ بیشک

عامل کی وصولی غیر مصرح ہے :

روى الدارقطني مرفوعاً في كلّ  
فَرَسٍ سَائِمَةٍ دِينَارٌ أَوْ عَشْرَةُ

دَرَاهِمٍ وَ رَوَى ابُو دَاوُدَ عَنْ  
سَمُرَةَ بِنْتِ حَنْدَبٍ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا  
أَنْ نَخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْبَدْيِ

بِهِ بَرْدَايْتِ سَمُرَةُ بِنْتِ حَنْدَبٍ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا  
أَنْ نَخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الْبَدْيِ

نَعْدَهُ لِلْبَيْعِ -

نیز یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ حضرت عمرؓ نے جس نوعیت سے زکوٰۃ کی وصولی عائد کی تھی

وہ کسی ضرورت پر مبنی نہیں تھی۔ لہذا شیخ صاحب کا استدلال غلط ہے۔ بلکہ واقعہ یوں ہے

کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اہل شام امرا کہہ رہے ہیں کہ ہم سے گھوڑوں

کی زکوٰۃ بھی وصول کریں تو حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کے بعد لکھا۔ اِنْ أَحَبُّوْا فَخُذْهَا

مِنْهُمْ۔ یعنی اگر اپنی مرضی سے کوئی دیوے تو وصول کیا کریں۔ (کتاب الاموال لابن عبید صفحہ ۶۵)



شیخ صاحب کہتے ہیں :

”اور حضرت علیؑ نے جو فرمایا ہے کہ اگر کسی معاشرے میں احتیاج باقی ہو تو

یہ سمجھنا چاہیے کہ یہاں زکوٰۃ نہیں دی جا رہی“

— تو حضرت علیؑ کی اس عبارت سے ہر صاحب غرض اپنے غشاء اور غرض کے

مطابق استدلال کرے گا۔ بعض کہیں گے کہ اس میں اشتراکیت کی طرف لطیف اشارات

ہیں کہ یہ سرمایہ دار جب غریبوں کے حقوق ادا نہیں کرتے، لہذا ان غریبوں اور مزدور طبقہ کی داد دینی

کرنی چاہیے۔ اور کوئی کہے گا کہ اس میں سرمایہ داری کی طرف اشارہ ہے کہ سرمایہ زیادہ سے

زیادہ جمع کرنا چاہیے، تاکہ احتیاج ختم ہو جائے۔ اور کوئی کہے گا کہ شرح زکوٰۃ کے غیر متبادل ہونے

کی طرف اشارہ ہے مگر حقیقت صرف یہ ہے کہ اس میں زکوٰۃ نہ دینے پر دنیوی وبال

کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے :

ما ظہر الغلول فی قوم الا القی کسی قوم میں جب خیانت کی بیماری پھیل

اللہ فی قلوبہم الرعب ولا فشا جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب

الرزق فی قوم الا کثر فیہم الموت ڈال دیتا ہے اور جب کسی قوم میں زنا کا مرض پیدا

ولا نقص قوم السکیال والمیزان ہو جائے تو ان میں موت و ہلاکت زیادہ کر دیتا

الا قطع عنہم الرزق ولا حکم ہے اور جو لوگ تول ماپ میں کمی کرتے ہیں ان

بخیحق الا فشا فیہم الدم پر رزق کی تنگی کا وبال نازل فرماتا ہے

ولا حترقوم بالعہد الاسلط اور جو لوگ ناجائز فیصلے کرتے ہیں ان پر خونریزی

علیہم الیہود۔ کا عذاب سلا کر دیتا ہے اور جو قوم عہد شکنی

کرتی ہے تو ان پر یہود سلا کر دیتا ہے۔ (سراوۃ مالک)

شیخ صاحب نے چور کے ہاتھ کاٹنے سے مراد

اس پر احسانات وغیرہ بند کرنا لیا ہے۔ لیکن صرف

نقطع ید کے مفہوم میں تحریف

یہ کا اطلاق اگرچہ احسان پر آتا ہے، مگر قطعاً یہ کا معنی لغت عربی میں ہاتھ کاٹنا ہے۔ اور اسی ہی نو  
پیغمبر علیہ السلام نے مراد لے کر چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے:

عن عائشة ان قریشاً اہبہم  
شان البرۃ البخزومیۃ الّتی  
سرقت فقالوا من یحکم  
فیہا رسول اللہ فقالوا ومن  
یجترئ علیہ الا اسماء  
حب رسول اللہ صلعم فکلمہ  
اسامۃ فقال رسول اللہ اتشفع  
فی حد من حدود اللہ ثم  
قام فاختطب فقال یا ایہا  
الناس انما ہلک الذین  
قبلکم انہم کانوا اذا  
سرق فیہم الشریف ترکوہ  
راذا سرق فیہم الضعیف  
اقاموا علیہ الحد وایم  
اللہ لو ان من اطمع بنت  
محبلة سرقت لقطععت  
بیدھا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قریش  
کو قبیلہ مخزومی کی ایک عورت سے  
چوری کے فعل نے پریشان کر دیا۔ قریش  
نے باہمی مشورہ کیا کہ اس عورت کو ہاتھ  
کاٹنے کی سزا سے بچانے کے لئے حضورؐ کی  
خدمت میں سفارش کرنی چاہیئے۔ سب  
نے حضرت اسماءؓ کو منتخب کیا کیونکہ  
وہ آپؐ حضرت کے محبوب تھیں، تو حضرت  
اسماءؓ نے جب سفارش کی تو بارگاہ رسالت  
سے جواب ملا کہ تم حدود اللہ میں سفارش  
کرتے ہو پھر حضورؐ اکرمؐ نے کھڑے ہو کر  
خطبہ دیا اور فرمایا کہ پہلے لوگ اس لئے  
ہلاک ہوئے کہ جب ان میں کوئی شریفیت  
چوری کرتا تو اسے چھوڑتے اور جب کوئی  
ناوار چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے  
خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ (خدا نخواستہ)  
چوری کرتی تو میں ضرور اس کے ہاتھ کو کاٹتا۔

اسی طرح خلفاء راشدین نے اپنے زمانہ خلافت میں چوروں کے ہاتھ کاٹنے  
کے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ اور قطعاً یہ سے تمام قدثین۔ ائمہ اربعہ۔ فقہاء کرام اور تمام کے

تمام ماہرینِ قانونِ اسلامی نے ہاتھ کاٹنا مراد لیا ہے نہ کہ احسان و اکرام۔ لہذا شیخ صاحب نے قطعی طور پر قرآن مجید میں جرمِ تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔

**مفہوم قرآن میں تبدیلی ؟** | قرآنی احکام کے مفہوم میں تبدیلی درحقیقت تحریف ہے۔ ظاہر ہے کہ الفاظ قرآن سے جو معانی ارادہ کئے گئے ہیں۔ درایت یا روایت۔ تفسیراً یا تاویلاً درست نہیں قرآن مجید کے الفاظ سے ایسا معنی مراد لیتا کہ نہ تفسیر ہو نہ تاویل نہ درایت سے حاصل ہو نہ روایت سے تو اس کو تحریف معنوی کہتے ہیں۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

اور یہود میں ایک گروہ ایسا تھا کہ وہ تورات سن سن کر اس میں تحریف و تبدیلی کرنے لگتا حالانکہ وہ اس کے صحیح مفہوم کو سمجھ چکے ہوتے۔ پھر ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی خود نوشت باتوں کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(الایۃ)

اور الفاظ کے معانی کو تبدیل کرنے سے احکام بدلتے ہیں اور شارع کی اجازت کے بغیر کسی حکم شرعی کو بدلنا نئی تشریح ہے۔ گویا بدلنے والے خود مقتن (قانون ساز) ہیں۔ تو یہ قانونِ الہی نہ ہوا بلکہ انسانی قانون ہوا۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تَلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ۔ آنحضرتؐ کو خطاب ہے کہ آپ ان کو بتا دیجئے کہ مجھے بھی اس کتاب میں اپنی طرف سے تبدیلی کا کوئی حق نہیں میں تو صرف وحی الہی کا تابع ہوں۔

مزید برآں اگر اس کا مراد وہ ہوتا تو فاقطعوا ایڈیکم عنہما۔  
 فرمانا ضروری ہوتا یعنی اپنے احسانات ان پر بند کر دو۔ بہر حال آیت مذکورہ حدسرقہ میں  
 ازروئے شرع محکم ہے۔ اس میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اور تاویل کرنا درحقیقت  
 الحاد ہے پس جس طرح دین اسلام کے مسلمات اور قرآنی کلمات اور شرعی  
 اصطلاحات میں نئی نئی تعبیر کا فتنہ سب سے پہلے باطنیہ اور قرامطہ نے برپا کیا اور اُمت  
 نے یا لاتفاق ان کو کافر خارج از اسلام قرار دیا تو اسی طرح دیگر متجددین (نئی ضرورتوں  
 کے مطابق نئی معانی پیدا کرنے والوں) کے ایسے نظریات طحذانہ اور کافرانہ ہیں۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## رمضان المبارک فضائل بڑی حکمتیں

رحمتوں کی بارش کا مہینہ | قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوشہر  
اولہ رحمة — واوسطہ مغفرة —

واخوة عتق من النار۔ (الحديث) محترم بزرگو! جس طرح انسان کے بدن میں سرے پاؤں تک مختلف اعضاء ہیں مگر سب اعضاء کا نہ ایک حکم ہے نہ ایک مرتبہ۔ پاؤں کا الگ حکم ہے، ناسن کا الگ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں الگ مقاصد رکھتی ہیں۔ دل اور آنکھوں کا الگ مقام ہے۔ الغرض انسان ایک ہے مگر اعضاء و جوارح میں فرق ہے۔ کیفیت میں ایک ہی تخم اگتا ہے مگر پودے کے پتے الگ اور میوہ الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ جس میں ہر شخص فرق کر سکتا ہے کہ آنکھوں کا درجہ اور مقام آنکھوں سے اونچا اور برتر ہے۔ اسی طرح سال کے بارہ مہینے میں رمضان کا مقام اور درجہ بہت اونچا ہے۔ پھر رمضان میں آخری عشرہ (دس دن) تو درحقیقت ایسا ہے جیسے کہ رحمت خداوندی کی جھڑی لگ جائے، بارش کبھی بوند باندی ہوتی ہے، کبھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اور کبھی تو لگاتار جھڑی لگ جاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں شدت آنے لگتی ہے اور جس طرح بارش سے سارا ملک سبزہ نوار اور آباد ہو جاتا ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اور ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندگی بخشی۔ اس طرح رحمت باطنی کی بارش سے سوکھے اور مرجھائے ہوئے دل لہلہا اٹھتے ہیں۔ اور مرنے والی زندگی مردہ دلوں کو نصیب ہو جاتی ہے، اور جس طرح پانی ایک بڑی رحمت ہے

نعمت ہے مگر جو قوم نعمت خداوندی کا شکر بجا نہ لائے تو یہی نعمت اس کے لئے وبال بن جاتی ہے اور قوم نوح کی طرح وہ قوم اسی نعمت کے ذریعے سے ہلاک کر دی جاتی ہے، اس طرح رمضان جو رحمت کی جھڑی کا موسم ہے جو شخص اس سے فائدہ اٹھائے وہ عذاب خداوندی کا مورد بن کر نہ جاتا ہے اور رحمت کا یہی موسم اس کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح حضورؐ نے تین مرتبہ بد عادی اور فرمایا کہ ایسا شخص بہت بد قسمت ہے جس پر رمضان آکر گزر گیا، اور یہ خدا کی رحمت سے محروم رہا، اور بخشش و مغفرت کا اپنے آپ کو مستحق نہ بنایا فرمایا ایسے شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جائے پھر تہنا بھی رمضان کا مہینہ گذرتا جاتا ہے، اس رحمت کے نزول میں اضافہ اور ترقی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخری راتیں تو اس رحمت کے پورے جوش کی ہوتی ہیں۔

رمضان کا سارا مہینہ دھیمی دھیمی بارش ہوتی رہی اور آخری دنوں میں رحمت میں جوش اور تلاطم پیدا ہو کر رحمت کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ تو رمضان خدا کی رحمت معنوی کا موسم ہے گھر بار بیٹھے بیٹھے رحمت برستی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اس کا پہلا عشرہ (دہائی) رحمت ہے رحمت خداوندی کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا عشرہ مغفرت ہے۔ اس میں گنہگاروں کے گناہ بخش دئے جاتے ہیں، اور آخری عشرہ تو جہنم کی آگ سے خلاصی کے دن ہیں۔  
 وَالْآخِرَةُ عَشْرٌ مِّنَ النَّارِ۔ اس میں دوزخ کے مستحق آگ سے بچائے جاتے ہیں۔  
 اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک کپڑا یا بدن میلا ہو تو معمولی گرمی وغیرہ اسے پانی سے چلا جاتا ہے، لیکن اگر قدرے سخت ہو تو پہلی دفعہ پانی ڈالنے سے میل کچیل نرم ہو جاتا ہے، لیکن اسے زیادہ ملنے اور رگڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوبارہ پانی ڈال دیا تو صاف ہوا، اور اگر میل کچیل زیادہ سخت ہو تو صابن اور گرم پانی میں جوکشن دینے اور پتھروں پر اسے مارنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح لوہا ہے، وہ رنگ آلودہ ہو جاتا ہے تو لوہا اسے بھٹی میں ڈالتا ہے۔ سندان سے مارتا ہے کہ رنگ چلا جائے ٹھنڈا ہونے پر اسے دیکھتا ہے

صاف نہ ہوا ہو تو اسے زیادہ گرمی اور سحرارت کی ضرورت ہوتی ہے، بار بار اسے آگ میں ڈالتا اور مانتا ہے، اور اگر بالکل مایوس ہو جائے کہ سارا رنگ آلودہ ہو چکا ہے تو اسے بیکار سمجھ کر بھٹی ہی میں چھوڑ دیتا ہے کہ جلتا رہے کیونکہ یہ اب کسی کام کا نہیں رہا۔ پس جو پاکباز ہیں ان کے قلوب تو پہلے ہی عشرہ میں شفاف ہو جاتے ہیں، اور جو پاکباز نہ تھے اور گنہگار تھے، دوسرے عشرہ میں ان کے قلوب رحمت و مغفرت سے تروتازہ ہوئے اور جودل کوئلہ کی طرح جل گئے تھے پورے رنگ آلودہ تھے، گناہوں کی وجہ سے دل چھان چھان ہو گیا ہے، تو اگر ایسے لوگ بھی سدھر جائیں، اللہ کی رحمت کے طلب گار بن جائیں، استغفار اور توبہ کر لیں تو رمضان کے آخری ایام ان کے لئے بھی عشق من النار (جہنم سے نجات) کا سبب ہیں، بشرطیکہ بندہ ذرا سی توجہ اور طلب ظاہر کر دے اور دنیا کی حکومتیں بھی ایسا کرتی ہیں، اعلان ہوتا ہے کہ فلاں دن یوم آزادی ہے اس دن دس سالہ قیدیوں کو رہا کیا جائے گا اور کچھ بہت بڑی خوشی کا دن ہوتا ہے تو پھانسی کے مستحق اور عمر قید پانے والوں کو بھی درخواست کی صورت میں نجات کا پروانہ مل جاتا ہے۔

تو بھائیو! واللہ العظیم ایسی جھڑنی کا مہینہ پھر ملے پانے ملے اس سے فائدہ اٹھاؤ کچھ کاشت کر لو۔ آخرت کے لئے کچھ کما لو، اگر کسی کاشت کار نے بارش سے فائدہ اٹھایا، زمین پر محنت کی تو اس کی محنت بار آور ہوگی، اور جو غافل رہا تو اس کو سولے محرومی اور افسوس کے کیا ملے گا۔ اور اگر کسی نے پہلے سے تیاری کی ہو، زمین صاف کی ہو اور بیج بولیا ہو تو ایسے زمیندار کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ اب تو انشاء اللہ محنت ٹھکانے لگ جائے گی۔ پس ان ایام میں آخرت کے لئے کچھ بولو۔

حضرت نے فرمایا:

دنیا آخرت کے لئے کھیتی ہے۔

الدنيا مزرعة الآخرة

تم بھی اس موسم سے فائدہ اٹھاؤ جس میں نقل نیکی فرعن اور ایک نیکی ستر نیکیوں کے برابر ہے پھر آجکل تو ٹھیکوں کا زمانہ ہے، نفع کے لئے رشوت دی جاتی ہے۔ پوری قوم اس لعنت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گناہ سے بچائے۔

تو اللہ تعالیٰ اس موسم میں بغیر رشوت کے ستر گنا نفع دیتا ہے اور پھر دنیا کے ٹھیکیدار اگر سو میل سڑک بنادیں، اور اس میں دو ایک میل بھی خراب ہو تو مالک سارے کام متروک کر دیتا ہے۔ مگر اللہ وہ ذات ہے کہ اگر ایک سو میل بناٹی ہوئی سڑک خراب ہے مگر دو ایک میل اس میں ٹھیک ہے تو وہ سب قبول کر دیتا ہے کہ صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر واپس آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہا جاتا۔ اگر مہینہ بھر رمضان کا قدر و قیمت نہ ہوئی، پچیس روزوں کو ضائع کر دیا اور آخری پانچ دنوں میں بھی سنبھل گیا، رویا، استغفار کیا تو اس صورت میں بھی اللہ کی رحمت جوش میں آ جاتی ہے اور سب کچھ بخش کر اسے پورے رمضان کی برکتوں سے نواز دیتا ہے۔ افسوس اور حسرت ہے اس بد قسمت پر جو ایسی سردی کے موسم میں بھی روزے نہ رکھ سکا، وہ کس طرح قہر خداوندی سے بچ سکے گا۔ یہ رنگ آلودہ لوہا ہے جو مھٹی میں چھوڑ دیا جائے گا۔ یا یوں کہیے کہ ایسی شوریدہ زمین ہے جس کی سرسبزی کی کوئی امید نہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## رمضان، اللہ کی رحمتوں کا پیغام

محترم بزرگوار! رمضان شریف کا مہینہ خوش قسمت لوگوں کے لئے رحمتوں اور مغفرت و بخشش کا پیغام تھا، اس پیغام کے مطابق جس نے مغفرت خداوندی حاصل کرنے کی سعی کی، اللہ تعالیٰ نے اسے کامیاب کر دیا، اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ:

ع ہنری دستان قمت را چہ سودا ز رہبر کابل

قمت یادری نہ کرے تو پیر اور استاد بہت کابل ہو تو کیا ہوتا ہے کہ: ع

خضرا نہ آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

بد نصیب و دیا کے کنارے سے بھی پیاسا آ جاتا ہے، مسجد میں بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھتا، ایسی سخت سردی میں بھی روزہ نہیں رکھتا، ایسے شخص کا تو سب کچھ لٹ گیا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں ایمان اور علم کی دولت تقسیم ہوتی رہی اور آج چودہ سو برس بعد بھی خشک قوم کی ان خشک اور ویران پہاڑوں میں بھی لا الہ الا اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے، یہ وہی آواز ہے جو حضورؐ نے بلند کی مگر جو بد قسمت تھا ابو جہل اور ابولہب حضورؐ کے گھر کی دیوار اور دروازے سے ملے ہوئے ہیں، مگر محروم ہیں، ابولہب حضورؐ کے چچا ہیں ایک گھر ہے بیچ میں چھوٹی سی دیوار حائل ہے حضورؐ ایک مرتبہ بوجہ علالت تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے، تو ابولہب کی بیوی نے کہا کہ اب ان کا شیطان ان سے روٹھ گیا اس لئے وہ آج نہیں اٹھے۔ رحمت کا سمندر بہتا رہا مگر بد قسمت محروم رہے۔ یہ کسی کی عقل اور سمجھ پر نہیں، علم اور قوت سے

نہیں، اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہماری حالت بہتر بنادے اور خاتمہ ایمان پر پہنچے۔

رمضان جیسارحمٰتوں کا مہینہ ہے اور یہ نادم نہ ہوگا اس کی آنکھوں سے نہ آنسو یہ ہے اس کا دل سخت ہے تو یہ علامت ہے تقاوت کی دوسری علامت یہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے منصوبے بناتا ہے، باغ لگاتا ہے۔ بنگلہ، زمین، ٹھیکہ، وزارت اور صدارت کے منصوبے بناتا ہے، اس ادھیڑ میں رہتا ہے اور حضرت عزرائیلؑ آکر اسے گردن سے پکڑ لیتے ہیں۔ تیسری علامت بد بختی کی یہ ہے کہ اس کی حرص دن بدن بڑھنے لگ جاتی ہے۔ دنیا کی حرص اور محبت نے ہی ہمیں تباہ کر دیا اور یہ دو چیزیں بے حد خطرناک ہیں۔

بہر تقدیر رمضان کے جتنے دن باقی ہیں انہیں غنیمت سمجھ لو، اب بھی موقع ہے، جب قیامت کے دن محروم اور غافل لوگ غم کے مارے اپنی انگلیاں کاٹیں گے۔ یَوْمَ يَحْضُرُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ۔ تو روزہ دار قیامت کے دن عرش خداوندی کے سایہ میں اس کی نعمت سے مالا مال ہوگا اور حسرت کرنے والوں کو اس حسرت دارمان کا کوئی فائدہ نہیں ملے گا، قیامت کے دن ہر شخص کو حسرت ہوگی۔ افسوس ہوگا کہ دنیا کی زندگی سے آخرت کے لئے کیوں زیادہ فائدہ نہ اٹھایا۔ اس لئے قیامت کو یوم الحسرة کہا گیا ہے۔ گنہگار اور مجرم حسرت کریں گے اے کاش! پیغمبر کے راستہ پر کیوں نہ چلے، قرنگی کا راستہ کیوں اختیار کیا، مگر نیکو کاروں کو بھی حسرت ہوگی کہ زیادہ نوافل زیادہ تلاوت اور زیادہ ختم قرآن کیوں نہ کئے۔ ہمارے امام ابوحنیفہؒ ۶۱ قرآن مجید پورے ختم کرتے۔



عشرہ آخرہ اور سحری کا وقت | آخری دس دنوں میں خصوصیت سے دو چیزوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ جن میں ایک اعتکاف ہے

و اختیار ہے اور ایک لیلۃ القدر ہے جس کی طلب اور تلاش کرنا ہے، اور طالب کا حکم بھی کسی چیز کے حاصل کرنے والے جیسا ہے کہ یہ بھی اللہ کے ہاں پائے والوں کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ ہوتی کہ:

كان يوقظ أهله في العشر الاواخر  
من رمضان وكل صغير وكبير  
يطيع الصلوة (او کما قال) بھی جو نماز پڑھنے کے قابل ہوتے۔

گویا سات آٹھ سال عمر کے بچوں کو بھی حضورؐ تہجد اور نماز کے لئے جگاتے۔ ہم سب سحری کے لئے جاگتے ہیں، بچوں کو کھلانے پلانے کے لئے جگاتے ہیں، مگر شیطان ہمیں تہجد پڑھنے نہیں دیتا، ایسا قیمتی وقت بے پرواہی میں کھو دیتے ہیں۔ اگر ہم خود بھی دو رکعت پڑھ لیں اور بچوں کو بھی وضو کرائیں اور دو رکعت ان سے پڑھالیں کہ عادت بن جائے تو کتنی خوش بنتی ہوگی۔ اللہ اور بندہ کے درمیان سارے حجابات اس وقت اٹھا دئے جاتے ہیں مگر ہم کھانے پینے اور تنہی مذاق میں سارا وقت ضائع کر دیتے ہیں، کھانا پینا تو چند منٹ کا کام ہے۔ چند لقمے لے لو اور اس سہری وقت سے فائدہ اٹھاؤ، حضورؐ کی حالت تو یہ تھی کہ دشتِ میزورہ گویا کمر بستہ ہو جاتے تھے اور یہ ایک محاورہ ہے کہ کسی کام کے لئے کمر باندھ لی تو حضورؐ تو سال بھر عبادت کے لئے مستعد رہتے مگر ان دنوں تو بالکل جہاد جیسی حالت ہو جاتی۔ لہذا چاہیے کہ ان دنوں ہم بھی خاص طور سے اہل و عیال کو دین کی طرف راغب کریں۔ کھانا پینا اور سونا بھی جائز ہے مگر ہم مقصد رغبتِ دین پیدا کرنا ہے۔

حضورؐ ان ایام میں اعتکاف فرماتے: وكان يعتكف في العشر الاواخر من رمضان۔

## اعتکاف

اعتکاف کا معنی کسی چیز کو بند کرنا یا بندھ لینا اپنے آپ کو تنقید اور محبوس کر لینا ہے



اپنی درخواست عاجزانہ شکل میں منوانے کے لئے کسی کے در پر پڑھ جانا کہ بارس ہو، دھوپ ہو، گرمی سردی ہو تیرے در کا غلام ہوں اس در پر پڑا رہوں گا جب تک میری درخواست قبول نہ ہو، نہ گھر جاؤں گا نہ اور کوئی دنیا کا کام کروں گا، روتا ہے، گڑا گڑاتا ہے، اٹھتا نہیں دھڑنا مار لیتا ہے۔۔۔ تو ایسی صورت میں تو سنگ دل سے سنگ دل حاکم بھی اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے تو یہاں تو ائمہ جیسے رحیم و کریم آقا سے معاملہ ہے اور رمضان جیسا بابرکت مہینہ ہے کہ ہر رات اللہ کی طرف سے مجرموں کو بخشش کے لئے پکارا جاتا ہے کہ اے مجرمو ذرا توبہ کر لو معاف کر دوں گا، بخش دوں گا۔

ذرا سا بہانہ بھی مغفرت کا بن جائے تو بخش دیتا ہے۔ ہر رات اس کی آواز ہوتی ہے کہ اے خیر کے طلب کرنے والو! ذرا توبہ آگے بڑھو اور کچھ توبہ مست طلب بڑھا دو، گناہوں سے توبہ کر لو، دل سے روؤ۔ اگر آنکھوں میں نمی آجائے یا اللہ رمضان کی حرمت سے مجھے معاف کر دے تو وہ بخش دے گا۔ وہ تو رمضان کی ہر رات دس لاکھ مجرم بخشتا ہے، اور آخری رات تو مہینہ بھر کے مجرموں کے برابر۔۔۔ توجوا اللہ کا بندہ گھر یا رہائش گاہ، دکان، سامان، بیوی، بچے سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں قیام کی طرح اعتکاف کی شکل میں مقید ہو گیا تو اس کی بخشش کیسے نہ ہوگی۔؟

اعتکاف یہ ہے کہ ایک شخص نجی گناہ جماعت والی مسجد میں بیسویں رمضان کی شام کو بیٹھ جائے۔ اگر عورت ہو تو گھر میں نماز کے لئے جو کو نہ مختص ہو اس میں بیٹھ جائے ہوائے حاجات انسانی کے اپنی اس قیام گاہ سے نہ نکلے، اکثر وقت ذکر و اذکار، تلاوت، نوافل اور نماز میں گزرے۔ یہ اعتکاف فرض کفایہ کی طرح سنت کفایہ ہے۔ اگر محلہ یا گاؤں میں کسی نے بھی نہ کیا تو سارا گاؤں یا محلہ تارک سنت ہوا۔ اور کسی نے ادا کیا تو خود بھی اجر و ثواب کا مستحق بنا اور سارے محلہ کو بھی گناہ سے بچا کر احسان کیا۔ افسوس کہ ہم نے اعتکاف جیسی سنت کو عظیم الفرصتی کا بہانہ بنا کر ترک کر دیا۔ لیکن کتنے لوگوں کو ہم نے دقنایا، اُس



وقت مردہ کو دیکھ کر ذرا تو سوچ لو کہ ”بابا کہاں جا رہے ہو، تمہیں فرصت نہ تھی، اب تو ہزاروں سال پڑے رہو گے۔ اب بھی فرصت ہے یا نہیں؟ یہ سب قبروں والے بڑے مصروف تھے کوئی کام نہیں چھوڑ سکتے تھے، مگر اب ان کی کیا حالت ہے۔“

بھائیو! نہ دنیا ہماری وجہ سے آباد ہے نہ دیران ہے، قبریں اکیلے خدا کے ساتھ معاملہ ہوگا، نئی دوستی تو اس وقت قائم نہیں ہو سکتی اور دنیا میں قائم نہ کی تو ہٹکا بٹکا رہ جائے گا کہ یا رب اب کیا کروں؟ تو متکف سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مسجد کے کونہ میں بیٹھ گیا، تو گویا قبر کی زندگی کو دنیا میں اختیار کی، محبت اور رابطہ اللہ سے قائم کیا، نہ مکان نہ دکان، نہ زمینداری کی فکر نہ دوست احباب کی۔ تو بعد از مرگ اللہ سے ایسی الفت اور ربط کام آئے گا۔ پھر تکلف کا فضیلت اتنی ہے کہ حدیث میں اس کا اجر دو حج اور دو عمروں کے برابر فرمایا گیا ہے، قانونی حج تو ہر مسلمان مستطیع پر فرض ہے مگر اسے اس عمل سے دو حج اور دو عمروں کا ثواب مل گیا۔

**لیلة القدر** | دوسری چیز آخری دس دنوں میں ہر رات خاص ذوق و شوق سے عبادت کرنا ہے۔ جس میں لیلة القدر کا احتمال ہے جو طاق راتوں: ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں زیادہ محتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خیر من الف شہر کہا ہے۔ ہزاروں مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، پھر خیر کی بھی کوئی حد نہیں، گویا بے حد اور بے حساب بہتر ہے، اسی سال کی عبادت پر بھاری ہے، اور ان دس دنوں کے علاوہ رمضان کی ساری راتوں میں بھی لیلة القدر کا احتمال ہے۔ اگر کوئی اتنا باہمت نہ ہو کہ ہر رات شب تیزی میں گزارے تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے مغرب و عشاء اور صبح کی نماز باجماعت پڑھ لی تو لیلة القدر کا ایک حصہ اس نے بھی پالیا تو ان ایام میں تو یہ لازم کر لو کہ نماز باجماعت چھوٹنے نہ پائے۔ مغرب کی اذان اور افطار کے بعد نماز گھر میں نہیں پڑھنی چاہیئے حضورؐ نے فرمایا:

لاصلوة لحیارا المسجد الا فی المسجد۔ مسجد کے پڑوسی کی فرض نماز صرف مسجد ہی میں ہوتی ہے۔

امام کے لئے بھی چاہیے کہ رمضان میں اذان کے بعد قدرے توقف کرے اور مقتدیوں پر مسجد پہنچنا لازم ہے، الغرض یہ دوچار گھنٹے بھی رات ہی کا حصہ ہیں۔ تو خاص دعاؤں کا لحاظ رکھا جائے۔ رمضان میں تیسری چیز تہجد کو ملحوظ رکھنا ہے۔ جس کا خاص اہتمام ہونا چاہیے۔ اگرگالی گلوچ اور دیگر منہیات میں مشغول رہیں تو یہ روزہ کی ایک بدبودار لاش ہوگی۔ چاہیے کہ اس میں لَحْلَکُمْ تَتَّقُونَ۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی روح آجائے۔ صبح سے شام تک زبان کو قابو رکھو۔ بُرائی، خُسد، بغض، کینہ، عناد ترک کر دو۔ کسی کا حق نہ مارو، اپنی نظریں نیچی رکھو، اپنے کانوں کو فلمی گانوں سے قطعاً بچاتے رہو۔ اس لئے کہ نامحرم عورتوں کی آواز سننا حرام ہے۔ اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے بچاتے رہو۔ جتنا بھی ہو سکے تقویٰ اور پرہیزگاری کا جذبہ پیدا کرو، یہی روزہ کامیاب ہوگا جس پر اجر و ثواب بھی مرتب ہوگا۔

**قرآن اور تراویح** | تراویح میں کم از کم ایک دفعہ ختم کرنا سنت ہے اب تک مسلمانوں میں حضورؐ کی یہ سنت رائج ہے اور اس کا مقصد قرآن مجید کا سننا اور اس پر عمل کرنا ہے جسے خدا زیادہ ہمت دے تو اور بھی بڑی نعمت ہے مگر اسے ہماری کمی کہئے کہ شیطان پہلے تو نیکی کی راہ میں روٹے اٹکاتا ہے اور اگر شروع کر دیں تو جلدی اور غلیت کراتا ہے کہ جلدی جلدی مٹھو کر لگا دیا جیسا کہ مرغی ٹونگا لگاتی ہے، اور ہمیں تلاش ہوتی ہے ایسے ماقط کی جو پندرہ بیس منٹ میں ساری تراویح پڑھاوے، جتنا بھی تھیر میل گاڑی کی طرح تیز دوڑ سکے وہی اچھا ماقط ہے۔ گویا تیز رفتاری اور ترقی کا زمانہ ہے ہم تراویح میں کیوں تیز رفتار نہیں۔ تو بھائیو! یہ بہت غلط بات ہے۔ تراویح میں جتنا زیادہ وقت لگ جائے موجب اجر ہے اور جتنا بھی صحیح تلفظ ہو، حروف کی تصحیح ہو کہ مقتدی کی سمجھ میں آسکے۔ اتنا ہی اجر زیادہ ملے گا، شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے اپنی نیکی برباد نہ کرو، شیطان کبھی یہ روڑا اٹکاتا ہے۔ منکرین حدیث وغیرہ کے ذریعہ کہ بغیر مطلب سمجھے ہوئے تلاوت اور اس کے سننے کا کیا فائدہ، استغالیٰ نے قرآن کریم نازل اس لئے کیا کہ ہم اسے پڑھیں، حفاظ سے سنیں اور اس کو سیکھ کر اس پر عمل کریں۔

اور سننے کی کیا صورت ہو۔



## روزے کا مقصد روزہ اور قرآن

رمضان کے تیس دن ہماری ٹریننگ اور عملی تربیت کے دن ہیں، جس طرح فوجی تربیت

ہو کر رہتی ہے۔ اسے لڑائی کے لئے جنگوں اور میدانوں میں رکھا جاتا ہے، بھوک اور پیاس کی عادت ڈالی جاتی ہے اس طرح جب رات کو ہم نے پارہ سوا پارہ قرآن مجید سن لیا جس میں کچھ اوامر ہیں کچھ نواہی ہیں تو اس ہم دن کو اپنی خواہش اور ہوس کو اپنے قابو میں رکھیں گے، خدا کے حکم کے مقابلہ میں اپنی خواہش کے پیچھے نہیں جائیں گے بلکہ اس کی عملاً تعمیل کریں گے۔ خدا کا حکم ہے کہ مت کھاؤ، مت پیو، جی چاہے گا مگر ہم رک جائیں گے، دن بھر رات کی تراویح کا سبق دہرایا جا رہا ہے اور مقصد یہ ہے کہ عمر بھر اللہ کے احکام کی اس طرح تعمیل کرنی ہے جیسے رمضان میں اور قرآن کریم پر اسی طرح عمل پیرا ہونا ہے، اس لئے قرآن مجید اور رمضان کا باہمی گہرا تعلق ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن اتارا گیا اور اسی مہینہ میں ہر سال دہرایا جاتا رہا۔ اور یہ سننا صرف سننا نہ ہو بلکہ ایک ایک مسئلہ کو سننا اور اس پر عمل کر کے دکھانا ہے۔

## حضرت عثمان کا کردار

صحابہؓ نے ایسا کر دکھایا۔ مثلاً اسلام کا ایک مسئلہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ حضرت عثمانؓ

حضورؐ کے واما ذوالنورین ہیں، عقیقہ ثالث ہیں، ساری اسلامی سلطنت پر حکومت ہے، دشمنوں نے محاصرہ کیا، فوج، پولیس اور ذاتی غلام بے شمار موجود ہیں، ایک اشارہ ہو جاتا یا کم از کم لوگوں کو روکتے۔ تو دشمن کمانڈوں میں صفایا ہو جاتا مگر آخر تک لوگوں کو باغیوں پر اسلحہ اٹھانے سے منع کیا کہ اپنی ذات کے لئے اور حکومت قائم رکھنے کے لئے کسی کا خون نہیں بہاؤں گا۔ گھر کے ارد گرد اپنے ذاتی غلام ہیں۔ انہیں یہ کہہ کر آزادی کا موقع دیا کہ جس نے اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دیا وہ آزاد ہو گیا، اور حکم دیا کہ میرے مخالفین پر تلوار نہ اٹھانی جائے، بہانہ تک کہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ مگر قرآن کی تعلیم انہما المؤمنون اخوة پر عمل پیرا ہے کہ ذات و قار کے لئے کسی کو ایذا نہیں پہنچاؤں گا۔ — الغرض رمضان میں ہم سب طالب العلم



ہیں، اتنا بھی قرآن رات کو سنتے ہیں اس کا خلاصہ اور اجمال یہی ہے کہ خدا کے حکم پر عمل کرتا ہے۔  
روزہ اس کی عملی تربیت ہے۔

**روزے کی روح** جس کے بغیر روزہ بے روح لاش رہ جاتا ہے۔ انسان کی صورت  
اچھی ہو بڑی شان و شوکت والا ہو مگر جب روح نہ ہو تو مسلمان

اسے دفن اور ہندو اسے جلا دیتے ہیں۔ یاد دیر یا میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ روح نہیں تو  
انسان بھی نہیں۔ اگر اس بلا روح لاشے کو ہم رکھیں گے تو تعفن اور بدبو پھیلے گی۔ اسی طرح  
یاد رکھئے کہ اعمال کی بھی ایک روح ہے اور ایک صورت۔ تو صورت صبح صادق سے مغرب تک  
تین چیزوں سے پرہیز کا نام ہے، اور اس کی روح یہ ہے کہ ہم میں تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو۔  
روزہ جہاد کی عملی تیاری ہے، بھوکوں پیاسوں کی مدد کرنے کا احساس روزہ دلاتا ہے۔ روزہ ہمیں  
حرام سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ روزہ ضبط نفس کا سبق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں برائیوں  
سے بچنے اور نیکیوں کے قریب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## برکاتِ رمضان

خطبہ جمعۃ المبارک یکم رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

خطبہ سنوڑ کے بعد: وعن عبد الله بن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أجود الناس وكان أجود ما يكون حين يلقاه جبرئيل عليه السلام وكان يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن فلرسول الله صلى الله عليه وسلم أجود بالخير من الريح المرسلة (او كما قال)

خداوند تعالیٰ کی خاص نعمت | محترم بھائیو! ہم اور آپ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور یہ خداوند کریم کے ان عظیم

نعمتوں میں سے جو اس امت پر ہیں، سب سے بڑی نعمت ہے کہ ہمیں حضور اقدس کی امت میں پیدا فرمایا۔ حضور اقدس فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور میں اپنی امت سمیت جنت میں داخل ہوں گا۔ اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ جہاں آقا، سردار یا حاکم موجود ہو وہاں اس کا خادم خاص بھی خدمت کی خاطر ساتھ ہی رہتا ہے۔

نعمت کا تقاضا | جب اللہ جل مجدہ نے ہم پر اتنی بڑی نعمت فرمائی تو چاہیے کہ ہم اپنے آقائے نامدار اور روحانی والد سردار دو جہاں کے نقش قدم پر چلیں

ہر امت اپنے پیغمبر کی روحانی اولاد ہوتی ہے، اور روحانی رشتہ جہانی رشتہ سے زیادہ قوی اور مضبوط ہوتا ہے، اس وجہ سے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ  
أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ  
وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔  
جب تک تم میں سے ہر شخص کے نزدیک میں  
اس کے والد اس کی اولاد اور ساری مخلوق  
سے زیادہ محبوب نہ ہوں تب تک وہ شخص  
مومن نہیں کہلا سکتا۔

صحیح اولاد ہی ہوتی ہے جو اپنے ماں باپ کی صحیح اتباع اور پیروی اختیار کر لے اور جو اپنے  
والدین کے نقش قدم پر نہ ہو لوگ اسے نا اہل اور نالائق سمجھتے ہیں تو امتی وہی سچا امتی ہے جو  
حقو کی سنت پر عمل درآمد کرتا ہو اور جو امتی ہونے کا دعویٰ کرے مگر اپنے نبی کی اتباع  
نہ کر سکے وہ دعویٰ میں غلط ہے اور یہ دعویٰ اس کے لئے باعثِ تمسخر ہے۔

محترم بھائیو! یہ رمضان المبارک کا مہینہ بھی اس امت پر خداوند تعالیٰ کے خاص کرم  
کا مہینہ ہے۔ خداوند کریم نے اس امت پر حد سے زیادہ انعامات و اکرامات کئے ہیں۔  
اور کہہ رہا ہے۔ اس کی نعمتیں تو لا تُقَدَّرُ ولا تُحْصَىٰ ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں یہ ہماری روح ہماری  
زندگی ہمارا وجود یہ آنکھ، تاک، کان، ہاتھ پاؤں دل و دماغ یہ سب خدا کی نعمتیں ہیں جس  
سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ زمین، ہوا، پانی، غلہ، پھل، پھول جو کچھ بھی ہمارے لئے ضروری تھا  
سب اللہ جل شانہ نے زمین کے دستِ خوان پر ہمارے لئے بچھا دیا۔ پھر خاص طور پر انسان  
کو تو اثراتِ المخلوقات بنا دیا، اپنا خلیفہ بنا دیا، ساری مخلوق پر اسے اقتدار اور تسلط دیا تاکہ  
وہ اس میں تصرف کرتا رہے، یہ خاص انعام ہے۔

سب بڑی نعمت اللہ کی ہم کلامی اور اس کلام کا مخاطب بننا ہے | انسان پر  
رب سے

بڑھ کر نعمت یہ ہے کہ خدا نے اسے اپنی ہم کلامی سے شرف کیا، اپنے کلام کا مخاطب بنایا اپنے  
کلام کے نزول کا اہل بنا دیا، اس کی افہام و تفہیم اور اس کی تلاوت کرنے سے نوازا۔ ہر  
نعمت اس کی ہے مگر یہ نعمت کہ اللہ نے حضور نبی کریم کو مبعوث فرما کر ان کے ذریعہ

ہیں اپنے کلام سے مشرف فرمایا، ہمارے پاس قرآن مجید بھیجا، اور ہمیں اس قابل کرو یا کہ اس کی تلاوت کریں اسے سنیں اس کو سمجھیں اس پر عمل کریں اس پر غور و فکر کریں۔ یہ خدا کی وہ خاص نعمت ہے جس کا جواب نہیں اور جسے خود اللہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ  
فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ

ہم نے اسے نازل کیا اور پھر اسے سمجھ اور نصیحت کے لئے آسان بھی بنا دیا۔

قرآن مجید خدا کا کلام نفسی ہے۔ اور خدا کی ذات و صفات کا تحمل ادا کر اور ہم ہمارے اذہان سے باہر کی چیز ہے۔ تو اللہ نے اپنے کلام نفسی کو اس — کلام عقلی کا شکل دیکر آسان کر دیا۔

**تلاوت قرآن صرف اس اُمت کی خصوصیت ہے** | حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

فراتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کی نعمت فرشتوں کو بھی حاصل نہیں، اور اسی وجہ سے جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے نماز میں شریک ہوتے ہیں کہ انام کی تلاوت سنیں، جب سورہ فاتحہ ختم ہو تو آمین کہتے ہیں اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے۔ وہاں ملائکہ جمع ہو کر عرش تک اوپر نیچے پڑے لگاتے ہیں اور گرد و گھیر اڈال دیتے ہیں۔ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ کہ اس قرآن کی وجہ سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں فرشتے بھی اس کے موردین سکیں اور اسے سن سکیں۔ تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کی فضیلت و منقبت صرف اس اُمت کو حاصل ہے۔ اگلی امتوں کو بھی اللہ نے احکام سے نوازا مگر ان کو اتنا نہیں دیں کلام نہیں دیا مثلاً حضرت موسیٰ کو تو رات شریف ملی جو لکھی ہوئی چیز تھی اس کو کلام نہیں کہہ سکتے۔

**کلام اللہ اور کتاب اللہ میں فرق** | کتاب الگ چیز ہے اور کلام الگ جس پر مکمل کتاب لکھ کر آواز و سوت پیدا ہو اگر کسی کو اپنی خیریت اور حالات کھردور، اس کو کتاب کہیں گے، اور اگر ٹیلی فون پر بات



کرو یا شافیتہ کہ کافروں کے سس لے تو اس کو کلام کہیں گے۔ تو قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس کے الفاظ معانی دونوں خدا کی طرف سے ہیں جسے اللہ جل جلالہ نے ہماری فہم اور تفہیم کا ذریعہ بنا دیا۔ اور تلاوت اس کی آسان بنا دی۔

**ماہ رمضان کی برکتیں** | تو اس مہینہ میں قرآن مجید اتارا گیا۔ شَہْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ۔ اس مہینہ میں اللہ کی بے انتہا نعمتیں ہیں۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رمضان میں ایک نفل شستر نفل کے برابر ثواب رکھتا ہے، ایک تسبیح، سب سائے اللہ کہنے کا بھی مترادف ہے، اللہ کہنے کے برابر اجر ہے۔

ایک فرض کا ستر فرضوں کے برابر ثواب ہے۔ ایک بڑی نعمت اس مہینہ میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

**برزخ والوں کو رمضان کا فائدہ** | اس کا بڑا فائدہ عالم برزخ والوں کو ہوتا ہے۔ کہ جہنم کے سزا شدہ میں کمی آ جاتی ہے، جو لوگ قبر

یا برزخ میں ہیں، تو حدیث میں آتا ہے کہ دوزخیوں کو جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے کہ اس کی بدبو اگرم اور شہادت پہنچتی رہے اور جو بخشتی ہے اللہ کے لئے جنت کے دروازے قبر میں کھول دیے جاتے ہیں اور وہاں کی روح و ربکاں خوشبو اور تازگی ان تک پہنچتی ہے۔

القبر روضة من رياض القبور | تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغ  
الجنة او حضرة من حضر | ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا  
النيران۔ ہے۔

تو جو لوگ بڑے اعمال اور فسق و فجور کی وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہیں۔ تو رمضان میں جہنم کے دروازے بند ہو جانے کی وجہ سے ان کو کچھ چھٹی مل جاتی ہے۔ اور قدرے فائدہ ہو جاتا ہے اور جنت کے حقداروں کو جنت کی خوشبو اور نعمتوں میں اور بھی اضافہ ہونے لگتا ہے۔

**جہنم والوں کو رمضان کا فائدہ** | اس طرح اگر کوئی گنہگار رمضان ہی میں مر گیا تو جیسے کہ جہنم

چھٹی کے دن بند رہتا ہے اور اگر اس دن کسی مجرم کو پکڑ لیا جاوے تو اسے باہر رکھتے ہیں۔ پولیس اسے اپنے ساتھ رکھتی ہے جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ گھر سے مجرم کو کھانا وغیرہ جاسکتا ہے۔ ملاقات بھی خوش واقارب کر سکتے ہیں مگر حبس جیل کا دروازہ کھلا اور وہاں داخل کر دیا تو سب رعایتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو اگر یہ شخص گنہگار ہے اور مستحق جہنم ہے، اس مہینہ میں مر جائے تو ختم رمضان تک تو کم از کم جہنم کی شدت اور عذاب سے بچ جائے گا۔

**حدیث کا دوسرا مطلب** | حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے، رمضان میں نیکی کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے داخلہ

کے لئے دروازے اعمال صالحہ ہی تو پیدا کئے ہیں ہر نیکی کے بدلہ شریکیوں کے برابر ثواب ہے ہر رات آواز آتی ہے غیب سے کہ دیا با غی الخیر اقبل۔ اے خیر اور بھلائی کی آرزو اور طلب رکھنے والے آگے بڑھ۔ یہی وقت ہے نیکی کا۔ ایک دفعہ استغفار کر تبیح پڑھ۔ نماز پڑھ لے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر دے۔

ویا با غی الشرا قصر۔ اور اے شر کے طلب کار ذرا پیچھے ہٹ جاؤ ذرا مٹ جا۔

**شیاطین قید ہونے کے باوجود گناہ کیوں صادر ہوتے ہیں** | رمضان سے پہلے اگر ایک شخص چوری قتل

ہو، زنا اور دیگر گناہ کرتا ہے تو الزام شیطان پر لگتا ہے کہ اس کے دغلانے کی وجہ سے گناہ ہوا مگر یاد رکھئے۔ رمضان میں تو یہ الزام اس پر نہیں لگاسکتے کہ اسے تو رمضان کے آتے ہی ہتھکڑیاں لگ جاتی ہیں۔ اور اس کو سمندر کی تہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ صفات الشیاطین و مردۃ الجن۔ میں نے دیکھا کہ پہلی ہی رات سے مساجد بھر گئیں، لوگوں کا میلان نیکیوں کی طرف ہوتا ہے۔

لاکھوں مواعظ سے اتنا کام نہیں ہوتا جتنا کہ رمضان کے آتے ہی لوگوں میں تبدیلی آجاتی ہے اور اللہ کی طرف عبادات اور نماز وغیرہ کی شکل میں متوجہ ہو جاتے ہیں، گھر میں عورتیں نمازوں کا اہتمام کرنے لگتی ہیں۔ تو وجہ یہ ہے کہ شیاطین قید ہو جاتے ہیں۔ مگر جس مرد و عورت کا رمضان میں بھی اللہ کی عبادات اور بندگی کی طرف توجہ اور نیکی کی طرف میلان نہ ہو، تو سمجھ جائیے کہ اس میں رتی بھر بھی ایمان نہیں، وہ خود شیطان بن چکا ہے کہ اب جب شیطان بند ہے تو کون یہ گناہ کروا تا ہے؟ خود اس کا نفس کروا تا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

ان اعدی عدو لك نفسك اللقی      یتیرا نفس جو تیرے پہلو میں ہے سب سے بڑھ  
بین جنبیک      کرتیرا دشمن ہے۔

**نفس امارہ کی کارستانیاں** | یہ نفس جب تک مطمئن اور توامہ نہ بن جائے تو اس کے ہاتھوں ہلاکت کے گڑھے میں جاؤ گے اللہ تعالیٰ

نے جب مخلوق پیدا کی تو ہر چیز سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اور تو کون ہے؟ ہر چیز نے جواب دیا کہ تو رب ہے، خالق ہے، مالک ہے اور میں عاجز مخلوق ہوں۔ مگر نفس سے جب پوچھا کہ میں کون ہوں اور تو کیا ہے؟ تو نفس نے جواب دیا کہ:

انت انت وانا انا      تو تو ہے اور میں میں ہوں۔

یہ نفس غیبت کا جواب تھا، آج بھی نفس کا اثر ہے کہ کہا جاتا ہے کہ میں ایسا ہوں، نواب ہوں، خان ہوں، پٹھان ہوں، میری پوزیشن کا کوئی جواب نہیں، میرے ساتھ کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ میں تو لعل و جواہر ہوں۔ الغرض شیطان کے بند ہوتے ہوئے بھی یہ بددیانتی اس سے نفس ہی کروا تا ہے، گویا اس کا نفس اب شیطان بن گیا ہے۔

**ایک عجیب خیال** | اور اس کی مثال ایسی ہے کہ پہلے اس ملک میں انگریز تھا تو ہم اپنی بددینی کو اس پر ڈالتے تھے کہ غلام ہیں اس لئے اسلام کا جھنڈا سر بلند نہیں کیا۔ اس لئے اسلامی قانون نہیں چل رہا، مگر اب تو ہم ۲۸ سال سے آزاد ہوئے ہیں

علامی نہ رہی تو ہمیں کون اسلام اور قوانین سے روک رہا ہے۔ اب یہ لوگ کیوں بددین ہیں۔ ملک اس حالت سے بھی بڑھ چکے ہیں۔ گویا اب تو یہ خود انگریز بن گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ غلامی کے دور میں اگر لوگ کوتاہی کرتے ہوئے مرے ہیں تو شاید خدا انہیں بخش دے کہ مجبور تھے مگر اب تو کوئی عذر نہیں چل سکے گا۔ اس طرح شیطان جیب بند ہوا تو نفس خبیث کا پنجہ پڑ گیا اور جن لوگوں کے نفس میں کچھ صلاحیت تھی وہ عبادت میں لگ گئے، دل نرم ہو گئے، باجماعت نماز پڑھنے لگے پہلے ان پر شیطان کا تسلط تھا، اب وہ جیل گیا تو یہ آزاد ہوئے۔ اگر اب بھی نہ سنبھلے تو سمجھ جائیے کہ وہ ابلیس سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ لوگ قیامت کے دن شیطان کو ملامت کریں گے تو وہ جواب دے گا۔

فَلَا تَلُومُونِيْ وَلُومُوْا  
اَنْفُسَكُمْ۔  
مجھے ملامت مت کرو بلکہ اپنے آپ پر ملامت کرو میرا کوئی حیرت نہ تھا۔

تو بھائیو! یہ اتہائی خطرے کی بات ہے کہ رمضان میں بھی ہم نماز نہ پڑھ سکیں، اور نہ چوری، جوا، جھوٹ، فریب چھوڑ سکیں۔ ہر رات آواز آتی ہے۔ یا با غی الخیر اقبل۔ اے خیر کے طالب اسباب خیر کھلے ہیں آگے بڑھ۔ و یا با غی الشر اقص۔ اے شر کے طلبگار اب ذرا پیچھے ہٹ جا خدا نے شر کے دروازے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے۔ تولے شریر ذرا تو بھی اپنی شرارت چھوڑ دے۔ ذرا شرم و حیا خداوند کریم سے کر اور برائی چھوڑ دے۔  
**روزے کا اجر خاص** | رمضان کی رحمتوں میں بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

الصوم لی وانا اجزی  
بہ۔  
روزہ خاص میرے لئے ہے تو میں ہی اس کا اجر دوں گا۔

روزہ ایسی عبادت ہے کہ جو عاشق ہو گا وہی روزہ رکھے گا۔ روزہ کا علم کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا۔ یہ غیر اللہ کے لئے نہیں ہو سکتا۔ اس میں ریا و نمود نہیں آ سکتی جو روزے رکھتا ہے وہ اپنے



مالک اور رب کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگتا ہے۔ اللہ کھاتا نہیں، پیتا نہیں، غنی ہے، صمد ہے، بے نیاز ہے ان تمام چیزوں سے، تو اس کا غلام بھی انہی چیزوں کو اپناتا ہے تو اجر بھی اللہ خاص طور پر خود ہی دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک حاکم دربار منعقد کر کے کسی کو بلاتا ہے اور قاص اپنے ماتحت سے اُسے منع سے نوازتا ہے۔ دوسرے وسائل اور ذرائع سے اتنی عزت نہیں ہوتی، تو روزہ دار کو اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ براہِ راست حق تعالیٰ کے انعام کا مستحق بنتا ہے۔ ایک دوسری قرأت ”اَنَا أُجْزَىٰ بِهِ“ کی ہے کہ میں خود اس کو بدلہ میں دیا جاؤں گا تو اس کی قدر و قیمت کی تو حد ہی نہیں کہ جو بندہ شرائط اور آداب کے مطابق روزہ رکھے گا یہ محبوب حقیقی کے وصال سے سرفراز ہوگا۔ تمام عالم کا بادشاہ، عالم کا مالک اور محبوب حقیقی جیب اپنا دیدار رونے کے بدلے میں دیتا ہو تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

**روزہ قیامت میں بھی ساتھ دے گا** | ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اصحابِ حقوق لے لیں گے۔ مگر یہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس کا اوروں کو علم نہیں ہوگا۔ تو جب ساری نیکیاں اوروں کو حقوق میں دے دی جائیں گی کہ ہمارے ظلم اور حق تلفی کا تو کوئی حد نہیں۔ مظلوم سب کچھ لے گا۔ مگر یہ روزہ اس وقت جہنم کی آگ کے سامنے ڈھال بن جائے گا۔ یہ نیکی محفوظ رہے گی۔ **الصَّوْمُ حِجَّتُهُ** روزہ ایک ڈھال ہے۔

**رمضان اور نزولِ قرآن کا باہمی تعلق** | پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمتِ مہی ہے جو میں نے عرض کر دی کہ خدا نے اس

ماہ ہمیں قرآن کا طالب بنا دیا۔

یہ طالبِ علمی کا زمانہ ہے اور طالبِ العلم وہی ہے جو بھوکا ہو، پیاسا ہو، راتوں کو جاگتا ہو، ایک سو ہو کر ایک ہی طرف کار ہے، توجہ ایک طرف ہو جائے رات کو قرآن تراویح میں پڑھنا اور سنا اور دن کو اس کے سبق اور تعلیم کی لذت میں اس کے تصور میں اور اس پر عمل

کرنا یعنی ہر کام اپنے محل میں کرنا یہ ہے جود۔

**حضور کی جود** | تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس تھے۔ آپ ہر شخص کو وہ  
چیز عطا فرماتے جو اس کے مناسب حال ہوتی تو جود ایک ملک ہے اور  
سخاوت اس کا اثر ہے اور پیغمبر علیہ السلام اپنے ملکات کے اعتبار سے تمام اہل کمال  
پر تفوق رکھتے تھے، پیغمبر کی سخاوت کی بھی نظیر نہیں بحرین سے ایک لاکھ روپیہ آیا نماز  
کے بعد سب کو تقسیم کر دیا اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ عمر کی نماز ادا فرماتے ہی بلد  
حجرہ مبارک تشریف لے گئے، اور سونے کا ایک ٹکڑا ہاتھ میں لائے۔ فرمایا یہ ٹکڑا گھر  
میں نمایاں ہے اس لئے بلدن کی کہ پیغمبر کے گھر میں ایسی چیزوں کا رہنا مناسب نہیں، ایک  
دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پھولدار گدا بچا ہوا دیکھا تو فوراً واپس تشریف لے آئے  
حضرت ام المومنین گھبرا گئیں۔ عرض کیا کہ حضرت کیوں واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا  
مالی و ولد نبیا ہمارا دنیا سے کیا تعلق۔ عرض کیا کہ آپ کے آرام کے لئے یہ تکیہ نبایا تو مالی  
و ولد نبیا کہہ کر فوراً تقسیم کر دیا۔ ایک خاتون بڑے اشتیاق سے ایک تہ بند لائیں۔ عرض کیا کہ  
حضرت آپ اسے پہن لیں۔ حضور نے ازراہ شفقت قبول فرمایا اور پہن لیا۔ ایک صحابی نے دیکھ کر  
چھو اور کہا یہ تو بہت عمدہ ہے دیکھئے۔ آپ فوراً مکان میں آئے۔ عین لے گئے۔ پرانا تہ بند  
پہنا اور اس کو تہ کہہ کر اس صحابی کو عنایت فرمایا۔ لوگوں نے اس صحابی کو ملامت کی  
تو صحابی نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے تہ بند مانگا کہ اس کا اتنا مال آپ کے بدن  
مبارک سے ہو چکا ہے، میں اسے اپنے کفن میں رکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے حیدر اہل سے یہ کپڑا  
میں ہٹا ہے تو میرے لئے نجات کا ذریعہ بنے گا غزوہ جین کے موقع پر بہت سے دیہاتیوں  
نے آگھیرا کہ کچھ عنایت فرمائیے۔ ہم آپ کا مال نہیں مانگتے آپ کے باپ کا مال نہیں مانگتے،  
اللہ کا مال مانگتے ہیں۔ آپ ان کی اس گستاخانہ گفتگو سے متاثر نہ ہوئے اور نہ بدمانی نے اور  
برابر مال دیتے رہے۔ حتیٰ کہ ازوحام کی وجہ سے پیچھے ہٹتے ہٹتے کیا کہ درخت میں اُلجھ گئے

فرمایا کہ اگر اس وادی کے خاردار درختوں کی مقدار میں میرے پاس مولیٰ ہوتے تو سب کو تقسیم کر دیتا۔ یاد رکھیں کہ اس موقع حین میں ۲۴ ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بارہ ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) تقسیم کر دیئے۔ یہ ہے آپ کے شانِ جود کا ادنیٰ کرشمہ۔

**حضور کا تخلق یا خلاق اللہ** | مگر رمضان شریف میں حضور کا جود بہت بڑھ جاتا تھا۔ کیونکہ رمضان شریف میں خداوند کریم کا جود لاتناہی اور بے شمار ہوتا ہے تو تخلقوا باخلاق اللہ کی فضیلت بھی پیغمبر علیہ السلام سے زیادہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب خداوند کریم کے جود کی رمضان شریف میں یہ حالت کہ الصوم لی وانا اجزی بہ۔ اور من قام رمضان ایما ناً واحتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔ جو شخص رمضان میں ایمان و یقین کے ساتھ حبیبہ اللہ عبادت کرے تو اس کے سابق گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر اس رمضان میں لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے والوں اور عبادت گزار کو ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ اجر دیتے ہیں تو پیغمبر کا جود بھی حد سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ اور جس طرح رب العالمین رمضان میں احسانات اور رحمت کی بارش برساتا ہے تو حضور پر نور اس ماہ مبارک میں جود و کرم زیادہ فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جب کہ رمضان کی راتوں میں حبیب ربیل علیہ السلام آکر قرآن مجید کا دور فرماتے تھے اور اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن مجید کے دور کی وجہ سے علمی و عملی ترقیات ہوا کرتی ہیں اور حضور کے کمالات میں جس قدر ارتقائی کیفیات جلوہ گر ہوتی تھیں، اسی قدر جود میں بھی ترقی ہوتی تھی، تاکہ یہ کمالات اپنی ذات تک محدود نہ رہیں بلکہ ساری امت کو اس سے بہرہ اندوز فرماتے تھے تو رمضان شریف میں قرآن مجید کے دور کے وقت ان ہواؤں سے جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے چھوڑی جاتی ہیں جو زندگی

کامدار ہیں اس سے بھی آپ کی جود زیادہ ہوا کرتی تھی آپ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ القرض امتت  
کو بھی چاہیے جو روحانی اولاد ہے کہ رات کو قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہے اور جود و سخا  
کی صفت اپنے اندر پیسہ رکھیں تاکہ پیغمبر کے نقش قدم پر چل کر نجات داریں حاصل  
کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انابت الی اللہ کا دن

## عید الفطر

یکم شوال ۱۳۸۹ھ خطبہ عید الفطر عید گاہ میں ہوئے جسے  
میں تقریباً آٹھ ہزار افراد شریک ہوئے۔

(خطبہ سنوہ کے بعد) وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَنْتَبِذْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا  
يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ۔

رونے اور گڑ گڑانے کا دن | محترم بزرگوار وقت کم ہے، اور ہمارے فوجی بھائی  
بھی بہت زیادہ تعداد میں آئے ہیں جن کی خواہش  
ہے تقریر اردو میں ہو اور پٹھان بھائیوں کی خواہش پشتو کی ہے۔ کوشش کروں گا کہ کچھ نہ کچھ  
دونوں زبانوں میں عرض کر سکوں۔ کسی خاص موضوع پر کچھ کہنے کا موقع بھی نہیں اللہ تعالیٰ کا بہت  
بڑا احسان ہے کہ ہم سب کو اپنے دیار میں جبین نیاز جھکانے اور سجدہ میں سر رکھ کر اپنے گناہوں  
پر گڑ گڑاتے اور معافی مانگنے کا موقع عطا فرمایا ہے

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خداے بخشندہ

ہدایت خدا کی توفیق پر ہے | بہت سے لوگ آج کے دن بھی اس سعادت سے محروم  
رہیں گے اور خدا کی توفیق ان کی شامل حال نہ ہوگی۔

ابولہب جن کا نام ہے شعلوں والا چہرہ ان کا دیکھنا تھا، حضور سے رشتہ، گھر کے قریب، مگر قیمت

میں اسلام نہیں، اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس پر ہلاکت کی دُعا نہ کر رہے: تَنْتَبِهُوا بِإِذْنِ  
 لَّهِ وَقَبْ جَوَّاجِ كُلِّ نَمَازٍ وَأَوَّلِ تِلَاوَةٍ فِي دَهْرَانِي جَاتِي هِيَ، ادھر حضرت بلالؓ  
 حبش کے رہنے والے مسافر ہیں، چہرہ مبارک سیاہ ہے مکہ مکرمہ میں ایک مظلوم غلام ہیں  
 جن پر مصیبتوں کے پہاڑ ڈھائے گئے، گرم ریت پر لٹایا جاتا، رات بھر سونے نہ دیا جاتا،  
 سر پر امیہ کے خادم جوتے اور کوڑے برساتے کہ نیند نہ کر سکیں۔ مگر اس اللہ کے بندے کے  
 قدموں میں لغزش نہ آتی۔ اسلام کے ان جاں بازوں نے ایسی جان بازی دکھائی جس کی  
 برکت سے اسلام کی جڑیں لوگوں کے قلوب میں اور انسانی بستیوں میں قیامت تک گاڑ  
 دیں اور آج چودہ سو برس بعد بھی ہم سب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھتے ہیں تو جس کے گھر سے نعمت  
 کے خزانے تقسیم ہوتے ہیں۔ اس کی قسمت میں نہ تھا تو وہ محروم رہے اور بلال حبشیؓ اور صہیبؓ  
 رومیؓ نے دامن بھریا اور وہ مقام پایا کہ حضرت عمرؓ جیسے خلیفہ راشد نے حضرت بلالؓ کو سید  
 پکارا حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ اے بلالؓ تم کون سا ایسا عمل کرتے ہو کہ آج رات میں جنت میں آپ  
 کے قدموں کی آہٹ سُن رہا تھا۔ تو اللہ نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا کہ ہمیں  
 نیست سے بہت کر دیا، خون کے لوتھڑے سے اشرف المخلوقات بنایا اور بہترین شکل دی، اس  
 کی نعمتوں کو ہم شمار نہیں کر سکتے، وہ ازل سے لے کر اب تک ہمارا محسن ہمارا پالنے والا اور تربیت  
 فرمانے والا ہے۔

مادری دلچاس کی ذات ہے | اگر ہم اس کے سامنے نہ گر گڑاؤں، اپنی تمنائیں نہ پیش  
 کریں۔ ہاتھ نہ پھیلاؤں تو کس کے سامنے پھیلاؤں

اس کا ارشاد ہے:

يَعْبَادِي الَّذِينَ اسْرِفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ  
 اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔

اے میرے بندو! جو اپنے اوپر ظلم اور زیادتی کر چکے ہو میری رحمت سے مایوس

مت بنو میں سب گناہ بخشے والا مہربان رب ہوں۔۔۔ تمہارا تو کوئی خالق اور مربی میرے سوا نہیں  
میں ہی نہیں بنانے والا رزق دینے والا اور سلطنت دینے والا ہوں۔

تو بھائیو! اگر ایسے مربی اور رب العالمین کے سامنے ہم نہ گڑ گڑائیں تو کس کے سامنے  
رویں؟ کیا ہمارا کوئی اور کارساز ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایک آدمی رات بھر اللہ کے سامنے روتا  
رہا ہاتھ غیبی سے آواز آئی۔ ”یا مردود تیری کوئی عبادت قبول نہیں ہوئی۔“ دوسری رات  
پہلی سے بھی زیادہ روتا رہا اور عبادت میں مشغول رہا۔ کسی نے کہا تم مردود ہو گئے ہو اب  
اتنی عبادت سے کیا فائدہ؟ کہا ”ٹھیک ہے مگر کیا کروں کہیں دوسرا کوئی در بھی ہے۔“ کہ اللہ  
کو چھوڑ کر وہاں چلا جاؤں۔ تو کوئی اللہ کی عداوت سے نکل کر کہاں جا سکتا ہے۔ **يَا مُعْشَرَ  
الْحَيِّ وَالْأَنْسِ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَ  
الْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ**۔

تو کیا کوئی اور خالق لغو ذی اللہ تمہارا ہے کہ اللہ سے نہ مانگیں اور اس دوسرے سے  
مانگ لیں؟ اللہ کی مہربانی اور شفقت و کرم تو اس قدر ہے کہ مغفرت را بہانہ می طلبد۔  
بہانہ چاہتا ہے، قیمت نہیں مانگتا، ورنہ کون تھا ہم میں سے جو قیمت ادا کر سکتا۔؟

حضور کی امت و عورت میں آپ کو سب سے زیادہ پیارے اور سب سے بڑھ کر  
آپ کے خدمت گار ابو طالب تھے، لیکن حضور اقدسؐ ان کی نزع کے وقت انہیں فرماتے  
ہیں کہ اے عم بزرگوار میرے کان میں آہستہ سے کلمہ شہادت کہہ دینا تاکہ آپ کی شفاعت  
کر سکوں اور اللہ کے قانون نجات کے لئے کم از کم کوئی سہارا تو مجھے مل جائے کیونکہ وہاں  
اعلان ہے کہ: **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ**۔ شرک کو معاف نہیں فرماتے  
اس کے علاوہ ہر قسم کے گناہ اگر چاہے تو بخش دیتا ہے۔ تو میرے بھائیو! اللہ کو کیا پڑی  
ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب میں مبتلا کریں۔ مگر کچھ تو بہانہ چاہیے۔ آپ لوگ آج یہاں جمع  
ہوئے ہیں تو دس پندرہ منٹ عید گاہ میں بیٹھ کر اس کے سامنے گڑ گڑائیں، اپنے گناہوں سے

توبہ کر لیں اگر ہم اس سے نہ مانگیں تو ہماری حاجتوں کو کون پورا کرے گا۔

## نعمت قرآن و رمضان کی خوشی

بھائیو! میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ یہ عید ہم اس خوشی میں منارہے ہیں کہ اللہ نے ہمیں رمضان کا مہینہ روزہ رکھنے کی توفیق دی۔ اللہ نے دنیا کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے رحمۃ اللعالمین کے واسطے ہے جو کامل مکمل کتاب قرآن مجید نازل فرمائی، وہ اسی مہینہ میں اتاری گئی۔ یہ ترول قرآن کا مہینہ ہے اور جن لوگوں نے اسی کتاب پر ایمان کی سعادت پائی اور جن لوگوں نے کتاب اللہ کو واقعی صراطِ مستقیم جان کر اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال لیا۔ اس کے اوامر و نواہی کی پابندی کی۔ اس کی ہدایات سے اپنی زندگی سنوار دی، وہ دین اور دنیا ہر لحاظ سے بہ شد و صلاح پاگئے، کامیاب ہو گئے۔

## صحابہ پر قرآن کے انقلابی اثرات

ابوبکر صدیقؓ کا نمونہ نہیں پیش کر سکتیں، حضرت فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ، خالد بن ولیدؓ اور حضرت معاویہؓ جیسے قرآن سے مالال اور سچے عامل نہیں مل سکتے۔ ان کی کیا قرآن نے پلٹ دی۔ بھائیو! عرب کے رہنے والے ریگستان کے بدو دنیا بھر کے مالک بنے اور دین کے لحاظ سے یہ حالت کہ زندگی میں حضورؐ اقدسؐ نے جنت کا مژدہ سنایا۔ ابوبکرؓ فی الجنت، عمرؓ فی الجنت، عثمانؓ فی الجنت، علیؓ فی الجنت، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ جنتی ہیں۔ حضورؐ ایک دن مسجد تشریف لائے ایک ہاتھ میں ابوبکرؓ کا ہاتھ دوسرے میں حضرت عمرؓ کا ہاتھ تھا۔ فرمایا جنت میں ہماری ایسی ہی رفاقت اور مقیمت ہوگی اور اتنی اچھی حالت جب دین کی برکت سے ہوئی تو دنیا کیوں ان کے قدموں میں نہ ہوتی، دنیاوی جاہ و جلال بھی ان کا ایسا تھا کہ قیصر و کسریٰ اپنے محلات میں لرز جاتے۔ اس لئے جہاں دین ہو گا وہاں دنیا مزدور ہوگی کہ خادم اپنے محذوم کے ساتھ رہتا ہے، تو اللہ نے ان کے ہاتھ میں تاج و تخت بھی دیا، اس لئے کہ انہوں نے اپنی زندگی قرآن کے سپرد کی۔



**خُدا فراموشی کا نتیجہ** | آج اللہ تعالیٰ ہمیں بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ: وَلَا تَكُونُوا  
كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَنَسَاهُمْ أَنْفُسُهُمْ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِّ  
بندو! اور رسول اللہ کے امتیو! تم ان لوگوں جیسا مت بنو جنہوں نے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال  
دیا۔ اُسے بھول گئے تو اللہ نے انہیں اپنے آپ سے بھی بھلا دیا وہ اپنی حقیقت اور ذات  
کو بھی بھول گئے، انہیں باپ، بیوی، مکان، زمین، ملازمت تو سب کچھ یاد ہے مگر اللہ کو  
بھولے ہوئے ہیں۔ قرآن کو اپنے خالق اور مرتبی کو اپنے محسن کو فراموش کر بیٹھے تو اللہ نے  
فرمایا کہ اے لوگو! تم ایسے مت بنا کہ کافر قوموں ہندو، سکھ، یہود اور عیسائیوں کی تقلید میں  
اپنے آپ سے غافل ہو جاؤ ورنہ اپنی حقیقت بالکل بھول جاؤ گے اور جب آدمی کی عقل  
ماری جائے تو نفع نقصان کی چیزوں کو بھی نہیں سمجھتا۔

**اخلاقی و معاشرتی خرابیاں** | محترم بزرگو! حضورؐ نے ہماری رہنمائی فرمائی، ہمیں دین  
عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق سکھائے، ان  
کا طریقہ سکھلایا، اور آج الحمد للہ کہ عبادات کے سلسلہ میں تو مسلمان کچھ نہ کچھ کرتا ہے۔ مگر  
معاملات معاشرت اور اخلاق کے معاملہ میں ہم اسلام سے بہت دور ہو گئے اور یہ بہت  
بڑی بربادی اور تباہی کی علامت ہے، اور یہی ہماری پسماندگی کی وجہ ہے کہ ہم معاملات اور  
معاشرت میں اوروں کی طرف دیکھتے ہیں حضورؐ کی طرف ہماری نگاہیں نہیں اٹھتیں۔ یاد رکھیے  
ہمارے دین کا تعلق صرف عبادات سے نہیں، وہ معاملات، معاشیات، اخلاق و معاشرت  
سب پر حاوی ہے۔ اگر ہم نے اپنی زندگی میں دین اور دنیا کو تقسیم کر دیا۔ تو ہم مسلمان نہیں رہ  
سکیں گے۔ اور پھر ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو کھڑا کر دے گا۔ تم سے بہتر اور  
پوری مومن اور مسلم ہوگی اگر اسلام اور اس کے وٹے ہوئے نظام کو قائم اور بلند رکھنے  
میں ہم سے ذرا بھی غفلت ہو گئی اور ہم نے پیٹھ پھیر دی تو کسی ناسق سے بھی اللہ اپنے دین کا  
کام لے لے گا۔ مگر ہم محروم رہ جائیں گے۔ اور اگر ہم نے اپنی زندگی اسلام کے پیر و

کی تو اللہ کی مدد بھی شامل حال ہو جائے گی۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ  
اگر تم نے اللہ کے دین کی مدد کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

**نصرت دین کے صلہ میں بروجر پر حکومت** | حضرت عمرؓ کی زندگی آپ دیکھیں،

فرمائیں کہاں وہ مدینہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور کہاں مصر کہ دریائے نیل کے نام ایک خط لکھتے ہیں کہ اے نیل اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو بہتا رہا اور اگر اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ایک رقعہ خشک دریا میں ڈال دیا گیا، اور اس وقت جو چلا تو آج تک نہیں رکا۔ ہم دعائیں کرتے ہیں تو آیا ہوا بادل چلا جاتا ہے۔ علاء حضرتی محنت دھوپ اور بے آب و گیاہ جنگل میں پھنس گئے، فوج بھی ساتھ ہے جتنے اونٹ اور گھوڑے ہیں سب پیاس کے مارے بھاگ رہے ہیں، فوجی بھی پیاس سے مر رہے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں اور کیا ہم اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نہیں نکلے؟ سب نے نماز پڑھی اور دعا کی کہ اے اللہ میں پانی دینا۔ اسی وقت زمین سے چٹہ اُلتا ہے، ٹھنڈا پانی نکلا اور سب سبحان اللہ پکارا اٹھے، یہ ہے وہ نصرت جس کا وعدہ اللہ نے فرمایا ہے آج ہم سب کشمیر اور فلسطین جیسی ریاستوں میں مقابلہ نہیں کر سکتے مگر علاء حضرتی ہمارا ایک فوجی جو نل ہے، سمندر کے کنارے پہنچے، فوج بھی ساتھ ہے جو کشتیوں کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے دیکھ کر کہا کیوں انتظار کرتے ہو۔ سمندر کا کنارہ ہے، سمندر میں کود پڑے، ہاتھ اٹھایا اور دعا کی کہ اے اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تو نے بحیرہ قلزم میں بارہ مڑکیں پیدا کیں، آج حضورؐ کے صحابہؓ کے لئے بھی راستہ پیدا فرما۔ چنانچہ سب ساتھیوں سمیت سمندر کو اطمینان سے عبور کیا، تو آج اگر ہم مسلمان بن جائیں تو اللہ کی رحمتیں یقیناً ہمارے ساتھ ہوں گی۔

نظر یہ سے غداری | ہمارا یہ ملک اللہ کے فضل سے آزاد ہوا، اس وقت خدا کی نعمتیں ہمارے اوپر تھیں کہ خدا نے بے سرو سامانی میں ہمیں محفوظ رکھا،

۱۹۶۵ء میں ان ہتھے مسلمانوں اور غلص مجاہدین کی قربانیوں سے اللہ نے ہماری حفاظت کی اس ملک کو ہم نے جس مقصد کے لئے حاصل کیا تھا وہ یہ نظریہ تھا کہ ہم خالص اسلامی حکومت بنانا چاہتے ہیں ہمارے ہاں ایسا معاشرہ ہوگا کہ زنا، چوری، سود، جو انہ ہوگا۔ ہمارے ہاں کوئی بھوکا اور تنگنا نہ ہوگا۔

حضرت عمر کا احساس ذمہ داری | ہمارے سامنے حضرت عمرؓ کی مثالیں تھیں جو رات گھومتے کہ کسی کو تکلیف تو نہیں کہیں معلوم ہوا کہ

ایک بچہ رات کو رو رہا ہے، معلوم ہوا کہ ابھی اس کو حکومت سے وظیفہ مقرر نہیں ہوا، چونکہ دودھ سے پھوٹنے پر وظیفہ مقرر ہوتا تھا۔ اس لئے ماں نے قبل از وقت دودھ پھٹا دیا کہ وظیفہ مقرر ہو جائے۔

حضرت عمرؓ کو بڑا افسوس ہوا اور حکم دیا کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی اُسے وظیفہ دیا جائے حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو عراق کے دور دراز علاقہ میں کوئی بیوہ اور یتیم بھوکا نہیں رہے گا، حضرت عمرؓ فرماتے کہ اگر عراق میں فرات کے کنارے بھی اگر کوئی کتا بھوک کی وجہ سے مر گیا تو اللہ تعالیٰ مجھے سے احتساب کرے گا۔ تو اگر امیر المومنین کو محاسب کا اتنا فکر ہو تو ساری رعایا پر اس کا اثر کیوں نہ پڑتا، یہاں تو یہ حالت ہے کہ پچھلے دنوں مختلف محکموں کے ۱۳۰۳ ادنیٰ چھ افسروں کو بدعنوانی کی بنا میں معطل کیا گیا، جو فہرست شائع ہوئی ہے اس میں بڑے بڑے ستارے اور بڑے تمنوں والے بھی ہیں، جو ذمہ دار عہدوں پر فائز تھے۔ تو بقول شاعر جب امیر اٹھے کی چوری میں عار نہ سمجھے تو رعایا اور ماتحت افسر مرغ کباب کی طرح پھٹ جائیں گے، اس سلسلے عرصہ میں جو بھی آیا خود کمایا اور سارا خود کھانے کی فکر کرنے لگا۔ مگر اللہ کا حکم ہے کہ خود کماؤ اور دوس کو کھلاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیکی کی توفیق دے۔ آمین۔ واخرد عوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

# حج کی اہمیت اور فضیلت

جذیہ عشق و عبادات کی تسکین

خطبہ جمعہ المبارک ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

(خطبہ سنو کے بعد) قال الله تعالى ومثل الله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلاً وقال النبي صلى الله عليه وسلم تابعوا بين الحج والحجرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب. قال النبي عليه السلام من ملك زاداً اور احلة (الحديث)

حج مخصوص عبادات | محترم بزرگو! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اول

حج اللہ کے بیت کی زیارت کا قصد کرنا ہے۔ اوقات مخصوصہ میں افعال خاصہ کے ساتھ شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ اشہر حج کہلاتے ہیں۔ احرام باندھنے کے لئے ان تین ماہ سے تقدیم مناسب نہیں۔ ان ایام میں بمقصد حج احرام باندھ کر بیت اللہ جانا۔ طواف زیارت کرنا، سعی کرنا، عرفات جانا، مزدلفہ اور منیٰ میں ٹھہرنا، رمی کرنا اور کئی دیگر مناسک کی ادائیگی جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ حج سے عبارت ہیں۔

عرفات کے لئے نویں ذی الحجہ کی اور بطور فضیلت طواف زیارت کے لئے دسویں دن مخصوص ہے۔ تو حج کے اوقات بھی مخصوص ہیں اور اکثراً یعنی مقامات بھی مخصوص ہیں۔ اور



ادائیگی کی کیفیت اور حاجی کی حالت اور شان بھی مخصوص ہے۔

**عبادت کے لئے عبادت گاہ** | اس وقت تفصیل کا وقت نہیں، اتنا سمجھنا چاہیے کہ جن وائس کی پیدائش کا مقصد عبادت ہے۔

اور عبادت کے لئے عبادت گاہ پہلے سے چاہیے۔ جیسا کہ ہم تجارت کا ارادہ کر لیں تو اس کے لئے منڈی و دکان اور بازار دیکھتے ہیں تب تجارت ہوتی ہے، مدرسہ ہے سبق پڑھنے کے لئے تو اس کے لئے جگہ سا بان کتابیں اور مکان ضروری ہے، عمارت ہوگی تو طالب العلم کو اس میں سبق پڑھایا جائے گا۔ تو اللہ نے جن وائس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے لئے عبادت گاہ بنائی۔

ان اقل بیت وضع للناس للذي ببكة مباركاً وهدى للعالمين  
اس کی نظر رحمت اور توجہ، تخلیق ارضی سے پہلے اس مبارک اور مقدس خطہ پر ہوئی۔  
اور اس مقام پر خداوند قدوس کی تجلیات کے نزول کا سلسلہ شروع ہوا، اور جس طرح کہ آپ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کی ساری مملکت اس کی ملک ہوتی ہے مگر اس کی ایک خاص قیام گاہ اور محل ہوتا ہے جسے خاص شان اور مقام حاصل ہوتا ہے۔ خداوند کریم تو مکان سے منزہ ہے وہ تو امکانہ کا خالق ہے، ممکن نہیں نہ اُسے کسی مکان و زمان کی حاجت ہے۔ مگر اس کی تجلیات کا نزول اس مکان پر لگاتار ہوتا رہتا ہے جسے ہم کعبہ مکرمہ کہتے ہیں اور یہی شرف باعث ہے جس کی وجہ سے مسلمان جہاں بھی ہو سفر میں یا حضر میں نماز پڑھتے وقت قبلہ رخ ہوگا۔ تب نماز صحیح ہوگی یا قبلہ کی تحری کرے گا تب قبول ہوگی۔

**مرکز تجلیات اور اس کی نظیر** | الغرض خاند کعبہ محل نزول تجلیات باری تعالیٰ ہے اور مرکز جمال ہے اور مخلوقات میں اس تجلی کی نظیر

ایسی ہے کہ آئینہ سورج کے سامنے کر دو تو سورج جو کئی کروڑ میل دور اور آئینہ سے کئی کروڑ گنا بڑا ہے۔ مگر آئینہ میں بوجہ شفاف ہونے کے سورج کی شعاع اور عکس آجاتا ہے۔ اس تجلی شمس کی

وجہ سے آئینہ پر اثرات سورج مرتب ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً سورج گرہن ہو تو بعض لوگ آئینہ سورج کے سامنے رکھ کر اس کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں یہ اثرات بھی اتنے تیز ہوتے ہیں کہ اس سے بھی کئی لوگ اندھے ہوئے ہیں، جبکہ اس وقت اس کی شعاع اور روشنی مضحمل ہوتی ہے۔ اور آتش شیشہ میں تو سورج کی حرارت اور گرمی بھی جو خاصہ شمس ہے آجاتی ہے۔ تو گو سورج کا قرص اور جسم بھی اپنی جگہ پر ہے۔ اور نہ اس کی شعاع اور حرارت کو آئینہ نے احاطہ کر لیا ہے بلکہ وہ بھی اپنی جگہ پر ہے مگر اس کا انعکاس ہو گیا تو شیشہ روشنی کا مرکز بن گیا، تو منظر تجلی ہونے کی بھی ایسی ہی صورت ہوتی ہے ہمارے حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ درحقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منظر تجلی ہیں اور خانہ کعبہ عکس منظر تجلی ہے۔

**بیت اللہ کی فضیلت** | بہر حال اللہ نے تخلیق آدم و جن اور تخلیق ارض سے پہلے بیت اللہ کے خطے کو پیدا فرمایا اور ان الارضیہ دھیت میں تحتہا اس کے نیچے سے ساری دنیا پھیلائی گئی اور جس طرح تمام حیوانی اور جسمانی عناصر کی اصل زمین ہے۔ اسی طرح ساری زمین کا مرکزی نقطہ یہی — خانہ کعبہ بنا دیا گیا، پھر اسے تمام فیوض و برکات کا محور قرار دیا گیا اور اللہ نے اسے سارے انسانوں کے قیام کا ذریعہ کیا۔

جعل اللہ الکعبة البیت الحرام قیاماً للناس (الآیۃ)  
پھر امن و امان اور ساری خیر و برکت کا سرچشمہ بھی اسے بنا دیا۔

او جعلنا البیت مثابة للناس وامننا۔  
جب ہم نے بنایا بیت اللہ کو خیر و برکت اور امن کی جگہ جس کی طرف انسان بار بار لوٹتے رہتے ہیں۔

روایات میں ہے کہ خیمہ کی شکل میں ایک موتی کو اتار کر یہاں رکھا گیا اور فرشتے

نامعلوم مدت ہے اس کا طواف کرتے رہے پھر اس کی تعمیر طوقان نوح کے بعد حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام جیسے جلیل القدر انبیاء نے اپنی ہاتھوں سے فرمائی۔

وَاذِذْهُمْ اِبْرَاهِيمَ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاسْمَاعِيلَ دَبَّتَا ثَقْبَ  
مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْحَلِيمُ

پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ۳۵ برس کی عمر میں خود اس کی تعمیر میں حصہ لیا۔ پھر  
ڈھوئے حجر اسود کو اپنے ہاتھ مبارک سے اس مقام پر رکھا جہاں اب موجود ہے۔ اور طواف  
درجہ وغیرہ کے موقع پر اسے بار بار چوما اور استلام فرمایا۔ خانہ کعبہ کے طواف فرمائے ملتزم  
کے ساتھ چٹ گئے اور روئے، گڑ گڑاٹے، آخر دم تک خانہ کعبہ کی طرف نازوں میں رخ  
فرمایا۔ خداوند کریم نے بیت اللہ کو جسے انبیاء نے اپنے سجدوں سے آباد رکھا ”اپنے گھر“  
کا خطاب دے کر اس کی نسبت اپنی طرف فرمادی اور اس طرح اس کی عظمت اور احترام  
پر دائمی مہر لگا دی۔

جس سراسر عشق و محبت کا منظر | بھائیو! مسلمان تو عاشق خدا ہے — والذین  
اٰمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ۔ کی بناء پر سب سے

زیادہ عشق رکھے گا۔ اور عاشق اپنی ساری کمائی، جان و مال محبوب حقیقی پر نچھاور کر دیتا ہے،  
سب کچھ اس کی راہ میں لٹاتا ہے، نہ چین نہ راحت کی فکر نہ گھر بار کی، اُسے ہر وقت محبوب کی  
تلاش رہتی ہے کوہ کو اور صحرا بہ صحرا حیران و سرگردان پھرتا رہتا ہے کہ کسی طرح محبوب سے  
ملاقات ہو جائے، دنیا کے عشاق کو دیکھئے کہ کھانا پینا، فیشن، صفائی، آرام، لباس اور تفریح  
سب کچھ چھوڑ کر دیوانے نکل جاتے ہیں۔ تو جو لوگ اللہ تعالیٰ سے جو کہ محبوب حقیقی ہے۔  
معتوق حقیقی ہے عشق رکھیں انہیں صبر کیسے ہو سکتا ہے وہ ضرور حج اور عمرے کی شکل میں  
اس کے گھر کی زیارت کریں گے۔ محبوب سے ملاقات نہ ہو تو اس کی جلوہ گاہ سے تسکین  
ہو جاتی ہے، دیوانہ وار طواف کرتے ہیں کہ کسی گوشہ میں تو محبوب کی جھلک نظر آجائے،

بے چینی بڑھ جائے تو نہر مکہ چھوڑ کر منی، مزدلفہ اور عرفات کی خاک چھانتے ہیں، اور مارے مارے پھرتے ہیں کہ شاید یہاں جلوہ یار نظر آجائے۔ یہاں تک کہ عشق کے سوز و گداز میں اپنے آپ کو قربانی کے لئے منی کے میدان میں پیش کر دیتا ہے۔ مگر مالک حقیقی کا حکم ہوا کہ تم اپنے آپ کو قربان گاہ پر قربانی کے لئے پیش نہ کرو، بلکہ حیوان کی قربانی تمہاری قربانی کے بدلہ میں ہمیں منظور ہے۔

### دنیوی و اخروی برکات

حضور کا ارشاد ہے

تابعوا بین الحج والعمرۃ حج اور عمرہ کی وجہ سے فقر اور گناہ دور  
فانہما ینتھیان الفقر والذنوب۔ ہو جاتے ہیں۔

اولاً تو عاشق کو محبوب کی تلاش میں مادی نقصان اور مال کی پردہ نہیں ہوتی، لیکن اگر کسی کو فکر ہو کہ سارا مال خرچ ہو جائے گا۔ تو فقیروں جاؤں گا تو حضور نے ایسے لوگوں کو خوشخبری دی کہ بظاہر تو عمر بھر کی کمائی حج میں لگ گئی۔ مگر درحقیقت حج کی خاصیت یہ ہے کہ یہ تو پرانی غریبہ اور فقر کو بھی کاٹ دیتی ہے اور یہ تو تجربہ شدہ چیز ہے کہ گو ہر جگہ مال خرچ کرنے سے فقر آتا ہے۔ مگر حج کے بعد رزق کی فراخی بڑھ جاتی ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ حج گناہوں کو بھی ختم کر دیتا ہے۔

### آداب

حضور نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور ہر قسم کے رفٹ، فسوق و فجور، انداس کے دداعی اور فحش باتوں سے بھی بچتا رہا، نماز یا جماعت قضا نہ کی، ہاتھ پاؤں نظرتابو میں رکھے اور خاص طور سے باہمی جنگ و جدال اور گالی گلوچ سے بھی بچتا رہا، اور خصوصیت سے جنگ و جدال سے دلاحدال فی الحج کہہ کر اس لئے منع کیا گیا کہ سفر کی صعوبت اور ساتھیوں کا ایک دوسرے سے مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے جھگڑوں کی نوبت بہت آتی ہے۔ یہ ہمارے طلبہ اور حجاج حضرات کے جھگڑے ایک



جیسے ہوتے ہیں کہ معمولی سی ناگوار بات پر آمادہ جنگ ہو جاتے ہیں ورنہ وہاں تو زرا زلزلہ،  
 زمین جو جنگ کی بنیاد ہوتے ہیں، کا ٹھکڑا نہیں ہوتا بلکہ کام کاج میں ساتھیوں کا ٹھکڑا ہو  
 جاتا ہے، تو اللہ نے روک دیا کہ لڑائی ٹھکڑا بالکل نہ کرو نہ کسی کو اذیت پہنچاؤ۔ اگر کوئی  
 بات ایسی پیدا ہو جائے تو صبر سے کام لو اور وہاں قدم قدم پر اللہ ایسے مواقع سے آزمائش  
 کراتا ہے، ہم جب جدہ اترے تو شام کا وقت تھا تو پہلے تو جنگ نہی اور نامعلوم پھر کسی سے  
 بھی دریافت کرتے تو وہ درشتی اور سخت کلامی سے پیش آتا تو گویا ہر مرحلہ پر ضبط کا دامن  
 تھامنا ہوگا، ایسے وقت میں عاشق کا کام یہ ہے کہ تکلیف اور برے بھلے کی پرواہ نہ کرے۔

**حرمین کے باشندوں کی حرمت** | پھر باشندگان حرمین سے تو اس لئے بھی  
 شکوہ نہ کیا جائے کیونکہ حضرت آدمؑ سے

لے کر اب تک لاکھوں اور ہزاروں حاجیوں سے ہر وقت انہیں واسطہ پڑتا رہتا ہے اور  
 ان کے لئے حاجیوں کا آنا کوئی نئی بات نہیں۔

بہر حال جب ہم مجازی عشق میں برے بھلے کی پرواہ نہیں کرتے تو عشق حقیقی میں کیا  
 مجال کہ اُف تک کیا جائے۔ اسے تو حقیقی تکلیف پہنچے اتنی ہی خوشی محسوس کرے گا، اللہ کی  
 راہ میں حرف شکایت زبان پر نہ لائے گا۔ سختی اور درشتی سے کسی کو جواب نہ دے گا۔

حرمین الشریفین کے مجاورین اور پڑوسیوں سے ہر حالت میں اعزاز و اکرام سے پیش  
 آنا چاہیے، اور کسی بات میں نکتہ چینی نہ کی جائے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے لکھا ہے کہ  
 نواب چھتاری ایک دفعہ مدینہ طیبہ گئے، زبان سے ایک دفعہ ناگواری سے نکلا کہ مدینہ طیبہ کا  
 وہی تو ترش ہے، رات خواب میں حضور اقدسؐ کی زیارت ہوئی اور ڈانٹا کہ مدینہ  
 کا وہی ترش ہے تو جاؤ مدینہ سے نکل جاؤ۔ بیدار ہوئے تو پریشان تھے اور کہا کہ غرق  
 ہو گیا، اب اس کا کیا علاج ہوگا۔ کسی بزرگ سے ذکر کیا تو کہا کہ حضرت سید  
 الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر روؤ اور اللہ سے معافی مانگ لو، گیا، رویا، استغفار

کیا، رات خواب میں حضرت حمزہؓ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ عقلمندی یہ ہے کہ ابھی نکل جاؤ، ورنہ ایمان خطرہ میں ہے، گویا حکم ہوا کہ یہاں نوابی اور امیری کا ٹھکانہ نہیں چلے گا۔ اگر حکم کی تعمیل میں پس و پیش کیا تو ایمان سلب ہو جائے گا۔ تو یہ منزل عشق ہے۔ احترام اور ادب قائم رکھنا بہت ضروری امر ہے۔ یاد رہے کہ وہاں اکڑا در بے ادبی سے کام نہیں چل سکتا۔

**حج مبرور کی نشانی** | الغرض حضورؐ نے ان تمام آداب کو ملحوظ رکھنے والے کو بشارت دی کہ حج مبرور کی جزا جنت ہی ہوگی، کوئی دوسری چیز نہیں، حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حج میں کوئی خلافِ شرع بات نہ کرے اور حج کے بعد اس کی زندگی کے اعمال حج سے قبل کی زندگی سے بہتر ہو جائیں۔ حج سے قبل جو معاصی اور اعمال سیئہ ہوتے تھے اب حج کے بعد اعمال صالح کرتا رہے اور اعمال سیئہ کو ترک کرے تو حج مقبول و مبرور ہے، اور اگر پہلے سے زیادہ دنیا کو رغبت اور انہماک ہے نیکی کی طرف جذبہ کم ہے اور بدی سے اقبال نہیں تو سمجھیے کہ حج مقبول اسے نصیب نہیں ہوا، اور ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ حج مقبول پانے والا حاجی جب گھر لوٹتا ہے تو معاصی اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ بچہ ابھی پیدا ہوا ہو۔ رجوع کیوم ولدتہ امتلہ۔ بچہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک ہوتا ہے اس طرح حج مقبول تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

**حج کی اہمیت** | عالم باطل کی رہنمائی اور رفاقت بہت بہتر ہے تاکہ مسائل بھی معلوم ہو اور نہ مناسک میں نقصان آئے، ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بیت اللہ شریف دہن کی پاکلی کی طرح سجایا ہوگا، اور جن لوگوں نے حج کیا ہو، اس کا طواف کیا ہو، حجاز سود کو چوما ہو وہ اس کے دامن کو پکڑ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ یہ حصہ جنت میں چلا جائے تو جتنے حاج بھی اس کے ساتھ چمٹے

ہوں گے، وہ بھی ساتھ چلے جائیں گے۔

**حج کی اہمیت** | حضورؐ نے اس شخص کے بارہ میں جس پر حج فرض ہوا، اور اس نے ادائیگی میں کوتاہی کی، فرمایا کہ مجھے اس کے بارہ میں کوئی پروا نہیں

کہ یہودی مر جائے یا نصرانی مر جائے۔ جس آیت میں فرضیت حج کا ذکر ہے اس میں بھی اس فریضہ کی عدم ادائیگی پر ”ومن کفر“ کا لفظ مرتب کیا ہے کہ جس نے حج نہ کیا گویا اس نے کفر اختیار کیا۔ عنوان اور تعبیر بہت سخت ہے جیسے کافر حج نہیں کرتے اس شخص نے بھی اُن کی طرح حج نہ کیا۔ پھر اس سے زیادہ سخت اور جانکاہ اعلان ہے۔ **فَاتَّ اللَّهُ غَنِي عَنِ الْعَالَمِينَ** کہ بے شک ایسے لوگوں سے اللہ بے نیاز اور بے پروا ہے۔ اور جنہیں عشق و محبت ہو ان لوگوں کو اس نزا کی تلخی اور شدت کا احساس ہو سکتا ہے۔ عاشق کے لئے محبوب کی بے نیازی ایسی نزا ہے جس سے بڑھ کر کوئی مصیبت اور تکلیف نہیں ہو سکتی اس لئے حاجی امداد اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک آخرت کی بدترین نزا اور عذاب وہ ہے جسے اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ:

**لَا يَكْلَمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ** پس نہ تو اللہ ایسے لوگوں سے بات کرے گا **الِيَهُمْ۔** اور نہ شفقت سے نوازے گا۔

**كَلَّا أَنهَم عَنِ سُبُهَمِ يَوْمَئِذٍ** یہ لوگ قیامت کے دن خدا کے دیدار سے محروم **لَمَحْجُوبِينَ۔** و محجوب رہیں گے۔ یہ لوگ اللہ کو نہ دیکھ سکیں گے

تو یہ تکلیف مصیبت جہنم میں داخل ہونے سے زیادہ ہوگی۔ حج کی ادائیگی میں کوتاہی اور غفلت کا وبال بھی بہت سخت ہے حج مقبول کے لئے اتنی بات ضروری ہے کہ دیگر عبادات کی طرح حج و عمرہ بھی خالص اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔ نام و نمود اور نمائش یا سیر و سیاحت اس کا مقصد

نہ ہو، حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت سے پہلے حج اعتیاد و امرار سیر و سیاحت اور واسطہ درجہ کے لوگ تجارت اور مالی منافع کے لئے علما و قراء نام و نمود اور فقر و بھیک مانگنے کے

لئے بھی حج کیا کریں گے۔

**خلوص نیت اور للہیت** | توجہ محض رضائے مولا اور ادائے فرض کی خاطر ہونا چاہیے، اگر نیت صحیح ہے تو ایسے لوگ حج کی قبولیت کے لئے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ علی بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کی رات خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے کہ ایک نے پوچھا حجاج تو بہت ہیں، کن کا حج قبول ہوا؟ دوسرے نے جواب دیا کہ صرف چھ آدمیوں کا قبول ہوا۔ بیدار ہوا تو رونے لگے کہ میں تو یقیناً ان چھ میں نہیں ہوں گا۔ اس لئے میرا حج بھی قبول نہ ہوا ہوگا۔ دوسری رات سوئے تو پھر وہی فرشتے اور ان کی گفتمات خواب میں دیکھی اور فرشتے نے دوسرے کو کہا کہ ان افراد کی وجہ سے اللہ نے سب حاجیوں کا حج قبول کر دیا تو خوش ہوئے، اور اجتماعی عبادات نماز باجماعت وغیرہ میں یہی فائدہ ہوتا ہے کہ بعض افراد کی برکت سے قصور وار لوگوں کا ٹوٹا پھوٹا عمل بھی قبول ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حج کا ارادہ کرنے والے بعض مخلصین کے اعمال کی وجہ سے حجاج کا حج قبول ہو جاتا ہے وہ حج تک نہ بھی پہنچ سکے ہوں۔ ان کے اخلاص جذبہ شوق اور کسی اور عمل کا وزن سب پر بھاری ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ نے حج کیا رات کو خواب دیکھا، فرشتے نے کہا صرف ایک آدمی کا حج قبول ہوا اور اس کی وجہ سے سب حاجیوں کا حج بھی قبول ہوا۔ مگر وہ شخص خود حج میں شریک نہیں ہوا۔ یہ بزرگ اس کی ٹوہ میں لگا رہا، خواب میں

نشانات اور علامات معلوم ہوئی تھیں۔ تلاکس کرتے کرتے بالآخر اس کے پاس پہنچے وہ شہر سے باہر کھیتی باڑی کر رہا تھا اس کو ایک واقعہ سنایا اور حالات اس سے دریافت کئے کہ تم حج پر بھی نہیں گئے اور حاجیوں کا حج تمہاری وجہ سے قبول ہوا۔ اس نے کہا کہ میں نے کچھ پونجی اکٹھی کی تھی سفر حج کے لئے۔ ایک دن میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں گوشت پکایا تھا،



میرے بچے اس سے ترکاری مانگنے کے لئے گئے۔ اس نے کہا یہ تمہارے لئے حرام ہے، پھر بطور شکوہ اس سے ذکر کیا تو اس نے کہا میرے بچے بھوک سے تڑپ رہے تھے تو میں نے ان کے لئے مردار کبوتر پکایا، تو میں تو مضطرب تھا اور تم غنی ہو، اس لئے نہ دیا کہ تمہارے لئے وہ حرام تھا۔ میں نے وہ پونجی اس کو دیدی کہ اس کو تجارت میں لگا دو۔ خود لگے سال حج پر جانے کی کوشش کروں گا، مگر حکومت کی بے جا پابندیوں کی وجہ سے جن کا نام قرعہ میں نہیں نکلتا، انہیں بھی اللہ کی طرف حج کے برابر اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیئے۔ فضیلت و ثواب تو مل ہی جاتا ہے گو قانونی حج سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔ وہ تو جب بھی موقعہ میسر ہو لازمی ہو گا۔ مگر اس وقت جو صدمہ اور تکلیف ناکامی کی وجہ سے ہوئی شاید اس کی وجہ سے اوروں کا حج بھی قبول ہو چکا ہو۔

اب ایک بات اور سن لیں کہ حاجی جب سفر حج پر روانہ ہو تو اس حاجی کی دعائیں سے مل کر دعا کی درخواست کرنی چاہیئے۔ ٹہرت اور نام و نمود کے لئے ہنگامہ نہیں ہونا چاہیئے۔ واپسی میں بھی جیت تک حاجی گھر بار کی الاٹھوں سے پاک ہو۔ دعائیں چاہیئے کیوں کہ وہ واپسی میں گناہ سے پاک ہوتا ہے اس کے ساتھ مصافحہ کریں۔ سلام کریں کہ اس نے حج اسود اور بیت اللہ کو مس کیا ہے اس وقت وہ معصوم عن المعاصی ہے۔ اللہ کے گھر سے آیا ہوا اہمان ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار حج مقبول و مبرور نصیب فرمائے : آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔



# قربانی

## سنت ابراہیمی

خطبہ عید الاضحیٰ ۱۳۹۴ھ عید گاہ اکوڑہ خٹک

(خطبہ مسنونہ کے بعد) واذ بتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتتہ۔ الیہ  
محترم بزرگو! اکثر حضرات دور دراز سے آئے ہیں، اس لیے چند منٹ کچھ  
عرض کروں گا۔ تقریر کا نہ وقت ہے نہ صلاحیت، بیمار بھی ہوں۔  
محترم بزرگو! آج جو سنت ہم اور آپ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد انشا اللہ  
ادا کریں گے، یہ قربانی ہے اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔  
حضور نے فرمایا: سنت بیکہ ابراہیم (ابراہیم علیہ السلام قربانی اور عزیمت  
کا پیکر)، انبیاء کرام کے سلسلہ میں حضرت ابراہیم کا ایک نہایت بلند مقام ہے،  
ان کی ساری زندگی قربانی اور عزیمت کی زندگی ہے۔ ساری زندگی عظیم الشان  
ایشیاء، استقامت اور اللہ کی راہ میں سب کچھ لٹا دینے سے لبریز ہے۔  
جس وقت حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو ملک کا ماحول ستار پرستی  
اور بت پرستی کا تھا۔ نمرود جیسے ظالم حکمران کے ہاتھ میں حکومت تھی۔  
اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر بت پرستوں کا پروہت یعنی  
لاٹ پادری ہے۔ تمام دھرم سالوں کے نگران ہیں۔ گویا وزیر تعلیم اور وزیر مذہبی  
امور ہیں۔ ایک اہم عہدہ پر فائز ہیں۔ خود بت تراش ہیں۔ ایسے وقت میں  
ظالم نمرود کے خلاف آواز بلند کرنا کتنا سخت کام تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا

جگر تھا کہ سارا ماحول، سارا خاندان اور سارا گھر، سارا علاقہ بت پرستی اور شرک میں مبتلا ہے۔ اگر حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کا طریقہ اختیار کر لیتے تو ان کو بھی والد جیسا اہم منصب مل سکتا تھا، وہ بھی ملک کے مذہبی پیشوا ہوتے، وزیر ہو جاتے، مگر نہ صرف اس منصب اور عمدہ کولت ماردی بلکہ پوری قوم، حکومت اور ملک کی دشمنی مول لی اور اعلان کیا کہ: انسی برئ مما تعبدون۔ ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ میں تمہارے بتوں اور ان کی پرستشوں اور مشرکانہ رسم و رواج سے بالکل بیزار ہوں۔

**دعوتِ توحید اور جتہ ابراہیمی** | پہلے اپنی قوم کو عقلی پیرایہ میں سمجھانا چاہا کہ اے میرے والد! اے میری

قوم! تم ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو مجبور و مقبور اور بے بس ہیں۔ دوسرے کے حکم کے تابع ہیں۔ دوسرے کے کنٹرول میں ہیں یہ سورج کبھی طلوع ہوتا ہے کبھی غروب۔ یہ چاند کبھی گھٹتا ہے، کبھی بڑھتا ہے، تغیر و تبدل قبول کرتے رہتے ہیں۔ فلما جت علیہ السیل رایتی کوکبا۔

معبود برحق اور خدا تو ہمیشہ کی صفت پر مستصف رہتا ہے۔ وہ تو قدیم اور واجب الوجود ہوتا ہے۔ اس کی صفات اور حالات میں تغیر و تبدل نہیں آتا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ہر قسم کے دلائل سے بات قوم کے سامنے رکھ دی کہ یہ بت پرستی اور شرک بالکل حرام اور خلافِ عقل ہے۔ لیکن قوم جہالت کی وجہ سے نہ سمجھ سکی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے سمجھانے کا دوسرا طریقہ اختیار فرمایا کہ یہ بت عاجز ہیں کچھ نہیں کر سکتے، ان لوگوں کا کوئی تموار تھا، ان کی عید کا دن تھا، لوگ سب باہر کسی میدان میں جمع ہونے نکلے۔ حضرت ابراہیمؑ شہر میں رہے۔ دھرمسال میں اگر سب بتوں کو توڑ دیا بڑے بُت کو چھوڑ کر کھٹاڑی اور تیشہ اُس کے کاندھے پر کھدیا

اور ہونڈ رانے اور چڑھا دے لوگوں نے بتوں کے سامنے رکھ دئے تھے وہ سب اکٹھے کر کے بڑے  
بت کے سامنے رکھ دئے۔ یہ چڑھا دے ان لوگوں کے زعم میں تبرک ہو جاتے اور عید کی شام کو اگر اسے آپس  
میں بانٹ دیتے۔

لوگ تہوار سے واپس آئے تو بت خانہ کی حالت دیکھی کہ ہمارے سامنے خداؤں کو توڑا گیا ہے تو  
حضرت ابراہیم سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کلباڑی تو اس بڑے بت کی گردن پر ہے معلوم  
ہوتا ہے کہ یہ خفا ہوا اور سب کو توڑ ڈالا۔ زبان حال سے بتلا رہا ہے کہ ان میں لڑائی ہوئی۔ اگر جواب  
خواہ خواہ چاہتے ہو تو خود ان بتوں سے پوچھ لو۔ قوم شرمندہ ہوئی، اور دل میں اعتراف کیا کہ یہ تو  
نہ بولتے ہیں نہ آواز سنتے ہیں، نہ نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ابتلاء و آزمائش میں تفویض تام: مگر حق کی دشمنی اتنی دلوں میں بس گئی تھی کہ بجائے

ایمان لانے کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں فیصلہ دیا کہ لکڑیاں جمع کر دی جائیں تو عظیم الشان  
لادہ تیار کر کے حضرت ابراہیم کو اس میں جلادیا جائے کہ انہوں نے ہماری ملکی قومی اور ریاستی مذہب کی توہین کی  
اب بڑے بوڑھے مرد عورت حاکم و رعایا اس کام میں شریک ہو گئے اور آگ کے لئے ایندھن جمع کرنے  
لگے اور فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیم کو مخینق میں بٹھا کر لادہ میں پھینک دیا جائے۔ یہ ایک عجیب منظر تھا کہ  
اللہ کی راہ میں ایک تھکس نبی قربانی دیتا ہے۔ عرش سے فرشتے کاسات اور ملائکہ رشتے ہیں کہ یا اللہ  
آج تیرے جانثار بندے کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔ روایات میں ہے کہ آگ کے شعلے جب بھڑک اٹھے اور  
دھواں قضا میں پھیل گیا تو پڑتے تک اپنی پیچھوں میں پانی کے قطرے لاکھا لگا کر پڑنے لگے مگر ایک دوشیزہ الطبع جوان  
بھی تھی جو دوسرے آگ کو بھڑکتے رہے کہ اور بھی بھڑک جائے۔ آگ نہ پڑندوں کے چند قطرے سے بجھ سکتی تھی نہ کسی  
جانور کے چھونک سے بھڑک سکتی تھی، مگر یہ خدا کی قسم ہے۔ اپنی اپنی ہمت ہے کسی نے حق کے لئے اپنی محبت و  
اصلاح کا مظاہر کیا کسی نے حق دشمنی کا کچھ جانور حلال اور پاک تھے، اور کچھ حرام اور مراء۔ ہر ایک نے اپنی  
فطرت کا مظاہر کیا، ایسے موقع پر نیت ہر ایک کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ فرشتے اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ تیرے  
عاشق بندے کے لئے ساری دنیا جمع ہے کہ اسے جلادیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو اجازت دی کہ جا کر  
حضرت ابراہیم سے حالت دریافت کر لو اگر وہ تجھ سے ملنا لگتا ہے تو کہہ لو۔ جبرائیل نے عرض کیا کہ اے ابراہیم



میں حیران ہوں۔ میری قوت اور طاقت تو جانتے ہو اور ان کی طاقت اتنی کہ قرآن لوط و سدوم کو آسمانوں تک اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔ لاکھوں کی آبادی پر پتھروں کی بارش برسا دی اور زمین اونڈھی کر دی۔

حضرت ابراہیمؑ کو کہا میں تیرا خادم حاضر ہوں، حکم دو کہ ان سب کو مع لاؤ لشکر کے ابھی ختم کر دوں یہ ایک امتحان تھا۔ شاگرد سارا سال استاد سے پڑھتا ہے مگر امتحان کے وقت پرچہ میں کسی سے مدد مانگے تو امتحان میں فیل ہو جاتا ہے تو اس امتحان کے موقع پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اور سارے عالم کو بتلاتے ہیں کہ میرے ساتھ عشق رکھنے والا بندہ کیسا ہے؟ اس کی استقامت دیکھیں، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: امانت فلا۔ تیری مدد نہیں مانگتا یہ تو عشق ہے خدا کی راہ میں قربان ہوتا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا: مجھ سے نہیں تو اللہ سے مانگ لے کہ وہ اس مصیبت سے نجات دے۔ فرمایا: حبیبی عن سوالی علمہ بحالی۔ خدا مجھے دیکھتا ہے، میری مالت اسے معلوم ہے تو اس کا علم میرے حال پر کافی ہے سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو اس کی رضا ہو، وہی میری رضا ہے۔ اللہ میرے لئے کافی ہے۔

واقعہ نارنہرود کا سبق | تو حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ نے ہمیں یہ سبق بھی دیا کہ اسلام کی حفاظت و بقا کے لئے جتنا بھی ہو سکے کوشش کرو۔ پرندوں کی طرح باطل کی آگ بجھانے کے لئے دودھ و قطرے کیوں نہ ہو سکیں آگ پر ڈالنے کی سعی کرو۔ دین کی حفاظت تو خود اس کے ذمہ ہے، ہمارا ہمت اور سعی اور نیت کا امتحان ہوتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحاظون اللہ دیکھتا ہے کہ یہ لوگ آگ بجھانے والے پرندے بنتے ہیں یا آگ بجھانے والے شریر الطبع جانور باقی حفاظت کہ خدا کا کام ہے۔ آگ سے بھی باغ بنا سکتا ہے۔

من کان باللہ کان اللہ لہ | قیصر روم نے حضرت عمرؓ کے شہید کرنے کے لئے آدمی بھیجا، اس نے آکر دیکھا کہ حضرت عمرؓ درخت کے سایہ میں سوئے ہیں، درخت سر ہانے رکھا ہوا ہے۔ کافران میں سے آکر دیکھا کہ ان کے ارد گرد شیر گھوم رہا ہے، حفاظت کر رہا ہے۔ خوف کے واسطے بیہوش ہو کر گر پڑا حضرت بیدار ہوئے، کافروں کو ہوش میں لایا گیا، پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا یہ تو پھر تباؤں کا پہلے یہ تبتلاؤ کہ یہ شیر اور درندے کیسے آپکے منہ پر ہوئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو شیر کا پتہ نہیں تھا، دل کے لئے اپنی کرامت کا علم ہوا۔ فردری نہیں۔ تو فرمایا یہ تو بدینہ ہے آبادی ہے، یہاں شیر کہاں سے آیا؟ اتنے میں غیبی آواز آئی، اے عمرؓ

تم خداک دین اور امت کی مدد کرتے ہو۔ اسکی بقا و ترقی میں مشغول ہو تو خدا کی کل مخلوق تیری خواہ مخواہ اور ہمدرد ہوگی  
صبر و استقامت کا نتیجہ | توجیب حضرت ابراہیمؑ نے ایمان و استقامت کا کامل مظاہرہ فرمایا  
 تو آگ کو خدائے گلزار بنا دیا۔ بردا و سلاماً علی ابراہیم۔ ہو گیا اور آگ کی معمولی پیش سے بھی خدائے  
 محفوظ رکھا۔ پھر ایک موقع آیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو پوسے ملک اور قوم کو چھوڑنا پڑا۔ یہ دوسری  
 عظیم قربانی تھی۔ ملک و وطن قوم قبیلہ سب سے الگ ہو کر اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔ پھر حبیب اللہ کے گھر کتبۃ اللہ  
 کی آبادی کا موقع آیا تو شیر خوار معصوم بچے اور محبوب رفیقہ حیات حضرت ہاجرہؑ کو ایک ویران اور سنسان  
 وادی۔ وادی غیری زرع میں جا کر چھوڑ دیا۔ یہ اللہ کے احکام پر تسلیم و انقیاد کے مظاہرے تھے۔ نار  
 مزد کے موقع پر اپنی جان کی قربانی پیش کی اور جان کی قربانی تو آسان ہے۔

دوسری عظیم قربانی | لکڑا دلاد اور بیٹے کی شکل تو اب اللہ نے یہ امتحان بھی پورا کرنا  
 چاہا، حکم ہوا کہ اپنے جگر گوشہ اسماعیلؑ کو ذبح کر دے، میری راہ میں بڑھاپے کا یہ سہارا جو ان بیٹا قربان کر دے  
 لوگ اپنے آرام و راحت اور ہر عیش و عشرت اور دلہی کے لئے قربان کرتے ہیں، آپ نے سب کچھ  
 اللہ کے لئے قربان کر دیا۔ اپنے بیٹے سے کہا: یا بنی انی اری فی المنام انی اذ جک فانظر  
 ما ذا ترئی۔ اے بیٹے مجھے حکم ہوا ہے۔ وہ بھی خواب کا حکم تھا۔ دوسرے لوگ اس کی تعبیر میں تاویل  
 ڈھونڈتے۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کے لئے خواب اور جاگنے کا حکم برابر تھا، فرمایا کہ اے بیٹا میں تجھے اللہ کے  
 حکم پر ذبح کرنا چاہتا ہوں۔

اسماعیلؑ پیکر صبر و رضا | حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام طاعت شعار اور پیکر صبر و رضا فرمایا:  
 ابا جان جلدی کیجئے اللہ کے حکم کے سامنے میں گردن نہاد اور صابر و شاکر ہوں۔ یا ابت ا فعلن  
 ما تؤمر سجدنی ان شاء اللہ من الصبرین۔ اشار اللہ تو مجھے صبر کرنے والوں میں سے  
 پائے گا۔ مجھے اوندھا لٹا دیں اور آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیں۔

ادھر اللہ نے قربانی قبول فرمائی اور حضرت اسماعیلؑ کے بدلے حضرت ابراہیمؑ کی سنت قربانی  
 قیامت تک جاری فرمادی۔ آج ہم حضرت ابراہیمؑ کی سنتوں کی احیاء کرتے ہیں۔ قربانی اور حج حضرت  
 ابراہیمؑ کے اعمال اور قربانیوں کی یاد ہے۔

قربانی میں اولاد کیلئے سبق | دوسرا سبق یہ بھی ہوا کہ اولاد کو والدین کا فرمانبردار

ہونا چاہیے جو اولاد باپ کی عظمت اور احترام نہیں کہتے وہ دد زنی ہے۔ والدین خفا ہیں تو جہنم کے درد رازے اس کے لئے کھلے ہیں خوش ہو تو جنت کے درد رازے کھلے ہیں ولا تقل لہما اُتِ ولا تہرہما۔ انہیں محبت اور عظمت کی تطردوں سے دیکھنا چاہیے، جھڑکنا بھی جائز نہیں، شفقت و محبت سے دیکھنے کا بھی حج اور عمرہ کے برابر تو ایسا ہے۔ آجکل درست احباب کے لئے تواذب ہوتا ہے۔ ان کے لئے مرغ پلا دے۔ مگر بوڑھے ماں باپ کو قہنا ڈانٹ سکتے ہیں وریغ نہیں کرتے حضرت اسمعیلؑ ایک روایت کے مطابق بارہ سال کے تھے۔ مگر باپ کے سامنے گردن نہاد ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابیؓ کی وفات کے وقت زبان بند تھی۔ کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ماں اس سے ناراض تھی۔ فرمایا لکڑیاں جمع کر کے آؤ، اسے جلادیں ماں ڈر گئی، پریشانی ہوئی۔ فرمایا: اس کا انجام تو ویسے بھی یہی ہے۔ جیت تک تو اسے معاف نہیں کرے گی، ماں نے اسے بخش دیا، کلمہ طیبہ بھی اس وقت اس کے پیٹے کی زبان پر جاری ہو گیا۔

مگر اس وقت عجیب حالت ہے، جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا تھا قیامت سے قبل عالم اکبر کا مزاج گبڑ جائے گا۔ اولاد ماں باپ کا آقا بن جائے گی۔ مالک اور غلام کی تمیز ختم ہو جائے گی۔

قربانی کا روح | الغرض حضرت ابراہیمؑ کا عمل قربانی امت کے لئے ایک نمونہ ہے۔

قربانی دیتے وقت ہمیں یہ بات ستر کر کرنی چاہیے کہ یا اللہ ہم تیری مرضی کے لئے اپنی جان دینے سے اپنی اولاد سے بھی دریغ نہیں کریں گے، نوجوانوں کو سوچنا چاہیے کہ ہم حضرت اسمعیلؑ کی طرح الدین کی اطاعت کا شیعہ اختیار کریں گے، اور اللہ کی مرضی کے سامنے تسلیم خم کریں گے۔ یہ اجتماع عید مبارک ہے تو استغفار کا وقت ہے، جو حدیث کی بناء پر دلوں کے رنگ کو دور کرتا ہے۔

شیطان نے کہا میں انسانوں کو گمراہ کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لا ازال اغفر لہم ما استغفروا جب تک یہ استغفار کریں گے میں انہیں نجات دے رہا ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت اور ہدایت دے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# قربانی کی اہمیت اور شبہات کا ازالہ قربانی

خطبہ جمعۃ المبارک، اذیقعدہ ۱۳۸۸ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

و ان لیس للانسان الا ما سعی وان سجد سوف یروی۔  
محترم بزرگوار خداوند کریم کی وہ لاتنا ہی نعمتیں اور احسانات جو کل عالم اور پھر خصوصاً انسان پر ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ کے عاشق بنیں اس سے ہمیں محبت ہو جائے۔ اور اللہ کے فرمانبردار بن جائیں۔ اس کی فرمانبرداری اور تابعداری پر صرف مسلمان اور انسان ہی نہیں بلکہ خدا کی ساری مخلوق اس کا شکر ادا کرتی ہے۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولكن لا یفقهون تسبیحہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عالم میں ایسی کوئی چیز نہیں جو خدا کی تسبیح نہ کرے۔ مگر ان کی تسبیح انسان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ پہاڑ پتھر سمندر دریا اور نباتات حیوانات چوپائے اور جمادات یہ آسمان زمین چاند اور سورج سب خدا کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اس لئے کہ سب خدا نے نعمت وجود سے نوازا ہے۔ اور تمام چیزوں میں اپنی حیثیت کے مطابق حیات اور زندگی موجود ہے۔ کل قد علم صلوٰۃ و تسبیحہ ہر ایک کو اپنی نماز اور خدا کی تسبیح کرنے کا طریقہ معلوم ہے۔ جب ان چیزوں میں علم ہو تو حیات ضرور ہوگی۔ اور تمام چیزوں کی تابعداری دیکھیے خدا کا حکم ہے کہ یہ دیوار یہاں کھڑی ہے اور اس پر چھت کا بوجھ قائم ہے۔ یہ خدا کی مرضی ہے۔



تو یہ بھاگ نہیں سکتی۔ اس کی خلاف ورزی نہیں کرتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تابعدار ہے۔ کبھی پانی نے یہ نہیں کہا۔ کہ انسان کا مجھ پر کیا حق ہے کہ مجھے پتیا ہے اور مجھ سے کھیت میرا ہے۔ اس طرح حیوانات نے بھی بوجھ لائے، ہل جوتے، دودھ پینے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ ہر چیز کی پیدائش سے کوئی مقصد و حکمت خدا نے وابستہ کی ہے۔ اور وہ اس میں پوری فرمانبرداری ہے۔ ذرہ برابر اس میں حکم عددی نہیں ہوتی۔ تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ کل قد علم صلواتہ اور علم بغیر زندگی کے ہوتا نہیں، تو معلوم ہوا کہ اگر علم ہے تو زندگی بھی ہے۔ مگر زندگیوں میں فرق و تفاوت ہے۔ ہمارا جسم ایک ہے مگر اس کے اجزاء کے احساس میں فرق ہے مثلاً انگلی کے سر میں قوتِ احساس باقی سارے بدن کی نسبت زیادہ ہے۔ سر سے پیر تک ہمارے اعضاء کی زندگی ایک طرح کی نہیں بلکہ تفاوت ہے۔ اسی طرح زمین بھی زندہ ہے۔ گھاس پھوس پانی آسمان اور اس کے تارے بھی زندگی رکھتے ہیں۔ اور اس زندگی کے بموجب خدا کے حکم کی تابعداری ان میں موجود ہے۔

عناصر کی زندگی کی دلیل | جب فرودنے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا۔ تو خداوند کریم نے آگ کو حکم دیا یا نار کو فنی ہو جاؤ سلاماً علی ابراہیم اے آگ اسی وقت جلانا چھوڑ دے ٹھنڈی ہو جا مگر برف کی مانند نہیں بلکہ سلامتی والی اگر سلاماً نہ کہا ہوتا تو اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ آپ کو تکلیف ہوتی بلکہ یہ فرمایا کہ سلاماً علی ابراہیم کہ انسانی مزاج کے مطابق ہو جائے، اعتدال کے درجہ میں ہو یا سا نہ ہو کہ ٹھنڈک سے حضرت ابراہیم کو تکلیف ہو۔ تو اگر آگ میں زندگی نہ ہوتی تو حکم نہ ملتا۔ جب فرعون کا غرور مد سے بڑھ گیا تو خدا کی گرفت میں آگیا۔ جیسا کہ آج خدا نے امریکہ کو دیت نام میں پھنسا دیا ہے یہ اس کے غرور و تکبر کی سزا ہے، کہ جب منحرف علیہ دلیل قوم یہود کی پشت پناہی کی ساری دنیا میں تباہی مچادی خدا نے پکڑ لیا۔ امریکہ شکست کھانی والی طاقت نہ تھی مگر مولیٰ گاجر کی طرح اس کی فوج کٹ رہی ہے یہودیوں کی پشت پناہی کا ثمرہ امریکہ کو مل رہا ہے۔ جنگلی اور ہتے لوگوں کے ہاتھوں خدا نے اسے رسوا کر دیا ہے خدا آج بھی قدرت رکھتا ہے مگر کاش ہم دیدہ عبرت کھولیں اور نصیحت حاصل کریں۔

فرعون کے پاس نولاکھ فوج تھی حضرت موسیٰ کے پاس صرف ایک لکڑی ہے آگے سمندر (بحرہ قلزم) ہے۔ اور پیچھے نولاکھ فوج ہے۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا خاضرب بعضناک البحر اپنے عصا کو سمندر پر مار دے۔ اگر سمندر میں زندگی نہ ہوتی تو اس نے پیغمبر کے حکم سے خدا کی مرضی کے مطابق تعمیل نہ کی ہوتی۔ سمندر بارہ

مقامات سے پھٹ گیا۔ بنی اسرائیل کے بارہ اسیاط اور قبائل الگ الگ راہوں سے گزر گئے فَاَنْفَلَقَ فَمَا كَانَ  
 كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ۔ بنی اسرائیل الگ الگ سڑک پر سے گزر گئے۔ اور جب فرعون آیا تو اسی ہمنہ کی  
 موجوں نے اسے گھیر لیا۔ اور ساری فوج کے ساتھ غرق ہوا۔ مجال کیا کہ خدا کے حکم سے کوئی نافرمانی کرے آج بھی  
 سرکش انسانوں کی نافرمانی محض کھیل تماشا ہے۔ جیسے مہصوم بچے کو کھلونا دیدیا جاتا ہے تو کبھی وہ کو دلتا ہے، اچھلتا  
 ہے۔ کبھی گالی دیتا ہے، تھپڑ مارتا ہے اور بڑے اُسے دیکھ کر ہنستے ہیں کہ یہ کھلونا تو ایک مسمیٰ میں مُسلا جاسکتا ہے  
 اسی طرح مغرور انسان معمولی اختیار ملنے پر کبھی اسلام کا مقابلہ کرنے لگتا ہے کبھی خدا کا مذاق اڑاتا ہے۔ اور  
 قدرت سنہتی رہتی ہے کہ یہ انسان اپنی حقیقت اور پوزیشن کو بھولے ہوئے ہے۔

تم اپنے آپ کو دیکھو اور اس آسمان کو دیکھو چاند اور سورج کو دیکھو۔ تم میں سے تو بڑے  
 بڑے اجسام خدا کے سامنے منقاد ہیں۔ اس وجہ سے حضرت لقمان نے بیٹے کو نصیحت کی **وَلَا تَمُشْ  
 فِي الْأَرْضِ مُرَحًا** بیٹے زمین پر اکڑ کر مت چلو۔ تم زمین تو نہیں پھاڑ سکتے نہ پہاڑ کو ٹکرا سکتے ہو۔  
 پس جب یہ تم سے زیادہ مضبوط ہیں تو کیوں غرور اور تکبر اختیار کرتے ہو۔ **إِنَّكَ لَمِنْ خَضِرِ الْأَرْضِ  
 وَلَكِنْ تَبْلُغُ الْجِبَالَ طَوْلاً**۔ تم نہ تو زمین اپنی اکڑ سے پھاڑ سکتے ہو اور نہ سینہ تان کر چلنے سے پہاڑوں  
 کے برابر لمبے ہو سکتے ہو۔ بہر حال خدا کے انعامات سب پر ہیں۔ اور انعامات کی وجہ سے خدا کو کائنات  
 سے محبت ہے اور محبت کا تقاضا اطاعت ہے۔ اور اس وجہ سے تمام کائنات منقادِ رب ہے۔

یاد رکھیں آپ کے دل میں خدا کی محبت کا خدا کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا وہ کسی کا قہند نہیں ہم اس  
 کے محتاج ہیں۔ ہمیں اپنے فائدے کے لئے خدائی نعمتوں کا تصور و احساس کرنا چاہیے۔ فائدہ یہ ہوگا  
 کہ اس کی وجہ سے ہمارے اندر اطاعت و فرمانبرداری پیدا ہوگی۔ جو کہ موجب سکون ہوگی۔ اور ہر قربانی  
 موجب خوشبودی و راحت ہوگی۔ بوجھ محسوس نہیں ہوگا۔ ہم سب محبت کی وجہ سے اہل و عیال کے  
 لئے دنیا بھر کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ اور ہمیں کلفت محسوس نہیں ہوتی بلکہ بچوں کو کھچھ لیں  
 تو خوشی کے مارے کپڑوں میں نہیں بہاتے اور ساری تھکاوٹ زائل ہو جاتی ہے۔ یہ سب محبتِ طبعی کا نتیجہ  
 ہے کہ ہر تکلیف اور مصیبت اولاد کے لئے عین راحت، عین سکون اور اطمینان کا باعث بن گئی، تو محبت

خداوندی کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ہر حکم کی تعمیل خوشی، سرور اور اطمینان کا باعث بن جائے گی اور حقینی بھی عبادت کی جائے گی اس سے دل کو سکون نصیب ہوگا۔

**حضرت بلالؓ کی آزمائش** | بھائیو! محبت سے عجیب عجیب کشتے ظاہر ہوتے ہیں۔ محبت تو حضرت بلالؓ کی بھی کبھی کبھی توحید پر ڈھاتو ان کے مالک امیہ نے اذیت دینے کے لئے ایک ہی وار میں انہیں قتل نہ کرنا چاہا۔ تاکہ عذاب و تکلیف زیادہ سے زیادہ دی جائے۔ ورنہ وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ پھری لے کر انہیں ذبح کر دیتا۔ آزاد ملک تھا۔ قانون اور حکومت نہ تھی۔ مگر گرم ریگستان میں تپتی دھوپ میں بلالؓ کو ڈال دیا جاتا اور بڑے بڑے پتھر سینہ اور پاؤں پر رکھ دیئے جاتے۔ رات کو تازہ دم غلام اور نوکر مارتے پٹیتے کہ سو نہ جائیں مگر وہ اللہ کا بندہ پکا رہتا **أَحَدٌ، أَحَدٌ أَحَدٌ۔** (اللہ ایک ہے)

**تصور محبوب میں راحت** | وہ بھی ہماری طرح گوشت پوست ہی سے بنے تھے۔ تکلیف انہیں ہوتی تھی مگر محبت تھی اور اللہ کے درد سے سکون قلبی ملتا تھا محبوب کے نام کے لطف میں تکلیف بھول جاتے۔

ایک بادشاہ نے اپنی بیٹی کے نکاح کے لئے یہ شرط لگا دی کہ جس نے موسم سرما کی ساری رات تالاب میں گزاری اسے اپنی لڑکی بیاہ دوں گا۔ بہت سے یاروں نے ہمت کی مگر قحطی دیگر گزار کر بھاگ اٹھتے ایک باہمت شخص نے ساری رات گزار دی مگر مرا نہیں تو لوگوں نے پوچھا کہ کیسے زندہ پیچ گئے کہا کہ ایک تو بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کا تصور تھا۔ اور دوسری یہ کہ رات کو پہاڑی پر دور سے آگ کی ایک روشنی نظر آرہی تھی۔ میں اس کے سامنے تپتے رہنے کا تصور کرتا۔ اس طرح رات گزاری تو شرط جیت گیا۔ اور بادشاہ کی لڑکی سے نکاح ہو گیا۔ یہ تو مجازی عشق تھا۔ تو عاشق حقیقی کا کیا حال ہوگا۔ حضرت بلالؓ تو خدا کا تصور کرتے تھے۔



## حضرت صدیقؓ کا عشق رسولؐ | حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کفار نے مارا

پٹیا یہاں تک کہ سر اور بدن کا کوئی حصہ زخم سے نہ بچ سکا۔ ان کی والدہ کہتی ہیں کہ سر پر انگلی رکھنے سے بال اکھڑنے لگتے۔ گھر لائے گئے بے ہوش تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد ان کی ماں ام الخیر نے جو سر ہانے بیٹھی تھیں طبیعت کا حال پوچھا تو جواب میں انہوں نے یہ پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے۔ دراصل حضورؐ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے کہ کفار نے احاطہ کر لیا۔ حضرت صدیقؓ نے آکر یہ منظر دیکھا تو لوگوں کو روکنا چاہا۔ اور فرمایا اَلتَّقَتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَقُوْلَ رَجِیْ اَللّٰہِ۔ کیا تم اس وجہ سے اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ تو لوگ ان کو مارنے لگے یہاں تک کہ مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ خیر جتنی بار والدہ نے حالت پوچھی انہوں نے جواب میں یہی کہا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے ماں نے حضورؐ کی حالت دریافت کرنا چاہی تو لوگوں نے بتایا کہ حضرت عمرؓ کی بہن سلمان ہے ان کے ذریعہ پتہ چلے گا۔ تو ام الخیر حضرت عمرؓ کی بہن کے ہاں گئیں کہ حضورؐ کی حالت معلوم کریں وہاں سے دونوں ایک ساتھ ہو کر حضورؐ کے ہاں گئیں اور مزاج پرسی کر کے واپس آئیں پھر حضرت صدیقؓ نے آپ کی حالت دریافت کی فرمانے لگی ہاں ابھی آئی ہوں۔ الحمد للہ وہ ٹھیک ہیں۔ پھر دوائی یا غذا دینی چاہی۔ فرمایا اسے ماں جب تک حضورؐ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں دوائی وغیرہ نہیں پی سکتا حضرت ابوبکرؓ ام الخیر کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ میری والدہ مسلمان ہو جائے۔ دعا کی برکت سے مسلمان ہوئیں۔ یہ تھی محبت کہ تکلیف محسوس نہ ہوئی بلکہ محبوب کا تصور راحت کا سبب بنتا رہا۔

محبت میں مال و جان اور اولاد کی قربانی محبت کے لئے بڑی آسان ہو جاتی ہے۔ اور کامیابی بھی تب ہی ہوتی ہے۔ دیکھو کفار اگر فتح حاصل کرتے ہیں تو ول میں وطن کی محبت ہوتی ہے اور دنیا دار کے دل میں مال کی محبت ہوتی ہے تب کامیاب ہوتا



ہے۔ اسی طرح اگر طالب العلم کے دل میں علم کی محبت ہو تو عالم بنے گا۔ ورنہ نہیں۔ اور محبت کا یہ فائدہ ہے کہ پھر کوئی کام مشکل معلوم نہ ہوگا۔ محبت کا ایک منظر وہ بھی ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے پیش کیا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کی آزمائش کرنا چاہی بڑے میں بیٹا عطا کیا حضرت اسماعیلؑ ۱۲، ۱۱ سال کی عمر کے تھے۔ اور مستقبل میں پیغمبر بننے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش ہوئی۔ خواب میں دیکھا جس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی محبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے قربان کر دی ہے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو کہا۔

اِنِّیْ اَسْرٰی فِی الْمَنَاظِرِ اِنِّیْ  
اَذْبَحُكَ فَاَنْظُرْ مَاذَا  
تَرٰی قَالَ یٰ اَبَتِ افْعَلْ  
مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ  
اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔  
اے بیٹے میں نے خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا اب تیری کیا مرضی ہے؟ سعادتمند بیٹے نے جواب دیا اے باپ اپنے خواب کو پورا فرما دیجئے انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

حضرت اسمعیلؑ نے اپنی تعریف اور بڑائی نہیں کی، جیسے آجکل لوگ بڑی بڑی باتیں بتاتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ نے چاہا تو میں صبر کروں گا۔ باپ عاشق ہے اور تقریباً ۱۲۰ سال کا بوڑھا ضعیف اور بیٹا صرف ایک آثارِ نجات چہرے سے عیاں ہیں مگر محبت کا امتحان ہے خدا کی طرف سے پیغمبر کو وحی آتی ہے جس کی اقسام ہیں۔ آپ کو جاگتے میں وحی آسکتی تھی۔ مگر اس آزمائش کی وحی نیند میں آئی۔

تعمیل میں تاویل چھوڑ دو۔ | خدا نے چاہا کہ آپ کی شان اور بچی ہو جائے اور دنیا میں ظاہر ہو جائے۔

لوگ خواب دیکھتے ہیں تو صبح اٹھ کر تاویل و تعبیر کرنے بیٹھتے ہیں۔ مگر خدا نے دنیا کو تباہ دیا

کہ میرے عاشق اس طرح بن جاؤ کہ تعبیر و تائیل کو چھوڑ دو جس بات کو دیکھو اس پر یقین کر لو اور اس کی تعمیل میں لگ جاؤ۔

مناہی امتحان میں کامیابی | ہمیں قرآن نماز کا حکم دیتا ہے، قرآن پاک میں غالباً پانچ سو جگہ سے زیادہ ہمیں نماز کا حکم ہے۔ اور یہ حکم حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ جاگتے میں اتارا گیا ہے پھر بھی ہم اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور ایک وہ عاشق ہے خدا کا کہ نیند میں اشارہ ہوتا ہے اور وہ فوراً مستعد اور تیار ہو جاتا ہے۔ اور پھر بیٹھا کیسا ہے؟ آج لوگ بیٹے کو کسی بُرے کام سے روک نہیں سکتے کہ کہیں وہ گلے نہ پڑ جائے ایک یہ اولاد ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کہ انہیں باپ نے کہا بیٹا صاف صاف بات یہ ہے کہ میں نے تمہیں نیند میں ذبح کرتے دیکھا ہے اللہ کے حکم سے اور میں نبی ہوں کہ جن کا خواب وحی ہے۔ بیٹے نے کہا اس سے زیادہ خوشی کی بات کو نسی ہو گی۔ کہ خدا کی راہ میں قربان ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ غیرت والی ذات ہے۔ بندہ کی نیت و اخلاص دیکھتا ہے۔ سیدنا ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے جب تسلیم خم کیا تو سیدنا ابراہیمؑ کو بدلہ ملا۔ اور انہیں خدا نے ساری دنیا کی امامت دی اور ان کے بعد سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو بھی حضور خاتم النبیینؐ کا جبراً مجید بنا کر قیامت تک دنیا کا امام بنایا اتینا کرامؑ میں دونوں کو خدا نے ایک عظیم مقام دیا۔ آج انہی کی بنائی ہوئی مسجد بیت اللہ کا رخ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں تب قبول ہوتی ہے۔ نماز کے آخر میں درود پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد بھی یاد ہوتی ہے۔

حضرت اسماعیلؑ کی قربانی قبول ہوئی وہ زندہ رہے اور قربانی کا طریقہ قیامت تک جاری کر دیا و ترکنا علیہ فی الآخرین ہم نے اسماعیلؑ کی قربانی کے بدلے دنیا بھیج دیا جو ذبح ہوا۔ اور یہ طریقہ ہمیشہ کے لئے جاری کر دیا۔ آپؐ سے لے کر حضورؑ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر خود حضورؑ نے اس کا اہتمام فرمایا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ خود حضورؑ

نے دس سال تک مدینہ طیبہ میں ہر سال دو قربانیاں دیں ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے قربانی قربانی کہ امت کے جو لوگ غریب ہیں اور قربانی نہیں کر سکتے ان کے لئے بھی قیامت کے دن سواری کا انتظام ہو جائے۔ حضرت علیؓ بھی ہر سال دو قربانیاں کرتے تھے۔ ایک اپنی طرف سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے۔

قربانی پر نکتہ چینی کا جواب | بھائیو! افسوس ہے کہ اب قربانی کا عمل ختم ہو رہا ہے۔ عقیدہ اور ایمان بھی ختم ہو رہا ہے۔ لوگ کہنے لگے ہیں کہ قربانی کی حکمت کیا ہے؟ فائدہ کیا ہے؟ مال کیوں ضائع کیا جائے؟ اس کی قیمت جمع کر کے قومی کاموں میں کیوں نہ لگائی جائے؟ کیشیر فنڈ یا کسی دوسرے قومی فنڈ میں کیوں نہ دی جائے مگر یاد رکھئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ما عمل ابن آدم من عمل يوم النحر احب الى الله من اهراق الدماء (ادکما قال) عید قربان کے دن اللہ کو کوئی دوسری نیکی قربانی سے زیادہ محبوب نہیں۔

جانوروں کے بدلہ میں قیمت | اگر آپ دس بیس روپے کی قربانی کے عوض دس ارب روپے بھی کسی دوسرے نیک کام پر لگا دیں۔ تو قربانی سے ذمہ فارغ نہ ہوگا۔ دیکھئے یہاں اگر ایک شخص بھوکا ہے روٹی کا محتاج ہے اور تم اسے دس ارب روپے کا سونا دیدو تو کیا اس کی روٹی کی خواہش یا بھوک صرف سونے کو دیکھ کر ختم ہو جائے گی؟ اس کی زندگی ہرگز اس سے نہیں بچے گی۔ اس کو روٹی اور پانی کی ضرورت ہے دنیا میں ایک کام کی جگہ دوسرا کام کافی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قربانی کی بجائے روپیہ دینا ٹھیک نہیں۔ دنیا و آخرت کی نعمتوں میں فرق ہے۔ آخرت کی نعمتیں اور بخششیں اعمال اور نیکیوں کے بدلے میں ملتی ہیں اور دنیا کی نعمتیں بلا عمل مل رہی ہیں ہم نے اپنی پیدائش سے قبل کوئی نیکی نہیں کی مگر خدا ہمیں دنیا میں پالتا ہے مسلمان ہوں یا کافر سب کو روٹی دیتا ہے اور پالتا ہے مگر یہ دنیا کا معاملہ ہے۔



آخرت کی ہر نعمت اور اجر کے لئے الگ الگ عمل مقرر ہے۔ مغفرت کے لئے الگ عمل  
 جنت کیلئے الگ عمل نیکیوں کا ثواب اگر چاہتے ہو تو الگ عمل کرو۔ خدا کا دیدار چاہتے ہو تو  
 اس کے لئے الگ عمل کرنا ہوگا۔ آیت جو تلاوت کی قیامت کے بارہ میں ہے کہ وہاں  
 ہر انسان کو اپنے عمل کا بدلہ ملے گا۔ اور ساری کوشش اور محنت اس کے سامنے آ جائیگی۔  
 ووجدوا ما عملوا حاضراً اور پھر اللہ نے بعض امور کے کئی اسباب  
 بھی پیدا کئے ہیں مگر ہر عمل کا اجر دوسرے عمل کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ بخاری شریف میں  
 حدیث ہے کہ اگر کسی نے عصر یعنی صبح اور عصر کی نماز قضا نہ کی اور باجماعت پڑھی تو  
 خداوند تعالیٰ اسے اپنے دیدار سے مشرف فرمادیں گے۔ اب اگر کوئی دن بھر نیکی کرے مگر  
 نماز نہ پڑھے تو چونکہ اس کے پاس رویت خداوندی کا ٹکٹ نہیں وہ اس میں کامیاب نہ ہوگا  
 یہ مولویوں کی تنگ نظری نہیں۔ دنیا میں دیکھتے تم کسی کو ایک خط بھیجنا چاہو اور ٹکٹ لگانے کی  
 بجائے اس کے ساتھ سو روپے کا نوٹ چسپاں کر دو تو کیا یہ جرم مانہ سے بچ جائے گا؟ نہیں  
 وہ بیزنگ ہو جائیگا، یعنی وہاں سو روپے کا کام نہ دیں گے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیسا احمقانہ  
 قانون ہے کہ ۵۰ پیسے کے ٹکٹ کی بجائے سو روپے لگا دئے اور پھر بھی جرم مانہ ہو گیا تو جواب  
 ملے گا کہ عقل سے کام لو۔ حکومت نے ٹکٹ لگانے کا قانون بنایا ہے اس کے بغیر دس لاکھ روپے بلا قانون لگاؤ  
 پھر بھی مجرم ہو گئے۔ یہ مت خیال کرو کہ دنیا میں سرکشی کے باوجود کھانا پینا ملتا ہے۔ لہذا آخرت میں بھی ایسا ہوگا۔  
 نہیں وہ تو نتیجے کا دن ہے۔ جو کام نیکی کا یہاں کیا اس کا پھل وہاں ملے گا۔ حضرت فاطمہؑ کو حضورؐ نے فرمایا  
 کہ قربانی دو۔ اس کے ہر قطرہ خون کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہونگے۔ اور پھر بیکیری وغیرہ کے ہر وبال کے  
 عوض خدا نیکی کا اجر دینگا۔ یاد رکھئے عاجزی اور شوق کا الگ اجر ہے جو نماز ہی کے فریو مل سکتا ہے اگر ایک شخص دن بھر  
 خدا تعالیٰ کو سلام کرتا رہے تسبیح لئے ذکر کرتا رہے مگر نماز نہ پڑھے تو وہ اجر کبھی نہیں ملیگا جو نچو قہ نماز سے ملتا ہے۔ قربانی  
 خدا کی راہ میں عاشق کے عشق کا مرہم ہے۔ قربانی کی بجائے اگر آپ اربوں روپے بھی دیدیں تو وہ ثواب نہیں ملیگا  
 جو قربانی سے ملتا ہے اور قیامت کے دن ہر عمل کے مطابق جزا ملے گی۔ قربانی کے بجائے آپ کسی دوسرے عمل سے  
 سیکش نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اسب کو قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## احساس گناہ کا فقدان

خُطْبَةُ جُمُعَةِ السُّبَّارِكِ، جُمَادَى الْأَوَّلِ ۱۳۸۵ھ  
۱۹۶۵ء

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا

لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ۔ (پ ۷۷)

اور تم خوب جان چکے ہو جنہوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ بندر ذلیل۔ (ترجمہ شیخ الہند)

احساس گناہ کا ختم ہو جانا سب سے بڑی گمراہی ہے

محترم بزرگو! امتوں میں گمراہیاں بہت ہیں اور گمراہی کی کئی قسمیں

ہیں مثلاً بعض قوموں میں شراب نوشی موجود ہے جو بڑا گناہ اور گمراہی ہے۔ قتل و غارتگری، جھگڑے باہمی اخلافات بھی گمراہیاں ہیں۔ بے نازی، خیانت چوری، یہ سب گمراہیاں ہیں۔ مگر ان میں سب سے بڑی گمراہی جو خدا کے قہر و غضب کو کھینچتی ہے، وہ یہ ہے کہ گناہ کو گناہ نہ سمجھا جائے۔ بعض لوگ اپنے گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں جو شخص اپنے آپ کو مجرم و خطا کار سمجھے۔ لوگوں کی نظروں میں گنہگار ہو اور وہ خود بھی اپنے آپ کو گنہگار کہے۔ اس وقت تک عذاب عمومی اس پر نازل نہیں ہوتا

اور ایسے شخص کی اصلاح بھی ممکن ہے۔

ایک طالب علم جو کتاب نہیں سمجھتا مگر اپنے کو نا سمجھ تصور کرتا ہے، تو اس کا عالم بننا ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو جاہل سمجھ رہا ہے۔ آج بے شوق ہے، محنت نہیں کرتا، لیکن آخر ایک دن فکر مند ہو کر کام پر لگ جائے گا۔ وہ سوچے گا کہ علم کی خاطر گھر اور وطن چھوڑا ہے، اب

وقت کیوں ضائع کروں، اور پڑھنے لگ جائے گا۔ کیونکہ اس کا اپنے متعلق نا سمجھ ہونے کا عقیدہ ہے۔ مگر جو شخص خود کو سب سے اچھا اور سمجھا رہے گمان کرتا ہو تو اس کا عالم بتانا ناممکن ہے اور اس کی اصلاح مشکل ہے۔

ہر کس کہ نداند و بداند کہ بداند در جہل مرکب ابدالدھر بماند  
ایسا ہی گنہگار کا حال ہے، وقت گزرا، نماز نہ پڑھی، مگر نہ امانت محسوس کی تو آخر ایک نہ ایک دن پڑھنے لگے گا۔ تو ایسے شخص کی اصلاح کسی نہ کسی وقت ممکن ہے، کیونکہ وہ خدا کے سامنے رو کر تائب ہو جائے گا، مگر جو آدمی سر سے پاؤں تک گناہوں میں غرق ہو، مگر اپنے گنہگار ہی نہ سمجھے، ہفتہ، مہینہ، سال، جمعہ، عید گزر جائے، رمضان آئے اور گزرے مگر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنے کا خیال تک نہ آئے اور نہ ترکِ صلوٰۃ پر اُسے ندامت ہو۔ ایسے شخص کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔ اب تو وہ حالت یہ ہے جس کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں ارشاد فرمایا:

مجلس  
اذا رايت شحاً مطاعاً وهوى متبعاً واعجاب  
كل ذي رأى برأيه - الخ (او كما قال)

ترجمہ: کہ تجل کی پیروی اور خواہشات کی تابعداری اور ہر شخص کو اپنی رائے پر گھنٹا پیدا ہو۔  
تو ایسی صورت میں عوام کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ اپنے نفس کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔  
کمال اس میں ہے کہ ہر چیز میں جائز و محبت کی جائے، حج، زکوٰۃ، عشر، صدقہ، فطر جو فرض ہیں، ان  
کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ محبت کے لئے حج، زکوٰۃ و عشر کی ادائیگی سے گریز کرنا، مخلوق کی  
ہمدہ دی اور خدا کی راہ میں تجل سے کام لینا، اور ناجائز طریقہ سے مال جمع کر کے فخر کرنا ٹھیک نہیں۔  
ادھوی متبعاً — دل نے چاہا تو سینا گیا، میلہ میں ٹمریک

نخواہشات کی پیروی

وہی متبعاً — دل نے چاہا تو سینا گیا، میلہ میں ترکیب  
 ہوا۔ چاہا تو جھوٹ بولا۔ گویا جو خواہش پیدا ہو، اسے پورا کرے  
 اور خود کو حق پر سمجھنے لگے، خواہش کی اتباع اور پیروی میں کوشاں ہو۔ ایسے وقت میں اصلاح مشکل

ہو جاتی ہے۔ تو اپنے آپ کو سنبھالے رکھو۔

**حضرت آدمؑ کا اعتراف** | ہمارے حیدر علیہ السلام کو پہلے اللہ تعالیٰ نے جنت میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہلے

سے ان کو زمین کا خلیفہ بنانا مقدر تھا۔ اِنی جاعل فی الارض خلیفہ۔ بے شک میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں کہ وہ اس دنیا کے انتظام کو سنبھالے۔ اس کی اولاد میں سے کوئی زمیندار ہی کرتا ہے کوئی باغبانی، کوئی تجارت کرتا ہے۔ اور کوئی صنعت اور کاریگری کر رہا ہے۔ اللہ کو منظور تھا کہ یہ نظام آدمؑ اور ان کی اولاد کے ہاتھوں میں ہو۔ یہاں بھی حکومت کی طرف سے زرعی کالج قائم ہیں جن میں ہر فصل کی خاصیت اور اس کے محفوظ رکھنے اور بڑھانے کے طریقے بتلائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو جنت میں تمام چیزوں کی تعلیم دلائی جنت کے مکانات اور سب چیزوں کا معائنہ کرایا تاکہ زمین کا انتظام اسی طرز سے کرے۔ ان کے لئے جنت زرعی کالج تھا۔ خدا نے اسباب کا ایک سلسلہ قائم رکھا ہے۔

در حقیقت تو ایک پتہ بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر نہیں ہوتا۔ مگر اسباب و سببیت کے درمیان ایک ربط اور تعلق قائم رکھا ہے۔ خداوند تعالیٰ آدمؑ کو بلا وجہ بھی جنت سے نکال سکتے تھے، کیوں کہ وہ مختار مطلق ہے۔ مگر ابتداء سے ایک سلسلہ اسباب کا بنایا کہ ”ایک شجرہ“ (درخت) سے کھانے کی ممانعت کر دی۔ آدمؑ علیہ السلام کی قمت اور تقدیر میں تھا، کھایا تو زمین بھیجے گئے۔ آدمؑ علیہ السلام جب زمین پر اترے تو اللہ کے دربار میں روئے اور گڑ گڑائے۔ ربنا ظلمنا

انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرین۔ اے خدا

ہم نے اپنے اوپر زیادتی کی اگر تو ہم پر رحم نہ کرے تو خسارہ میں پڑ جائیں گے۔ یہ نہ کہا کہ قمت اور تقدیر میں ایسا تھا تو ایسا کیا۔ اب مجھ سے مواخذہ اور باز پرس کیوں کی جاتی ہے

بلکہ اپنے عجز اور قصور کا اقرار اعتراف فرمایا۔ اس کے مقابلہ میں ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مجادلہ اور فضاہمت شروع کی حجبت بازی کرنے لگا۔ تو سب سے بڑا ملعون اور مردود ٹھہرایا گیا۔ اس

سے قبل اگرچہ شیطان فرشتوں کی جماعت میں شامل تھا اور کئی لاکھ سال اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی مگر جب خدا تعالیٰ کے ایک حکم کی خلاف ورزی کی تو گمراہ اور مردود ہوا۔ اور جب خدا نے تعمیل حکم نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے اپنی گمراہی کے لئے تاویل شروع کی، اعترافِ عجز و قصور نہ کیا، بلکہ گناہ پراڑ گیا۔

**عالم اسباب اور عالم بالا** | حضرت موسیٰ ایک دن مغنوم و متفکر بیٹھے ہوئے تھے کہ قوم کے ہاتھوں بڑی تکلیف اٹھائی، اس سے قبل فرعون کے ہاتھ سے پریشان ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف متوجہ فرمایا۔ کہ پوتے کی نگراندی کی وجہ پوچھے۔ ملاقات ہوئی، حضرت موسیٰ نے ناز کے انداز میں شکوہ شروع کیا کہ بابا جان آپ داند گندم نہ کھاتے تو ہم سب جنت میں آرام کی زندگی گزارتے اب ان تکالیف میں مغنوم اور دشمن کے ہاتھوں پریشان رہتے ہیں۔ حضرت آدمؑ نے کہا۔ اے موسیٰ تم اولوا العزم پیغمبر ہو، تمہیں معلوم ہے کہ تخلیقِ سما سے ۵۰ ہزار سال قبل تو رات جو لوح محفوظ میں لکھی گئی تھی اس میں لکھا تھا کہ آدمؑ داند کھا کر جنت سے نکالا جائے گا۔ حضرت موسیٰ نے کہا میں معلوم ہے۔ پھر کہا اے موسیٰ جو مصیبت اور تکلیف بھی انسان کو پہنچتی ہے۔ اللہ کے اذن اور تقدیر سے پہنچتی ہے۔ ما احصاب من مصیبة الا باذن اللہ۔ عالم بالا میں امور کا مدار اسباب پر نہیں۔ — اطباء، حکماء اور بڑے بڑے ڈاکٹر جو صحت کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں، وہ اسباب کے اختیار کرنے کے باوجود بیمار ہوتے ہیں اور مرتے ہیں۔ — تو حضرت آدمؑ نے ان کو تسلی دی اور تقدیر کے پیروں کو دیا مگر خداوند کریم نے جب استفسار فرمایا پوچھا کہ داند کیوں کھایا تو ان کو یہ جواب نہ دیا۔ کہ میری تقدیر میں آپ نے مقرر کیا تھا، بلکہ اعترافِ قصور فرمایا اور گڑ گڑانے لگے۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا

لنكونن من الخسرين۔

بندہ ہماں یہ کہ نہ تقصیر خویش غدر بدرگاہِ خدا آورد



یہاں تک کہ حضورِ اقدس کا واسطہ پیش کرتے ہیں کہ یا اللہ ان کے واسطے سے میری بخشش فرما۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت خواہ ہوئے، وجہ اور علت پیش نہ کی، اللہ تعالیٰ بندوں سے یہی چیز مانگتے ہیں۔ گناہ بندوں سے ضرور ہوتا ہے۔ پیغمبروں کے علاوہ سب غیر معصوم ہیں۔ لہذا خود کو معصوم سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔ گناہ بھی کرے اور توبہ بھی نہ کرے، روئے بھی نہ، ندامت بھی محسوس نہ کرے تو یہ بہت بڑا جرم اور خطرے کی بات ہے۔

**مسلمانوں کی عزت و حرمت** | بلکہ آج اگر کسی سے کہیں کہ حرام مال کھایا، تو جواب دیتے ہیں کہ خنزیر کی گردن کے بال تھے وہ اگھاڑ دئے ہیں گویا اٹا مسلمان کو ذلیل کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں۔ جس کا مال کھایا اسے گالی بھی دی۔ جرم پر جرم۔

حضرت عمرؓ نے خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ بیشک تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت احترام اور عزت کا مالک ہے۔ مگر ایک مسلمان کی عزت و احترام تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص ایک مسلمان کو ذلیل کر دے اور دوسری طرف تمام آسمانوں اور زمینوں کو بگاڑ دے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پہلا جرم بہت زیادہ ہے۔ مسلمانوں کو نقصان دینا، انہیں ہلاک اور برباد کرنا دنیا کی تباہی سے بڑھ کر جرم ہے۔ مسلمانوں کو مارنے والا، ان کا مال ناجائز طریقے سے کھانے والا، ان کی عزت اور آبرو لوٹ کر موچھوں کو تاؤ دینے والا مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔

حضور صلعم کا ارشاد ہے: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان محفوظ ہو۔

**ابلیس نے گناہ کو گناہ نہ سمجھا** | مگر اب تو ایسا وقت آ گیا ہے کہ لوگ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابلیس بھی اس گمنڈ سے تباہ ہوا کہ اس نے گناہ کو گناہ نہ سمجھا، گویا ابلیس نے یہ کہا کہ یہ تیرا حکم حکمت کے خلاف ہے (تو ذی اللہ)

غور کو حکمتی و فلسفی کہلانے لگا کہ اس آدم کی سرشت سے میری سرشت اونچی ہے۔ زمین مکتدر اور ثقیل ہے۔ اور آگ نورانی اور اوپر جانے والی ہے، جو میری سرشت ہے۔ مگر اہی کو گمراہی نہ سمجھا، ناروا کوروا کہا، تو اس کی اصلاح نہ ہو سکی۔

الغرض ناجائز کو جائز کہنا۔ اپنے آپ کو گنہگار نہ سمجھنا سخت گناہ ہے۔ احساس گناہ کے بغیر اصلاح ممکن نہیں ہے۔ اور اصلاح کے بغیر کوئی قوم بھی عذاب سے بچ نہیں سکتی اگر ایک شخص مریض ہے، اُسے مرض کا احساس ہو اور علاج کی طرف متوجہ ہو تو اس کا مرض زائل ہو سکے گا لیکن اگر مریض کو مرض کا خیال بھی نہ آئے تو بالآخر یہ مرض اُسے ختم کر کے چھوڑے گی۔

اللہ پاک نے اس آیت مذکورہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے اسرائیل بنی اسرائیل کی تاملیں میں ایک گاؤں تھا۔ اس کے باشندوں کو خدا نے ایک حکم دیا کہ فلاں دن عبادت کے لئے فارغ کرو جس طرح مسلمانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ جمعہ کے دن اذان جمعہ کے بعد سے نماز جمعہ تک دنیا کے سارے کام حرام ہیں۔ سونا، کھانا، پینا سب ناجائز ہے۔ البتہ غسل کرنا کپڑے بدلنا، وضو کرنا یعنی نماز کی تیاری کے مشاغل ادا کرنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مشاغل تا فراغ از نماز جائز نہیں۔

دوسری قوموں پر تمام دن کے لئے یہ مشاغل ممنوع تھے۔ صبح سے شام تک، جیسے اتوار انگریزوں کے لئے اور ہفتہ میہودیوں کے لئے کہ وہ سارا دن عبادت میں گذاریں۔ تو۔۔۔ یہ لوگ سمندر کے کنارے ایک شہر کے باشندے تھے۔ ان کا محبوب مشغلہ مچھلی کا شکار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے امتحاناً اس دن شکار سے بھی انہیں منع کر دیا۔ مگر اللہ کی شان کہ اس دن مچھلیوں کے غول کے غول سمٹ کر سمندر کے کناروں پر آجاتے اور دو سے دن پانی کی گہرائی میں غائب ہو جاتے۔ ہفتہ کے دن مچھلیاں اتنی جمع ہو جاتیں کہ ہاتھ سے پکڑی جاسکیں۔ ادھر خدا کے حکم کی مخالفت، ادھر ان کا شوق شکار، عجیب آزمائش میں آگئے۔ چنانچہ شیطان نے انہیں ایک سبق سکھایا۔ وہ تالاب بنا کر نالے کے ذریعے اس میں

پانی لے آئے۔ ہفتہ کے دن بند کھول دیتے، مچھلیاں بھی تالاب میں آجاتیں۔ پھر بند باندھ دیتے اور اتوار کے دن مچھلیوں کو تالاب سے نکال لیتے اور بعض جمعہ کے دن جال ڈال کر اتوار کو اٹھا لیتے، کوئی پوچھتا تو کہتے کہ ہم نے تو جمعہ اور اتوار کو شکار کیا ہے۔ تالاب والے بھی کہتے کہ تالاب میں مچھلیاں خود آتی ہیں۔ ہم نے تو صرف بند باندھا ہے۔ خدا کا حکم توڑنے کے لئے یہ تدبیریں بنائیں۔ نیک لوگوں نے نصیحت کی کہ خدا سے دھوکہ نہیں چلتا، ایسا مت کرو مگر وہ منع نہ ہوئے، خدا تعالیٰ کا قہر جوش میں آیا اور وہ لوگ بند روں کی شکل میں سسج ہوئے، خدا نے ان کو تین دن تک زندہ رکھ کر پھر ہلاک کیا۔ ہمیں چاہیے کہ تدایر اور حیلوں کے ذریعہ بھی اللہ کے احکام کی نافرمانی نہ کریں۔ اپنے آپ کو مجرم سمجھیں اور اپنے جرائم پر تائب و مادم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گناہ کو گناہ سمجھنے اور توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔ اور ہمیں مغفرت تمار نصیب ہو۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## بعض اعمالِ صالحہ کی خاصیتیں

خُطْبَةُ جُمُعَةِ الْبَارِكِ ۸، رَمَضَانَ الْبَارِكِ ۱۹۶۶ء

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَصْتُ صَدَقَةً مِنْ مَالٍ دِمَا  
زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعُ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ  
اس حدیث میں جو آپ کے سامنے پڑھی گئی تین چیزوں کی طرف توجہ دلائی گئی  
ہے اور بعض اعمال کے ثمرات اور خاصیتوں کو اشارہ فرمایا ہے۔

اشیاء کے اسباب حقیقی | خداوند کریم نے ہر ایک شے کے کچھ ظاہری اسباب  
پیدا کئے ہیں اور کچھ حقیقی۔ جو ہماری نگاہوں سے اوجھل  
ہیں۔ ثمریعت نے ان حقیقی اسباب پر روشنی ڈالی ہے مثلاً ایک شخص عمر کی زیادتی چاہتا  
ہے تو اس کے ظاہر اسباب تو یہ ہیں کہ صحت کی رعایت رکھے، مقوی غذا میں کھائے،  
ورزش کرتا رہے، ہر کام میں بے اعتدالی سے بچتا رہے، مضر صحت اشیاء سے پرہیز  
کرتا رہے، مگر باطنی سبب کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیادہ عمر  
کی تمنا رکھنے والے کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے، لوگوں کے ساتھ احسان کرے۔ فرمایا:  
وَلَا يَزِيدُ فِي الْعَمَلِ إِلَّا الْبِرُّ  
عمر کی زیادتی نیکی اور احسان سے ہی ملتی ہے



من احب ان يبسط له في رزقه      جو شخص کہ رزق کی فراخی اور عمر کی زیادتی  
و يسأله؛ في عمره فليصل رحمه      چاہتا ہو تو صلہ رحمی کرے۔

اسی طرح والدین کی خدمت کرتا رہے۔ عالم ہونے کا ظاہری سبب محنت مطالعہ  
درس و تدریس ہے۔ مگر حقیقی اسباب تقویٰ و خشیت، اخلاص و تبت اور اساتذہ و شیوخ  
کا ادب کرنا ہے، ورنہ علم میں برکت نہیں ہوگی۔ امام سرخسی کسی جگہ تشریف لے گئے وہاں  
ان کے جتنے بھی شاگرد تھے اس پاس سے خدمت میں حاضر ہوئے کہ استاد سے ملاقات  
کریں۔ ایک شاگرد نے آنے میں سستی کی آخر میں آئے۔ امام سرخسی نے وجہ پوچھی تو  
کہا میری والدہ بہت کمزور اور ضعیف ہے اس کی خدمت کے لئے کوئی دوسرا شخص  
تھا نہیں۔ خدمت میں لگا رہا، اس لئے آپ کی خدمت میں دیری ہو گئی۔ امام سرخسی نے  
فرمایا کہ اس کی عمر تو بڑی ہوگی۔ مگر علم میں برکت نہ ہوگی۔ یہ بددعا نہ تھی بلکہ عمل کی غاصبت  
بٹلا دی کہ استاد کی خدمت سے علم میں برکت ہوتی ہے۔

ادب کے ثمرات | جو استاد اور شیخ کا ادب و احترام نہ کرے وہ چاہے  
جتنا بڑا سے بڑا عالم ہو جائے اس کا فیض عام نہ ہوگا۔  
شاگرد کو سب کچھ ادب کی برکت سے ملتا ہے اور والدہ کی خدمت کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی  
عمر میں اضافہ ہوگا جھوڑے قریب اللہ کی رضا مندی اور خفگی والدین کی خوشنودی اور خفگی  
میں ہے۔

بغداد میں دو طالب علم تھے ایک بزرگ کا انہوں نے حال سنا وہاں حاضر ہوئے  
ایک تو اس خیال سے کہ اس شخص کی علییت معلوم کروں۔ اس سے بحث و مباحثہ ہو، دوسرا  
اس غرض سے کہ میرے حق میں یہ بزرگ دعا دیں۔ علم حاصل کروں۔ ایک ادب کے لحاظ  
سے گیا، ایک غرور اور عجب میں مبتلا ہو کر گیا۔ نہ یہی تھا، محقق تھا، جاتے ہی مناظر شروع  
کیا۔ مسائل میں اس بزرگ کو خاموش کرنے کی کوشش کی۔ دوسرا ادب سے خاموش

بیٹھا رہا۔ بزرگ نے خود پوچھا تم کیسے آئے ہو۔ فرمایا حضرت میں تو صرف دعا اور استغاثہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ بزرگ نے آتار سے معلوم کیا کہ اس شخص کا تمام ادبیائے وقت پر اثر ہوگا، اس سے ایک عالم فیض پائے گا۔ یہ طالب علم آگے چل کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسرا حکومت کی جانب سے سفیر ہوا۔ اس کے نفس کا غرور اور عجب بڑھتا رہا۔ چند یوم کے بعد ایک عیسائی عورت پر فریفتہ ہوا۔ اس کے کہنے پر اسلام کو چھوڑ دیا، اور اس کے خنریروں کے ریوڑ چرانے لگا۔ عشق نے ہر طرح ذلیل و رسوا کر دیا۔ سینہ سے تمام علم اور قرآن مجید اٹھوا دیا گیا۔

**بعض گناہوں کی خاصیت** اس طرح حضورؐ نے بعض گناہوں کی خاصیت بتلا دی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہم اور غم میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جس کے گناہ مد سے بڑے ہوئے ہوں۔ بظاہر اس غم کے اسباب معلوم نہیں ہوتے مگر یہ اندرونی فکر و پریشانی اور بے چینی میں گھلتا رہتا ہے۔

اذا كثرت ذنوب العبد      جب انسان کے گناہ زیادہ ہو جائیں  
ادفعه الله في الهم۔      تو اللہ تعالیٰ اسے پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے

بعض گناہوں کے نتیجے میں انسان رزق سے محروم ہو جاتا ہے اور بسا اوقات بال و دولت کی فراوانی کے باوجود ”معیشہ ضنک“ یعنی تنگی اور عسرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

وان الرجل ليحرم الرزق      انسان بسا اوقات گناہ کے سبب اس  
بالذنوب يبيده      رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کو پہنچنے  
والا ہو۔

**کفارہ سیئات اور جبط اعمال** | بعض اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہر اتنی مقبولیت پاتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں، اور وہ عمل کفارہ سیئات بن جاتا ہے اور بعض اعمال اتنے بُرے کہ اس کی وجہ سے تمام حسنات اور نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ بے ادبی یہاں تک کہ اونچی آواز سے بولنے کا اثر بھی جبط اعمال ہو جاتا ہے۔ یعنی اعمال غارت ہو جاتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں حضور علیہ السلام نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ تینوں چیزیں آج بھی سب لوگ چاہتے ہیں:

(۱) مال میں ترقی اور حلال کمائی میں اضافہ اور برکت ہو۔ (۲) عزت حاصل ہو جائے (۳) لوگوں میں سر بلندی حاصل ہو۔

**صدقہ کے برکات** | تو حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ صدقہ دینے کی وجہ سے مال میں ہرگز کمی نہیں آتی بلکہ اضافہ اور برکت ہوتی ہے۔

صدقہ عربی میں صدق سے ہے یعنی سچائی اور اس وجہ سے صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مال و دولت دینا دعویٰ اسلام اور مسلمان ہونے کی صداقت کی دلیل ہے۔ جان کو قربانی کرنا بسا اوقات آسان ہوتا ہے مگر مال کی قربانی بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ جان کے ساتھ مال کی قربانی وہی شخص کر سکتا ہے جو سچا مسلمان ہو ورنہ محض دعویٰ ہے۔ صدقہ انسان کی صداقت پر دلالت کرتا ہے اور وہی دے سکتا ہے جس کا توکل اعتماد اور بھروسہ ہو اللہ تعالیٰ پر کہ وہی رزق کا کفیل ہے۔ وہی میرے مال کو بڑھائے گا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ صدقہ کی وجہ سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا جائے گا۔ آخرت میں ثواب زیادہ ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص قبر سے اٹھے گا تو اس کے سامنے جبل احد کے برابر نیکیوں کا پہاڑ آجائے گا کہ یہ تمہاری نیکیاں ہیں۔ وہ دل

میں یہ ان ہوگا کہ اتنی نیکی تو میں نے نہیں کی، یہ پہاڑ برابر نیکیاں کہاں سے آئیں۔ جواب میں فرمایا جائے گا کہ ایک کھجور جو حلال کمائی سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تم نے اخلاص سے دی تھی، اسے اللہ تعالیٰ بڑھاتا رہا اور اب پہاڑ کی شکل میں تمہارے سامنے ہے۔ ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ کھجور برابر صدقہ کو خداوند تعالیٰ اپنے ہاتھ سے پالتے ہیں جس طرح تم کسی گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جائے۔

**سود کے ہولناک نتائج** | آج کل سود کا کاروبار کرنے والے اور کھانے والے سمجھتے ہیں کہ ہم بڑھ رہے ہیں اور ترقی کر رہے ہیں مگر درحقیقت مٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَسْحَقُ اللَّهُ الرِّبَاوِيْنَ  
الصَّدَقَاتِ۔  
اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

برطانیہ سودی کاروبار کا علمبردار ہے۔ ایک وقت برطانیہ پر ایسا تھا کہ اس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ مگر سود کے نتیجے میں وہ ایسا تباہ ہوا کہ آج وہ ایک جزیرہ میں سمٹ کر رہ گیا ہے، اس پر نزع کی حالت طاری ہے۔ یہی حال امریکہ کا ہو رہا ہے، ایک ویٹ نام میں کروڑوں اربوں روپے خرچ کر رہا ہے، سامان جنگ اور سرمایہ تباہ ہو رہا ہے، محتیا اور چلاتا ہے کہ کسی طرح پیچھا چھوٹ جائے۔ بظاہر وہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس سرمایہ بہت ہے، مگر نتیجہ اس سودی سرمایہ کا اب بھگت رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہیں۔ پکڑتے ہیں مگر آہستہ آہستہ — تو سود کا بالآخر انجام یہی فالت اور خواری ہے، کوئی سودی لین دین بھی ہو تجر بہ کر لیں۔ دس بیس سال ظاہری ترقی ہوگی، پھر در بدر دھکے کھائے گا اور بچے و دبیر ٹکڑے ٹکڑے کے لئے پھرتے رہیں گے۔ اگر نیکی اور بدی کا نتیجہ دنیا میں اسی وقت ظاہر ہو تو یہ ابتلا اور آزمائش کے طوائف۔



نتائج اعمال کا ظہور حکمت کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ فوری | اللہ تعالیٰ حکیم اور  
علیم ہیں چاہتے ہیں

کہ بندوں کا ایمان بالغیب رہے۔ اگر اعمال کا نتیجہ آج ہی ظاہر ہو تو ایمان بالغیب نہ  
رہے گا۔ خدا کی نظر تو لاتنا ہی ہے۔ ہم تو آج کا دن ہی دیکھتے ہیں۔ مگر خدا کے سامنے  
تو قبر کی طویل زندگی۔ پھر قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ پھر جنت اور  
دوزخ کی لاتنا ہی زندگی بھی ہے۔

وان یوما عند ربك کالْف سَنَۃٍ - مِا تَعْدُوْنَ -  
تمہارے گنتی کے ہزار سال اللہ کے نزدیک  
ایک یوم کے برابر ہیں۔

اگر دنیا میں باوجود گناہ کے ایک ہزار سال بھی راحت سے مل جائیں، تو گویا ایک  
دن کی راحت ہے، جو ابدی زندگی کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ انسان کو نتائج اعمال پہنچانے  
کے لئے وسیع میدان اور طویل زندگی پڑی ہوئی ہے، یہاں ہزار سال بھی کوئی عیش و  
عشرت میں رہے تو خدا کے ہاں یہ ایک دن کے برابر بھی نہیں۔ تو سو دو خدا تعالیٰ  
مثلاً اور نیکی کو اتنا بڑھاتا ہے کہ کھجور برابر نیکی پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے اگرچہ دنیا دار اہل  
ہے۔ دارالجزا نہیں۔ مگر پھر بھی صدقہ کا اثر دنیا میں ظاہر ہوگا کہ مال میں نقصان نہ ہوگا۔  
اور برکت و غنائے نفس اسے تیسرا ہوگا۔ تجربہ اس کا مشاہدہ ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک شخص قبر سے  
حدیث شریف کی تشریح خالی ہاتھ، تنگے سر اور پاؤں اٹھایا جائے گا، پھر

خداوند تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا، بیچ میں ترجمان ہوگا، نہ کوئی وکیل صفائی نہ کوئی ساتھی اور  
غموار حبس کی وجہ سے رعب و ہیبت کم ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے ساتھ خود ہی حساب  
کتاب فرمائے گا۔ یہ شخص ہر طرف دیکھے گا۔ دائیں بائیں سامنے پیچے ہر طرف جہنم میں محصور  
ہوگا۔ یہ بے چارہ اب سوچے گا کہ کیا کیا جائے کوئی تدبیر نہ ہوگی۔

یہ بے چارہ اب سوچے گا کہ کیا کیا جانے کوئی مددگار نہیں۔ اتنے میں جہنم کی آگ کے سامنے  
کھجور کا ایک ٹکڑا اس پر ڈھال بیٹھے گا۔ جو آگ کو اس سے چھونے بھی نہ دے گا۔ ایسے  
وقت کے لئے حضور اقدس فرماتے ہیں:

اتقوا النار ولو بشق  
آگ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے  
سے کیوں نہ ہو۔

اس ارشاد کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اگر مسلمان کا آدمی کھجور کے برابر بھی  
حق مارا ہے تو اگر اسے واپس کر دو تو آگ سے بچ جاؤ گے۔ ورنہ آگ کے لئے تیار  
رہو۔ ہمارا نفس ہمیں جہنم میں لے جانا چاہتا ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
پکڑ پکڑ کر آگ سے بچا رہے ہیں: وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم  
منہا۔ اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کے ذریعہ آپ کو آگ سے بچایا۔

کہیں حضور کو ہماری وجہ سے پریشانی نہ ہو | حضور اقدس کی شفقت و  
رافت ہمارے اوپر سے

زیادہ ہے، مگر وہ بھی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دیگر امتوں کے اعمال و عبادت  
پیش ہوں گے۔ کسی نے ہزاروں سال عبادت کی ہوگی، کسی نے بے شمار حج کئے  
ہوں گے، کسی نے زندگی بھر عبادت کیا ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو تم اس حال میں پیش ہو  
جاؤ کہ تمہاری گردنوں پر دوسروں کا اونٹ، گھوڑا، بھیڑ، کسی کی جان کسی کی پیادہ  
کپڑا، کسی کا مال و دولت ہو اور پھر مجھے پکارو کہ یا رسول اللہ اغثنی اللہ راے اللہ  
کے رسولی میری مدد کرو میں اس وقت کہوں گا کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ کیا میں نے نیکی

اور بدی کے احکام تمہیں نہیں پہنچائے تھے۔ تمہارے پاس کتاب و سنت اور نیک لوگوں کے مواعظ و نصائح نہیں پہنچے تھے۔ کوئی کہے گا اس نے چوری کی، دوسرے کا فصل کاٹا، کسی کا حق مارا، تو یہ تمہاری رسوائی ہوگی۔ دوسری امتوں کے سامنے کہ وہ تونیک اعمال اور کارنامے حضرت حق جل مجدہ کی بارگاہ میں پیش کریں اور تم بدکاریوں کے کارنامے۔

رابعہ کی حضور کی عظمت و حرمت کا احساس | قربان جائیے حضرت رابعہ بصریہ  
عدویہ سے دن رات میں ہزار

رکعت نفل پڑھا کرتی تھیں۔ آجکل عورتیں فرض نماز نہیں پڑھتیں۔ کسی نے ان سے کہا کہ تو تو بڑی خوش قسمت کہ جنت میں جائے گی، دن رات بندگی میں مشغول رہتی ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو اللہ کی مرضی ہے کہ جنت میں بھیجے یا دوزخ میں عبادت اس وجہ سے نہیں کرتی۔ کہا کہ مجھے تو مذکورہ حدیث یاد آتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ہماری وجہ سے پریشانی اور تکلیف نہ ہو، اور ان کی انتہائی عظمت پر دھبہ نہ لگے۔ بلکہ قیامت کے دن آواز ہو کہ حضور کی امت کی ایک عورت اور ایک روحانی بیٹی نے دن رات میں اتنی عبادت کی، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور روحانی عظمت اور بھی چمک اٹھے۔ چھوٹوں کی بُرائی پر بڑوں کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ واللہ العظیم ہماری برائیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچ رہا ہے۔ پھر شفاعت کی امید کس طرح رکھیں۔

صدقات میں صحابہ کی مسابقت | غرض صحابہ نے صدقات دینے میں ایک دوسرے پر سبقت کی۔ جو کچھ بھی طاقت ہوئی

اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دینے سے دریغ نہ کیا۔ بخاری شریف میں تفصیلات موجود ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض غزوات کے لئے چندہ دینے

کا اعلان فرماتے تو حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف جیسے تو نگہ ہزاروں دے دیتے اور کسی کے پاس کوڑی بھی نہ ہوتی تو صبح سے شام تک سامان کی ڈھلائی کرتے مزدوری کر لیتے، شام کے وقت مزدوری میں چند کچھریں مل گئیں وہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لا کر جہاد کے لئے پیش کر دیں کہ جہاد کے لئے یہی قبول فرمالیں۔ بعض نے رات بھر ایک ایک بھوہارہ پر ایک ایک ڈول نکالنے کی مزدوری کی اور صبح کی نماز میں حضور اقدسؐ کی خدمت میں خرچ کرنے کے لئے اپنی رات بھر کی کمائی پیش کر دی۔

**اتفاق کا نتیجہ دولت اور خوشحالی** پھر اس اتفاق فی سبیل اللہ اور اثبات کی برکت سے ایسا وقت آیا کہ ان کے گھروں میں ایک ایک لاکھ پڑا رہا۔ امام بخاریؒ نے مال جہاد کی برکت پر مستقل باب باندھا ہے۔ حضرت زبیرؓ پر ۲۲ لاکھ قرضہ تھا۔ قرض اٹارنے کے لئے کچھ زمین بیچنی چاہی تو ۵ کروڑ ۹۸ لاکھ اس کی قیمت نکلی۔ لوگ امانتیں رکھتے تو حضرت زبیرؓ حفاظت کے خیال سے اسے بطور قرض رکھ لیتے۔ حضرت زبیرؓ کا کام ہی جہاد کرنا تھا، نو صحابہؓ کی قربانیوں کا ثمرہ ہمیں دینا میں بھی ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فارس اور روم کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ میں دی گئیں اور وہ خزانے بہت جلد حضورؐ کی امت میں آئے۔

**عفو اور درگزر کی خاصیت** دوسری چیز حضور اقدسؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ کسی کے زور و ظلم اور زیادتی کرنے پر عفو و درگزر کرنے سے بے عزتی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں۔ کسی نے



تم پر ظلم کیا، مارا پیٹا، گالی دی، بے بنی کی، تم نے اسے معاف کر دیا ہمارے  
پٹھان کہتے ہیں اس سے ناک کٹی ہے۔ یہ پٹھانیت نہیں، جہنمیت ہے۔ گنا اگر کسی کو کاٹے  
اور یہ بھی اسے کاٹے تو کیا یہ عزت ہوگی یا ذلت۔ تم بندوں کو معاف کر دو گئے خدا  
تمہیں معاف کر دے گا۔ اگر کسی کو معافی نہ دو تو خدا اسے کیسے معاف کرے گا۔ عفو کے  
طلب گار بنو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

صل من قطعك واعف عن  
ظلمك واحسن الى من  
اساء اليك  
جو تم سے الگ رہنا چاہے تم اس سے  
صلہ رنجی کرو، ظالم کو معاف کرو، جو تم  
سے بُرائی کا سلوک کرے، تم اس سے بھلائی کرو

عفو کی برکت سے لوگوں اور دشمن کے دلوں میں بالآخر تمہاری عزت بڑھ  
جائے گی، ان کی دشمنی دوستی میں بدل جائے گی، وہ خود زیادتی پر تادم اور شرمندہ  
ہو جائیں گے تو عفو اور درگزر کی خاصیت بالآخر معزز ہوتا ہے۔

**تواضع کی خاصیت** | تیسری چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی کہ  
کسی نے اللہ کے لئے تواضع عاجزی اور سبکی اختیار نہیں  
کی۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور سر بلندی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں  
عزت دی، حکومت دی، دولت دی، عہدہ عطا فرمایا تو تم اس وقت متکبر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ  
کے لئے اپنے نفس کو نیچا کر دو۔ عربی مقولہ ہے۔

”الوصيغ اذا ارتفع تكبر“ کینہ شخص جب اونچا ہو جاتا ہے تو متکبر  
ہوتا ہے۔

شریف جتنا بڑھتا ہے، اتنا ہی اپنے آپ کو کمتر سمجھنے لگتا ہے جس نے تواضع  
اختیار کی اللہ تعالیٰ اسے اونچا کر دے گا۔ جس نے کہا ”میں ہوں“ تو ہندوستان  
میں کہا کرتے ہیں ”میں کے گلے چھری“ انا نیت اور غرور کا انجام ہلاکت ہوتا ہے جس

تھے غرور کیا، سمجھ لیں کہ وہ مٹے گا۔

**ایاز کی خود شناسی** | محمود غزنویؒ کا غلام ایازؒ جسے سلطان نے قدر و منزلت کی وجہ سے بڑا درجہ دیا تھا، کہا کرتا تھا کہ ”ایاز قدر خود شناس“ ایک دفعہ وزراء نے اعتراض کیا کہ بادشاہ سلامت ایاز کی اس قدر کیوں عزت فرماتے ہیں۔ محمود غزنویؒ نے کہا اس کا جواب ختم اجلاس پر دیا جاوے گا۔ اجلاس کے بعد ایاز اپنے کمرہ میں پہنچا اور شاہی خلعت آمار دیتا، قد آدم آئینہ سامنے رکھتا اور پہلے وقت کے پھٹے پرانے کپڑوں کو پہن کر اپنے نفس کو خطاب کرنے لگتا کہ ایاز تم غرور میں نہ آنا تم اس لباس میں غلامی کیا کرتے تھے ”ایاز قدر خود شناس“ آج جو شاہی لباس پہنتے ہو اور شاہی دربار میں تجھے قدر و منزلت حاصل ہے۔ یہ محض خداوند کریم کے کرم اور محمود غزنویؒ کی ذرہ نوازی ہے۔ ایاز اپنے آپ کو نہ بھولتا۔ محمود غزنویؒ مع وزراء در بچہ میں چھپ کر دیکھتے تھے۔ وزراء سے کہا کہ ایاز کے اس پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔

**حضرت علیؑ کا ارشاد** | حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص پیٹھ پر کھڑے ہو، اور فی المال جس کی انتہا یہ کہ گل سڑ کر بد بو دار ہو جائے، کیڑے اسے کھائیں وہ کیوں بڑائی کرنے لگے اور تکبر کیوں کرے تو انسان کا یہ ابتداء و انجام ہے تو غرور کس چیز پر ہے اللہ تعالیٰ کی شکر گنداری ہر حال میں ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بہتر اعمال پر چلنے کی توفیق دے اور ان کی برکات و اثرات سے ہمیں مالا مال کر دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

باب ۲

قرآن حکیم

تبدیل و تحریف سے محفوظ لافانی کتاب





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## کائنات آیات میں شان ربو بیت

یہ تقریر تسلیم القرآن سوسائٹی ڈھاکہ کے زیر اہتمام جلسہ عام میں ڈھاکہ کے اہم تجارتی مرکز بیت المکرم کی عظیم الشان جامع مسجد میں ہزاروں افراد کے مجمع میں ۲۴ فروری ۱۹۶۸ء کو نماز عصر کے بعد ارشاد فرمائی (ترج)

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

مشرقی پاکستان ہمارا دبندار اور مضبوط بازو | محترم بزرگو اور بھائیو! آپ حضرات سے ملاقات کی عرصہ

سے خواہش تھی۔ دیوبند کے زمانہ طالب علمی میں مشرقی پاکستان کے بہت سے اجاب ساتھی رہے، پھر اسباق میں بھی کافی اجاب کی شرکت رہی اس وقت سے یہ علاقہ دیکھنے کا جذبہ دل میں موجزن رہا۔ پھر جب پاکستان بنا تو فطری طور پر اس خواہش میں اضافہ ہوا کیونکہ یہ حصہ ہمارے ملک کا اہم ترین باترہ ہے۔ یہاں کے دینی جذبات کا حال متناہی رہا اور کل سے دیکھ کر مجھے مسرت ہو رہی ہے کہ پاکستان کا دبندار اور مضبوط بازو ہے اور جس سے دین کی حفاظت کی توقع کی جاسکتی ہے وہ بفضل خدا یہی حصہ ہے۔ میں تعلیم القرآن سوسائٹی اور اس کے اراکین بالخصوص اپنے مخلص دوست حاجی بشیر الدین بوگرہ صاحب کا ممنون ہوں جن کی تحریک اور خواہش پر یہاں آنے کا اتفاق ہوا

نعمت قرآن کا حق کسی جشن منانے سے ادا نہیں ہو سکتا | دنیا کے مسلمان اس سال قرآن کریم

کا جشن منا رہے ہیں اور مختلف ادارے نزول قرآن کی تقریبات منعقد کر رہے ہیں اگرچہ قرآن سے عقیدت کا اظہار ہے اس کا شکریہ سارے عربی ادا کرتے

تو اس کا حق ادا نہیں ہو سکے گا۔ کہاں انسان ناتوان اور بے کس مخلوق اور کہاں خداوند کریم کی لا محدود اور بے حد و حساب نعمتیں وان تعدوا نعمات اللہ لا تحصوها۔ اگر تم سب مل کر بھی خدا کی نعمتیں گننا چاہو تو رگن نہ سکو گے۔ پھر جب خدا نے خود فرمایا ان الانسان لظلوٓم کفار۔ بے شک انسان اپنے اوپر ظلم کرنے والا بڑا ناشکرا ہے۔ تو انسان کہاں نعمتِ قرآن کا حق ادا کر سکے۔ پھر بھی کیا عجب کہ یہ ظاہری اور رسمی تعلق اور لگاؤ خداوند کریم کی بارگاہ سے شرف قبول پاکر حقیقی معنوں میں قرآن حکیم پر عمل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ خریدارانِ یوسفؑ میں ایک بڑھیا نے بھی اپنا نام شامل کیا تھا۔ ہماری حیثیت تو اس بڑھیا سے بھی کم ہے۔ لیکن اگر خداوند کریم ہمیں بھی خریدارانِ قرآن کی فہرست میں شامل فرمائے تو یہ ہماری نجات کا ذریعہ ہو گا۔

**رسالت محمدی اور قرآن نعمتوں کی تکمیل ہے** | بھائیو! قرآن مجید دنیا کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب

ہے ایک کتاب ہے جس کے بھیجنے والے (مُوحی) خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور جو اس وحی کا لانے والا ہے وہ حضرت جبرائیلؑ جیسی قوی اور امین فات ہے اور جس پر وحی نازل ہوئی یعنی جو موحی الیہ ہیں وہ سید العالم سید الکائنات رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا اور تمام علوم اور نواہیں کی تکمیل آپ کی ذات پر ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدسؐ میدانِ عرفات میں قدویوں کی جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہیں کہ خداوند کریم کی طرف سے اس نعمتِ عظمیٰ کی تکمیل کا اعلان ہوا۔

الیوم اکملت لکم دینکم  
واتممت علیکم نعمتی و  
رضیت لکم الاسلام دینا۔  
آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور  
اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے  
لئے اسلام پسند کر لیا۔

خداوند کریم نے اپنی ہدایات اور نزولِ علوم کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع فرمایا تھا آپ کی ذات پر اسے تکمیل تک پہنچایا۔

**شانِ ربوبیت** | یہ خداوند کریم کی شانِ ربوبیت ہے کہ ہر چیز کو ترقی و کمال تک آہستہ آہستہ پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت تکوینیات اور شریعیات دونوں میں جاری ہے۔ بچے کو خداوند کریم ایک سیکنڈ میں کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ اِذَا ارَادَ شَيْئًا اِنْ يَكُنْ فَيَقُولُ لَهٗ كُنْ فَيَكُنْ. جب وہ کسی چیز کے ہو جانے کا ارادہ فرمائے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

پیرہ سیکنڈ بھی ہماری زبان پر ہے ورنہ حکم خدا "کن" کے سامنے اتنا وقفہ بھی نہیں۔ اگر چاہے تو ساری زمین آن بسیط میں سبز یوں، ترکاریوں اور باغات سے بھر دے۔ مگر فصلیں مہینوں میں اور باغات سالوں میں کمال تک پہنچتے ہیں۔

پھر اس حقیقت میں ذرہ بھر اخفاء نہیں کہ ہم اپنی مرضی سے اس دنیا میں نہیں آئے نہ خود بخود پیدا ہوئے۔

**سائنسی و درودِ حقیقت، جہل کا دور ہے** | افسوس کہ جہالت کا زمانہ ہے، چاہے مشاہدات اور مادیات کے تجربات

کے لحاظ سے نہ ہو مگر روحانیت اور حقائق کے ادراک کے لحاظ سے جہل کا دور ہے، آج خدا سے انکار و جی سے انکار ہے، اور کھلم کھلا تحریکیں اینٹی گاڈ اور مذہب سے انکار کی چل رہی ہیں۔ اور یہ ایک ایسی جہالت ہے کہ ایک سلیم الفطرۃ اور آن پڑھا انسان بھی اسے حماقت ہی سمجھے گا۔ مگر روشن خیالی اور عقل مندی کا دعویٰ کرنے والے اسے عقل و خرد کا ثبوت سمجھتے ہیں وہ زبانہ بھی گزرا ہے کہ ایک بدو گنوار سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس خداوند کریم کے وجود کی کیا دلیل ہے اس نے لاٹھی اٹھا کر اسے مارتے ہوئے کہا:

العبرة بتل على البصرة و آثار ميگنی اذ تل على پر دالت کرتی ہے اور قدموں

الاقدام علی المسیر فسماء  
ذات ابراج والارض ذات فجاج  
کیف لا تدلان علی اللطیف  
الخبیر۔  
کے نشان کسی کے چلنے پر پس بڑے بڑے  
برجوں والا آسمان اور بڑی بڑی گھاٹیوں والی  
زمین ایک لطیف و خبیر پر دلالت نہ  
کرے۔

کیا یہ غلیم ستارے یہ زمین یہ نہریں یہ دریا اور یہ ساری کائنات خود بخود پیدا ہوئی، اگر  
یہ فلسفی اور دہری خود بخود دنیا میں آئے ہیں تو مرتے کیوں ہیں؟ کیوں انہیں اپنے آپ کو بچانے  
پر اختیار نہیں۔

**امام ابو حنیفہ کا منکر خدا سے مناظرہ** | حضرت امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں کسی دہری نے  
خدا کے وجود پر مسلمانوں کو پہنچ دیا۔ حضرت  
امامؒ کے ساتھ مناظرہ طے ہوا۔ وقت اور مقام مقرر کیا گیا۔ حضرت امام صاحب وقت مقررہ سے  
کچھ دیر بعد میں پہنچے۔ منکر خدا نے شور مچایا کہ جو شخص وعدے اور بات کا پکا نہ ہو اس کا علم اور  
کردار کیا پختہ ہوگا۔ امام صاحبؒ نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ میرے راستہ میں ایک دریا سائل تھا،  
جہاں نہ کشتی تھی، نہ ملاح، یکا یک دریا میں کچھ تختے ظاہر ہوئے کہیں سے میخ کہیں سے لوہا،  
پھر خود بخود یہ تختے آپس میں جڑنے لگے اور کشتی تیار ہو گئی۔ جب میں اس میں بیٹھ گیا تو بغیر ملاح کے  
خود بخود اس کنارے سے روانہ ہو کر اس کنارے آگئی، تب میں یہاں پہنچا اس وجہ سے کچھ  
تاخیر ہوئی۔ یہ سن کر دہری مناظر بھڑک اٹھا اور چہنچہ لگا کہ اس شخص سے کیسے مناظرہ کروں جو  
اتنی خلافت عقل اور غلطیات کہتا ہے۔

**نپجریوں کی بددماغی** | یہ فلسفی نپجری اور دہری لوگ ہمیشہ سے عجیب بددماغ واقع ہوئے  
ہیں۔ کوئی معجزہ کوئی کرامت کوئی خسران عادت بیان کر دو تو شور  
مچائیں گے کہ طبعی حالت کے خلاف ہے عقل اسے تسلیم نہیں کرتی اور خود ساری کائنات  
بنیہ صانع و خالق کہہ کر بھی اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے جواب دیا



کہ بس ہمارا منظرہ اس بات پر ختم ہوا اور یہ ثابت ہو گیا کہ جب ایک کشتی بغیر مستری اور صلاح کے تیار ہو سکتی ہے نہ چل سکتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس ساری کائنات اور پر حکمت عالم کی کشتی بنانے والا اور اس کا نظام چلانے والا کوئی نہ ہو۔

**کائنات کی نظم و ربط اور معنویت** | اور پھر کیسا عجیب اور پیچیدہ نظام ہے۔؟

صرف انسانی جسم کی باریکی اور حکمتوں کو دیکھ کر انسان ذنگ رہ جاتا ہے۔ منہ میں جب نوالہ ڈالا جائے تو منہ کے اگلے حصہ میں جو دانت ہیں اسے پھرے کی طرح تیز بنایا تاکہ سخت چیزوں کو توڑا جاسکے۔ پھر پچھلے دانتوں کو چھکی کے دو پاٹوں کی طرح کہ وہ اسے باریک کر دیں۔ پھر تالو اور زبان کی خلقت ایسی کی گئی کہ وہ کھانے والے چیز کو سمیٹ لیتا ہے اور گلے کی طرف بھیج دیتا ہے۔ اسی طرح ہر قسم کی چیز اٹھانے کے لئے ہاتھ میں انگلیاں رکھیں اور اشیاء کی اذیت اور ضرر سے بچنے کے لئے انگلیوں کے سرروں میں حرارت اور برودت کا احساس سب سے زیادہ رکھا۔ پھر قبض و بسط کی ضرورت ہے کہ ہر چیز کی موٹائی اور حجم الگ الگ ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہر انگلی میں تین تین جوڑ پیدا کر دئے کہ جتنا چاہو انہیں کھول دو۔ پھر ایک ہاتھ لطیف اشیاء کے لئے رکھا اور ایک غیر لطیف کے لئے کہ جس سے ناک سینکا جائے اور استنجا کیا جائے۔ اسی طرح پوری کائنات کو لیجئے۔ موجودہ سائنس دانوں کو اعتراض ہے کہ اگر یہ چاند اور سورج اپنے مدار اور موجودہ محل وقوع سے ذرا پیچھے ہٹ جائیں یا نیچے ہو جائیں تو گرمی اور سردی دونوں میں اتنی بے اعتدالی آجائے کہ ساری دنیا گرمی یا سردی کی شدت سے ختم ہو جائے اور موجودہ سارے احوال اور کیفیات بدل جائیں گے۔

**انسان کے لئے ہر ذرہ میں شان و رتبہ** | غرض ایک ایک ذرہ ایک ایک چیز میں غور و فکر سے پتہ چلتا ہے کہ اسے ایک عظیم و حکیم رب نے پیدا کیا اور اس حکم الحاکمین نے اس میں ہر ہر ضرورت کا لحاظ

کیا۔ اور یہ سارا نظام اس طریقے سے بنایا کہ انسان ہر چیز سے فائدہ اٹھا سکے اور وہ اس کے کارآمد ہو۔ ہر چیز حکمت خداوندی کی آئینہ دار ہے اور ہر چیز مناسب ہے وکل شیء عنده بمقدار۔ انسان کھانے پینے رہنے سہنے کا محتاج ہے تو وہ سب چیزیں عطا فرمادیں جس سے یہ خود زندہ رہ سکے پھر اسے اپنی نسل باقی رکھنے کے لئے توالد و تناسل کا طریقہ بتایا اور بقائے نسل کی جو ضروریات تھیں وہ چیزیں بھی عطا فرمادیں — دیکھئے راستہ پر چلنے کے لئے پاؤں کی ضرورت ہے اور راستہ کی رکاوٹوں اور ضرر رساں چیزوں سے بچنے کے لئے آنکھوں کی ضرورت ہے۔ تو ہر جگہ ہوا کا خزانہ بھی عام کر دیا۔ پھر ہمیں ایک دوسرے تک اپنی باتیں پہنچانی تھیں تو یہی ہوا آواز پہنچانے کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ یعنی ہوا آواز و اصوات سے متکیف ہو کر دوسرے تک آواز پہنچانے کا ذریعہ ہے، اور اس ہوا کو روک کر دماغ تک پہنچانے کے لئے ایک گول دائرہ کی شکل میں کان دے جو ہوا کو روک کر آواز اندر پہنچا دیتے ہیں۔ اگر کان نہ ہوتے اور صرف سوراخ ہوتا تو آواز سے متکیف ہوا بمشکل اندر جاتی اور اگر کان آواز کی شدت کو اعتدال پر نہ رکھتے تو بسا اوقات آواز کی تیزی کی وجہ سے دماغ کا پردہ پھٹ جاتا۔ ان حکمتوں کی وجہ سے ایک خاص پہنچ پر کان بنادے۔ بے شک دان تعدد انعبہ اللہ لا تحسوها و ما بکم من نعبہ فمن اللہ۔ تمہارے اوپر جو بھی نعمت ہے وہ خدا ہی کی جانب سے ہے۔

**آیات قرآنی میں غور و تدبر کی حقیقت** | بھائیو! ذرا خدا کی نعمتوں پر سوچتے رہو۔ یہ آیات آفاقی اور انفسی خدا کی پہچان

کا ذریعہ ہیں مگر غور و فکر اور سوچنے کا وہ مطلب نہیں جس کی آج کل دعوت دی جا رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ قرآن میں سوچو۔ اور پھر اپنے اس من گھڑت تفکر اور اختراعات کو قرآن کا خلاصہ اور بخوبی کہا جا رہا ہے۔ سوچنے سے کون منکر ہوگا مگر قرآن میں تفکر سے مراد وہ غور و فکر ہے، جو خود حضور نے فرمایا۔ حضرت صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ نے قرآن

پرسوچا ہے۔ لاکھوں صحابہؓ کو دڑوں تبع تابعین نے تفکر کیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام بخاریؒ اور امام احمدؒ نے غور و فکر کیا ہے۔ اور قرآن کے معانی سمجھ لینے سے ان کی عاقبت سنور گئی، اعمال اچھے ہو گئے اور دین و دنیا کی فلاح و بہبودی ان کے ہاتھ آئی۔ اور اس غور و فکر کو انہوں نے معرفت رب اور ایمان بالغیب کا ذریعہ بنا دیا۔ مگر آج ہمیں دعوت دی جا رہی ہے کہ ”ان سب طور طریقوں اور پرانی لائن سے ہٹ کر تفکر کرو اور اس انداز سے تفکر کرو کہ پرانی سب چیزیں پھوٹ جائیں اور تم میں اور یہود و نصاریٰ میں کوئی امتیاز اور فرق باقی نہ رہ سکے، چاہے قرآن کے الفاظ کو باقی رکھو مگر اپنے غور و فکر کے ذریعہ اس کے معانی اور مصداقات تبدیل کر دو۔

حضرت اقدس کو کفار نے بڑی سے بڑی پیشکش کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو دعوت تو دیجئے مگر ہمارے مسبب و دلوں کی مخالفت مت کیجئے۔ آج بھی کہا جا رہا ہے کہ لا الہ الا اللہ تو سنو! عیسے مگر پیغمبر مانتے کی شرط اسلام کے لئے لازم نہ کیجئے۔ یعنی پیغمبر کو مانتا یا اس کو خاتم النبیین کہنا ضروری نہیں۔ (معاذ اللہ)

**قرآن میں مضمومی تحریف و تبدیلی** | اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس قسم کی تقسیم اور تفریق کرنے اور اس میں تبدیلی و تحریف کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

ان الذین یفرقون بین اللہ ورسولہ ویتولون ذؤ من ببعض ویکفرب بعض اولئک ہم الکفرون حقاً۔

بیشک جو لوگ خدا اور رسولؐ کے درمیان تفریق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض کو مانیں گے اور بعض کو نہیں چاہتے ہیں کہ اپنے لئے بیچ کی راہ نکالیں۔ بے شک یہی لوگ کافر ہیں ٹھیک ٹھیک۔

**انکار حدیث خدا سے بغاوت ہے** | یہ کہنا کہ قرآن کو تو مانتے ہیں مگر پیغمبر کی شریعات و اقوال کو نہیں مانتے یہ تو ایسا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے

کہ میں اس ملک کے صدر کو تو مانتا ہوں مگر اس کے نمائندہ کو نہیں مانتا تو کہا جائے گا کہ یہ سچا باغی ہے۔ تو خداوند کریم نے ایسے لوگوں کے بارہ میں فرمایا کہ بے شک یہی لوگ سچے کافر ہیں حضور کو بھی کہا گیا تھا کہ دریا کی راستہ اختیار کرو۔ تشریف لے کر وبلکہ بعض باتوں کے زمانے اور اس میں کمی بیشی کی گنجائش نکال دو۔ اور آج بھی ایسی آوازیں اٹھتی ہیں۔ تو قرآن کریم نے ان باتوں کا جواب دیا۔

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَبْذُلَهُ  
مَنْ تَلَقَّاءَ نَفْسِي أَنْ أَتَّبِعَ  
تم کہہ دو کہ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے اس کو تبدیل کروں میں تو اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ کو وحی کی جائے۔

میری یہ شان نہیں کہ اپنی طرف سے اس دین میں گڑ بڑ کروں اور اسے اپنی مرضی کے موافق معانی پہنا دوں میں اپنی جانب سے اس میں ذرہ برابر تبدیلی یا ترمیم نہیں کر سکتا۔

**قرآن کے دعوتِ تدبیر و تفکر کا اصل مقصد** ہمیں آج سوچنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ بے شک قرآن میں جگہ جگہ سوچنے کی دعوت ہے مگر اس تفکر کا مطلب تو یہ تھا کہ مثلاً حضرت موسیٰ کی قوم کے حالات پر نظر کرو۔ انبیاء کی اولاد تھی اور حبیبِ متبع شریعت تھی تو خدا نے ان کو مصر کی حکومت دی، فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا اور عمالقہ کی املاک پر ان کی سلطنت قائم فرمادی ان میں سے سلیمان علیہ السلام جیسے بادشاہ اور قہمان حکیم جیسے عقلمند پیدا فرمادیے اور دفعتاً ہم علی العالمین کی بنیاد پر انہیں اپنے زمانہ کی تمام اقوام پر فضیلت دی۔ مگر مادی ثنائی و شوکت اور ہر طرح سامانِ معیشت کی فراوانی کی وجہ سے انہوں نے کونسا راستہ اختیار کیا؟ ان کا شیوہ تھا کہ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمْرًا لِلَّهِ بِهِ أَنْ يَوْصَلَ جَنَازِوْنَ کے ملانے کا خدا نے حکم دیا تھا اُسے توڑتے تھے، نیز ان کی حالت یہ تھی کہ يَحْرَفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ۔ اللہ کی باتوں کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے تھے۔



ان کو کہا گیا کہ والدین سے، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، انسانیت کی بھلائی چاہو، انبیاء کا احترام کرو، اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی مت کرو تو انہوں نے ان سب چیزوں کو توڑ دیا۔ دین فساد فی الارض۔ زمین میں فساد برپا کیا، کہیں زنا کا بازار گرم کیا تو کہیں رقص و سرود کا سلسلہ شروع کیا، پھر اس کے ساتھ یہ جیاری اور چالاک کی کم کم اپنی مرضی کے علماء کو جمع کر کے انہیں آسمانی تعلیمات میں ترمیم و تبدیل اور احکام الہی سے فرار کے راستے نکالتے پر مامور کیا جس کے نتیجہ میں خداوند کریم نے انہیں لعنت کا مستحق قرار دیا اور اپنی رحمت سے ہٹا دیا۔

**تخریفِ قرآن یہودیوں کا شیوہ** | یہ لوگ مشرک نہیں تھے۔ کلمہ توحید کہتے تھے، رسالت مومن علیہ السلام کا انکار کرتے تھے۔ مگر جرم یہ تھا کہ بیسرفون الکلم عن مواضعہ۔ احکام الہی کو اپنی جگہ سے ہٹاتے تھے اور اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق اس کی توجیہ و تاویل کرتے، مثال کے طور پر جی میں آیا تو سود کو حلال کہا مطلق سود تو خدا کا مراد نہیں اصنافاً مضاعفۃ (سود مرکب) حرام ہے۔ یہ ہتے تاویل و تخریف جو یہود کا شیوہ ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہود پر اپنا غضب ڈال دیا اور انہیں ذلت اور خواری میں مبتلا کر دیا۔

**یہود کا عارضی غلبہ** | آج اگر ہمارے تئیں اور نصیحت کے لئے یہود کو کچھ غلبہ ہوا ہے تو اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ یہود کو خدا نے جن گراہیوں اور طور طریقوں کی وجہ سے ذلت میں ڈال دیا اگر وہی چیزیں ہمارا شیوہ بن جائیں تو ہمیں ایک مغلوب قوم کے ہاتھوں تہذیبہ کرانے پر بھی قادر ہیں۔ اور ہمیں تنبیہ کر دیا۔ آج اگر کچھ عارضی شان و شوکت ہے تو وجہ یہ ہے کہ اللہ تو سب کا رب ہے، کافر کو بھی روٹی دیتا ہے، وہ بے حوصلہ نہیں کہ ذرا سی بات پر کسی کو گھرنے نکال دے۔ وہ تمام عالمین کا رب اور سب کا پالنے والا ہے، اور پھر حکیم اور علیم بھی ہے۔

**امریکہ کی دولت دلیل ہے** | یہود کے عمارتیں، غلبہ کے بعد دنیا کی بڑی طاقت امریکہ کی تھی اس لئے یہود کو آگے کر دیا تو خدا نے اسی امریکہ کو

دیت نام میں ایسا مٹایا کہ اس کی ساری فرعونیت خاک میں مل گئی کہ جب امریکہ نے مغضوب اور ملعون قوم کا ساتھ دیا تو خود بھی ملعون اور مغضوب بن گیا۔ امریکہ کی رسوائی بھی یہود کے ذمیل ہونے کی دلیل ہے جب کوئی طاقت اور حکومت ظلم اختیار کرے تو ظالم کا تختہ جلد اُٹ جاتا ہے۔

**اُمت محمدیہ کو سبق** | سورۃ بقرہ میں یہود کے ان واقعات میں مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے کہ خدا نے تمہیں سب سے بہتر امت اور حضور خاتم النبیین

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام بنایا اور حضور کی غلامی اتنی بڑی چیز ہے کہ قیامت کے دن حضورؐ سب سے پہلے قبر سے اُٹھیں گے پھر اہل مدینہ، پھر اہل مکہ، پھر تمام مسلمان، اسی طرح تمام مسلمان سب سے پہلے پل صراط سے حضورؐ کے ساتھ گزریں گے۔ سب سے پہلے آپؐ اور آپؐ کی امت کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ دیکھیے صدر کہیں جا رہا ہو تو اس کا جوتے اٹھانے والا، پنکھا چلانے والا خادم اور غلام بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ اگر کوئی صدر کا چہرہ اسی ہے تو ذریعہ عظم سے بھی پہلے صدر کے ساتھ ساتھ جائے گا۔ حضورؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ تو غلامانِ محمدؐ بھی ساتھ ہی ہوں گے۔ تو اس امت کو جو حضورؐ کے صدقے سے نیرالام ہے، بقرہ میں بنی اسرائیل کے واقعات سے سبق لینے کی تلقین کی گئی کہ اس شان کے باوجود اگر تم نے نافرمانی کی اور اپنے آپ کو دوسری قوموں کی حالت اور حیثیت پر بدل دیا۔ اور دوسروں کی تقلید سے مرعوب ہو کر اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھے، کہیں سنت سے انکار، کہیں قرآن سے انکار، کہیں دیگر محرمات و محلات میں تبدیلی کی تو تمہارا انجام بھی یہود جیسا ہوگا۔

**مسلمان ماحول سے نہیں دبتا** | قرآن پاک ہمیں اس قسم کے غور و فکر کا سبق نہیں دیتا کہ ہم اور وہیں سے مرعوب ہو کر ان کی آنکھوں سے قرآن

کو دیکھیں۔ آج اسی کروڑ مسلمان تھوک کر بھی یہود کو ڈبو سکتے ہیں۔ مگر آج بجائے فاتح کے مستوح ہیں۔ اس لئے کہ بجائے اتباع قرآن کے ہم ماحول سے ڈر رہے ہیں کہ حبا پان، چین، امریکہ اور روس کا ماحول بدل چکا ہے، تو مولوی صاحب تم بھی ذرا سوچو ماحول کو بدل دو، تنگ دائرہ میں کیوں بیٹھے ہو ذرا ماحول کی رعایت کر کے دین میں کچھ نرمی پیدا کر دو۔

نام نہاد ترقی اور تہذیب سے بیزاری | حضورؐ کی بشت کے وقت دنیا زنا، سود اور شراب سے بھری ہوئی تھی تمام

ممالک پر ان کفریات کا غلبہ تھا تو کہنا چاہئے تھا کہ کچھ نرمی ہونی چاہیئے اور زنا اور سود و خوری حرام نہ ہونی چاہیئے، ترقی کی جو صورت قیصر اور کسریٰ کو نصیب تھی حضورؐ نے اس نام نہاد ترقی کی خاطر اپنی امت کو ان کے راستہ پر کیوں نہ ڈالا۔ وہاں تو ایک ایک صحابی کا یہ حال ہے کہ دین کے کسی مسئلہ اور حضورؐ کی کسی سنت کی خاطر ماحول کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی حضرت حدیفہؓ بن الیمان بہت بڑے علاقہ کے حاکم تھے ایک دن بڑے بڑے امراء اور رؤساء دیگر قوموں کے موجود تھے۔ بہت بڑے مجمع میں ان کے ہاتھ سے ایک نوالہ گرا اس بھقیوں نے اشارہ سے کہا اے مت اٹھائیے، اس کا اٹھانا بُری بات ہے، فیشن اور ترقی کے خلاف ہے حضرت حدیفہؓ ان باتوں کو کب خاطر میں لا سکتے تھے۔ ایک نوالہ بھی خدا کی دی ہوئی نعمت ہے اگر اس کے ساتھ کچھ آلائش ہے اُسے ہٹا کر کھالیا جائے تاکہ خدا کی نعمت کی بے قدری نہ ہو اور جب تم بے قدری نہ کرو تو خدا نعمتوں میں اضافہ کر دے گا۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُفَرِّقْ بَيْنَ الْفَرَقِ اَنْ عَذَابِي لَشَدِيدٌ تو حضرت حدیفہؓ نے اپنے ساتھیوں کو ڈانٹ کر کہا کہ ان کتوں کی وجہ سے میں اپنے نبیؐ کی سنت چھوڑ دوں اور ماحول سے دب جاؤں۔ حضرت عمرؓ بیت المقدس میں فاختانہ داخل ہو رہے ہیں، پھٹے پرانے پیوند لگے کپڑے پہنے ہیں۔ سواری کے لئے اونٹنی ساتھ ہے بعض لوگوں نے اچھے کپڑے اور گھوڑا پیش کر دیا کہ کافر اور سچی سب استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے انکار کر دیا کہ میں ان سے متاثر ہو کر

کیوں اپنی عادت اور تہذیب بدلوں اسی اونٹنی کی سواری میں ان کا غلام بھی شریک تھا، اور تھر میں داخلہ کے وقت اتفاقاً غلام کی باری تھی، آپ نے غلام کو اونٹنی پر بٹھلایا اور خود ہمارے پکڑے جا رہے تھے۔ یہ تھا ان حضرات کا کردار۔ دین پر عمل کرنے کے لئے سوچ و فکر کا اندازہ کہ قرآن کے سیاق اور سباق کے مطابق اور حضورؐ کی ہدایات و ارشادات کی روشنی میں احکام کا استنباط اور استخراج کیا جائے نہ کہ دیگر اقوام کی تقلید میں اور ماحول کی موافقت میں وحی الہی کو تبدیل کیا جائے۔ پیغمبرؐ کو خدا کا حکم تھا۔ مایہ کون لی ان ابدلہ سن تلقاء نفسی۔ میری کیا مجال کہ اپنی مرضی سے اس میں تبدیلی کروں۔

اب جس خدا نے ہمارے لئے دیگر ضروریات مادی اور روحانی ضروریات کا انتظام پیدا کیا جس نے مادی حاجات سے ہمیں مستغنی کر دیا، اس نے اپنی مرئیات پر چلنے اور اپنے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے لئے وحی بھی نازل کی زبان، عقل، فکر، روح سب خدا نے دیں تو ہدایت اور راہنمائی بھی ہماری اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اس نے دیگر ضروریات کی طرح ابتداءً آفرینش سے روحانی تربیت کی ضرورت بھی پوری فرمادی، آدم علیہ السلام سے حضور اقدسؐ تک انبیاء کا سلسلہ چلایا۔ کسی کے اد پر کتابی کسی کے اد پر صحیفی اور کسی کے اد پر کلامی شکل میں اپنی ہدایت نازل فرمائی اور حضور اقدسؐ کو علیٰ لحاظ سے سب سے جامع اور مکمل کتاب دے گئی کہ آپ کا خاص شان علم ہی تھا۔ معراج کی رات جبریل علیہ السلام نے چار گلاس پیش فرمائے، جن میں دودھ، شہد، پانی اور شراب تھا۔ گو وہ شراب جنت کا تھا جس میں سکر وغیرہ نہ ہوگی۔

لا فیہا غول" دلائم عنہا نہ اس شراب سے سر بھرتا ہے، اور نہ وہ  
بیتوف۔ اس کو پی کر بہکیں۔

پھر بھی حضورؐ نے دودھ کے گلاس کو پسند فرمایا۔ حضرت جبریلؑ نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ الحمد للہ خدا نے آپ کی رہنمائی فرمائی۔ عالم مثال میں حضورؐ نے علم کو پسند فرمایا۔



تمام علوم کا منظر اور منبع نبی کریم ﷺ | آج جو ترقیات علمی اور سائنسی آپ دیکھ رہے ہیں یہ پیغمبر کی برکت سے ہیں۔ کیونکہ پیغمبر اپنی امت کے

احساسات اور حالات کا اصل منبع ہوتا ہے۔ جیسے کہ استاد شاگرد اور باپ بیٹے میں مناسبت ہوتی ہے، تو حضورؐ کی جو امت ہے خواہ امت اجابت یعنی مسلمان ہیں یا امت دعوت ہے، جس میں تمام عالم کے کفار بھی شامل ہیں۔ ان سب میں حضورؐ کے بعد علم کی شان غالب آگئی امت اجابت میں حقیقی معنوں میں کہ جو دینی اور اخروی علوم ہیں اس کی نظیر دیگر امتوں میں نہیں مل سکتی۔ اس طرح دیگر اقوام کو سائنسی اور مادی علوم میں اسلام آنے کے بعد جو ترقی ہوئی وہ پہلے نہ تھی غرض جو بھی علم دنیا میں پھیل رہا ہے اس کا منظر اتم حضورؐ کو بنا دیا گیا تھا۔

وحی اور نبوت کی جامعیت و تکمیل | اور جب امت علماً و عقلاً اکمل و مکمل ہے اور زمانہ علم کے عروج اور انشاء کا تھا

تو حضورؐ کو جو وحی یعنی کتاب دی گئی وہ بھی جامع اور کامل ہے۔ اور جب قیامت تک حضورؐ کی نبوت باقی ہے تو اس وحی کو بھی خدا نے ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ کر دیا کہ کسی دشمن اور مخالفت کی سبہ کاریوں سے اس میں باطل کی ملاوٹ نہیں ہو سکتی، قیامت تک اس کے الفاظ اور معانی و مطالب محفوظ رہیں گے لایاتیلہ الباطل۔ سارا امریکہ اور برطانیہ بھی کسی کی پشت پر کھڑا ہوا اور وہ ایک ایک مجلس میں قرآن کے خلاف لاکھوں روپے خرچ کرے، پھر بھی نہ اس میں کچھ داخل کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس میں کچھ گھٹا سکتے ہیں۔ قرآن کی حفاظت ہمارے ذریعہ سے نہیں بلکہ ہم خود اس کے ذریعہ سے محفوظ ہیں۔ اور اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا تو خدا یہ نعمت ہم سے چھین کر اوروں کو دے گا، اور ہم محروم رہ جائیں گے۔ خداوند کریم ہمیں صحیح معنوں میں اس پر عمل کرنے اور اس کی خوشی منانے اور اس نعمت کا شکر یہ ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# قرآن حکیم ایک لافانی کتاب

اور

## اس کے تقاضے

حب ذیلے خطاب سے حضرت شیخ الحدیث نے ۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ  
بتاریخ ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء کو مسجد قاسم علی خان پشاور میں  
انجمن تبلیغ قرآن و سنت کے دروس کا افتتاح فرمایا (مرتب)

يَسْبَحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْبُحْكُ الْقُدُوسِ

الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ.

محترم بزرگوار! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا بے حد ممنون ہوں اور آپ کی اس مہربانی کا شکر گزار  
ہوں کہ ایسی مقدس مجلس میں جس میں درس قرآن کریم کا افتتاح ہو رہا ہے، مجھے شرکت کا موقع  
دیا۔ مجھ جیسے کم علم اور بیمار انسان کو اس امر کا لائق سمجھا گیا۔ یہ آپ لوگوں کی ذرہ نوازی ہے۔

حضرات! درس قرآن کی مجلس ان مجالس میں سے ہے  
جس کے بارہ میں حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا:

درس قرآن کی فضیلت

ما اجتمع قوم في بيت من  
بيوت الله يتلون القرآن  
لاحتفهم الملائكة وغشيتهم  
جب بھی کوئی جماعت اللہ کے کسی گھر میں جمع  
ہو کر قرآن کریم پڑھنے پڑھانے لگی ہو تو رحمت  
کے فرشتے اسے ڈھانپ لیتے ہیں۔ رحمت

الرحمة وذكرهم الله في من  
عندہ۔ خداوندی اسے گنہگار نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ان  
لوگوں کو اپنے مقربین میں یاد کرتا ہے۔

آج اگر کسی معمولی سی عزت اور حاجت کی جگہ پر کوئی ہمارا نام لے لیتا ہے تو اس پر فخر اور  
خوشی کی جاتی ہے تو جب احکام الحاکمین کے دربار اور ملائکہ کی مجلس میں ذکر آجائے تو کتنی عزت  
اور خوشی کی بات ہوگی۔ دین کے لئے اجتماع میں مجمع کا زیادہ ہونا ضروری نہیں جتنورسلی اللہ  
علیہ وسلم نے عام لفظوں میں ذکر کیا: ما اجتمع قوم گویا جب بھی چند افراد دین کے لئے  
اکٹھے ہو جائیں وہ اس بشارت اور نزول رحمت و برکت کے مستحق ہوں گے۔

دین کی خدمت تھوڑے اور غریب لوگوں نے کی یہ خدا کی شان ہے کہ دین کی  
خدمت ہمیشہ ابتدا ہی سے

کم اور غریب طبقہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔ وقلیل من عبادي الشکور۔  
میرے کم ہی بندے شکر گزار ہوتے ہیں مگر ان تلیل افراد نے جب ہمت اور حوصلہ نہ ہارا تو  
خدا نے ان کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ملہ سے وہ وہ کارنامے ظاہر کرائے کہ دنیا حیران ہوئی۔  
کم من فئۃ قليلة غلبت بسا اذقات تھوڑی جماعت اللہ کی مرضی سے  
فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ بہت بڑی جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔

مخالفت قرآن آج ہم اور آپ جس قرآن کے سیکھنے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں دنیا کی اکثریت  
اس کے سیکھنے پڑھنے تلاوت کرنے اور اس کے معانی و مفہام سمجھنے  
کی مخالفت کرتی ہے اور یہ مخالفت کوئی نئی بات نہیں۔ خود قرآن کریم نے ایسے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔

وقال الذين كفروا لا تسمعوا  
لهذا القرآن والغوا فيه  
لعلکم تغلبون۔ اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو مت سُنو  
شور و شغف کرتے رہو شاید تم اس  
طرح مسلمانوں پر غالب آ جاؤ۔

گویا یہ کہا گیا کہ اس مجلس درس میں شمولیت نہ کر بیٹھو، سینماؤں کی سیر کرو، بازاروں کے

ہنگامے دیکھو، ریڈیو سنو اس قرآن کے سننے سے کیا فائدہ

تو قرآن کی اشاعت اور تعلیم کی اس وقت سے مخالفت چلی آرہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے سرور کائناتؐ کو مبعوث فرمایا مگر ایک قلیل جماعت حضورؐ کے جان نثاروں کی بھی تھی۔ سیدنا صدیق اکبرؓ اور ان جیسے چند حضرات حضرت بلالؓ، جامع القرآن حضرت عثمانؓ، فاروق بین الحق و الباطل حضرت فاروقؓ، حضرت سیدنا علیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر باش رہے قرآن پاک سمجھنے سیکھنے کے لئے زندگی وقف کی تو اللہ نے اس قلیل جماعت کے ذریعہ دنیا کو اس وقت بھی منہ توڑ جواب دیا اور اب بھی دیتا ہے اور اعلان ہے :

ان لا تنصروا فقد نصروا  
اللہ اذا اخرجہ الذین  
کفروا ثانی اثنین اذہما  
فی الغار اذ یقول لصاحبہ  
لا تحزن ان اللہ معنا۔  
اگر تم رسول کی مدد نہ کرو تو خدا نے اس کی مدد  
فرمائی ہے ایسے وقت میں جبکہ کافروں نے انہیں  
مکے سے نکال دیا دو میں سے ایک جبکہ دونوں غار  
میں پناہ لئے ہوئے تھے جبکہ حضورؐ اپنے ساتھی  
حضرت صدیقؓ سے کہنے لگے غم مت کرو۔ اللہ ہمارے  
ساتھ ہے۔

قرآن کریم اور دین کسی کی مدد کا محتاج نہیں | اسے روئے زمین کے باشندے کیا تم

رہا ہے، اسلام کی ترقی ہے، انہیں اگر تم سب روئے زمین کے باشندے اپنی مدد چھوڑ دو  
یہاں تک کہ مخالفت پر کھڑے ہو جاؤ مگر جب کہ خدا کو قرآن کی حفاظت اور اسلام کی قوت منظور  
ہے، تو یہ محفوظ اور باقی رہے گا۔ آج دنیا میں قرآن کے مقابلہ میں کئی کتابیں ہیں، انجیل اور تورات جن کا  
اصل واقعی آسمانی تھا۔ ان کی پشت پر دولت مندوں کی دولت حکومتوں کی قوت، مشینوں کی چالوسی  
خوش خلقی، خدمت وغیرہ کی شکل میں موجود ہے، دنیا کی قومیں ان کی اشاعت کے لئے مصروف  
ہیں۔ مگر جس چیز کی حفاظت خدا نہ کرنا چاہے وہ کب محفوظ رہ سکتی ہے آج انجیل اور تورات کا کوئی



حافظ دنیا میں موجود نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی ایک غیر محرف اور صحیح نسخہ مل سکتا ہے صرف انجیل میں ایک پادری نے کسی ہزار غلطیوں کا اعتراف کیا ہے اور قرآن کی پشت پر نہ حکومت ہے نہ قوت نہ دولت اور اس میں بھی خدا کی حکمت ہے کہ خدا نے حکومت اور قوت کے ذریعہ قرآن کی حفاظت نہیں کرائی۔ دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد آلِ ماشاء اللہ عمر بن عبدالعزیز، ہارون الرشید، اورنگ زیب عالمگیر، غیاث الدین بلبن جیسے گئے چنے حکام اور امراء بھی خدا نے پیدا کئے جنہوں نے قرآنِ کریم کی خدمت کی مگر اس خدمت نے ان لوگوں کو ودام بخشا قرآن اُن کا محتاج نہیں تھا۔ ان لوگوں نے قرآن اور دین کو اپنا کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لی۔ ان میں سے ایک غیاث الدین بلبن کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ محل کی ایک ہزار کینزوں اور خادماؤں کے لئے یہ شرط رکھی گئی تھی کہ ہر کینز قرآن پاک کی حلقہ ہو۔

ان کی نشیگاہ اور خواب گاہ میں  
کفن سامنے لٹکا رہتا تھا کہ کسی  
حالت میں خداوندِ کریم کی یاد اور  
آج کے عاقبت فراموش حکمرانوں کو اکبر جیسے  
ملحد سے سبق لینا چاہیئے

موت بھول نہ جائیں، اور یہ تو بلبن جیسے نیک اور پارہ سادشاہ کی حالت ہے۔ اکبر جو بڑا ملحد اور بے دین گذرا ہے۔ اپنی سلطنت اور حکومت کے استحکام کے لئے ایک ایسا دین اس نے بنایا جو عجیب و غریب معجون مرکب تھا۔ تاکہ سب مذاہب والے خوش رہیں ایک ایسا ماڈرن دین بنایا جس سے آج کے بے دین بھی استفادہ کر رہے ہیں۔ تو اکبر نے پائیدار حکومت کی امید میں ایک مخلوط مذہب کی داغ بیل ڈال دی جو دید، گرنہ، بائیسیل، انجیل اور قرآن وغیرہ سب کا مجموعہ تھا کہ کسی کو شکوہ شکایت کا موقع نہ ملے۔ گویا باسماں اللہ اللہ بابرہن رام رام کا مصداق تھا۔ الغرض اس کی لادینی اور گمراہی کی مثال نہیں ملتی۔ مگر پھر بھی جیسا کہ کتابوں میں لکھا ہے اسے قبر اور برزخ کی تنہائی اور تاریکی کا فکر دامنگیر ہوا۔ دماغ پر ایک باریہ تصور ایسا چھا گیا کہ نیند اچاٹ ہو گئی، وزراء نے اس فکر اور پریشانی دور کرنے کی ترکیبیں سوچیں

اس کے ایک وزیر بیربل نے تسلی دینا چاہی اور کہا کہ بے غم اور بے فکر رہو، مسلمان کہلاتے ہو تمہاری قبر میں حضور اقدسؐ کے انوار و برکات کی روشنی پڑتی رہے گی تو تمہیں وحشت نہ ہوگی۔ تو میرا مقصد یہ نہیں کہ اکبر واقعی اس نور اور برکت کا مستحق ہو سکے گا یا نہیں۔ صرف یہ مقصد ہے کہ اس وقت اکبر جیسے بے دین کو بھی آخرت کی فکر ہوتی۔ مگر آج تو اس تصور کو بالکل پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور اس پر ایمان بھی بہت ہی کم لوگوں کا رہ گیا ہے۔ بلین نے عمر بھر کفن سامنے رکھوایا خادم کو حکم تھا کہ تہجد کے وقت جگایا کرو، نہ اٹھو تو چار پائی اٹا دیا کرو کہ کہیں تہجد قضا نہ ہو جائے بلین جیسے چند افراد تو تاریخ کے روشن ستارے ہیں۔

عمو نادین کی خدمت خدانے حکومت اور اقتدار کے ذریعہ نہیں کرائی، اور اس میں ایسی ہی حکمت ہے جیسی کہ

**بیت اللہ کا وادی غیر ذی زرع میں ہونے اور  
دین کی خدمت غریب سے کرانے کی حکمت**

بیت اللہ شریف کا حجاز جیسے عشک اور لعل و دق صحرا میں واقع ہونے کی ہے۔ آج عشاق ہزاروں روپے خرچ کر کے مکہ جاتے ہیں، اگر وہ خطہ باغات کا ہوتا نہ ہریں اور چشے بہتے پھول اور مرغزار ہوتے، یورپ کی تفریح گاہیں ہوتیں تو اقوام عالم کہتیں کہ مسلمان سیر و تفریح کے لئے وہاں جاتے ہیں مگر وہ تو وادی غیر ذی زرع (بن کھیتی زمین) ہے نہ سبزہ ہے نہ سیر و تفریح کا سامان خالص اللہ اور اُس کے گھر کی خاطر لوگ جاتے ہیں۔ اور دنیا کی کوئی دوسری قوم اللہ کی خاطر اپنی بڑی تعداد میں کہیں جمع نہیں ہوتی تو اگر دین کی حفاظت خدانے امراء حکام اور دولت مندوں سے کرائی ہوتی تو مخالفین اسلام طعنہ زنی کرتے کہ یہ دولت اور قوت کے کرشمے ہیں حکومت اور اقتدار اس کی پشت پر ہے۔ تو خدانے تبلا دیا کہ صرف میں ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

بیشک ہم نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا  
لَہٗ لِحَافِظُوْنَ۔۔۔

**قرآن کی حفاظت** | بائبل کی پشت پر سارا یورپ ہے مگر ایک نسخے کا حلقہ بھی نہیں اور زانجل کا ایک ایسا نسخہ موجود ہے جس پر سارے عیسائیوں کا اتفاق

ہو اور یہ آج کی بات نہیں بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے تھوڑے عرصہ بعد ہی سینکڑوں نسخے رائج ہوئے۔ پھر مرتبہ چار انجیلوں کا انتخاب بھی عجیب طرح سے ہوا کہ ساری انجیل کو ایک میز پر رکھ کر ہلایا گیا، جو گر گئیں وہ ساقط الاعتبار ہوئیں، اور جو چار نسخے باقی رہ گئے وہ قابل عمل سمجھے گئے۔ جس کتاب کا انتخاب ایسی مضحکہ خیز قرعہ اندازی سے ہوا ہوا اس کا مقابلہ قرآن کریم سے کب کیا جاسکتا ہے۔ آج بھی الحمد للہ اس مختصر سی مجلس میں بیس تیس حلقہ قرآن موجود ہوں گے اور یہ اس لئے کہ احکم الحاکمین نے خود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

**محفوظ چیز کی پناہ لینے والے محفوظ ہوتے ہیں** | جب قرآن پاک محفوظ رہے گا تو اس کے دامن میں جو آجائیں گے وہ

بھی محفوظ رہیں گے۔ آج اگر سارے ملک پر بیماری ہو ملک کی کوئی جگہ محفوظ نہ ہو اور حکومت وقت اعلان کر دے کہ اس پشاور کو ہم نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اس پر کوئی ہم نہ گرا سکے گا تو اگر باہر کے رہنے والے لوگ اپنی حفاظت چاہیں تو اس کا علاج یہی ہوگا کہ سب لوگ اسی شہر میں آجائیں۔ گویا محفوظ رہنے کے لئے محفوظ جگہ میں ہونا ضروری ہے تو قرآن پاک جو محفوظ ہے اور جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے، اس کے دامن میں جو آجائے گا وہ بھی محفوظ رہے گا۔

**قرآن پاک کا مقابلہ ناممکن ہے** | جس طرح اللہ کی مخلوقات مثلاً آسمان زمین چاند سورج کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا کہ اسی طرح

ایک چیز پیدا کر کے کھڑی کر دیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کا مقابلہ کسی سے نہیں ہو سکتا، جب قرآن کریم خدا کی صفت ہے تو اس کا مقابلہ بھی ناممکن ہے چودہ سو سال گزر گئے ہیں مگر ہم آج بھی چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی ایسی آیت بتلا دو جس میں حضورِ اقدسؐ

کے بعد کسی قسم کی تبدیلی آئی ہو۔ کوئی دشمن اور مخالفت یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ خداوند کریم نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ جس شکل میں اسے نازل فرمایا وہی الفاظ ہو رہے ہیں۔ اس طویل عرصہ میں کتنے انقلاب آئے، پاکستان تو اب قائم ہوا، تاتاریوں کے فتنہ چنگیز اور ہلاکو کی فتنہ سامانیوں کی مثال نہیں ملتی، چن چن کر علماء اور صلحاء کو انہوں نے ختم کیا، اسلامی آثار اور معابد مٹا دیئے۔ قرآن کریم کے نسخے اور اسلامی علوم کے ذخیرے دریاؤں میں ڈبو دیئے اور حجاج بن یوسف نے ایک لاکھ سے زائد علماء و صلحاء تابعین اور حفاظ قرآن کو قتل کیا انگریز سارے عالم اسلام پر چھا گیا۔ مگر قرآن پاک کی حفاظت خدا نے اس پورے عرصہ میں کی اس نے جو حفاظت کا وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔ — ومن اصدق من اللہ حدیثاً۔ اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے۔

### ہر دور میں وعدہ حفاظت کا ظہور | خداوند کریم عموماً اسباب کے ذریعہ کام

میں اس وعدہ حفاظت کا ظہور بھی اس طرح ہوتا رہا کہ ہر دور میں اپنے مقبول بندوں اور عباد صالحین کے دلوں میں اس کی تعلیم اور تعلم اور حفاظت کی تربیت ڈال دی اور جب بادشاہ کسی اہم کام کے کرنے کا اعلان کرتا ہے تو معتدترین اور چیدہ چیدہ افراد کو اس کام پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ تو خدا نے جس قوم اور جس فرد کو یہ جذبہ دیا کہ قرآن نئے، سیکھ لے اور لوگوں کو سنا دے تو یہ اس کی سعادت مندی اور مقرب و مقبول خدا ہونے کی نشانی ہے کہ خدا نے ایسے جلیل القدر کام کے لئے اس کا انتخاب فرمایا ورنہ اس کے لئے کسی کا محتاج نہیں۔ یمنون علیک ان اسلموا قل لا

تمنوا علی اسلامکم یل اللہ یمین علیکم ان ہذا کم لا ییمان۔ یہ احسان خدا کا تمہارے اوپر ہے، وہاں تو مخلوق کی بے حساب درخواستیں



ہیں کہ کسی کام کے شرف سے نواز دو مگر اس نے تمہیں اپنی غلامی میں لیا تمہارا احسان نہیں بلکہ اس کا کرم ہے کہ تمہارے دلوں میں دین کی تڑپ ڈال دی اور تمہیں فانی کی بجائے باقی اور دائم کتاب سے جوڑ دیا جو خود محفوظ ہے۔ تو تمہیں بھی محفوظ بنادے گی۔

**مسلمانوں کی ترقی صرف قرآن سے ہے** | مگر افسوس کہ آج مسلمان بھی اپنی حفاظت اور ترقی دیگر امور میں

تلاش کرتے ہیں، حقیقی ترقی اور حفاظت تو قرآن اپنانے سے نصیب ہو سکتی ہے  
کاشش! مسلمانی کے دعوؤں کے ساتھ ساتھ آج کے بد دینوں میں کچھ توجہ بہ قرآن کی خدمت کا ہوتا۔ آج زراعت اور صنعت کے لئے وقت نکال سکتے ہیں، تفریح اور سینماؤں کے لئے مخصوص وقت ہے۔ مگر درس قرآن اور تسلیم دین کا شغف نہیں رہا۔  
**غیر محتاط گفتگو کا وبال** | اور کہا جاتا ہے کہ یہ مولویوں کا کام ہے، ہمیں اتنی فرست کہاں — اور کئی ایسے طنزیہ جملے بولتے ہیں، یہ

ایسے طنزیہ جملے ہیں کہ اگر رحمۃ للعالمین کی دعائیں نہ ہوتیں اور اس کی امت میں شمار نہ ہوتے تو ایسے جملوں سے لوگوں کے چہرے خنزیر اور بندروں کی شکل میں سمجھ ہو جاتے مگر حضورؐ کی دعا تھی کہ اے اللہ میری امت کو خست اور کسخت سے محفوظ رکھ اگر یہ دعا نہ ہوتی تو ایسے جملوں سے معلوم کیا کیا عذاب دنیا میں بھی بگکنا پڑتا۔ افسوس کہ مسلمان بلا سوچ سمجھ طنز و مذاق اور تمسخر کی شکل میں ایسی ایسی باتیں منہ سے نکال دیتے ہیں جس سے سارے اعمال صالح ضائع ہو جاتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے باب باندھا کہ مسلمان کو ضبط اعمال کا ہر وقت خطر رہنا چاہیے حضرت حسن بصریؒ ہر وقت متفکر خاموش اور پریشان رہتے کسی تلے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ کیا خبر غفلت میں کوئی ایسی بات منہ سے نکلی ہو جس سے ایمان اور اعمال سب کچھ ضائع ہو چکے ہوں۔ الغرض خدا کا کلام خدا کی صفت ہے خدا اور اس کی صفات باقی ہیں۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو اس کے ساتھ وابستہ کیا وہ بھی باقی بن گئے۔

**قرآن کے انوار و برکات کا مشاہدہ** | صاحب کشف بزرگوں پر حیب اس کے برکات  
وانوار کا انکشاف ہوا تو انہوں نے قرآن کی خدمت

کو اپنی زندگی کا واحد مقصد بنایا۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے قرآن مجید کے درس و تدریس اور ترجمہ و تفسیر کو عمر بھر اپنا مشغلہ بنایا تو حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ جو صاحب کشف بزرگ تھے، حدیث رسولؐ کے عاشق تھے، وصیت فرمائی تھی کہ وصال کے وقت حدیث کی تلاوت کرتے رہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غالباً انہوں نے اپنا کشف بیان کیا کہ شاہ عبدالقادر مرحوم کی تدفین کے وقت چاروں طرف سے ۱۲ میل کے رقبہ سے عذابِ قبر اٹھایا گیا۔ ایک شاہ صاحب کی برکت سے اتنا فائدہ ہوا اور اس کی مثال ایسی ہے کہ یہ بجلی کی روشنی ہے، یہ بجلی کا ٹپکھا چل رہا ہے کئی خاص آدمی کے لئے مگر فائدہ اوروں کو بھی پہنچ رہا ہے۔

**حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا احمد علیؒ کی مثال** | ہمارے استاذ الاستاذ حضرت شیخ الہندؒ سے زندگی بھر کی سب

سے زیادہ قابلِ قدر دینی خدمت کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جس سے آخرت کی نجات کی امید وابستہ ہو تو فرمایا کہ میں نے حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کو با محاورہ کر دیا ہے، یہ اس بزرگ کا ارشاد ہے جس کے مساعی جلیلہ کی بدولت آج ہم آزاد ہیں، انگریزوں نے کہا کہ اگر تم انہیں جلا بھی دیں تو ان کی راکھ سے بھی برطانیہ برباد کی آواز آئے گی۔ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ نے ساری بغاوت کو حضرت شیخ الہندؒ کی کاروائی قرار دی ہے، مالٹا کی اسارت، اللہ کی راہ میں جہاد اور تکالیف یہ سب خدمات جلیلہ اور قابلِ نجات اعمال تھے۔ مگر پوچھنے والے کے جواب میں آنسو جاری ہوئے اور فرمایا مجھ جیسا مجبور و ناتوان کیا خدمت دین کر سکے گا۔ ہاں مگر حضرت شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کی تسہیل کی ہے اور اسی خدمت کو بغل میں دبائے خدائے کے ہاں حاضر ہوں گے۔

اسی طرح حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم شیخ التقریر لاہوریؒ کی مثال آپ کے

سامنے ہے، چالیس پچاس سال تک قرآن پاک کا درس دیا۔ جب ہمارے دارالعلوم تھانہ کے بعض طالب العلم دورہ حدیث سے فارغ ہو کر وہاں درس میں شرکت کرتے تو بے حد خوش ہو کر دعائیں دیتے۔ درس میں ایک ایک طالب العلم بڑھنے سے خوش ہوتے۔ قرآن کی خدمت نے ان کو کیسا دوام بخشا کہ دھال کے بعد قبر مبارک کی مٹی سے عجیب خوشبو لاکھوں لوگوں نے محسوس کی دس بیس دن بعد میں نے خود جا کر قبر مبارک کی مٹی سونگھی اور ایک عجیب کیفیت پائی۔

جمال ہمنشین درمن اثر کرد      وگر نہ من ہماں قائم کہ ہستم  
امام بخاریؒ کے مزار سے ۶ ماہ تک خوشبو آتی رہی جو حدیث رسولؐ کی برکات کا ظہور تھا مٹی اٹھا اٹھا کر لے جاتے لوگ۔ قبر کو بھردیتے تھے اور وہ پھر قالی ہو جاتی تھی۔ آخر لوگوں نے دعا کی تو اس کرامت کا ظہور بند ہوا۔

**آیت کی تشریح** | اب مختصراً اور تبرکاً جو آیت ابتداء میں پڑھی گئی ہے اس کی تشریح کرتا ہوں۔ یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض۔ خدا کی پاکیزگی تسبیح اور تقدس کرتی ہے، ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے کہ وہ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ منبع الکمالات ہے، سارے عالم کے کمالات اسی سے ہیں۔ جہاں کہیں علم ہے یا طاقت ہے اور شجاعت ہے جو بھی خوبی پائی جاتی ہے، یہ اسی کی کوشش سازی ہے، چاند اور سورج اور ستاروں کو یہ کس نے دیا؟ اور کس نے انہیں پیدا کیا؟ کافروں کو بھی اعتراف ہے کہ خدا نے پیدا کیا۔

ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله۔  
اگر ان مشرکین سے تو پوچھ لے کہ یہ زمین اور آسمان کس نے پیدا کئے، تو جواب میں کہیں گے کہ اللہ نے۔

**یوم الميثاق کا سبق** | آج کیونرم پھیل رہا ہے، دہریت کا پرچار ہے، مگر واللہ العظیم جو سبق ہمیں یوم الميثاق میں دیا گیا ہے دلوں میں بے اختیار سایا ہوا ہے

وہ سبق الست بربکم کا تھا جب خداوند تعالیٰ نے تمام مخلوق سے دریافت کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، تو سب نے یک زبان ہو کر کہا جلی انت دبنا بے شک تو ہمارا رب ہے۔ یہ ایمان کی چنگاری ایسی دبی ہوتی ہے، جیسا کہ ہیرا یا انگارہ راکھ میں دب جاتا ہے مگر ذرا سی ہولگے تو چمک اٹھتا ہے اور انگارہ جلنے لگتا ہے۔ روس میں مخالف خدا تحریک کا بڑا ایڈر جب مرنے لگا تو اس کے منہ سے بے اختیار خدا کا نام نکلا آج بھی یہ لوگ خدا سے ہٹ کر اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے معبودات باطلہ کی کسی نہ کسی شکل میں پرستش کر رہے ہیں اور کچھ نہ ہو تو اپنے رہنماؤں اور اپنی تحریک کو انہوں نے خدا اور مذہب جیسا مقام دیا ہوا ہے جس سے وہ اپنی روحانی تشنگی کی تسکین کرنا چاہتے ہیں۔

**مہدیت میں ہر شخص خدا کی طرف لوٹتا ہے** | فرعون عمر بھر فدائی کا دعویٰ کرتا رہا مگر یہ موت آئی تو اسنت

انہ لا الہ الا اللہ انت بہ بنوا اسرائیل کہنے لگا کہ میں ایمان لایا اس رب پر جو موٹی اور مارون کا رب ہے، مگر فرشتہ نے منہ میں کچھ مٹھونس دیا کہ اب ایمان لاتا ہے، اس سے قبل تو تو بڑا سرکش اور نافرمان تھا۔ پچھلے دنوں ذرا تیز زور لہ آیا تو ساری سرکشی اور نافرمانی اور ساری بھل ختم ہو گئی، ہر شخص پیشانی کے بل زمین پر گر پڑا اور سجدہ میں اللہ کو پکارنے لگا، کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں لوگ خدا کے سامنے گڑا گڑا نہ رہے ہوں تو یہ خداوند کریم کا تسلط دلوں پر۔ اور ہر دہری مرنے کے وقت ایمان لانے لگتا ہے مگر اس وقت کا ایمان فائدہ نہیں دیتا۔ تو خدا کے وجود کا علم ہمیں یوم الميثاق میں دیا گیا۔ سب کے ارواح نے پکار کر ربوبیت باری تعالیٰ کا اعتراف کیا اب مسلمان تو خوشی اور مرضی سے کفار اور فساق سنتی کے وقت اس کا اعلان کرتے ہیں مگر ایمان خوشی کا معتبر ہو گا،



اختیار اور مرضی کا موجبِ نجات ہوگا۔۔۔ تو یہ خدا کی قدرتِ کاملہ کا ایسا ظہور ہے جس سے انکار کرنا جاہل کا کام ہے۔۔۔۔۔

کائنات کا ہر ذرہ خدا کی تسبیح کرتا ہے | یہ جو آیت میں ارشاد ہوا کہ عرش سے لے کر فرش تک کائنات کی ہر چیز خدا کی پاکیزگی کرتی ہے کہ خدا ہر عیب سے منزہ ہے تو ہر چیز میں واقعی زندگی ہے اور اس کے مناسب علم بھی ہے **كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَ عَلَمٍ وَتَسْبِيحٌ**۔ کائنات کی ہر چیز اپنی نماز اور تسبیح کو جانتی ہے اور آج کی سائنس اسلام کے دیگر اصولی مسائل کی طرح اس بات کی بھی تائید کر رہی ہے کہ ہر چیز میں ایک خاص قسم کی زندگی ہے، آگ کو خدا نے خطاب کیا۔ اے آگ ابراہیم کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا تو فوراً ٹھنڈی ہو گئی، بحیرہ قلزم کو خطاب ہوا کہ پھٹ جا تو، فوراً پھٹ گیا۔ زمین کو حکم ہوا کہ پھٹ کر قارون کو دھنسا دے تو فوراً پھٹ گئی۔ ہوا کو حکم دیا کہ عادیثہ کو اٹا دے تو فوراً تعمیل حکم ہوئی۔ اگر انہیں ادراک، علم اور زندگی نہ ہوتی تو خدا کا حکم کیسے سنتے۔

اسباب میں تاثیر ڈالنے والی بات | افسوس کہ آج ہماری نظر صرف آلات اور اسباب پر رہ گئی ہے۔ مذہب اور غیبی باتیں دوسرے درجہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم اگر خدا کی مدد نہ ہو اور صرف آلات و اسباب ہوں تو یہ کچھ بھی کارگر نہ ہو سکیں گے۔ آلات اور اسباب میں تاثیر ڈالنے والی ذات کے ہاتھ میں سب کچھ ہے **انما امره اذا اداد شيئا ان يقول له كن فيكون**۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب چاہے کسی چیز کا ہونا تو کہہ دیتا ہے ہو جا، پس وہ ہو جاتا ہے۔

دیوبند کے طالبِ علمی کے زمانے میں ایم ایم اور سائنسی ترقیات کے حالات سن کر کچھ حیرانی سی ہو جاتی تھی کہ اب مسلمان کیسے پائس گئے۔ اسی اثنا میں قیامت سے پہلے قسطنطنیہ کے فتح ہونے کی حالت پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ اللہ اکبر کے ایک نعرہ سے سارا قلعہ

گر جلے گا، تو شبہ رفع ہوا کہ مسلمانوں کے پاس ایک ایسی طاقت ہے کہ ایک نعرہ تکبیر دس لاکھ بول کا کام دے سکتا ہے۔ اور اس ثمانہ میں کیا ان چیزوں کا ظہور نہیں ہو سکتا؟ ہو سکتا ہے، مگر ایمان کامل کی ضرورت ہے

خدا سے کٹ کر ہم ہرگز ترقی نہیں پاسکتے | مسلمانوں کو خدا سے کاٹ کر دیگر قوموں کی صف میں کھڑا کرنے سے ہرگز یہ

قوم ترقی نہیں پاسکتی۔ ٹھیک ہے ترقی کرتے رہو مگر دوسری طرف اپنے مقصد تخلیق کو مت بھولو ایک طرف فرعون کی ساری طاقت اور ترقی، دوسری طرف حضرت موسیٰؑ کی ایک لاکھٹی نے سمندر میں رستے بنا دیے، سڑکیں بن گئیں، خشک بھی ہو گئیں، دریچے بھی لگ گئے، تازہ ہوا اور روشنی بھی آ رہی ہے۔ ایک راستہ والے دوسرے راستہ والوں کو دیکھ بھی سکتے ہیں۔

خدا فی سائنس اور انسانی سائنس | یہ تھی ایک لاکھٹی عسائے موسیٰؑ کی سائنس، ادھر فرعون کی ساری سائنس اور ترقیاتی منصوبے، ساری

قوت، سارا نظام پلک جھپکنے میں ختم ہوا۔۔۔ الغرض ساری کائنات خدا کی عبادت اور تسبیح میں لگی ہوئی ہے۔ پھر ان عظیم اجرام کائنات کے مقابلہ میں ہماری حیثیت کیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آسمانوں میں چار انگلیوں کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جو اللہ کی بندگی میں مشغول فرشتوں سے خالی ہو، سوئی رکھنے کی جگہ نہیں۔ آسمان فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے بوجھل ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ ان زمینوں میں ہے، ان کا بھی یہی حال ہے۔ کیا یہ کافر بھی خدا کی تابعداری پر تکوینی طور پر مجبور نہیں ہیں۔۔۔ خدا کے حکم سے وہ بیمار ہوتا ہے، مرتا ہے، بچ نہیں سکتا، سر میں درد ہو تو کراہنے لگتا ہے، کھانا نہ دے تو نہیں رہ سکتا۔ اس کی موت و حیات، عزت اور ذلت اُسی کے اختیار میں ہے۔ مگر اس کی بد قسمتی ہے کہ کسب و اختیار کے درجہ میں جو چیز محقی اُس کے لئے آمادہ نہیں ہوتا۔۔۔

الملك خدا شہنشاہ ہے حاکم ہے۔ القلندر۔

صفات کی ترتیب اور باہمی ربط | عظم سے پاک ہے اس جیسی بادشاہت کہیں بھی نہیں۔

مگر اس کی شان ہے کہ ذرہ برابر عظم نہیں کرتا۔ مقدس اور پاک ہے۔ العزیز غلبہ کا مالک ہے ایک آن سیط میں یہ ساری کائنات مٹا سکتا ہے۔ سمندر کو حکم دے کہ پٹرول ہو جا، تو بھڑک اٹھے، زمین گھل جائے۔ آندھی کو حکم دے کہ سارے پہاڑوں کو اٹھا کر دنیا میں پھیلا دے، کوئی اُسے اپنے ارادہ سے روک نہیں سکتا، الحکیم۔ حکمت والا ہے، اس کا کوئی حکم بغیر حکمت اور فائدہ کے نہیں۔

چار صفات یہاں بیان ہوئیں اور جب وہ ہر عیب سے پاک ہے ہر کمال سے متصف ہے تو اس کے قانون، احکام، کلام اور تمام ہدایات میں بھی کوئی عیب اور نقص نہ ہوگا۔

کوئی شخص قرآن میں تحریف و تبدیل کا مجاز نہیں | آج بدقسمتی سے مسلمان یا تو سرے سے اس کتاب سے بے خبر ہیں اور

جو قرآن قرآن کرتے ہیں ان میں سے بھی بعض کا نعرہ ہے کہ ملا کا قرآن چھوڑ دو، گو یا مقصد یہ ہے کہ یہ تو خدا کا قرآن ہے اسے چھوڑ دو۔ اپنی خواہشات کے مطابق قرآن گھڑ لو تو مگر صاف کہہ نہیں سکتے تو ملا پر اپنا غصہ نکالتے ہیں۔

قرآن اور تجد و پسند محمد بن | اور چاہتے ہیں کہ قرآن تو مانیں مگر اس کے احکام نہ مانیں کہ یہ احکام سود، شراب، جو ا کی حرمت نہیں چل سکتے،

انہیں بدل دو، حالات اور ظروف کے سانچے میں انہیں ڈال دو۔ حالانکہ بدلی جاتی ہے وہ چیز جس میں نقصان ہو۔ جیسے حکیم اور ڈاکٹر کے نسخوں میں ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ تو کیا خدا کے کلام میں نقص ہے؟ معاذ اللہ کہ اس میں ترمیم ہو اور ترمیم کا حق بھی ہر ایرے غیرے کو ہو۔ بس جس نے چند روز کسی یہودی یا عیسائی کی شگردی کی ہو۔ انگریز سے شرف تلمذ حاصل کر چکا ہو اُسے قرآن میں ترمیم کا حق دیا جاوے۔ اور یہ جو باتیں ہیں یہ عہد جاہلیت ہی کی تعالیٰ ہے کفار

نے حضور سے اس قسم کی خواہشات کا اظہار کیا کہ بعض احکام زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتے انہیں ذرا سا بدل دو، خداوند تعالیٰ نے حضور کو فرمایا کہ کہہ دیجئے:

مَایکون لی ان ابدلہ من  
تلقا، نفسی ان اتبع الا ما  
مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ اے اپنی طرف بدل دوں  
میں اسی چیز کی پیروی کروں گا جس کی مجھے وحی ہوئی  
یوحی الی۔ ہو۔

تبدیلی تو وہ شخص کر سکتا ہے جس کا علم اور قوت اللہ سے زیادہ ہو، صدر مملکت یا ڈپٹی کمشنر یا کسی کمشنر کے حکم کو کوئی بھنگی نہیں تبدیل کر سکتا — بہر تقدیر بے عیب نجات کا کلام اور دستور بھی بے عیب ہوتا ہے۔ اس لئے اس قرآن کی ہر دفعہ، ہر آیت، اور ہر حکم بے عیب ہے۔ تو اسے تبدیل کرنے کی بجائے زانو تہ کر کے اور تسلیم خم کر کے اسے مان لو۔

جب وہ الملکت ہے، بادشاہ ہے۔ تو کیا ایسا  
**قانون کے بغیر ملک اور حکومت** ملک کہیں ہے جہاں بادشاہ ہو اور حکم

یا قانون نہ ہو اور حجب ہم سب اس کی رعایا ہیں تو ہمارے لئے بھی کوئی قانون ضروری ہے، اور وہ ہے قرآن، اور پھر تمام محبت کے لئے ساری دنیا کے کونے کونے میں اس آواز اور قانون پہنچانے کا بھی غیبی انتظام ہو رہا ہے۔ ابتدائی صدیوں میں ایک ایک دس میں ہزاروں دوات قلم گئے جاتے تھے مگر حجب آج شوق نہ رہا تو خدا نے ریڈیو، اخبار، ٹیلی ویژن کے ذریعہ اس کے پہنچانے کا انتظام کر دیا کہ وہ القصد و س ہے، یعنی ظالم نہیں ہے۔ کہ بغیر نوٹس اور آرڈر جاری کئے کسی کو پکڑ لے اور اگر کوئی کہے کہ میں تو قوت اور طاقت والا ہوں، مجھے قانون ماننے کی کیا ضرورت ہے، قانون کی گرفت سے بچ جاؤں گا۔ تو فرمایا العزیز کہ وہ زبردست قوت والا ہے، اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی، سب پر زور آور ہے۔ قوم صالح ثمود عاد فرعون اور ابھی ابھی اس زمانہ کے فرعون امریکہ کو دیت نام میں ختم کر دیا۔ سکندر مرزا اور غلام محمد کو ختم کر دیا۔



پھر اگر کوئی کہے کہ ہم تو عرصہ سے بد عملی اور نافرمانی میں مبتلا ہیں، بغاوت کر  
استدراج رہے ہیں، مگر ہمیں تو پکڑا نہیں جاتا۔ تو فرمایا الحکیم وہ حکیم ہے، حکمت  
 کا تقاضا ہے کہ مہلت دی جائے۔ وہ حلیم اور بردبار ہے۔ گرفت میں ڈھیل دیتا ہے۔ بچپن  
 کے بعد جوانی، جوانی کے بعد بڑھاپے اور پھر ہر دم کا موقع دیا کہ اب تو قبر کے کنارے پر  
 کھڑے ہو، اب تو کچھ بندگی کر لو۔ پس ایسی ذات قدسی صفات کی طرف سے ہے یہ  
 کتاب تو اتنی بڑی نعمت کی بے قدری اور ناشکری کا انجام کیسا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ ہدایت  
 پر چلنے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



باب ۳

تذکارِ رسولِ کریم صلی علیہ وسلم

وحی، رسالت، تعلیمات و فرائض اُمت

صلی اللہ علیہ وسلم

حضورِ اقدس سے

## کائنات میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت

(خطبہ جمعہ المبارک جامع مسجدنا ولیپٹھی صدر)

خطبہ مسنونہ کے بعد (الآن تنصرونہ فقد نصرہ اللہ اذا خرجہ الذین کفروا  
ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا — وقال  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدء الالسلام غریباً وسید عود غریباً فطوبی للغریب  
الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی — او كما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام —

اللہ کی بے حد و حساب نعمتیں | میرے محترم بزرگوار! خداوند کریم کی نعمتیں جو بے شمار  
اور لاتعداد و لا تحصى ہیں، جس قدر نعمتیں ہیں یہ سب

کے سب اللہ جل مجدہ کی طرف سے ہیں وما بکم من نعمۃ فہن اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ  
فرماتے ہیں، جو کچھ نعمت تم پر ہے چاہے وجود کی نعمت ہو یا وہ قویٰ جن پر جسم انسانی مشتمل  
ہے۔ یہ تمام نعمتیں جو تمہیں دی گئی ہیں، ان سب کا دینے والا اللہ جل مجدہ ہیں۔ اور خصوصاً  
انسان کے اوپر جو احسانات ہیں اللہ تعالیٰ کے وہ تو ان گنت ہیں۔ انسان کو اگر میت  
اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی ولقد کرمنا بنی آدم اس کو عزت اللہ رب العزت نے عطا  
فرمادی، اسے اپنی صفات کمالیہ کا مظہر بنا دیا۔ یہ دیوار ہے تو وجود تو اس کو بھی دیا مگر یہ  
سننے والا نہیں دیکھنے والا نہیں ہے۔ اس کے لئے صفت سمیع و بصیر اور صفت علم نہیں ہے  
مگر انسان کو اللہ نے سمیع بنایا، بصیر بنایا، عالم بنایا اپنے صفات کا مظہر اور اپنا خلیفہ اس  
کو بنایا۔ تمام عالم میں صرف اسے اجازت دی کہ تم قانون کے ماتحت رہ کر اس میں  
تصرف کر سکتے ہو۔ ہوا الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ اللہ وہ ذات ہے  
جس نے تمہارے منفعت کے لئے یہ سب چیزیں پیدا کیں۔ یہ چاند ہے، یہ سورج ہے

یہ زمین ہے، یہ پانی اور یہ ہوا ہے۔ یہ سب کے سب انسان ہی کے لئے ہیں۔  
 وَسَخَّرَ لَكُمْ مَافِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ ذَكِيٌّ  
 حق میں مسخر کر دیا۔ واسیع علیکم نعمۃ ظاہرۃ و باطنۃ۔ ڈھانپ لیا تم کو خدا نے  
 اپنی نعمتوں سے خواہ وہ ظاہری نعمتیں ہوں یا باطنی، واقعی انسان کے اوپر جو اللہ کا فضل و کرم  
 ہے اس کا حد و حساب نہیں۔ — وَان تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا۔ اگر خدا کی نعمتوں کو  
 گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔

**نعمتوں کا استحضار اور شکریہ** | اس ایک آنکھ کی قیمت ہمارے پاس نہیں  
 ہے۔ یہ جو زبان اللہ نے دی ہے اس کی قیمت  
 ہمارے پاس نہیں ہے۔

غالباً ہارون الرشید تھے یا کوئی اور کسی عالم اور عارف سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ  
 مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو انہوں نے فرمایا۔ — دیکھو اگر تم کسی وقت کسی جنگل میں پھنس جاؤ  
 اپنے ساتھیوں سے بھی الگ ہو جاؤ اور گرمی کی شدت کی وجہ سے تمہیں حد سے زیادہ پیاس  
 لگے اور تم سمجھ گئے کہ اب پیاس کی وجہ سے میرا آخری وقت آگیا ہے۔ زندگی سے مایوس ہو  
 چکے جتنا بھی پانی تلاش کیا اتنی ہی گرمی اور پیاس بڑھ گئی۔ ایسی حالت میں ایک شخص آیا جس  
 کے ہاتھ میں ایک گلاس پانی ہے، اور آپ اسے کہتے ہیں کہ مجھے یہ پانی پلاؤ وہ کہے کہ مفت  
 نہیں پلاتا اس کی قیمت وصول کروں گا تو بتلائیں آپ کتنی قیمت اس کو ادا کر سکیں گے۔  
 ہارون نے سوچ کر کہا کہ اگر وہ مانگے تو میں آدمی سلطنت اس کو دے دوں گا، اس لئے کہ  
 پیاس سے مرنے سے بہتر یہ ہے کہ میرے پاس ہزاروں میل کی حکومت نہ ہو۔ آدمی اسے  
 دے دوں مگر زندہ تو رہوں گا، پھر اس عالم نے فرمایا کہ اگر آپ نے پانی پی لیا مگر وہ پانی  
 بند ہو گیا۔ دوسرے راستہ سے اسے پیشاب کی شکل میں نکلتا تھا مگر پیشاب بند ہو گیا  
 اور نکلنے کی کوئی صورت تمہارے پاس نہیں رہی، تم درد کی وجہ سے تڑپ رہے ہو۔  
 کراہ رہے ہو، ایسے وقت میں کہ آپ زندگی سے مایوس ہو گئے، ایک شخص آپ کے  
 پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس اس کی دوائی ہے، پلا دوں گا تو پیشاب نکل



جائے گا۔ اور تمہاری زندگی بچ جائے گی مگر مفت نہیں دیتا اس کی قیمت لوں گا، تو بتلاؤ کہ کتنی قیمت دے سکو گے، ہارون نے کہا کہ میری آدمی سلطنت جو باقی ہے اگر وہ مانگنا چاہے تو اسے دے دوں گا۔ اس عالم نے کہا کہ دیکھو اس سے اللہ کی نعمتوں کا اندازہ لگا لو کہ ہم ایک گلاس پانی کی قیمت بھی ادا نہیں کر سکتے پھر اس ساری سلطنت کی کیا حقیقت ہے جبکہ ایک گلاس پانی پینے اور اس کے نکل جانے میں خرچ ہو جائے تو ہمارے اوپر جو کہ وڑوں نعمتیں ہیں کبھی ہم نے ان کا استحضار کیا ہے؟ اور دنیا کی حقیقت پر کبھی غور کیا ہے؟ یہ جو قضاے حاجت کے لئے انسان چلا جاتا ہے۔ فراغت نصیب ہو جاتی ہے، اطمینان قلب ہو جاتا ہے یہ بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی جب قضاے حاجت کے لئے جائے تو پاخانہ داخل ہوتے ہی پہلے بسم اللہ (عوذ باللہ من الخبث والخبائث کہہ دے اور جب فارغ ہو جائے اور باہر نکل آئے تو کہہ دے الحمد للہ الذی اذهب عني الاذی وعافانی۔ راؤ کہا قال علیہ السلام) اور حدیث میں آتا ہے کہ جب قضاے حاجت ہو جائے تو کہہ دے غفرانک یا اللہ میری توبہ قبول کر میں تیری مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ہر کام میں نعمت اور نصیحت کا پہلو | ذرا دو منٹ سوچ لینا چاہیے کہ کہاں سے گندم چلی آئی ہے۔ امریکہ سے آئی، کہاں کہاں

سے آئی۔ کس کاشتکار نے بوئی، کس نے کاٹی، کس نے صاف کی اور پھر کن کن ذرائع سے راولپنڈی پہنچی، پھر میں نے اس کو کھایا، اس کے اصل اجزاء میرے جسم کا خون اور گوشت بنے اور جو فضلہ تھا وہ میرے بدن سے نکلا، تو گویا یہ خدا کی کروڑوں نعمتیں ایک نوالہ میں سمٹ آئی تھیں پھر استغفار ہوتا ہے تو اس میں بھی کروڑوں نعمتیں اللہ کی ہیں۔ اب اس پر غور کر چکا، تو کہہ دے یا اللہ اب تک تیری نعمتوں کی ناشکری کی آپ کی مغفرت چاہتا ہوں۔ غفرانک۔ اور کہہ دے کہ وہ ذات خوبیوں کی مالک ہے جس نے مجھے عافیت عطا فرمائی۔

الغرض قضاے حاجت میں بھی عبرت اور نصیحت کا اتنا پہلو نکل آیا۔

عبادت اور حقیقت شناسی کا پہلو | اس طرح غور و فکر کرنے سے ہماری زندگی کا ہر عمل عبادت بن جاتا ہے۔

استفراغ میں یہ نیت کی کہ فراغت ہو تو میرا خیال اور دھیان عبادت کے دوران کسی اور طرف نہ رہے گا۔ اس نیت سے قضاے حاجت بھی عبادت بن جائے گی۔ حدیث میں ہے لا یصلین احدکم دھویدا فاع الا خبتین۔ ایسی حالت میں نماز نہ پڑھو کہ تمہیں پیشاب اور قضاے حاجت نے پریشان کر رکھا۔ اسی طرح بول و براز کو دیکھ کر اپنی حقیقت پر بھی غور ہو سکتا ہے کہ ایسے ہی ذیل پانی سے اللہ نے ہمیں پیدا کر کے احسن تقویم بنایا۔ ورنہ ہماری کیا حقیقت تھی، اس طرح انانیت مٹ جائے گی کہ ہماری ابتداء کس چیز سے ہوئی۔ پھر اب بھی جسم کے اندر یہی غلاظت بھری ہوئی ہے، مگر اللہ نے حسن اور طہارت کا پردہ ڈال دیا ہے۔ پھر مرنے کے بعد بھی انجام جسم کا گل ٹڑ جانا ہے اذلک عذرہ تیری ابتداء گندہ پانی سے تھی اوسطک قذہ ساری زندگی غلاظت جسم میں بھر کر پھر رہا ہے و آخرک مذرہ اور انجام کار مر کر ریزہ ریزہ ہو جانا۔ الغرض ان انعامات ربانی کو سوچنے سے قضاے حاجت بھی ایک بہت بڑی نصیحت بن جاتی ہے۔

قضاے حاجت جیسے عمل کے بھی آداب ہیں | اسی لئے اسلام نے ان

بھی آداب سکھائے۔ کتنے پغروں سے استنجاء کرنا چاہیئے؟ اور کس ہاتھ سے؟ استنجاء کا طریقہ سکھایا۔ کن کن مقامات پر استفراغ کے لئے بیٹھنا چاہیئے اور کہاں کہاں نہیں۔ کس طرف رخ کرنا چاہیئے اور کس طرف نہیں۔ الغرض ستر آداب علماء نے قضاے حاجت کے بھی لکھے ہیں اگر ان کا لحاظ کر لیا جائے تو اس ایک عمل میں جو طبعی اور غیر اختیاری ہے ستر عبادتیں جمع ہو جاتی ہیں۔

نعمت خداوندی کی قدر و قیمت | تو بھائیو! ایک گلاس پانی اور ایک نوالہ کھانے پر اگر سوچو تو تمام سلطنت و دولت اور حکومت

کے مقابلہ میں خدا کی صرف یہی ایک نعمت بھی بھاری معلوم ہوگی، ہم تو اس کی قدر اور صحیح ادراک بھی نہیں کر سکتے وان تعدوا انعمۃ اللہ لا تحصوها۔ جس طرح ان نعمتوں کا شمار کرنا محال ہے۔ اسی طرح کسی نعمت کی پوری قدر و قیمت کا اندازہ لگانا بھی ہمارے بس میں نہیں۔

یہ جو ہوا ہے جس کی ہماری نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں اور یہ اللہ کی شان ہے کہ جو چیز بہت ہی ضروری اور اہم ہے اور اس پر زندگی کا مدار ہے اسے اتنا ہی عام اور مفت کر دیا کہ کسی کے کنٹرول میں نہیں ہے یہ خدا کی خاص مہربانی ہے اگر ہوا بھی کسی کے کنٹرول میں دے دی جاتی تو ہماری زندگی ختم ہو جاتی۔ ہر وقت ہم سانس لیتے ہیں ذرا سا اگر اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ ٹک جا تو سارا کام تمام ہو جاتا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں ہم نعمت شمار ہی نہیں کرتے۔ ہماری توجہ بھی ادھر نہیں جاتی۔

**نعمت باطنی کی تکمیل** | یہ تو ساری نعمتیں ظاہری تھیں اور ان سب سے بڑھ کر جو نعمت دی اور جس کی خاطر یہ تمام نعمتیں وسیلہ اور ذریعہ

بنادیں۔ اور جس وجہ سے انسان کو شرافت اور کرامت اور اپنی خلافت سے نوازا وہ اسلام کی نعمت تھی۔ ہم کو اللہ جل مجدہ نے مسلمان بنایا، اسلام کی نعمت عطا فرمادی۔ پھر نبوت تمام انبیاء کے ذریعے ان امتوں کو دی، مگر اس نعمت کی تکمیل اور اسے اتمام تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پہنچا دیا۔ عبدیت جو مقصد تخلیق آدم تھا اس کی تکمیل حضور سے کرادی۔ اس لحاظ سے حضور پاک کی ذات اور ان کا لایا ہوا دین اسلام اس کائنات میں سب سے بڑی نعمت ہے جو نہ پچھلی امتوں کو دی گئی، نہ قیامت تک کسی اور امت کو ملے گی، کیوں کہ آپ کی امت پر امتوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔

**امت محمدیہ ہو جانے کی نعمت** | اور حضور کی امت خیر امت اور خاتم الامم کہلائی اور یہ حضور کا امتی ہو جانا اللہ کی اتنی

بڑی نعمت ہے۔ جس کی اگلی سب امتوں نے تمنا کی کہ یا اللہ کاش ہمیں بھی یہ سعادت میسر ہو جائے کہ ہم حضور اقدس سید الکائنات رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں



شمار ہو جائیں۔

دیکھئے اگر کوئی محتسب ارہے مثلاً۔ تو اس کے چہرہ اسی کی بھی عزت کی جاتی ہے کہ محتسب ار کا خادم ہے۔ لیکن اگر کوئی کشنر کا خادم ہے تو اس کی قدر اور زیادہ ہوتی ہے، اور اگر کسی وزیر کا چہرہ اسی ہے تو اس سے بھی بڑھ کر قدر ہوتی ہے اور اگر کسی بادشاہ یا وزیر اعظم کا خادم ہے تو اس کی تو اور بھی قدر ہوتی ہے۔

حضور اقدس کے شیونہات کمالات | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں، سید الرسل ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام

عزت اور عظمت کے مالک ہیں، اللہ نے انہیں عزت دی اور بڑی عزت، لیکن حضور اقدس جن کے بارہ میں ارشاد ہے کہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ اللہ نے تمہیں وہ چیزیں سکھادیں جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے اور اس وجہ سے قرآن کریم میں حضور اقدس کو ”نعمۃ اللہ“ بھی کہا گیا ہے، جو تمام دنیا کے باشندوں کے لئے ہادی ہیں، جس وقت دنیا میں تشریف لائے اس وقت سے لے کر قیامت تک جتنی بھی روئے زمین پر مخلوق ہے چاہے جن ہو یا انس ہو سب کے لئے بشیر و نذیر اور ہادی اور سب کے لئے رحمت: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔ اور ایک جگہ فرمایا: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ اس وجودنا سو فی میں پہلے حضور اقدس مؤخر ہوں لیکن وجود کے لحاظ سے حضور اقدس اول المخلوقات ہیں۔ فرمایا اقل ما خلق اللہ نوری۔ اللہ نے ہر چیز سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا۔

نیز ارشاد ہے کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین۔ یوم یشاق میں جب عہد بیان لیا جانے لگا۔ کیونکہ اللہ نے ہمیں جو دنیا میں بھیجا تو کسی کام کے لئے بھیجا اور وہ کام ہے عبادت۔ کہ اپنے مولیٰ کی بندگی ہم کریں اس کے لئے اللہ نے پیدائش سے پہلے انتظام فرمایا اور سب سے پہلے عالم یشاق میں یعنی اس عالم کا وجود میں آنے سے پہلے اللہ نے تمام ارواح کو پیدا فرمایا تو اس وقت سب کو ایک سبق بتلایا گیا۔ یہ خدا کا ماننا



خدا کے وجود کو تسلیم کرنا یہ ایمان اور یقین وہی سبق ہے جو سکھایا گیا ہے۔ اور سب کو مخاطب ہو کر پوچھا اَلست بِرَبِّکم۔ کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں ہوں؟ تمہیں نیست سے ہست کرنے والا ہوں یا نہیں؟ تمہیں آہستہ آہستہ تدریجاً ترقی دینے والی اور کمال تک پہنچانے والی وہ کون سی ذات ہے۔؟ میں نہیں ہوں تو بتلاؤ اور کون ہے؟

**استاذ الکل اور معلم خلافت** | تو علماء نے لکھا ہے کہ اس وقت جواب دینے سے پہلے سب کے سب ارواح حضور اقدسؐ کی روح اطہر و طیب کی طرف متوجہ ہوئے اور سب کے سب اس طرف دیکھنے لگے۔ جس طرح درس میں کوئی سوال پوچھا جائے تو سب کے سب طالب العلم ذہین، محنتی اور قابل و لائق طالب العلم دیکھتے ہیں کہ کیا جواب دیتا ہے۔ تو عالم نے حضورؐ کی طرف دیکھا کہ کیا جواب دیتے ہیں تو سب سے پہلے حضور اقدسؐ نے فرمایا: بلی انت ربنا۔ یا اللہ کیوں نہیں بے شک تو ہی ہمارا رب ہے تو ہی پالنے والا ہے۔ تو حضورؐ کو دیکھ کر تمام عالم کے ارواح نے پکار کر کہا بلی انت ربنا۔ پھر ساری کائنات زمین اور آسمان سے اللہ نے دریافت کیا کہ تم میری تابعداری کرو گے یا نہیں؟ تو کہتے ہیں کہ زمین کا وہ حصہ جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر و مبارک بنا ہے۔ عالم ناسوتی میں سب سے پہلے اس نے کہا: ایتنا طائعین۔ یا اللہ ہم فرمانبردار ہیں خوشی سے آپ کا حکم مانیں گے پھر زمین و آسمان نے بھی یہی جواب دیا کہ یا اللہ ہم تیرے مطیع اور متقاد ہیں۔

تو حضور اقدسؐ سارے عالم اور ساری کائنات کے استاذ الکل ہوئے عالم ارواح کو بھی عبدیت کا طریقہ سکھایا اور عالم ناسوتی کو بھی۔

**اول الانبیاء** | اسی طرف حدیث میں اشارہ ہوا کہ کنت نبیاً و آدم بین الماء والطين حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے مجھے نبوت کی خلعت دی گئی اور اس طرح حضور اقدسؐ کے وجود مبارک کو اللہ نے کمالات کی تقسیم کا واسطہ بنا دیا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے انما انا قاسمٌ واللہ يعطی۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتے

واللہ بے خدا کے پاک جس چیز کی تقسیم چاہے۔ جو دو کی تقسیم، علم کی تقسیم، بختنے کمالات تقسیم ہوتے ہیں وہ حضور اقدس کے واسطے سے ہیں اور اس کی مثال روئے زمین پر دیکھنا چاہیں تو سورج کو دیکھیں کہ روئے زمین پر ساری زمین اور سب چیزیں روشن اور منور ہیں یہ روشنی خدا ہی پہنچاتا ہے۔ مگر بیچ میں واسطہ اللہ نے سورج کو بنا دیا جس کی روشنی ساری دنیا پر پڑ رہی ہے، اور سورج کی روشنی خدا ہی نے پیدا فرمائی ہے: انما انا قاسم واللہ یعطی۔ سارے کمالات کے دینے والے اللہ پاک ہیں اور تقسیم کرنے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ایسی مقدس مہتی کا امت اللہ جل مجدہ نے ہمیں اور آپ کو مفت میں بنا دیا۔ یہ کیسی عمدہ نعمت ہے! اور کتنی بڑی نعمت! — پھر اس کا پورا اندازہ اور قدر و منزلت کا علم تو قیامت اور آخرت میں لگے گا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے دن پھر اطراف میں ہی گزروں گا اور میری امت میرے ساتھ ہوگی، سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لئے کھلے گا۔ اور میری امت میرے ساتھ ہوگی، اور اس کی مثال ایسی ہے کہ ملک کا ایک صدر ہے، ایک وزیر اعظم ہے، ایک کسٹنر ہے، سب الگ الگ موٹروں میں جا رہے ہیں تو صدر کی گاڑی سب سے آگے جاتی ہے، اور جس گاڑی میں صدر ہوتا ہے۔ اس کے خاص خادم بھی اسی گاڑی میں اس کے ساتھ ہوتے ہیں، جو جوتا اٹھائیں، پیچھا چلائیں اور خدمت کریں تو جہاں صدر اعظم کی گاڑی چلے گی خاص خادم اور ملازم بھی ساتھ ہوگا وزیر اعظم اور اس کے ساتھی دوسرے نمبر پر کمرہ تیسرے نمبر پر پہنچے گا۔ — تو اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شمار کر دے۔ — یہ غلامی کی برکت ہوگی کہ سب امتوں سے پہلے پل صراط پر گزر ہوگا اور سب سے پہلے حضور کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا کہ غلام تو آقا کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضور اقدس فرماتے ہیں سب سے پہلے قبر سے میں ہی اٹھایا جاؤں گا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہر جگہ یہ سعادت معیت نصیب فرماوے۔ ہر نبی اپنی امت کے لئے

باعث ترقی، باعث افتخار اور باعث عزت ہوتا ہے۔ اور اس قوم کی جو ترقی بھی آپ دیکھ رہے ہیں یہ حضورؐ ہی کا صدقہ ہے۔ پھر امت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک امت اجابت ہے جس نے حضورؐ کی دعوت قبول کر لی اور مسلمان ہو گئے۔ دوسری امت دعوت ساری دنیا کے انسان ہیں جنہیں حضورؐ دعوت دے رہے ہیں کہ مسلمان ہو جاؤ اور اللہ کے در کی طرف جس نے بخوشی دعوت قبول کی اور کلمہ شہادت پڑھا وہ امت اجابت میں شامل ہوا اور جو کافر ہیں وہ سب کے سب امت دعوت میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کو بھی دعوت ہے پھر حضور اقدسؐ جو اللہ کی صفت علم کے مظہر اتم ہیں: اودیت علم الاولین والآخرین تو اس علم کا پرتو دونوں امتوں پر پڑ گیا اور آج جو دین کا علم ہے وہ تو مسلمانوں ہی میں ہے۔ لیکن دنیوی علم کا جو حصہ اور جو ترقی سائنس اور عصری علوم کی شکل میں امت دعوت میں دیکھنے میں آتی ہے تو وہ بھی حضور علیہ السلام کے کمالات علم کا ظہور ہے ورنہ حضورؐ کی آمد سے پہلے یہ سب غیر متدن تھے۔ حضورؐ ان کو ہر وقت دعوت دے رہے ہیں۔ علوم کا دروازہ کھول دیا اللہ نے نعمتوں کا دسترخوان بچھا دیا ہے۔

دروازے پر اس کا داعی کھڑا ہے جس نے قبول نہ کیا محروم ہو گیا۔ حالانکہ دعوت سب کو ملی۔ حضورؐ ہر نعمت کی روح

— تو میرے محترم بزرگو! یہ جو اللہ نے احسان و انعام فرمایا ہمیں مسلمان اور حضورؐ کی امت میں شمار کیا یہ اتنی بڑی نعمت ہے، اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔ اور تمام دنیا کی نعمتوں کی تکمیل اسی ایک نعمت کے ذریعہ ہو گئی۔ اس ایک نعمت نے سب نعمتوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ ہمارے اوپر دنیا میں جتنے بھی کسی نے احسانات و انعامات کئے تھے اس کی تکمیل حضورؐ کے ذریعہ ہو گئی ورنہ اگر حضورؐ کی برکت سے ہم اپنے مقصد حیات کو نہ پہچانتے تو ساری نعمتوں کی ناقدری ہو جاتی اور ساری چیزیں بالآخر ہمارے لیے جہنم پہنچانے کا ذریعہ بنتیں۔ یہ سب نعمتیں ایمان اور عبدیت کی وجہ سے اپنے موقع و محل میں خرچ ہو گئیں اور وہ حضورؐ کے صدقہ سے تو ہر نعمت بجائے مصیبت اور آفت کے نعمت بن کر رہی۔ ورنہ پوری انسانیت ان تمام



نعمتوں کے ساتھ جہنم کے کنارے پہنچ چکی تھی وکنتم علی شفا حفصۃ من النار فانقذکم  
منہا۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے مگر اللہ نے حضورؐ کے ذریعہ  
تمہیں بچا لیا۔

— تو یہ بجا طور پر ایسی نعمت تھی جسے خداوند کریم نے بطور امتنان و احسان  
قرآن کریم میں جگہ جگہ ذکر کیا لقد مَنَّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً۔  
ماں باپ سب سے بڑے محسن ہوتے ہیں، لیکن ایمان کی دولت نہ ہوتی تو ان کا  
پالا پوسا ہوا جسم جہنم کا ایندھن بن کر تکلیف کا سبب بن جاتا۔ استاد اور مربی کا بڑا احسان ہوتا  
ہے، لیکن اگر تعلیم اور تربیت ایمان کی روشنی سے خالی ہوتی تو یہی تعلیم و تربیت جو بظاہر  
احسان معلوم ہوتی تھی ہلاکت اور بربادی کا سبب بن جاتی۔ ان تمام احسانات میں روح  
حضورؐ کی تعلیمات اور ایمان و اسلام کی وجہ سے آگئی تو سب احسانات احسانت رہے  
ورنہ یہی سب چیزیں سب سے بڑھ کر مصیبت ثابت ہوتیں۔ تو کائنات میں سب  
سے بڑھ کر نعمت اور اللہ کا سب سے بڑا احسان وہ حضورؐ کی ذات کی شکل میں ہے۔  
اور ہم انسانوں پر سب سے بڑا کرم امت محمدیہؐ میں شامل کرنے کا ہے۔  
ورنہ یہ ساری کائنات اور یہ تمام جسمانی نعمتیں جسم، بدن، قوی بے کار اور  
بے مقصد رہتے۔

دیکھئے یورپ سے بنی ہوئی مشین آتی ہے، کارخانوں سے پیک شدہ چیزیں آتی  
ہیں، درائیاں پیکٹوں میں بند آتی ہیں اور ان پر استعمال کا طریقہ لکھا ہوتا ہے۔ ان اشیاء  
کے بنانے والے اس کے ساتھ کاغذ کا ایک پرزہ بھی رکھے ہوتے ہیں کہ تم اگر مشین  
سے نائدہ لینا چاہو تو ہر پرزہ اور ہر کل بنانے والے کی ہدایات کے مطابق استعمال  
کرو گے۔ یہاں انگل رکھو اور اس پرزہ کو اس طرح سے گھاؤ تب مشین چلے گی اور  
صحیح نتائج برآمد ہوں گے۔ اور اگر غلط چلائی تو تباہ ہو جائے گی۔ تو اس طرح  
جب اللہ نے انسان بنایا اور اس کے خاندے کے لئے مختلف شکلوں میں لاکھوں  
نعمتیں دیں یہ آسمان و زمین اور یہ سارا کارخانہ اس کیلئے بنایا۔ تو اب انسان کے ذمہ



کیا کام ہے؟ اور وہ مقصد اور نتائج کیسے برآمد ہوں گے جس کے لئے انسان بنایا گیا؟ وہ اس ساری کائنات میں کس طرح تصرف کرے گا۔ یہ جو مشین تیار شکل میں ہمیں ملی ہے، اس کا کیا کام ہے؟ تو ان سب باتوں کا صحیح جواب وہی ہوگا جس کو حضورؐ نے بتلایا۔ اسی لئے اللہ نے رسولؐ بھیجا کہ وہ اس ساری مشین کے استعمال کا صحیح طریقہ بتلا دے۔ ساری انسانیت کو صحیح کام پر لگا دے کہ یہ کس طریقہ سے اپنا معاشرہ قائم کریں گے۔ تمدن کیسے ہوگا۔ اس کی بود و باش۔ رہائش اس کی زندگی اور موت کن طریقوں پر ہوگی۔ اس کی حکومت کیسی ہوگی۔ یہ جب مریض ہو تو کیا کرے گا۔ تندرست ہو تو کیا کرے گا۔ فقیر ہو یا غنی ہو، امیر ہو یا رعایا ہر حالت میں کیسی زندگی گزارے گا۔ شادی کرے گا تو کیسے، زراعت کس طریق پر ہوگی اور تجارت کس طرح، بیٹے کا کیسے اور چلے گا کیسے۔

ان سب باتوں کے لئے ہدایات ہمارے مالک یعنی اللہ جل مجدہ نے بواسطہ نبی کریمؐ بھیج دیئے۔ ہر چیز کا طریقہ استعمال بتلادیا۔ یہ جائز ہے یا ناجائز، یہ حلال ہے یا حرام۔ یہ مفید ہے اور وہ مہلک۔ یہ سب حضورؐ کی تعلیمات ہیں۔ پوری کائنات کو صحیح طریقہ پر چلانے کے گرجہ بتلانے والے حضور اقدس علیہ السلام ہیں۔ اگر دنیا ان کے بتلائے ہوئے تعلیمات پر اس کا رخائے عالم کو چلائے گی تو سارا نظام ٹھیک رہے گا، ورنہ ساری دنیا اور ساری انسانیت ہلاکت، بربادی، پریشانی اور اضطراب کا شکار ہوگی اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

بھائیو! اگر اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور سب سے بڑی نعمت حضور اقدسؐ کی ہم قدر کریں گے۔ تو دنیا کی حکومتیں ہماری باجگذار بنیں گی۔ اور یہ وعظانہ بات نہیں بلکہ اپنی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ ریگستان میں رہنے والے عرب پرانے پھٹے کپڑوں میں ایران کے جرنیل رستم پہلوان کے سامنے جاتے ہیں۔ کسریٰ جرنیل نے دیکھ کر کہا کہ تمہارے ان پھٹے پرانے کپڑوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تم غریب ہو، رزق کی تلاش میں ہو، تمہیں کپڑا، مکان، خوراک چاہیئے تو جاؤ گھروں میں بیٹھ جاؤ، یقینی ضرورت ہو تمہیں بھیجتے رہیں گے۔ مگر ہمارا جرنیل کھڑا ہو کر کہتا ہے: کہارے کیا کہتے ہو ہم اس ملک کے رہنے

و اے ہیں جو خشک تھا۔ بے شک ہم دنیا میں ذلیل قوم شمار ہوتے تھے، تہذیب و تمدن نہیں تھا، امتیں تھے، هو الذی بعث فی الامم رسول۔ مردار اور سوسمار کھایا کرتے تھے، زندگی لوٹ مار ڈاکہ قتل مقابلہ میں گزرتی تھی۔ جہاں کہیں اچھا پتھر ملا اسے اٹھایا اور اس کی پرستش شروع کر دی، لات و منات اور عزلی تو بڑی بات تھی کوئی خوب صورت پتھر بھی ہمارے لئے کافی ہوتا تھا۔ پھر اگر قضاے حاجت کے وقت استنجاء کی ضرورت پڑ جاتی اسی پتھر کو استعمال کر کے دوسرا اٹھا لیتے۔ جیسا کہ آج کل بھی لوگوں کو مرض ساہو گیلہ ہے کہ جہاں کوئی خوب صورت پتھر یا کوئی حسین و جمیل جگہ نظر آئی فوراً اس کا فوٹو لے لیا۔ خدا معلوم کیا بھلائی لوگوں کو اس میں نظر آتی ہے۔ حضورؐ نے تصویر کشی کی ممانعت فرمائی۔ فرمایا جس گھر میں جاندار کی تصاویر ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ یہ تو تصویر کشی، بت پرستی اور دیگر خرابیوں کی جڑ ہے۔ نیز جس گھر میں کوئی مرد یا عورت جنابت میں پڑا ہو اور نماز کا وقت گزر گیا تو وہاں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ جس گھر میں بلا ضرورت کتا رکھا ہو فرشتے رحمت کے نہیں آتے اس لئے کہ کتے میں اپنی نوع سے دشمنی ہوتی ہے۔ اگرچہ کتے میں کتنی خوبیاں بھی ہیں آپ ایک ٹکڑا اسے ڈالتے ہیں۔ یہ مرجاتا ہے لیکن کسی کو گھر کے اندر آنے نہیں دیتا اور آپ کا گھر محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح ہمارے پاس بھی ایک گھر ہے خدا کا، جسے دل کہتے ہیں، اسے بھی تمام آلائشوں سے پاک صاف رکھنا چاہیئے۔

حدیث میں آتا ہے:-

لا یسعی ارضی ولا سماء	میری تجلیات کا تحمل نہ آسمان
ولکن یسعی قلب عبدی	کر سکتا ہے نہ زمین، لیکن میرے
المومن راو کما قال	مومن بندہ کا دل میری تجلیات

کو سما لیتا ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کا خاکی کا لبد جب تیار ہوا اور چالیس برس پڑا رہا۔ اہل علیہ السلام حیرت منہ الدھر۔ الایت۔ تو ابلیس جو کسی وقت

فرشتوں میں شمار ہوتا تھا۔ مگر حسد بُری بلا ہے، دوسرے کی نعمتوں کو دیکھ کر جل جہانا، یہ بھی ایک بیماری ہے، جو سب کچھ ضائع کر دیتی ہے۔ اور دوسری چیز ہے تکبر اور غرور، یہ دونوں مرض سب سے پہلے ابلیس سے ظاہر ہوئے، ابلیس کو حضرت آدمؑ پر حسد آیا اور حضرت آدمؑ کی عزت کو نہ دیکھ سکا، کہا: اھذا الذی ڪذمت علیّ۔ اس کو مجھ پر عزت دی۔ اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر دل میں بھٹانی کہ اسے نیچے دکھاؤں تو اس وقت سے شرارت شروع کی اور جہاں حضرت آدمؑ کا قالب مبارک پڑا تھا وہاں ابلیس آکر اس کے ارد گرد گھومتا، چاروں طرف سے اسے ٹوٹتا، پیٹ پر ہاتھ پھیر کر خوش ہوتا کہ یہ تو کھوکھلا ہے ناک، کان، منہ دیکھ کر کہتا کہ ان راستوں سے داخل ہو کر اسے ورغلا سکوں گا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے دل کو جب دیکھتا کہ چاروں طرف سے بند ہے تو مایوس ہوتا کہ اس کا کیا علاج ہوگا، اس پر کیسے اثر انداز ہوں گا، تو وہ جو حدیث میں آیا کہ میری تجلیات کو نہ زمین برداشت کر سکتی ہے نہ آسمان، تو اس لئے کہ دل بڑا نازک چیز ہے پورے جسم کی صلاح اور فساد کا دار و مدار دل ہی پر ہے، بظاہر چھوٹا مگر نزاکت اور اہمیت کے لحاظ سے بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔

چھوٹا سا شیشہ شفاف آئینہ سورج کے سامنے رکھ دیں تو آفتاب کی شعاعیں اس پر پڑتی ہیں اور آفتاب کا سارا عکس اس میں آکر اسے آتشیں بنا دیتا ہے۔ جبکہ اس پوری زمین اور بڑی بڑی بلڈنگوں میں سورج کے عکس کا انعکاس نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں کدورت ہے اور شیشہ صاف اور شفاف ہے۔ اس لئے دل میں اللہ کی تجلیات سما جاتی ہیں۔

تو شیطان کے پاس دل کا علاج نہیں تھا، مگر اس نے تکبر کیا تو اضع ترک کی، حسد کیا تو اللہ نے اسے رسوا کر دیا۔ تکبر تو کسی مخلوق کا شیوہ نہیں ہوتا حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ہر شخص اگر سوچے کہ میری پیدائش دو گندے قطروں سے ہوئی اور آخر میں مرکز گل بٹ جاتا ہے۔ اور زندگی بھر انسان کے بدن جسم اور معدے میں خون



اور غلاظت بھری رہتی ہے تو وہ تکبر نہ کرے۔ جس شخص کی ابتدا اور انتہا ایسی ہو اس میں بڑائی اور تکبر کا آجانا واقعی بڑے تعجب کی بات ہے، اللہ نے فرمایا کہ الکبرياء رفاقی بزرگی اور بڑائی تو میری چادر اور میری شان ہے۔ فمن نار عنی اکبته فی النار۔ جو مجھ سے یہ چادر چھیننا چاہے اسے اوندھے منہ جہنم کے گڑھے میں ڈال دوں گا۔

محترم بزرگوار! میں نے ایک آیت کریمہ اور ایک حدیث شریف سنائی تھی مگر چونکہ وقت زیادہ گزر گیا ہے اس لئے تشریح کا وقت نہیں رہا۔ آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے شکوہ فرمایا اور تمام روئے زمین کے باشندوں کو مخاطب فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں پیدا کیا، غیر تنہا ہی احسانات تمہارے اور پرکئے اور تمہیں زندگی گزارنے کا طریقہ سکھانے کے لئے نبی آخر الزمان کو بھیجا، اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم حضورؐ کی نصرت کرتے اور وہ اس طرح کہ حضورؐ کے دین کو سیکھو۔ اسلام کو دل و جان سے مانو۔ اس امتیازی شان کی وجہ سے تمہیں خیر امت کہا گیا تھا کہ تم حضورؐ کے دین کی طرف لوگوں کو بلاؤ اس وجہ سے نہیں کہ تمہاری موٹریں بلڈنگیں زیادہ ہیں، کارخانے اور دولت تمہارے پاس زیادہ ہے، نہیں، بھائیو! ان چیزوں سے کوئی خیر امت نہیں بنتا، حضور اقدسؐ کی شان تو یہ تھی جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ میری اور مخلوق کی مثال ایسی ہے کہ کہیں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور لوگ پروانوں کی طرح گر کر اس میں جل رہے ہوں اور میں ایک ایک کو پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہوں۔ وانا اخذکم بحزبکم اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها کہ تم خدا کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کے کنارے کھڑے تھے۔ گرنے والا کنارہ۔ یہ اللہ نے مہربانی کی کہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کو بھیج کر تمہیں جہنم سے بچا لیا۔۔۔ حدیث میں آیا ہے کہ میری امت ایسی ہے کہ لوگوں کو زنجیروں میں پکڑ پکڑ کر ہلاکت کی طرف سے کھینچتی ہے اور بچاتی ہے۔ جیسا کہ ایک دیوانہ کنویں میں کودتا ہے تو لوگ اسے زنجیروں سے باندھ لیتے ہیں کہ ہلاک نہ ہو۔ جہاد کا بھی یہی مقصد ہے کہ زور سے لوگوں کو بچایا جائے کہ کیوں جہنم میں جاتے ہیں تو بہر حال اس امت کا تو یہ



فریضہ تھا کہ حضورؐ کے دین کو پھیلاتے۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا کر سکتے تو اس میں تمہاری دنیا و آخرت کی سرخوردگی ہے اور اگر بدقسمتی کی وجہ سے تم نے حضورؐ کا دامن چھوڑ دیا تو کوئی پرواہ نہیں، اللہ نے ہر نازک گھڑی میں حضورؐ کی مدد فرمائی ہے اس وقت بھی چند ہی غریب اور سعادتمند جان نثار ساتھی حضورؐ کے ساتھ تھے، بس جو لوگ ان سے جڑ گئے وہ دنیا و آخرت میں محفوظ ہو گئے اور جنہوں نے حضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیا ان کے لئے دنیا و آخرت کا حسرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضورؐ کے دین پر چلنے اس کو پھیلانے اور اس نعمتِ عظمیٰ سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین۔

والاعزاد عوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَسُولِ کریم کی سخاوت اور صداقت

سیرت طیبہ کے چند اہم پہلو

علمی، عملی اور عرفانی زندگی

یہ تقریر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ۲۵ اپریل ۱۹۷۲ء بروز منگل اسلامکالج  
پشاور یونیورسٹی کے روس کیپل ہال میں اجتماع سیرت سے ارشاد فرمائی۔ نہ  
صرف ہال گیلریوں سمیت کچا کچھ بھرا تھا بلکہ باہر بھی کافی تعداد میں سامعین  
ہمتی گوشت بنے رہے۔ یونیورسٹی کے طلباء نے پورے وقار اور متانت سے  
پوری تقریر سنی، وائس چانسلر کے علاوہ یونیورسٹی کے دیگر اہم شعبوں کے تمام  
افراد بھی موجود تھے۔ (مرتب)

(خطبہ سنوہ کے بعد)

هو الذی بعث فی الاممیین رسولاً منهم یتلو علیہم  
آیاتہ ویزکیہم ویعلّمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا  
من قبل لفی ضلل مبین۔

اللہ ہی جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے جو پڑھتا ان کو  
اس کی آیتیں اور ان کو سناتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا اور اس سے پہلے

وہ لوگ مرتج بھلا دے میں تھے۔

— میں آپ حضرات کا از حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس بابرکت اجتماع میں ناچیز جیسے کم سمجھ اور ضعیف انسان کو شرکت کا موقع عطا فرمایا۔ جہاں حضور اقدس کا ذکر ہو وہاں خدا اور ملائکہ کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ان اللہ وملتک کہ یصلون علی النبی۔ ارشاد خداوندی ہے تو آپ جیسے ماہرین علوم جدیدہ و قدیم کے مجمع میں مجھ جیسے ناکارہ اور نا سمجھ انسان کچھ کہہ تو نہیں سکتا۔ پھر قلب اور اعصاب کا بھی مریض ہوں، اس لئے بار بار معذرت کی مگر ان حضرات کا اصرار تھا کہ صرف دعا کے لئے شرکت کریں کچھ کہنا نہیں۔ لیکن یہاں حاضری کے بعد اب حکم ہوا کہ کچھ عرض کروں چند منٹ کیونچ ہو۔

— تو تین باتوں کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے تین پہلوؤں پر کچھ گزارش کر رہی ہے۔ علمی زندگی، عملی زندگی یعنی قول اور عمل گفتار اور کردار میں یگانگت اور تیسری بات عرفانی اور احسانی زندگی، کہ اللہ کی محبوبیت کا مقام حضور کے اتباع سے ہی مل سکتا ہے

حضور کا علمی شان اور جامعیت | تو پہلی بات یہ عرض کر رہی ہے کہ حضور اقدس خداوند کریم کی جانب سے ساری دنیا کی ہدایت

کے لئے بھیجے گئے۔ ارشاد خداوندی ہے: وما ارسلناک الا رحمة للعالمین نیز فرمایا وما ارسلناک الا کافۃً للتاس بشیرا و نذیرا۔ اور فرمایا کہ ہم نے حضور کو بھیجا لیکن للعالمین نذیراً۔ تاکہ وہ سارے جہانوں کا ڈرانے والا ہو، جن و انس اور قیامت تک آنے والی مخلوق کے لئے ڈرانے والا۔ یہاں چونکہ مجمع اہل علم کا ہے اس لئے پہلی بات حضور کی علمی شان اور جامعیت کے بارہ میں عرض کر رہی ہے۔

دیکھیے علوم کے مختلف شعبے ہیں۔ ہر شعبہ پر حکومت اور ملک کروڑوں روپے خرچ کرتی ہے۔ تاکہ قوم میں اس شعبے کے علماء پیدا ہوں اور ایک شعبے میں چند افراد کو ماہر بنانے

کے لئے کتنے ماہرین جمع کئے جاتے ہیں۔ سائنس ہو، جغرافیہ ہو، ریاضی ہو، حساب ہو گرامر ہو ادب ہو کس قدر عمدہ ہے اساتذہ کا جو تربیت اور تعلیم میں لگا رہتا ہے۔ اس طرح آپ حضرات کو معلوم ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن کے علوم تمام عمر بیان کئے جائیں، ایک آیت کی تفاسیر، عجائبات اور نکتے بھی قیامت تک ختم نہیں ہوتے۔ واللہ العظیم۔ ایک آیت کی تشریح کے لئے بھی عمر چاہئے وہ ذاتِ اقدس جس کی زبان سے اللہ نے اعلان کرا دیا اور پوری علمی دنیا کو یہ چیلنج دیا گیا کہ

قل لئن اجتمعت الانس والجن  
علی ان یأتوا بمثل هذا القرآن  
لایأتون بمثلہ ولو کان بعضہم  
لبعض ظہیرا۔

کہہ دے کہ اگر انس اور جن جمع ہو کر کوشش کریں کہ اس جیسا قرآن لادیں تو نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ سب ایک دوسرے کی مدد کریں۔

آج بھی آپ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ حضور کے علوم کو تنقیدی نگاہ سے پرکھنے کے لئے مخالفین کی کتنی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ادارے، اکیڈمیاں اور کمیٹیاں اس غرض سے قائم ہیں۔ ریسرچ اور مستشرقین کے نام سے کہ وڑوں روپیہ آج بھی خرچ ہوتا ہے کہ اسلام کے کسی حکم کسی مسئلہ کسی قانون اور حضور کی تعلیمات کے کسی گوشہ پر اعتراض کر سکیں لیکن جیسا کہ آفتابِ ہمت سے نہیں چھپ سکتا۔ قرآن و حدیث کی تھانیت اور اسلام کی صداقت چودہ سو برس پہلے جیسے تھی آج بھی الحمد للہ ایک نکتہ ایک حرف میں فرق نہیں آیا۔ کوئی سقم نہیں نکلا۔ اور اگر ہوتا تو یہ نام کے ہی لیکن اسی کہ وڑ مسلمان روئے زمین پر نہ ہوتے۔

**لدنی تعلیم و تربیت** | تو علوم تو ایسے حقیقی جامع اور اٹل مگر تعلیم و تربیت کے پہلو پر نظر ڈالیں جس علاقہ میں پیدا ہوئے وہ تھا ہی وادی غفریٰ فریح

(ہجر اور بے آب و گیاہ زمین) والد کا سایہ ولادت سے پہلے اٹھ گیا، تھوڑے عرصہ بعد والدہ کا بھی انتقال ہوا۔ پھر دادا بھی جدا ہو گئے۔ تو جتنے مرئی ہو سکتے، والدہ، والد، دادا سب



انتقال کر گئے اور صرف چارہ گئے اس لئے یتیم ابوطالب کے نام سے مشہور ہوئے اس کے بعد بچپن بکریاں چرانے میں گذرا۔ بلوغ کے بعد مدتوں تک نہ شام گئے نہ دیگر بلاد میں آنا جانا ہوا۔ جیسا کہ ہم پھرتے گھومتے بھی تحقیقات کر لیتے ہیں۔ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ آپ کو یہ واقع بھی میسر نہ ہو سکے۔ پھر آپ جہاں تھے وہاں نہ کالج نہ سکول نہ یونیورسٹی نہ مدرسہ نہ دارالعلوم پرائمری اور مڈل تک بھی کوئی ادارہ نہیں تھا۔ اور جب وحی نازل ہونے کا زمانہ قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے جو غیور ہیں اور چاہتے تھے کہ کل کوئی مخالف یہ نہ کہے کہ حضورؐ نے کسی انسانی سے یہ علوم سیکھے چھ مہینے تک لوگوں سے یک لخت الگ تھلگ کرایا اور غار حرا میں رکھا۔ کتابیں پہلے تو وہاں تھیں نہیں، اگر ہوتیں بھی تو آپ کا لقب النبی الامی تھا تو اللہ کو مستطور تھا کہ علوم کا جو دریا حضور اقدسؐ کی زبان سے جاری ہو کسی کو یہ خیال نہ آئے کہ آپ نے مخلوق سے سیکھے، اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اسلام اور قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرما دے۔

**تعلیمات کی صداقت** | جو کچھ حضورؐ کی زبان سے نکلا، دنیا بعد از خرابی بسیار آکر بالآخر اس کی صداقت ماننے پر مجبور ہوئی، دیکھئے یورپ نے طلاق کے مسئلے کو طنز و تشنیع کا نشانہ بنایا مگر بالآخر تنگ آکر عیسائیوں نے بھی اسی میں پناہ لی۔ شراب کی حرمت پر ہنسی اڑاتے رہے، مگر بالآخر سارے یورپ نے اسے ام الجبائٹ قرار دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جو برتن کتا جھوٹا کر دے اسے سات دفعہ پانی سے اور آخری بار مٹی سے دھویا جائے، مخالفین کو تعجب ہوتا ہے کہ اس کا کیا فائدہ مگر مغرب کے ایک ڈاکٹر نے اسی ایک حدیث پر تحقیق شروع کی کہ اس میں نکتہ کیا ہے۔ تو ہر بار دھو کر برتن کو خوردبین سے دیکھا بار بار دھویا مگر جراثیم کتنے کی زبان کے موجود تھے۔ ساتویں دفعہ مٹی سے دھویا تو جراثیم ختم ہوئے۔ پھر مٹی پر تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ جراثیم صرف نوشادر سے مرتے ہیں۔ اور مٹی میں اس کے اجزاء موجود ہوتے ہیں۔ آج ہم چودہ سو برس بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نوشادر ایسے جراثیم کے لئے ہم قاتل ہے حضورؐ نے جو نبی امتی تھے چودہ سو سال قبل بتلایا اور علاج بھی کتنا

آسان کہ نوشتہ در کہاں کہاں ڈھونڈ دگے۔ مٹی جو ہر شخص کو مل سکتی ہے استعمال کر لو۔ اس طرح ہزاروں مثالیں ہیں کہ حضور کے احکام اور ہدایات کو نئی تحقیقات کی کسوٹی پر پرکھا گیا تو صداقت سب پر عیاں ہو گئی۔

**معلم من اللہ** | تو آخر یہ علوم اور یہ پُر حکمت تعلیمات کہاں سے آئے کہ نہ جزیرۃ العرب میں مدرسہ تھا نہ سکول نہ لیبارٹریاں نہ وہاں ایسے اساتذہ۔ سب اُن پڑھ اور امی جیسا کہ خدا نے فرمایا: **هو الذي بعث في الامم رسله** کہ اللہ نے انہیں اُن پڑھوں میں بھیجا۔ جب نبوت کی خلعت سے سرفراز ہوئے تو ان کے علوم سے اُن پڑھوں کی کایا بھی پلٹ گئی، حضرت عمرؓ جیسے امیر المومنین اور سیاستدان کے بعد کسی نے پیش نہیں کیا۔ وہ کون سے جنگی اور سیاسی کالجوں میں پڑھے تھے۔ خالدؓ جیسا کہ سالار، ابو عبیدہؓ جیسا فاتح، زید بن ثابتؓ جیسا فقیہ اور مسائل پر عبور رکھنے والا علیؓ جیسا سراپا علم و معرفت، صدیق جیسا مجسمہ صدق و صفا کوئی امت ان لوگوں کی مثال پیش نہیں کر سکتی ہے۔

ایک ایک فرد صحابہ کرامؓ کے علوم کا منبع بن گیا۔ ان کو یہ علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بتلائے اور خود حضورؐ کی ساری زندگی بھی آپ کے سامنے ہے۔ کوئی دشمن بھی نہیں کہہ سکتا کہ حضورؐ کے یہ علوم کسی اور تحصیل تھے۔ تو صاف معلوم ہوا کہ حضورؐ معلم من اللہ ہیں (یعنی سارے علوم صرف اللہ سے سکھے) ایسی ذات کو رسول کہتے ہیں۔

**حضور کے جدوجہد اور جہاد کے محرکات** | دوسری بات مختصراً حضورؐ کی صداقت رسالت کے لئے یہ عرض کرنی ہے کہ

حضورؐ اعقل الناس (سارے لوگوں میں عقل مند، دانا اور ہوشیار) یورپ سمیت سب دشمن بھی آپ کی عقل مندی اور دانائی پر متفق ہیں۔ کارلائل جیسے لوگوں کے اقوال آپ نے پڑھے ہوں گے تو کیا عقل مند کسی مقصد اور غرض کے بغیر کوئی کام کرتا ہے؟ اب دیکھئے کہ حضورؐ نے نبوت کے بعد ۲۳ برس کی پوری زندگی میں کتنے مصائب جھیلے اتنی تکالیف شادہ ان کو پہنچائی

گئیں کہ خود فرمایا: اذیت فی اللہ مالک یؤذ احدہ۔ (مجھے اللہ کی راہ میں اتنی تکلیف پہنچانی گئی جتنی کسی اور کو نہیں پہنچانی گئی) نماز پڑھ رہے ہیں کہ ادھر جڑی کی بھری تھیلیاں پیٹھ مبارک پر رکھی گئیں۔ ابو جہل نے چادر گلے میں ڈال کر سختی سے کھینچا۔ شعب ابوطالب میں تین سال محصور رکھے گئے، دارالاندوۃ میں قتل جلا وطنی، گزرقاری وغیرہ کے مشورے ہوتے رہے، پتھروں کی بارش ہوئی، غرض ساری زندگی کیسی کیسی تکالیف میں گزری۔ تو ایک عقلمند حبیب اتنی محنت کرتا ہے، مصیبت اٹھاتا ہے تو اس کا کوئی محرک ہوتا ہے۔ کوئی باعث ہوتا ہے۔ ہمارا یہ پڑھنا پڑھانا ایک محرک کی وجہ سے ہے۔ تو حضور نے ۲۳ برس دنیا کی اصلاح کی جو مشقتیں اور شدائد برداشت کئے اس کے بھی کئی اسباب ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ تنخواہ ملے مال و دولت مل جائے، دنیاوی عزت اور منصب و عہدہ مل جائے اہل دیال کے لئے دولت جمع کی جائے یا پھر کھانے پینے پہننے رہنے سہنے کے لحاظ سے عیش و عشرت کی جائے یا پھر یہ صیب ہو سکتا ہے کہ صرف رضائے مولیٰ مل جائے اور خدا کی مخلوق کو خدا کے در پر پہنچایا جائے اس لئے کہ عاقل بغیر مقصد کچھ نہیں کرتا۔

تو ایک محرک دنیا ہوتی ہے | محركات دنیوی کے نقطہ نظر سے آپ کی حالت جس میں چند چیزیں مطلوب

ہوتی ہیں، مال ملے، بلڈنگ ہو وطن میں شان و شوکت ہو چلنے پھرنے میں لوگ عزت کر لیں، نشست گاہ، خواب گاہ بڑی شاندار ہو، مجلس میں صدارت کی نشست مل جائے۔ لباس و خوراک بہت اعلیٰ ہو، اولاد کو فائدہ پہنچے لیکن میں حضورؐ کی سیرت میں ان امور کے بارے میں آپ کے سامنے چند اشارات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ کے مال و دولت کی حالت یہ تھی کہ جب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے، تو گھر میں ایک درہم (چوتی برابر) بھی نہ تھی۔ زندہ مبارک ایک ٹیپو دی کے پاس گردی تھی۔ وصال کی رات چراغ کے لئے تیل پڑوسی سے قرض مانگا گیا تھا۔



الغرض ایک روپیہ میراث نہ چھوڑی کہ ان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درہماً۔ ایک لاکھ دہم بحرین سے آئے سارے کے سارے تقسیم فرمائے افطاری کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا۔ مگر اس کے لئے بھی نہ رکھا۔ گھر میں کسی نے شکایت کی۔ غصہ میں فرمایا کہ اس وقت کہہ دیتے، اب کہنے کی کیا ضرورت ہے۔؟ ایک بار عصر کی نماز پڑھی، اور عجلت میں پریشانی میں گھر تشریف لے گئے کچھ دیر بعد واپس ہوئے تو صحابہؓ نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ گھر میں تکیہ کے نیچے چاندی کا کوئی ٹکڑا تھا اسے جا کر خیرات کر دیا۔ اور یہ مناسب نہیں کہ پیغمبر پر اس حالت میں رات آجائے، کہ اس کے گھر میں چاندی سونے کا ٹکڑا ہو، دس لاکھ مربع میل پر حکومت ہے مگر اہل المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ما شیخ آل محمد من خیر شیوخ ینبئہم نبی کریم کے اہل و عیال جو کی روٹی سے بھی دو دن لگتا رہیں نہیں ہوئے جو کی روٹی سے بھی آپ کا گھر انا سیر نہیں ہوا۔

غزوہ تھاق میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ خود خندق کھود رہے ہیں اور زبان مبارک پر ہے کہ: ۛ اللہم لا عیش الا عیش الاخرۃ  
فاغفرا لانسار والسماجرة

**عیش آخرت** | سر دی ہے کپڑے نہیں ہیں، کھانا نہیں مل رہا، ساری دنیا مقابلہ میں آگئی ہے۔ مگر فرماتے ہیں: یا اللہ ہم اس حال میں خوش ہیں، ہمیں آخرت کی عیش چاہیے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی کیا چیز ہے۔ آخرت کی خوشی دے اور انصار و ہاجرین کی مغفرت فرما، حضورؐ صحابہؓ کے ساتھ زندہ درگور ہیں۔ اللہ کی غیرت جو کش میں آئی من کان اللہ کان اللہ لہ جو اللہ کا ہو جائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے پھاوڑا مارا چنگاری اٹھی تو بشارت دی کہ مجھے کسریٰ اور قیصر کے وہ محلات دکھائی دے جو مغرب تمہارے قبضہ میں آئیں گے۔ صنعا ین کی جگہ تک دکھائی دے گی کہ تمہارے



قبضہ میں آئیں گی۔ تو حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ خندق کھود رہے تھے کہ چادر مبارک سر کی تو دیکھا کہ چند پتھر پیٹ پر بھوک کی شدت کی وجہ سے باندھے تھے۔ یہ تو حالت کھانے پینے کی تھی۔

**مکان کی حالت** | مکان کیا تھا؟ کوئی بلند تنگ بنگلہ یا کوٹھی نہیں تھی، جہاں آج حضورؐ کا روضہ اطہر ہے وہی کچا مکان تھا، مٹی گارے کا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بلوغ سے کچھ قبل مراہق تھا کہ حضورؐ کے حجرہ میں وصال کے بعد داخل ہوا تو چھت اتنا نیچے تھا کہ مجھے جھکنا پڑا، ورنہ سر چھت سے لگتا۔ چھت کچھور کے پتوں اور چھال کا تھا، بارش ہوتی تو پانی ٹپکتا تھا، تنگ آنا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ تہجد پڑھتے تو میرے پاؤں سجدہ کرنے کی جگہ پڑے رہتے، جب حضورؐ سجد میں آتے تو میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ قیام فرماتے تو پھر پھیلا دیتی۔ دروازے تختوں اور شیشوں کے نہیں تھے۔ مچھی پرانی چادر یا ٹاٹ لٹکے ہیں۔ یہ اس مکان کی ظاہری حالت تھی جس کی معنوی قدر و قیمت اتنی ہے کہ زمین کے جس حصے سے حضورؐ کا جسد اطہر ملاقی ہے وہ خانہ کعبہ سے عرش اور کعبہ سنی سے آسمانوں سے افضل ہے۔ مغبوط ملائکہ و عرش ہے۔ لیکن ظاہری طور پر جس مکان کا نمونہ پیش کیا امت کے سامنے وہ کچی اینٹوں کی دیواریں گھاس پھوس کا چھت۔

**کپڑوں کی حالت** | کپڑوں کی حالت دیکھئے، حضرت عائشہؓ وصال کے بعد کبھی کبھی آپؐ کے کپڑے بتلاتیں تو کوئی پیوند اور ٹکڑے لگے ہوئے کپڑے ہوتے اور فرماتیں کہ حضورؐ اس لباس میں دنیا سے تشریف لے گئے۔

**نشست و برخاست میں مساوات** | اٹھنے بیٹھنے میں کوئی امتیازی شان نہیں تھا۔ مجلس میں آنے پر صحابہؓ

کھڑے ہوتے تو روک کر فرماتے: لا تقوموا کما تقوم الاعاجم۔ عجیوں کی طرح میری تعظیم میں کھڑے نہ ہوں۔ کوئی نشست مخصوص نہ ہوتی، نہ امتیازی کیفیت تھی۔

جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ چلنے پھرنے میں کبھی صحابہؓ سے آگے کبھی پیچھے کبھی درمیان میں۔

**اولاد کے لئے بھی آسائش دنیوی حاصل نہیں کی** | اولاد کے لئے میراث تو پہلے سے ختم کرا دی کہ جو کچھ رہ جائے وہ پوری امت کے لئے صدقہ ہے۔ پھر ایک ذریعہ اسلام میں زکوٰۃ اور صدقات کا تھا۔ جو ایک لازمی عبادت ہے۔ مدت آمدنی میں اہم مدد ہے مگر حضورؐ نے اپنے اور اپنی اولاد پر یہ راستہ بند کر دیا۔ اور فرمایا کہ زکوٰۃ و صدقات واجبیہ میرے اور میری اولاد پر بلکہ نبوہا شتم پر حرام ہیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے خاندان کا آزاد کیا ہوا غلام مولیٰ اگر ہو تو اس پر بھی حرام ہے کیوں کہ غلام کا مال بھی مالک ہی کا ہوتا ہے۔ اور وہی اس کا وارث بنتا ہے تاکہ یہ بھی استحصال کا ایک ذریعہ بن سکے۔ تو خیرات بھی بند کر دیا خاندان پر اپنی اولاد کو کیا چھوڑا۔؟ فرمایا: نحن معاشرا لانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ (ہم انبیاء کی جماعت میراث نہیں چھوڑتے بلکہ جو کچھ رہ جائے ساری امت کے لئے صدقہ ہوتا ہے)

وصال کے بعد خیر و فدک کی ہزاروں جہیز باغات اور زمینیں سب امت پر صدقہ ہوئیں۔ وارثوں کو کوئی حصہ نہیں ملا، فرمایا: اللّٰھم اجعل رزق آل محمد فوقنا۔ (اے اللہ میری اولاد کی روزی گزاری سے ہی کی ہو۔)

**قول و عمل میں توافقی** | اس سے حضورؐ کی سیرت مطہرہ کا ایک اور پہلو بھی سامنے آیا کہ حضورؐ نے جو بات دنیا کے سامنے پیش کی خود اس پر

عامل بنے اور پہلے عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے اس وجہ سے اصلاح بھی فرما سکے۔ ہم ہزار کوشش کرتے ہیں، چاہتے ہیں، مگر اصلاح نہیں کر سکتے اس لئے کہ قول اور عمل میں تضاد ہوتا ہے۔ اصلاح اپنی آپ اور اپنے گھر سے شروع نہیں کرتے حضورؐ نے فرمایا کہ اس امت کے لئے فتنہ مال ہے۔ قرآن اس کی فتنہ سامانیوں سے بھرا

ہے حضورؐ نے فرمایا کہ سلطنتوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں دی گئیں۔ مگر مجھے غم ہے کہ میری امت دنیا کے لئے آپس میں لڑے گی۔ تنافس اور تسابق میں مبتلا ہوگی۔

**گھر سے اصلاح کا عملی نمونہ** | حضورؐ نے زہد اور فقر و قناعت کی تلقین کی۔ تو خود اپنے گھر سے اصلاح کی اہل بیت پر ہزاروں جزیب

زمین اور باغات حرام کر دیئے مسلمان تقسیم کئے گئے مسلمانوں پر وسعت آئی ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ ہم تو پانی اور کھجوروں پر بسر اوقات کرتی ہیں۔ آپ کی برکت سے ساری مخلوق پر آسودگی ہے ہمیں بھی کچھ وظیفہ مقرر کیا جائے کہ گذراوقات میں آسانی ہو

فرمایا: یا ایہا النبی قل لا ذوا حک ان کنتم تریدون الحیوۃ الدنیا و زینتہا فتعالین امتنعن واسر حکن سراجا حبیلا۔ اگر دنیا کی عیش و عشرت اور زیب و زینت چاہتی ہیں تو آؤ کہ تمہیں دیدوں اور اچھے طریقہ پر تمہیں اپنے سے الگ کر دوں اور اگر فقر و قناعت زہد و توکل کی زندگی چاہو تو اللہ نے بہت کچھ کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ازواج مطہرات کی تربیت ہو چکی تھی، انہوں نے حضورؐ کے مقابلہ میں دنیا کی آسائش پر لات مار دی اور فقر و قناعت کی زندگی کو ترجیح دی۔

پھر حضورؐ کا فقر اختیار ہی تھا، ملک کا صدر اور خزانوں کا مختار مگر فقر کو ترجیح دیتے رہے جگر گوشہ بیٹی فاطمہ الزہراءؑ نے پانی بھر کر شہداء اٹھانے کی شکایت کی اور ایک باندی حد کے لئے طلب کی تو فرمایا کہ موسیٰ اور اس کی بیوی نے دس سال ایک کملی اور چادر میں گزارے میں تجھے بہترین چیزیں دیں کہ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا کہ دنیا و ما فیہا سے بہتر دولت ہے۔ تو دو تو قارون اور فرعون کے پاس بھی تھی نہ حکومت کوئی چیز ہے، نہ عہدہ و منصب۔



معاشرتی مساوات کا عملی مظاہرہ | معاشرتی مساوات کی تلقین کی، عملاً اس کا اجراء فرمایا۔  
حجۃ الوداع کے موقعہ پر اعلان فرمایا کہ کسی عربی کو غمی  
پر کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں۔

کلکم بنو آدم و آدم من تراب۔ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم علیہ  
السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ ارشادِ ربّانی ہے: یا ایہا الناس انا خلقناکم  
من ذکر وانثی وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان  
اکرمکم عند اللہ اتقاکم — آج جتنی عصبیت ہم میں موجود ہے۔ عربوں کی عصبیت  
اکس سے ہزار درجہ زیادہ تھی، ایک ایک عرب اپنے خاندان اور قبیلہ کے لئے مرنے  
مارنے پر تیار ہوتا تھا۔ ہم عصبیت کو نہیں مٹا سکے، حضورؐ نے عملاً مٹایا۔ فرمایا: المؤمنون  
کجسد واحد۔ سارے مسلمان ایک جسمِ دجان ہیں۔ یہ سارے اعلانات تو ہوتے ہیں ہم  
بھی روزانہ کرتے ہیں، دغظ بھی کرتے ہیں، لیکن دیکھئے حضورؐ اس کے لئے اسٹوہ عمل نمونہ ہیں۔  
ایک ایسے ملک میں جہاں قریش کو اوروں پر فوقیت تھی اور خاندانوں کو کمتر سمجھا جاتا ایک  
ہاشمی خاندان جو ساری دنیا کے خاندانوں سے اشراف اور افضل خاندان تھا۔ اس خاندان کی ایک  
معزز خاتون جو حضورؐ کی رشتہ دار تھی حضرت زینبؓ کا رشتہ ایک غلام کے ساتھ جو آزاد کیا گیا  
تھا۔ حضرت زینبؓ پر دیسی مسافر سے بوجھ شام کے لئے اجنبی مگر حضورؐ نے یہ عظیم کام بغور و بکبر اور  
خز و مباحات کو مٹانے کی خاطر اپنے گھر سے شروع فرمایا۔ آج ہم کسی کمتر نسب میں رشتہ دینے  
پر آمادہ نہیں ہو سکتے، مگر حضورؐ نے اعلان کے ساتھ عمل نمونہ بھی پیش فرمایا تاکہ نفرت مٹ جائے  
یہ تھا مساوات ہم بھی اسلامی مساوات اور قانون کی باتیں کرتے ہیں۔ مگر اس طرح بات نہیں بنتی،  
کچھ لوگ حضرت زینبؓ کے آزاد شدہ غلام کے ساتھ رشتہ پر چکر لگئے۔ اعلان ہوا کہ اللہ  
اور رسول کا فیصلہ ہے، اس پر سیخ پا ہونے کی ضرورت نہیں، تسلیم و رضا شرطِ ایمان ہے۔  
وما کان المؤمن ولا المؤمنة اور ایمان دار مرد یا عورت کو یہ اختیار نہیں کہ



اذا قضی اللہ ورسولہ امراً  
ان یمکن لہم الخیرۃ  
من امرہم ومن یعم  
اللہ ورسولہ فقد ہزل  
اللہ اور رسول کوئی فیصلہ فرمادے اور انہیں  
پھر بھی اس میں کوئی اختیار رہ سکے اور  
جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی  
تو وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔  
من لا مبینا۔

آج تو آزاد خیالی کا دور دورہ ہے۔ ہر چیز میں آزادی آزادی۔ یہ آزادی اسلام سے  
اور پھر اسلام یعنی گردن نہاد ہونا دونوں باتیں کیسے جمع ہو سکتی ہیں۔ اسلام کا معنی غلام بننا  
ہے۔ غلام کیسے آزاد ہو سکتا ہے۔

معاشی اصلاح و انقلاب کا عملی نمونہ | اسی طرح معاشیات کے میدان میں حضورؐ نے  
اصلاح کی تو عملاً پہلا نمونہ اپنے گھر سے پیش

کیا۔ اجراء اپنے گھر سے فرمایا۔ ربوا اور سود عربوں کا اہم ترین معاشی ذریعہ تھا۔ سودی معاملات  
ہوتے رہتے، لاکھوں روپیہ کالین دین چھوڑ دینا آسان بات نہ تھی۔ احل اللہ البیع  
وحرم الربوا کا حکم نازل ہوا تو حضورؐ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ جاہلیت  
کے سارے طریقے میں نے قدموں کے نیچے روند ڈالے ہیں، اور سود بھی۔ اعلان کے ساتھ  
یہ بھی فرمایا کہ جس کا قرض ہے سود پر تو اصل رقم وصول کرے۔ مگر ربوا (سود)

اپنے گھر کے بارہ میں فرمایا کہ میرے چچا حضرت عباسؓ (جو بڑے مالدار اور رئیس  
تھے) کے ایسے تمام سودی معاملات اصل اور منافع دونوں سمیت سوختے ہیں۔ نہ وہ اصل  
مانگ سکیں گے نہ سود یا اس لئے کہ سب سے پہلے اس کا اجراء اپنے گھر سے شروع  
ہو جائے۔

سماجی اصلاح | سماجی اصلاح کی مثال دیکھیں عربوں میں لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ عرب  
بڑے غیور تھے، قتل اور خون کا بدلہ ہر حالت میں لیتے تھے اور یہ سلسلہ

نسل و نسل چلتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ زمانہ جاہلیت کا ایک دوسرے پر جو قصاص اور بدلے ہیں وہ سب باتیں ختم، اب کوئی پچھلی عداوتوں کو جاری نہ رکھے یہ بھی کوئی آسان بات نہیں تھی۔ آج ہمیں ذرا سا ترہی تپڑے دیکھے تو مارنے دوڑتے ہیں کہ میں کوئی بے غیرت نہیں ہوں، کیوں بدلہ چھوڑ دوں۔ پٹھانوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ صدیوں بدلہ لیتے رہتے ہیں۔ حضورؐ نے حکم جاری کیا تو خود عمل پیش کیا۔ فرمایا کہ میں اپنے خاندان کے مقتول ربیعہ کا خون معاف کرتا ہوں۔

تو بھائیو! دو باتیں میں نے کیں:

۱۔ ایک یہ کہ حضورؐ اُمّی تھے مگر علوم کے دریا بہا دئے، اور ایک لاکھ صحابہؓ سے زیادہ کو علوم کا سرچشمہ بنا دیا۔ لاکھوں آبادی کو علوم کا ماہر بنا دیا جس پر آج تک تحقیق ہوتی رہی مگر کوئی عیب اور نقص نکالا نہیں جاسکا۔ یہ حضورؐ کے معلم من اللہ اور رسول صادق و مصدق ہونے کی روشن دلیل ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ عرض کی کہ جو کچھ دنیا کو پیش کیا سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا آپؐ نوجوانوں کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور آئے گی۔ تو آپؐ بھی کامیاب اصلاحی انقلاب اگر لانا چاہیں تو اولاً حضورؐ کی سیرت پر خود عمل کر کے دنیا کو نمونہ پیش کر سکیں گے اور کامیاب ہوں گے۔

ساتھ تیسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ حضورؐ اقدس

**اتباع واخلاعت ذریعہ محبوبیت**

صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور محبوب

کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ آپؐ کا چھوٹا بچہ ہوتا ہے، تو ملی باتیں کرتا ہے، کپڑے پھٹے پرانے ہوں گندہ بھی ہو مگر والدین کو اس کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔ دل کو بھاتی ہے، کہیں والدہ سے بچہ گم ہو جائے در بدر پھرتی ہے اور کہیں اپنے بچے جیسے چال ڈھال والا بچہ مل جائے، تو اس پر بھی تشار ہوتی ہے۔

تو جو محبوب کے رنگ میں رنگ جائے وہ بھی محبوب — فرعون کے ہزاروں جادوگر  
 نے حضرت موسیٰ کا مقابلہ کیا مگر مقابلہ کے وقت حضرت موسیٰ جیسا لباس یونیفارم پہن کر  
 آئے — علماء نے لکھا ہے کہ اس لباس کی اتنی برکت ظاہر ہوئی کہ خدا نے اپنے محبوب  
 پیغمبر کی مشابہت اور تشبیہ کی وجہ سے انہیں ہدایت ایمان نصیب فرمائی اور فرعون کو نہ  
 ہوئی۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو ان کے تعجب کرنے پر فرمایا کہ ایک تو انہوں نے تمہارا ادب کیا کہ  
 آپ کو پہلے دعوت دی پھر تیرے لباس کو اپنایا۔ اس رنگ میں آگئے تو میری رحمت نے  
 برداشت نہیں کیا کہ انہیں جہنم میں ڈال دوں — تو حضورؐ کا قول و فعل طرز معاشرت، طرز  
 زندگی، طرز عبادت، شادی بیاہ کے طریقے، کھانا پینا کیسا تھا انہیں معلوم کر کے انہیں اپناؤ  
 گے تو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ تمہاری قباحتوں، کوتاہیوں، گناہوں سے  
 بھی درگزر فرمادیں گے۔ اور بخش دیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ

اور

## آیت کی اُمت

\* ختم نبوت \* مقصد اُمت \* دین کا خلاصہ

یہ تقریر حضرت شیخ الحدیث صاحب تذللہ نے ۳ صفر ۱۳۸۸ھ کی درمیانی شب کو موضع احمد نگر ضلع گوجرانوالہ کے ایک اجتماع میں ارشاد فرمائی جس میں خاص طور سے مسئلہ ختم نبوت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ادارہ)

محترم بزرگوار! دین کی خدمت اور دین کی تبلیغ کل اُمت کا فریضہ ہے۔ اس اُمت کی خوبی اور کمال یہی ہے، جسے رب العزت نے اس آیت میں بیان فرمایا:

کنتم خیر امۃ اُخرجت للناس  
تأمرون بالماہر وف وتنہون  
عن المنکر۔  
تم ایک بہتر اُمت ہو اور لوگوں کی ہدایت کے  
لیجیجے گئے ہو تاکہ بھلائیوں کا حکم کرو اور  
برائیوں سے روکو۔

**اُمت کا معنی** | اُمت اس جماعت کا نام ہے جس کا کوئی مقصد ہو اور وہ مقصد سب کا  
مشترک اور ایک ہو پھر مقصد اگر اچھا ہو گا تو وہ اُمت بھی خیر اور بہتر ہوگی  
اور اگر مقصد حقیر ہو تو اُمت بھی ذلیل ہوگی اور جس جماعت کا کوئی مقصد نہ ہو یا ہر ایک کا الگ  
الگ اور اپنا اپنا طریقہ ہو وہ جماعت اُمت نہیں کہلاتی وہ انتشار ہے تو اُمت کے مفہوم میں



اجتماع اور اتفاق فی المقصد موجود ہے لہذا دنیا کے اندر مسلمان جہاں بھی ہوں دنیا کے کسی گوشے پہاڑوں، جنگلوں اور دریاؤں میں ہوں سب کو خدا نے امت اور وہ بھی بہترین امت کے خطاب سے نوازا۔ تو امت کا لفظ چاہتا ہے کہ اس کا ایک مقصد ہو۔

خیر امتہ کا تقاضا یہ ہے وہ مقصد بھی سب مقاصد  
خیر امتہ ہونے کی وجہ سے بہتر ہو اللہ تعالیٰ نے کنتم امتہ کی بجائے

کنتم خیر امتہ فرمایا ہے۔ اب وہ مقصد کیا ہے، کیا کھانا پیتا، مکان بنانا، زمین اناج بونا، ہل جوتنا، کارخانے، ایٹم بم، جہاز اور ریل بنانا، سائنسی ترقیات میں کمال اور انہماک اگرچہ یہ سب امور جائز ہیں ناجائز نہیں مگر یہ چیزیں مقصد نہیں۔ مثلاً اکوڑہ خشک سے میرا یہاں آپ حضرات سے ملنے کے لئے آنا ایک مقصد تھا، راستہ میں بہت سی چیزیں سامنے آتی رہیں اور اس سے فائدہ بھی ملا مگر وہ مقصد نہیں تھیں۔ اس لئے میں نے انہی کو اپنا مطمح نظر نہیں بنایا بلکہ مقصد تک پہنچ کر دم لیا تو کھانے پینے اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے فائدہ اٹھانے رہا مگر اسے مقصد نہ بناؤ۔ اور اگر تم نے انہی چیزوں کو مقصد سمجھ لیا تو پھر تو امریکہ، روس، چین، جاپان اور جرمنی بڑا کامیاب ہے، اس لئے کہ اس مقصد، دنیا کے جاہ و جلال میں ان کو تباہ و کامیابی حاصل ہے تو پھر وہ کیوں خیر امتہ نہ ٹھہرے اور اس خطاب کا شرف ہمیں کیوں حاصل ہوا؟ تو معلوم ہوا کہ دنیا کا حصول ہمارا مقصد نہیں بلکہ جس مقصد کی وجہ سے ہم خیر امتہ کہلائے گئے ہیں وہ مقصد دین حق کا پہنچانا اور تبلیغ ہے جو انبیاء کا کام تھا پہلے زمانہ میں یہ کام ایک نبی کے بعد دوسرا نبی سنبھالتا رہا۔ مگر جب ہمارے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے اور ان کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا تو اس عظیم مقصد دین اور تبلیغ دین میں ان کی پوری امت ان کی نائب ٹھہری۔ یاد رکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام عالم کے لئے ہے۔  
وما ارسلک الا کافۃ للناس بشیرا ہم نے آپ کو تمام دنیا کے لئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

نبوت کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور ترقی کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر  
انتہائی غرور پر پہنچا گیا۔

اليوم اكملت لكم دينكم آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا  
واقمت عليكم نعمتي اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور پسند کیا  
ورضيت لكم الاسلام دینا۔ تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا۔  
اب تمام عالم کو تبلیغ بوجہ نیابت کے امت کے سپرد ہے ولیبلغ الشاهد الغائب  
اور چاہیے کہ دیکھنے سننے والا اوروں تک پہنچا دے۔

امت کا فریضہ ہے کہ حضور اقدسؐ کا دین ان کا پیغام اسلام اور قرآن ساری دنیا  
کو پہنچا دے اس لئے خداوند تعالیٰ نے خیر امت ہونے کی وجہ اخراجت للناس تبلائی کہ  
تم تمام عالم کے فائدے کے لئے رہنا بنو۔ پیر بنو، استاد بنو، صرف پاکستان کے نہیں اور  
نہ صرف ہندوستان اور جاپان کے بلکہ للناس جہاں بھی کوئی آدمی ہو اور قیامت تک  
جتنے بھی آنے والے ہیں سب کے لئے بھیجے گئے ہو اور اس لئے تمہیں خیر امت کا اعزاز نہیں  
دیا گیا کہ تم بڑے مال دار ہو یا تمہارے پاس بڑی سے بڑی خلافت اور حکومت ہے بلکہ  
تأمرن بالمعروف وتنہون عن المنکر۔

تمہارا کام یہ ہے کہ جتنی بھلائیاں ہیں ان کا امر کرو۔ خدا نے، رسولؐ نے جن نیکیوں کو بیان  
فرمایا ہے، اس کو المعروف کہتے ہیں۔ ہماری خود ساختہ تجویز کردہ بھلائیاں مراد نہیں اس  
لئے آیت میں بمعروف نہیں کہا بلکہ الف لام کے ساتھ معروف کو ذکر کیا کہ تم دنیا کو ان ہی  
نیکیوں کا راستہ دکھاؤ گے جو رسول اللہؐ اور ان کے صحابہؓ نے بتلائیں، روس اور امریکہ  
اور یورپ والی نہیں اور تم لوگوں کو ان بُرائیوں سے روکو گے جن سے حضورؐ اور صحابہؓ نے  
روکا تھا تو اب تمام امت کا مقصد اور فریضہ دین پہنچانا ہوا۔

تدریجی طور پر کمال تک پہنچانا خدا کی سنت ہے | ہمارے آقا سرور دو جہاں  
رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین ہیں۔

اور تکوینی امور کی طرح تشریعیات میں بھی اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ہر کام اور ہر چیز کو آہستہ آہستہ تدریجاً ترقی اور کمال تک پہنچاتے ہیں۔ بچہ جب پیدا ہوا تو چھوٹا ہے، نہ کھانے پینے کے قابل ہے نہ چلنے پھرنے کے، سال دو سال بعد اٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل ہوتا ہے۔ تو پھر اس کے بعد کھیل کود اور سکول پڑھنے کے قابل ہوا۔ پھر کہیں جوان اور مضبوط ہو کر کمال تک پہنچا۔ یہ اناج کی فصل جسے تم آج کل کاٹتے ہو، تقریباً چھ ماہ میں کمال تک پہنچی۔ درختوں کو تکمیل میں برس برس لگ جاتے ہیں۔ خداوند کریم اگر چاہتا تو ایک پل اور لمحہ میں یہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ مگر شان ربوبیت کے تقاضے پر تدریجاً کمال تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح نبوت کا سلسلہ تدریج ترقی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ جو سب سے پہلے انسان تھے ابوالبشر تھے، ان ہی کو پیغمبر بنایا۔ اور کلیل نبی اسحاق الزمان خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرمائی۔

روحانی اور جسمانی ضروریات کا انتظام | اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کتنی وسیع اور غیبیہ غریب ہیں کہ انسانی حاجتیں چاہے روحانی تھیں یا

جسمانی، پہلے ہی سے پوری فرمادیں۔ کبھی کبھی ان پر غور فرمایا کریں۔ انسان کی جسمانی حاجات ضروریات پر غور کریں۔ جسمانی زندگی کے لئے ہوا کی ضرورت ہے تو انسان کی پیدائش سے پہلے ہوا پیدا کی، زمین پر چلنے پھرنے کے لئے زمین پیدا فرمادی، ماں باپ جیسے مشفق و مہربان آپ کو دئے جن کے سینہ میں محبت بھرا دل ہے۔ اور ماں کے سینہ سے پلنے پھولنے کا انتظام فرمایا۔ پیدا ہونے سے ہزاروں سال قبل ہمارے آرام و راحت کے لئے ضروریات زندگی مہیا فرمائیں۔ چار پانچ مہینے ماں کے پیٹ میں ہر انسان زندہ رہتا ہے۔ اس وقت جسمانی حالت بڑی لطیف اور نازک ہوتی ہے۔ حمل کے ایام میں گرمی کا تحمل کر سکتا ہے نہ سردی کا۔ مگر وہاں



گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے سارے انتظامات فرمادئے کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف کا احساس تک نہ رہا۔ پھر ڈھائی برس کے لئے خدا نے اس خون کو جو بطنِ مادر میں بچے کی خوراک تھا، دودھ بنا دیا۔ اور ماں کے سینے میں چشے بنا دئے جس وقت وہ خون تھا تو بچے کے پیٹ میں ناک، کان اور منہ کے ذریعہ نہیں بلکہ ناف کے ذریعہ پہنچا رہا کہ خون کی الٹش سے یہ ملوث نہ ہو پھر اسے ایسا دودھ بنا دیا جو نہ گرم ہے نہ سرد نہ بہت میٹھا ہے اور نہ خالص نمکین اور نہ بہت گاڑھا ہے۔ اور نہ بہت نرم بلکہ ہر لحاظ سے اعتدال پر ہے ہمارے لئے روشنی کی ضرورت تھی اور اس مہربان اللہ کے ہماری یہ ضرورت پوری کی، بجلی، چاند، سورج، تارے پہلے سے پیدا کئے کہ اندھیرے میں ٹکریں نہ ماریں۔ اسی طرح باطنی روشنی اور روحانی ضروریات کے لئے بنی نوع انسان کے پہلے ہی فرد (حضرت آدمؑ) کو پنیر بھی بنا دیا کہ کسی کو یہ کہنے کا حق نہ ہو کہ کسی دور میں خدا نے رہنمائی کا سامان پیدا نہیں کیا تھا۔ پھر چونکہ ابتداء میں رسل و رسائل اور تمدن کا اتنا سامان نہ تھا کہ ساری دنیا اور سارے ملک کو ایک پیغام اور دعوت پہنچائی جاسکے، اس لئے انبیاء بھی اس زمانہ میں ہر علاقہ ملک اور گاؤں کے لئے الگ الگ بھیجے جاتے تھے۔ پشاور والوں کو یہاں کی خبر نہ تھی اور یہاں کی خبر کراچی والوں کو نہ تھی۔

آخری دور میں پورا عالم ایک گھرانہ ہوا | مگر اللہ کے علم میں تھا کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے کہ پورا عالم ایک گھرانہ

ہو جائے گا جیسا کہ آج کل امریکہ، جاپان، لندن، فرانس، چین اور انڈونیشیا مراکش اور انڈیا سب ایک گھر کے مختلف حصے بن چکے ہیں۔ بلکہ گھر سے بھی کم مسافت ہے کہ گھر کے ایک کمرے کی بات دوسرے گوشے میں نہیں سنی جاسکتی۔ مگر امریکہ کی بات ہم گھر بیٹھے ریڈیو، واٹرلیس اور ٹیلیفون کے ذریعہ سن سکتے ہیں۔ امریکہ کی حالت ٹیلی ویژن سے دیکھ سکتے ہیں۔ میرے سامنے یہ لاوڈ سپیکر ہے میری آواز قصبہ کے دوسرے سرے تک پہنچ رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیمی نظام ہے، اور جب ایک شخص کی بات سب تک پہنچے تو دو فرس



کو بولنے کی ضرورت نہیں، ورنہ شور و غل بن جائے گا۔ تو جب اللہ نے دنیا کو اس طرح ملا ناچا ہا وسائل اسباب اور ذرائع سب خدا کو معلوم تھے اور اسلام کے ساتھ ان ترقیات کا آغاز ہو گیا تو اس لئے نبوت کی تکمیل بھی حضورؐ پر فرمادی گئی کہ جب دوسرے آبادی جنگل، دریا اور پہاڑوں میں یہ آواز پہنچ سکے گی تو اوروں کو بولنے اور شور و غل کرنے کا کیا حق ہوگا۔ بلا مقصد اور بلا ضرورت کام حکمت خداوندی کے منافی ہے۔

علوم کی تکمیل رفتہ رفتہ ہونی | وہ دور انسان کی طفولیت اور بچپن کا تھا۔ اور قاعدہ ہے کہ بچہ جب سکول میں داخل ہوتا ہے۔ تو استاد اسے

الف۔ یا۔ تا پڑھاتا ہے اور اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، رہنے بہنے کے طور طریقے سکھاتا ہے۔ اس کا دماغ علوم و معارف اور باریک مضامین کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پھر مضامین بڑھادئے جاتے ہیں۔ مائی سکول اور کالجوں میں اس سے بھی زیادہ غرض ختمی دماغی قوت میں ترقی ہوتی ہے اتنا ہی مضامین میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ساری تعلیم تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ بچے کو دماغی قابلیت کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ جس درجہ کا طالب علم ہوتا ہے۔ اس درجہ کے مطابق استاد و معلم بھی ہوتا ہے۔ درجہ تخصص ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی پڑھانے کے لئے استاد بھی ہر لحاظ سے کامل اور مکمل اور جامع علوم منتخب کیا جاتا ہے۔ اس طرح انسان کی روحانی تربیت کے لئے اولاً ہر علاقہ کے لئے الگ الگ استاد کی ضرورت تھی کیوں کہ ایک علاقہ کے لئے دوسرے ملک سے منقطع تھے تو اس وقت کے پیغمبروں نے اس قوم کی دماغی قابلیت کے مطابق ضروریات زندگی کی تعلیم دی اور اشیاء کے اسماء اور ان کے خواص کی تعلیم دی کہ انسان اس دنیا کو بسائے، رہنے بہنے کے آداب سیکھ سکے۔ و علم آدم الاسماء کُلھا۔ اور اس نے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام بتلائے۔ حضرت شریعہ اور شعیب علیہ السلام نے خط و کتابت سکھائی، بعض نے زراعت، پوشاک اور رہائش کے طریقے سکھائے۔ جو زمانہ طفولیت انسان کے مناسب علوم تھے تاکہ آئندہ

زندگی اچھی گزارے۔ حضرت نوح کے وقت سے تشریحی علوم کا آغاز ہوا۔

**عالم انسانیت کی تدریجی ترقی** | حضرت نوح کے زمانہ تک عالم انسانیت کا دور طفولیت تھا تو اس دور کے مناسب پیغمبر آئے۔

اور اس دور کے مناسب علوم سکھائے گئے۔ حضرت نوح کا دور انسانیت کے شباب کا زمانہ تھا اور دور حضرت ابراہیم کے زمانہ تک رہا۔ اور حضرت ابراہیم کے وقت سے شیخوخت کا دور شروع ہوا، تو جس طرح آدمی پر ادوار مختلف آتے ہیں۔ اول دور طفولیت پھر شباب، پھر عقل کی پختگی کا زمانہ کہولت۔ پھر شیخوخت۔ اس طرح حضرت آدم سے حضرت نوح تک عالم اکبر اور انسانیت نابالغ تھی، تو انسان کو رہتے رہتے اور تمدن کے آداب سکھائے توحید، خدا کی عظمت و بنداری کی تعلیم دی، خط و کتابت اور تعلیم و تعلم کے طریقے سکھائے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے حضرت نوح کے زمانہ تک عذاب نہیں آیا۔ کیوں کہ بچہ کی غلطی سے درگزر ہوتی ہے جب آدمی جوان ہو کر سرکشی اور نافرمانی کرے تو اسے تھپڑ مارا جاتا ہے، سزا دی جاتی ہے، مار پیٹ، جیل وغیرہ سے بھی ٹھیک نہ ہو تو تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ اور جوان شریعہ بھی بہت ہوتا ہے، بات چیت نہیں سستا، بکتر سے بھرا ہوتا ہے۔

خدا کے پیغمبر حضرت نوح نے ساڑھے نو سو سال تک ان کو تبلیغ کی اور روایات کے مطابق زیادہ سے زیادہ تعداد ساڑھے ستر افراد کی ہے جو مسلمان ہوئے اور کم از کم تعداد دس بارہ کی منقول ہے۔ جہاں آپ تشریف لے گئے۔ لوگوں نے ڈانٹا کہ آپ ہمیں تنگ کرتے ہیں مجلسوں میں رسوا کرتے ہیں۔ حضرت نوح نے سوچا کہ رات کو تبلیغ کے لئے آؤں گا۔ تاکہ تم رسوا نہ ہو مگر جب وہ رات کو آتے تو داستغشو و اشیا بہم لحاف اوڑھ لیتے کہ ہم غینہ میں ہیں خواب سے نہ جگائیں۔ حضرت نوح کی زبانی خدا تعالیٰ کا اشارہ ہے: **ذہبانی دعوت قومی لیلا** اے رب میں نے دن میں بھی اور رات میں

و نهاس افلم بيزد هم دعائی الا  
 فرازا ثم انی اعلنت لهم و  
 اسررت لهم اسراراً قللت استغفروا  
 ربکم ان الله کان عفواراً۔  
 بھی اکیلے بھی اور مجلس میں ان کو نصیحت کی گئی انہوں نے سوائے فرار کے کوئی دوسرا کام نہ کیا جتنی میں نے دعوت کا اعجاز کیا اتنا ہی انہوں نے گریز کیا۔

ان لوگوں کی جوانی کا دور تھا شرارت حد سے بڑھ گئی تھی تو آپ نے دعا کی کہ اے رب اب اس قوم کو سزا دے۔ خدا طوفان لایا یہاں تک کہ کوہ ہمالیہ پر بھی چالیں چالیں ہاتھ پانی چڑھ گیا۔ پھر عادی و ثمود کے عہد میں قوت شباب میں اور بھی اضافہ ہوا بڑے بڑے جشوں اور ڈھا پنچوں والے لوگ تھے، سرکش بھی حد سے بڑھ کر تھے کسی پر زلزلہ آیا کسی پر سخت طوفان آئے مگر جوانی اور شرارت کی وجہ سے گویا انہوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم ماننے والے نہیں۔

حضور کے عہد میں عالم اکبر کمال کو پہنچا | اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دور شروع ہوا جو کہولت ہے۔ جیسا کہ چالیس سال کی عمر میں آدمی کا تجربہ اور عقل کامل ہو جاتی ہے، ایسا ہی سیدنا ابراہیم کے عہد سے انسانیت کی تاریخ میں علوم و معارف کا دور شروع ہوا یہاں تک کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں یہ عالم اکبر پورے کمال تک پہنچا، عقل بالکل نچتہ ہو گئی علوم و کمالات میں انسانیت نقطہ عروج پر پہنچی تاریخ شاہد ہے کہ اس امت جیسی با کمال دنیا میں کوئی نہیں گذری۔ دوسری طرف خدا نے سارے عالم کو وسائل اور اسباب کے ذریعہ چلایا۔

حضور کی علوم میں جامعیت | ہر قسم کے علوم انتہا کو پہنچتے تھے تو خدا نے خاتم الانبیاء کو بھیج دیا جن کا ارشاد ہے کہ اذیت علم الاولین

والاخرین۔ مجھے تمام اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے۔ تمام انبیاء کے کمالات اور علوم آپ میں جمع کر دئے گئے ہیں۔



۵ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنکہ خواباں ہمہ دارند تو تہا داری

حضور کے علمی کمالات اگر آپ معلوم کرنا چاہیں تو قرآن مجید اور حدیث کا مطالعہ کریں آپ کو اندازہ لگ جائے چودہ سو سال سے امت ایک ایک آیت سے علوم و معارف کا استنباط کر رہی ہے مگر ختم ہوتے کو نہیں لانتقضی عجائب اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے نہ مخلوق کسی آیت کا جواب اور نمونہ پیش کر سکی۔ چھوٹی سی سورت انا اعطینک الکوثر کا جواب بھی کسی سے نہ بن سکا۔ دنیا کے تمام فلاسفر اور دین پر ریسرچ کرنے والے جمع ہو کر بھی حضور کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ایک حدیث جیسا مضمون اور اس جیسے الفاظ پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم تو اللہ کا کلام ہے۔

**آفتاب ہدایت** | غرض روحانی ہدایت کے لئے خدا نے جو روشنی پیدا فرمائی وہ پہلے چراغ اور موم بتی کی صورت میں تھی پھر لالٹین اور بجلی کے بلب کی طرح بڑھ گئی پھر اور تر تری ہوئی تو ستاروں کی مانند ہوئی پھر چاند کی طرح اور جس طرح مادی روشنیوں کی انتہا سورج پر ہوئی اس طرح حضور اقدس کی مثال روحانی ہدایت کے لئے سورج کی مانند ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہ رہی۔ ہر چیز کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور اس کا کمال اور انتہا بھی تو جیسا سورج کو روشنیوں کا خاتمہ بنا دیا اسی طرح حضور کی مثال ہے۔ اگر سورج چڑھے ہوئے کوئی شخص چراغ ہاتھ میں لے کر کسی چیز کو ڈھونڈتا ہے تو آپ اُسے پاگل اور بے وقوف کہتے ہیں۔ اسی طرح حضور کے بعد اگر ایک شخص ظلی اور بروزی نبوت کی لالٹین ہاتھ میں لئے پھرے تو وہ شخص بڑا بیوقوف ہے۔

**حفاظتِ دین اور ختمِ نبوت** | اگلی امتوں میں نبوت کا سلسلہ ہماری رہا کیوں کہ ادیان اور مذاہب تحریف اور تغیر و تبدل کی وجہ سے مٹ گئے اور پھر اللہ کو ایسا ہی منظور تھا اس لئے تبدل و تحریف سے ان مذاہب کی حفاظت بھی نہ ہوئی اور ہر مغیر کے بعد خدا دوسرا نبی بھیجتا رہا مگر جب اسلام کو قیامت تک رکھنا منظور



تھا تو کی بستی اور تحریف سے بھی خدا نے اسے محفوظ فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا  
 لنا لحاظ خطون ہم نے قرآن کو تازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں اور دین  
 کی تکمیل فرما کر اعلان فرمایا: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم  
 نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا میں نے آج کے دن دین مکمل کر دیا اپنی نعمتیں  
 تم پر پوری کر دیں اور اب تمہارے لئے قیامت تک میں دین اسلام کو منتخب کرتا ہوں۔  
 عقیدہ، اخلاق، عمل کے لحاظ سے سب قسم کی نعمتیں خدا نے حضورؐ کے ذریعہ مکمل  
 فرمادیں اور اسلام کا پسندیدہ دین ہوتا قیامت تک کے لئے بنا دیا۔ اب اگر کوئی شخص  
 حضورؐ ہی کو نبیؐ مانے اور اسلام کو دین حق سمجھتا ہو مگر آپ کے بعد کسی اور نبیؐ کو بھی مانے تو وہ  
 اپنے آپ کو نہ مسلمان کہہ سکتا ہے نہ اپنے دین کو دین اسلام۔

کسی اور کو نبیؐ مان کر مسلمان نہیں کہلا سکتا | آپؐ سے قبل جب کبھی ایک نبیؐ گذرا اور  
 دوسرا آیا تو جس شخص نے دوسرے نبیؐ کو

مانا تو اس کا نام اور مذہب بھی بدلا۔ جیسے ملت ابراہیمی کے پیرو کا نام خفی تھا۔ مگر جب  
 قوم حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائی تو اس کا نام یہودی ہوا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کے اوپر ایمان لانے  
 والوں کا نام یہودی نہ رہا بلکہ عیسائی اور نصرانی ہو گیا۔ غرض پیغمبر کے بدل جانے سے قوم کا  
 مذہب اور نام دونوں بدل جاتے ہیں تو حضرت اقدسؐ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبیؐ  
 ماننے اور اس پر ایمان لانے کے بعد ان کا نام اور مذہب بھی بدل جائے گا۔ وہ لوگ نہ مسلم  
 کہلائیں گے نہ ان کا مذہب اسلام ہوگا بلکہ وہ غیر مسلم اور کسی دوسرے شخص کو منسوب  
 ہوں گے۔

جب قیامت تک خدا کو صرف اسلام کے دین ہونا ہی منظور ہے تو کسی دوسرے  
 نبیؐ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ حضورؐ آفتابِ نبوتؐ ہیں پھر آفتاب کی موجودگی میں تارے بھی  
 نظر نہیں آسکتے تو چراغ اور شمع جلانے کی حماقت کیوں کی جاسکے گی اور جب پہلا دین مکمل

اور اصل شکل میں موجود ہے جیسا کہ قرآن و حدیث اور حضور کا دین محفوظ ہے تو نیا ہی کیوں آئے۔ اگر وہ نئی بات بتلا رہا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ پہلا دین نامکمل ہے تو الیوم اکملت لکم کے خلاف ہوا اور اگر پرانی بات بتلائے تو وہ پیغمبر کیسے رہا؟ آج چودہ سو سال گزرتے پر بھی قرآن اول سے آخر تک ایک ایک حرف موجود ہے، احادیث اور اس کے مضامین، مسائل و احکام میں کا نام فقہ ہے مکمل محفوظ ہیں تو جب دین مکمل، پیغمبر تمام انبیاء کا سردار اور دین کی حفاظت کا قیامت تک وعدہ ہو چکا ہو تو اب دوسرے شخص کو نبوت کا دعویٰ کر کے دخل و مقولات کر دینے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت سیدنا ابو بکرؓ پیغمبر بنے، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ بنے، حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ و حسنؓ بن سکے امام بخاریؒ، امام ابو حنیفہؒ، نبی بن سکے۔ اور آج تک خدائے دین کی حفاظت حضور کے ان غلاموں سے کروائی۔ تو آج خدا کو ایسی کون سی ضرورت پیش آئی کہ نیا نبی مبعوث فرما دے۔ یہ شرف توقیامت تک حضور کی غلام امت ہی کو بخشا گیا کہ حضور کی دعوت کی حفاظت و اشاعت میں لگی رہے گی اور یہ خوشخبری سنائی کہ لا تجتمع امتی علی الضلالة۔ میری امت سب کی سب گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور فرمایا: لا تزال طائفة من امتی قائمة علی الحق لا یضرهم من خالفهم۔ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور مخالفت کرنے والے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ غرض تبلیغ دین اور دعوت الی الحق پر یہ امت قیامت تک قائم رہے گی تو بروزی اور ظنی نبی کی ضرورت کیا ہے کہ پرانی باتوں کی اشاعت نبی کہلا کر کرے ان باتوں کی اشاعت کے لئے کروڑوں امتی اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔

امت کے ساتھ حضور اقدسؐ کی شفقت و مغایت  
**امت پر حضور کے احسانات** | کس قدر ہے حضور نے فرمایا کہ جب قیامت  
 کے دن مجھے مقام محمود پر سرفراز کر دیا جائے گا تو اس عزت کے مقام پر نہ بیٹھوں گا کہ میں

ایسا نہ ہو کہ مجھے اکیلا جنت میں داخل کر دیں بلکہ میں مقام محمود پر ہاتھ رکھ کر اللہ کے سامنے بیٹھ کر عرض کروں گا کہ اس مقام پر بیٹھ کر ایسا نہ ہو کہ میرا کوئی امتی جہنم میں چلا جائے اور مجھے جبراً چھوڑ دے۔ چونکہ خداوند تعالیٰ نے دنیا میں دوسو فیصد خیر جنسی سے آپ کو راضی رکھنے کی بشارت فرمادی ہے تو اللہ تعالیٰ انہی ضرور راضی فرمادیں گے حضورؐ کے علم میں تھا کہ میرے بعد قسم قسم کے فتنے پیدا ہوں گے۔ آخر میں دجال کا فتنہ ہو گا جو بارشوں کو برسائے گا، مُردوں کو اپنے طلسم سے زندہ کرے گا۔ دنیا کی عیاشی کی سب چیزیں اس کے ساتھ ہوں گی، تنخواہ، روٹی، عہدہ سب کچھ اس کے پاس ہو گا۔ یہاں تک کہ قبروں سے لوگوں کے خویش و اقارب (جو دراصل شیاطین ہوں گے) کو زندہ کر داکر اٹھوائے گا۔ ایسے ایسے قتلوں کا سامنا اس امت کو کرنا تھا تو حضورؐ نے عہدہ کے موقع پر رور و کرامت کے لئے دعائیں کیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق بخش دینے کا اعلان فرمادیا مگر حقوق العباد معاف کرنے کا اعلان نہ ہوا۔ پھر رات کو مزدلفہ میں روتے رہے، تو خدا نے اصحابِ حرقِ نحشوانے کی صورتیں بھی وہاں بتلادیں کہ صاحبِ حق کو راضی کر داکر اُس سے معافی دلوا دی جائے گی، تو حضورؐ کے کس قدر احسانات ہیں امت پر۔ سب سے پہلے قیامت کے دن حضورؐ قبر مبارک سے اٹھیں گے۔ سب سے پہلے پل صراط سے گزریں گے۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ ان کے لئے کھولا جائے گا۔ تو حضورؐ کی امت بھی دیگر امتوں سے پہلے ان کے ساتھ ہو گی کہ جہاں آقا ہو وہاں غلام اور خادم بھی ہوتا ہے۔ تو کیا ایسے محسن کے ہوتے ہوئے اُس سے اپنا رشتہ کاٹ کر کسی اور کے پیچھے چپنا عقلمندی اور احسان شناسی ہے؟

ان احسانات کا تقاضا کیا ہے | آپ کے ان احسانات کا تقاضا ہے کہ ہم نہ صرف حضورؐ کے دین پر قائم رہیں بلکہ قیامت تک ساری دنیا تک اسے پہنچاتے رہیں کہ ساری مخلوق حضورؐ کے ان احسانات سے فیض یاب ہو جائے



اور حضورؐ کے اس پیغام کو اوروں تک پہنچانا اتنا کام ہے کہ کوئی دوسری عبادت اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

حضرت علیؑ اسد اللہ ہیں جھنڈا ہاتھ میں لئے خیمہ کو جا رہے ہیں، حضورؐ کو دیکھ کر فرمایا یا رسول اللہؐ میرا ارادہ ہے کہ کسی یہودی کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اور جہاد میں قتل کفار تو ہے ہی ثواب۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو قولوا لا الہ الا اللہ۔ اگر ان میں سے کسی نے کلمہ پڑھ لیا تو وہ ہمارے ساتھ سب حقوق میں برابر ہے۔ کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی نسلی، قومی، لسانی امتیاز اور ذات پات ادنیٰ نیچ تو اسلام میں ہے نہیں۔ کلکم بنو آدم و آدم من قراب۔ تم سب حضرت آدمؑ کی اولاد ہو اور وہ مٹی سے پیدا کئے گئے، آج امریکہ مساوات کا دعویٰ رہے۔ مگر عورتوں کے باوجود سیاہ فام لیڈر لو تھر کے قتل کے بعد کے حالات دیکھو۔ یہ حقیقی مساوات تو صرف اسلام میں ہے، تو حضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ ایک شخص بھی تمہاری وجہ سے مسلمان ہوا تو یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے مقابلہ میں قیمتی سرخ اونٹوں سے بھری ہوئی ساری زمین بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

**صحابہؓ کی عزت کریں** | سید الشہداء حضرت حمزہؓ کے قاتل ہیں وحشی جنہیں اب ہم رضی اللہ عنہ کہیں گے۔ صحابہؓ سے محبت لازم ہے۔ جب اللہ یہ ہمیں محبت ہے تو اس کے محبوب نبی کریمؐ سے بھی ہوگی۔ اور جب محبوبؐ سے محبت ہوگی تو اس کے صحابہؓ سے بھی ہوگی، اگر تمہیں کسی سے محبت کا دعویٰ ہے۔ مگر اس کی اولاد اور عزیزوں سے نفرت ہے تو یہ محبت کبھی سچی محبت نہ ہوگی اور نہ وہ محبوبؐ آپؐ کو سچا سمجھے گا۔ اسی طرح صحابہؓ نے حضورؐ پر مال و جان ملک و وطن سب کچھ تیار کر دیا۔ آپؐ کے پسینہ گرنے کی جگہ اپنا خون گرایا اور جیسا کہ حضرت ابوسفیانؓ نے فرمایا کہ بڑے سے بڑے بادشاہ اور حاکم سے اپنے چھوٹے کی اتنی رعایت و محبت نہیں، جتنی کہ حضورؐ کے ساتھ ان کے صحابہؓ کو تھی تو حضورؐ کے ساتھ محبت کا



لازمی تقاضا یہ ہے کہ تمام صحابہؓ سے بھی محبت ہو۔ اگر صحابہؓ سے محبت نہیں تو حضورؐ سے ہرگز محبت نہ ہوگی۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم من بعدی عرضاً۔ میرے صحابہؓ کو میرے بعد اپنا نشانہ نہ بنانا۔

تو وحشی حضورؐ کے عم محترم کا قاتل ہے۔ مگر جب وہ اسلام لانے کے لئے آپ کی مجلس میں آیا تو صحابہؓ چونک پڑے اور چاہتے تھے کہ اسے قتل کر دیں مگر حضورؐ کی مجلس کا ادب و احترام مانع تھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے نزدیک کسی ایک شخص کا کلمہ پڑھ لینا اس سے زیادہ ثواب رکھتا ہے کہ روئے زمین کا فردوں سے بھر جائے اور ان کو تم لوگ قتل کرو تو کسی شخص کو مسلمان بنانے کا اجر تمام کافروں کو قتل کرنے سے بھی زیادہ ہے۔ الغرض جب خدا نے ہمیں حضورؐ کی امت میں پیدا کیا تو ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے۔ دیکھو کافروں کو خدا مہلت دیتا ہے۔ ان کے لئے صرف دنیا ہے۔ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ انگریز کو خدا نے ہمارے اوپر دوسو برس حکومت کرنے کا موقع دیا مگر لا الہ الاہ کا اقرار کرتے ہوئے بھی اس نعمت کی قدر نہ ہو تو ایسی قوم پر دنیاوی عذاب بھی جلد آجاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی مہلت اور چٹکارا نہیں فان تولو استبدال قومًا غییر کم ثم لا یمکونوا امثالکم۔ اس نعمت کی بے قدری مت کرو ورنہ کسی اور کو کھڑا کر دے گا۔ جو تم جیسا نہیں ہوگا۔

اس دین کا خلاصہ تین چیزیں ہیں:

دین کا خلاصہ

(۱) ایک تو یہ کہ دل کو پاک رکھا جائے۔ یعنی عقیدہ صحیح ہو کہ اللہ وحدہ

لا شریک ہے، عالم ہے، قدرت رکھنے والا ہے۔ اس نے ہمیں وجود دیا، مدق اور عزت

لے اگر تم نے رد گردانی کی تو خدا دوسری قوم کو کھڑا کر دے گا جو تمہاری مانند نہ ہوگی۔

سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اور تمام تکالیف بھی اللہ ہی جب چاہے پہنچاتا ہے۔ کسی اور کے ہاتھ میں نہ نفع ہے۔ نہ ضرر۔

(۲) حضور اقدسؐ خدا کے آخری نبی ہیں تمام مخلوقات میں سے افضل اور کامل و مکمل۔ سب سے پہلے خدا نے انہی کو نبوت دی۔ عالم ميثاق میں سب سے پہلے انہی کو یہ شرف بخشا گیا۔ کنت نبیا و آدم بین السماء والارض۔ اور عالم ظہور میں انہیں سب سے آخر میں مبعوث فرمایا اور حضورؐ کے اوپر نبوت کی تکمیل ہو چکی ہے۔

(۳) اپنے خلق و اخلاق کو ٹھیک کر دیا جائے مثلاً ہمارے اندر حرص اور تکبر ہے۔ جو بڑی برائیاں ہیں۔

**حرص سے احتراز** | اسلام ہمیں حرص و دلالت سے روکتا ہے۔ اور حرص و دلالت کے کوئی فائدہ بھی نہیں اس لئے کہ جب بچے میں روح پھونکی جاتی ہے۔ تو حدیث میں ہے کہ مرتے پوچھتے ہیں کہ اس کے بارے میں کیا لکھیں۔ اشتی ام سعید۔ یہ بد بخت ہو گا یا سعادت مند؟ اس کی عمر اس کا رزق وغیرہ لکھ دیا جاتا ہے وہ بھوکا رہے گا۔ خواہ وہ کروڑ پتی کیوں نہ ہو جلے کتنے کروڑ پتی ہیں کہ جہنم جو کے ستار اور چند لبکٹ بھی کھانے کو نصیب نہیں ہوتے۔ یہ مضمون بندہ والے عموماً خدا کی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اور کتنے غریب ہیں جنہیں خدا پیٹ بھر کر کھانا دیتا ہے، تو یہ قیمت کی بات ہے تو پھر حرص سے کیا فائدہ۔

بایزید بطامیؒ کسی مسجد میں آئے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو پوچھا کہ کھانا آپ کو کہاں سے ملتا ہے۔ امام نے کہا کہ کبھی کبھی کوئی مقصدی کھانا کھلا دیتا ہے۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ بھائی یہ نماز تو میں نے آپ کی اقتداء میں پڑھی مگر اب اسے لوٹاؤں گا کہ تمہیں اب تک

نفلہ میں اسی وقت نبی تھا جیکہ آدم علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

اپنا رازق معلوم نہیں ہوا تو یہ نماز تیری اقتدا میں کیسے مقبول ہوگی؟

**رازق حقیقی** | تو بھائیو! ہمارا رازق نہ امریکہ ہے نہ روس، نہ زمینداری اور ملازمت۔  
ہاں یہ ذرائع اور وسائل ہیں اور اس کا اندھکاب کرتے رہو۔ مگر موثر حقیقی  
صرف خدا ہے۔ اس بات پر اپنا عقیدہ جماؤ حضرت عبداللہ بن مبارکؓ نے وفات کے بعد  
اپنے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا کسی نے کہا کہ اپنے بیٹے کے لئے بھی کچھ چھوڑ دو فرمایا:  
من کان لله فلیس له حاجۃ الی عبد اللہ۔ جس کا اللہ ہو  
تو اسے عبد اللہ کی ضرورت نہیں تو اس لالچ اور حرص نے دنیا کو تباہ کر دیا یہ  
کروڑوں کا ہنگامہ کرنے والے بھی اپنے آپ کو بھوکا سمجھتے ہیں۔

**حسد** | اسی طرح حسد کو تو کیا خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر کسی سے حسد کرنا خدا کی تقسیم  
پر ناراض ہونا نہیں؟ اور کیا یہ خدا پر اعتراض نہیں کہ اسے کیوں یہ نعمت  
دی اور مجھے محروم رکھا۔ ہاں اللہ سے اپنے لئے بھی اس نعمت کا تقاضا کر سکتے ہو۔ مگر  
دوسرے کے ساتھ اس نعمت کے ہوتے پر خفا کیوں ہوتے ہو۔ ابلیس نے حضرت آدمؑ  
سے حسد کیا عمر بھر کی عبادت رائیگان گئی اسے نسب اور شہرت پر غرور ہوا کہ میں آگ سے  
ہوں اور آدمؑ مٹی سے ہے، تو بجائے حسد کے ایک دوسرے سے محبت، اتفاق  
اور اتحاد چاہئے۔

**تکبر** | اسی طرح قیصری برائی تکبر ہے جس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے آپ کو کسی معمولی  
انسان سے بھی بہتر سمجھے ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ  
نے کسی کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ مسلمان کافر سے اچھا ہے مگر یہ  
مت کہو کہ فلاں مسلمان اس کافر سے اچھا ہے۔ اس لئے کہ فی الحال خطرہ ہے کہ اس  
مسلمان کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو اور کافر کا ایمان پر ہو جائے تو نتیجہ کے لحاظ سے وہ کافر اس  
مسلمان سے بہتر ہو! حضرت ابوالدرداءؓ راستہ سے گزر رہے تھے۔ کسی نے گالیاں

دیں۔ فرمایا یہ لوگ جتنی گالیاں بھی دیں مگر مجھے اس کا فکر نہیں میرے سامنے ایک گھاٹی ہے (جو موت اور حساب و کتاب کی گھاٹی ہے) اگر میں اس سے کامیابی کے ساتھ گزر جاؤں تو مجھے ان گالیوں سے نقصان نہ ہوگا۔ اور اگر ناکام ہوا تو پھر تو میں ان گالیوں سے بھی زیادہ ندمت کا مستحق ہوں۔ تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔ مال و دولت یا کسی اور چیز کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھے۔ قارون نے مال کی وجہ سے چاڑا د بھاٹی پر بڑائی کی اور انجام یہ کہ سب کچھ سمیت زمین میں دھنس گیا۔ فرعون نے حکومت پر غرور کیا سب کچھ سمیت بحیرہ قلزم میں غرق ہوا۔ ابلیس غرور و تنہی کی وجہ سے دائمی لعنت کا مستحق بنا۔ تو اپنی حقیقت پر سوچنا چاہیے کہ کس چیز سے خدا نے ہمیں پیدا کیا؟ لطف سے جو غلیظ پانی ہے۔ پیدائش سے موت تک جسم اور پیٹ میں آلائش گندگی اور خون پھرتے رہے اور موت کے بعد گل سڑ جائیں گے۔ اسی طرح زبان کو جو بہت چلتی ہے عیبت اور گالی گلوچ سے محفوظ رکھو۔ مایلفظ من قول اللہ یہ دقیق عتید۔ کوئی بات منہ سے نہیں نکلتی مگر فرشتے اسے لکھ لیتے ہیں جو چھپ کے نہیں بلکہ زبان پر مونڈھوں پر بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر اعمال کے لئے الگ اور اقوال کے لئے الگ فرشتے ہیں۔

**بدن کی صفائی** آخری چیز یہ کہ بدن کو پاک و صاف رکھو جسم کی صفائی اور طہارت بھی حضور کے دین کی خصوصیت ہے۔ حضرت تھانویؒ نے طہارت بدن کے متعلق ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک متقی عالم کا انتقال ہوا لوگوں نے دفن کیا چونکہ وہاں کی قبور کو کچھ عرصہ بعد کھول کر دوسرے مردوں کو اسی جگہ دفنایا جاتا ہے، تو کچھ عرصہ بعد اس عالم کی قبر جب کھولی گئی تو اس میں سے ایک حسین اور نوجوان عورت کی لاش ظاہر ہوئی اور عورت بھی فرانس کی سیم تھی۔ فرانسیسی لباس میں تھی لوگ حیران ہو کر یہ تماشا دیکھ رہے تھے:

**انگریزی تہذیب والوں کے لئے عبرت** اتفاق سے ایک شخص نے جو ج پر آیا تھا۔ اسے پہچان لیا کہ یہ تو پیرس کی عورت ہے



میں نے اس کو اردو زبان سکھائی تھی اور ماں باپ سے چھپ کر میرے ہاتھ پر اسلام لائی تھی لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ خدانے اس عورت کو اسلام کی وجہ سے مکہ مکرمہ پہنچا دیا۔ مگر وہ عالم کہاں گیا؟ — رفتہ رفتہ بات پھیل گئی اور پیرس میں اس عورت کو جس تابوت میں دفنایا گیا تھا تحقیق کے لئے کھولا گیا تو اس تابوت سے اس متقی عالم کی لاش نکلی۔ لوگوں کی حیرانی اور بڑھ گئی اور اس بزرگ کی بیوی سے اس کے حالات پوچھے گئے تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنے شوہر میں کوئی ایسی خرابی نظر نہیں آتی۔ سوائے ایک بات کے کہ جب اسے غسل جنابت کی ضرورت ہوتی تو اس کی زبان سے نکلتا کہ عیسائیوں کا مذہب اچھا ہے کہ ان کے ہاں غسل جنابت نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس کی زبان سے ایک کلمہ کفر نکلا اور کافروں کی کسی ایک چیز کو اسلام پر ترجیح دی اور ایسا انجام ہوا۔ تو آج لوگ انگریزی آداب اور طور طریقوں پر مرٹنے والے ہیں اور یورپ کے تمام قوانین اور فیشنوں پر قریبہ ہیں۔ معلوم نہیں کون سے گوروں کی قبریں ان کو جگہ ملے گی یہ عالم غیب ہے اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ نصیحت کے لئے اسے منکشف کر دیتا ہے تو اسلام ہمیں ظاہری و باطنی جسم اور روح دونوں کے تزکیہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر چلنے اور مضبوطی سے تھامنے اور باقی لوگوں تک پہنچانے کی توفیق دے۔



# رسول کریم کی اطاعت و محبت

بسم الله الرحمن الرحيم ط. نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم انارحمۃ مہدۃ حضور نے فرمایا میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا رحمت ہوں۔

**سیرت کی ہمہ گیری** | عترم بزرگو! اس مجلس کا انعقاد سردار دو جہاں حضور اقدس کی سیرت کے متعلق ہے۔ سیرت کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ اگر عمر بھر اس کے کسی ایک پہلو کو بیان کیا جائے تو ناممکن ہے، لہذا کہ مجھ جیسے ناقص العلم اسے پورا بیان کر سکیں حضور کی شان تو یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ام المومنین حضرت عائشہ سے کسی نے حضور کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مختصر جواب دیا وکان خلقہ القرآن کہ حضور کے اخلاق قرآن کریم ہی تو تھے۔ الحمد للہ سے والناس تک قرآن کریم کو پڑھیے سیکھیے سمجھئے، یہ سب حضور اقدس کے اخلاق و عادات کی تفصیل ہے۔ تو حضور کی سیرت کے لئے قرآن کا مطالعہ کیجئے تمام بھلائی اور خوبی جو اس میں ہے وہ حضور کی سیرت میں علی طور پر پائی جاتی ہے۔ پھر قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس کے عجائب اور اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔ اس طرح حضور کی سیرت مبارکہ کی تفصیلات اور عجائبات بھی ختم نہیں ہو سکیں گے۔

**دو قسم کی روشنیاں** | بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں جسم عطا فرمایا۔ اس کے لئے دو قسم کی روشنیوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو آنکھوں کی روشنی جسے ہم بصارت کہتے ہیں اور اس کے ذریعہ راستہ پر چلتے ہیں۔ کٹھن اور دیگر اذیت والی چیزیں دیکھتے ہیں۔ اس طرح نفع کی چیزیں معلوم کرتے ہیں۔ ظاہری حسن و قبح کا فرق اس کے ذریعہ ہوتا ہے جسم کی زندگی کی بصارت۔ مبنائی پر موقوف ہے۔ اندھا بے چالا کسی کام کا نہیں ہوتا۔ مگر قوت بصارت

ایک خارجی اور بیرونی روشنی کی محتاج ہے۔ اگر رات کو روشنی نہ ہو تو آفتاب نہ ہو تو اس  
 بنیائی سے کچھ کام نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ مارتے پھریں یہ آنکھیں اس خارجی روشنی کے بغیر  
 منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکیں گی بلکہ تباہی کی طرف لے جائیں گی۔ غرض جسم کی بیرونی ترقی اور  
 بقا کے لئے روشنی کی ضرورت تھی، تو خدا نے جو رب ہے، آہستہ آہستہ تدریجاً اندر بجائے ہر شے  
 کو اپنے کمال تک پہنچاتا ہے۔ اس کے لئے چاند ستارے آفتاب وغیرہ پیدا کئے۔ موم بتی کی  
 روشنی اس سے زیادہ چراغ کی اس سے زیادہ بجلی اور چاند اور سب سے زیادہ آفتاب کی۔  
 اس طرح انسان کی روحانی ترقی اور مینوی بقا و حفاظت کے لئے اندرونی روشنی انسان کو دی  
 جسے عقل، فکر اور فہم کہا جاتا ہے۔ مگر جس طرح جسمانی روشنی خدا نے متفاوت پیدا کی ہے۔ اس طرح  
 خدا نے ہر انسان کو عقل اور فہم متفاوت دی کسی کو زیادہ کسی کو کم۔

**انسانی عقل اور بصیرت نور نبوت کے بغیر بے کار ہے** | اور جس طرح آنکھیں خارجی  
 روشنی کے بغیر بے کار ہیں اس طرح اس بصیرت بالنی اور عقل و فہم کے لئے ایک بیرونی روشنی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص افلاطون  
 ارسطو، فیثاغورث اور جالینوس بن جائے۔ اس سے بھی بڑا عقلمند بن جائے مگر جب تک خدا کی  
 پیدا کردہ اس خارجی روشنی سے فائدہ نہ لے تو اس کا عقل و فکر اندھیروں میں بھٹتا رہے گا اور منزل مقصود  
 تک کبھی نہ پہنچا سکے گا۔ بلکہ کسی تباہی کے گڑھے میں گر کر ہلاکت کا باعث بن جائے گا۔ یہ بیرونی روشنی  
 نبوت اور وحی الہی کی روشنی ہے اور انبیاء علیہم السلام اس روشنی کے حامل ہیں۔ خدا نے اس روشنی  
 کے لئے انبیاء کو بھیجا۔

**حضور آفتاب عالم تاب ہیں** | پھر جس طرح ظاہری روشنیاں متفاوت ہیں۔ کوئی موم بتی  
 اور چراغ کی مانند ہے۔ کوئی تاروں کے برابر کوئی چاند کی  
 شکل میں۔ ہمارے حضور خاتم النبیین ہیں، تو ان کی مثال آفتاب کی طرح ہے۔ شاگردوں اور امتوں کی  
 استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے اساتذہ اور انبیاء بھیجے گئے حضور کو آفتاب بنا کر بھیجا کہ حضور اقدس کا  
 دور علم کے انتہائی عروج اور ترقی کا زمانہ تھا۔ ہر وہ چیز نور ہے مگر تمام انبیاء کا یہ دور وہ نور ہے جو روشنی  
 میں ہی سب سے بڑھ کر ہے اور جب آفتاب موجود ہو تو چھوٹی روشنیوں کی ضرورت نہیں ہوتی نہ کوئی



دن کی روشنی میں بجلی یا چراغ جلاتا ہے اب اگر مغیر کی ہدایات کی روشنی میں ہماری زندگی گزرے گی۔  
تب ہمارا عقل، یہ سیاست، یہ علم، یہ سائنس اور یہ نظام کام دے گا اور ہماری کامیابی کا باعث ہوگا۔

**ایمان کے لئے حضورؐ سے ربط و تعلق لازمی ہے** | یہ روشنی جو یہاں جل رہی ہے اس کا نام بلب ہے۔ اور یہ

روشنی ایک پاؤر ہاؤس سے آتی ہے۔ جو مالاکنڈ اور درسک میں موجود ہے اگر اس بلب کا رابطہ اپنے پاؤر ہاؤس سے کٹ جائے یا فیوز ہو جائے تو روشن نہ ہوگا۔ بلکہ سیاہ اور تاریک ہو جائے گا۔ پھر اس تک دو تار لگے ہیں ایک سرد اور ایک گرم اور دونوں کے ذریعہ رابطہ قائم ہے پاؤر ہاؤس سے اگر ان تاروں میں سے ایک بھی کاٹ دیں تو یہ بلب روشن نہ ہو سکے گا۔ رابطہ قائم ہو اور فیوز نہ ہو تو یہ کام دے گا یہ میدان بھی روشن ہوگا۔ یہی حال ہمارے دل کا ہے اور اسے بھی خدا نے بلب کی شکل کا بنا دیا ہے اس میں ایمان اور یقین کی روشنی تب آئے گی کہ رابطہ ہو اس کا پاؤر ہاؤس سے۔ یہ پاؤر ہاؤس مدینہ طیبہ ہے اور حضور اقدسؐ کا گنبد خضرا ہے جس نے اپنے دل کو اس مرکز ہدایت اور نور کے سرچشمہ سے متور کیا اس کا نام بن گیا سیدنا ابو بکر صدیقؓ۔ اس کا نام بن گیا حضرت عمرؓ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ حضرت خالد بن ولیدؓ یہ روشنی حضورؐ کی شکل میں اب بھی زندہ اور موجود ہے۔ خدا کے دینے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ لینے والا نہیں قلوب اندر سے فیوز ہیں تاریک ہیں کیونکہ رابطہ ٹھیک نہیں اور جب دل تاریک تو سارا جسم اور سارا ماحول تاریک ہے۔ کیونکہ سارا مدار دل ہی پر تو ہے۔ الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلمۃ الا وہی القلب جسم میں ایک ٹکڑا ہے جو صحیح ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر وہ فاسد ہو تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے پھر جس طرح بلب کی روشنی دو تاروں پر موقوف ہے اور ہر ایک کی خاصیت الگ الگ ہے۔ اگر یہ تار ٹھیک نہ ہو تو تمہاری سائنس نہ چلے گی۔

**محبت رسولؐ** | اس طرح حضورؐ کے ساتھ رابطہ کے بھی دو تار ہیں ایک حضورؐ کی محبت دوسری حضورؐ کی اطاعت۔ ان میں سے ایک یعنی محبت گرم تار ہے اور اطاعت سرد محبت

تو سارا اپنی عزت مال و آبرو اور جان سے بھی زیادہ۔ حضورؐ نے فرمایا لا یومن احدکم حتیٰ الکن احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ تم میں سے کوئی شخص مسلمان



نہیں بن سکتا جب تک مجھے اپنے باپ بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے۔

**اطاعت** | دوسرا تارا طاعت اور فرمانبرداری ہے اس میں ادب ہوتا ہے۔ جذبات کو چھوڑ کر خواہشات کو چھوڑ کر حضورؐ کی اطاعت اور تابعداری کرنی پڑے گی۔ یہ رابطہ تب صحیح ہو گا کہ خدا نے حضورؐ کو جن احکام کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان کے مطابق زندگی صرف ہو۔ ان احکام میں تجارت کے احکام بھی ہیں۔ ملازمت و معاشرت کے بھی گھر بار، مزدور و آقا کے احکام بھی موجود ہیں بغیرت اور فقیہی اور سلطنت اور حکومت کے طریقے بھی ہیں۔

**دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی قدر و قیمت** | غزوہ خندق میں حضورؐ بچاؤ الے کر اپنے ہاتھوں سے خندق کھود رہے ہیں حضرت بڑے

فرماتے ہیں کہ پیٹ مبارک سے کپڑا سرگیا تو دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے پتھر بندھے ہوئے ہیں۔ آقاؐ ساتھیوں کو خدا کی راہ میں مشغول دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور زبان مبارک پر یہ جزیہ کلمات ہیں: **اللهم لا عيش الا عيش الآخرة فاغفر لالانصار والمهاجرة**۔ دنیا کی خوشی کوئی خوشی نہیں۔ قارون اور مردوتنی دولت ہو تو کیا فائدہ؟ سب کچھ رہ جاتا ہے اس موجودہ دنیا میں سینکڑوں مثالیں دیکھئے آج تخت پر ہے تو کل تختہ پر حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو خوشخبری دی آخرت کی جو خواہ کے مزدور نہ تھے اللہ کے مزدور تھے۔ مگر جس نے خدا کی خوشنودی کے لئے کام کیا دنیا کے تاج و تخت بھی اس کے قدم چومتے ہیں پناہ پر اس موقع پر خوشخبری سنائی۔ بچاؤ واجب مارا تو روشنی لگی اور اس میں قیصر و کسریٰ اور صنعا میں کے شککے نظر آئے حضورؐ نے صحابہؓ کو بشارت سنائی کہ یہ سب کچھ تمہارے قدموں میں ہوگا۔ مگر فرمایا کہ اے اللہ عیش صرف آخرت کی عیش ہے یہ سب دنیا تو فانی ہوگی۔ آخرت کی عیش کو اہم مقصود بنا دینا اس دنیا میں ہمارے جسم سمیت جو کچھ بھی ہے نہ ابتداء میں تھا۔ اور نہ باقی رہنے والی چیزیں ہیں۔

**انسان کی حقیقت** | حضرت علیؓ مسلمانوں کے خلیفہ رابع اور حضورؐ کے داماد فرماتے ہیں کہ جو شخص پیشاب کے دو قطروں سے پیشاب کے دو راستوں کے

ذریعہ پیدا ہوا، زندگی بھر ہر حال میں اس کے پیٹ اور بدن کے اندر نجاست اور غلاظت موجود ہو۔ ہر وقت نجاست کو لئے پھرتا ہے اور مرنے کے بعد گل ٹر کر کیڑوں کی خوراک بن جاتا ہے بدبودار ہو

جاتا ہے۔ ایسا شخص اپنے آپ پر کیوں غرور کرے۔ ہم کیا ہیں؟

**خدا کی نعمتوں کی شکر گزاری** | یہ خدا کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔ ہر نعمت پر شکر ادا کرنا ہے۔ نعمت

فحس سے ملتی ہے اللہ تعالیٰ احسن ہیں تو اس کے احسانات کو تو مانو دل سے پھر زبان سے کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کو فارغ ہو جاؤ تو الحمد للہ کہو اور اس کھانے سے جو تقویٰ ملے اسے خدا کی بندگی کا ذریعہ بنا دو۔ یہ ہے شکر۔ اب تو زبان سے بھی اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ غرض حضورؐ نے شکر اور بندگی کے تمام طور طریقے بتلائے۔ حضورؐ اسلام اور مسلمانوں کے لئے پاؤں ہاؤس ہیں۔ اور آج بھی گنبدِ خضراء میں تمام کمالات اور صفات کے ساتھ موجود ہیں وہاں سے روشنی ہمارے دلوں میں اور ہمارے اعمال میں تب پیدا ہوگی کہ اپنا رابطہ ٹھیک کر لیں۔

**دنیا میں شروعاتِ حضورؐ سے رابطہ نہ ہونے کا نتیجہ** | آج جو تمام دنیا میں اندھیرا ہے

اور مسلمان بھی اس میں بھٹک کر ذلت و خواری کے گڑھے میں گر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دونوں تاروں کو کاٹ دیا ہے اطاعت کا تار بھی اور محبت کا بھی۔ اگر محبت اور اطاعت کا دعویٰ ہے تو صرف نام رہ گیا ہے۔

**محبت اور اطاعت دونوں لازمی ہیں** | محبت جس میں اطاعت نہ ہو کسی کام کی نہیں اور اصل عداوت ہے اور صرف قانونی اور رسمی

اطاعت کہ محبت نہ ہو وہ بھی باعثِ نجات نہیں۔ بیوی بچوں ہماری محبت ہے تو سفر و حضر میں رات دن ایک کر کے ان کے آرام اور راحت کے لئے کمانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ خواہ حلال ہو یا حرام کسی تکلیف اور مصیبت کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ ان کے ساتھ قلبی رابطہ ہے محبت ہے۔ ان سے کسی بدے کی توقع نہیں، نہ کسی خیر اور نفع کا لالچ ہے کہ فطری محبت ہے ان کے ساتھ، اگر حضورؐ کے ساتھ حقیقی اور صحیح محبت آجائے تو تابعداری اور اطاعت کے لئے نہ تبلیغ کی ضرورت ہوگی نہ تعلیم و تلقین کی۔

خود بخود اطاعت آئے گی۔ ہر بات ہر عمل اور عادت میں محبوب کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ جارج پنجم نے داڑھی رکھی پوچھا گیا کہ کیوں؟ کہا کہ مجھے دنیا میں جس انسان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی وہ میرا باپ تھا۔ چونکہ اس نے بھی داڑھی رکھی تھی تو میں نے بھی رکھی۔ پھر محبت میں مصلحت اور حکمت تلاش نہیں کی جاتی کہ کیوں ایسا کروں؟ کیا فائدہ ہے؟ اور کیا فلسفہ ہے اس میں؟ جب

محبت ہوگی تو اطاعت لازمی ہے۔ وہ محبت نہیں بھوٹا دعویٰ ہے آج محبت نہیں رہی تو اطاعت بھی چلی گئی نتیجہ کیا نکلا؟ آج ہم سرنگوں ہیں مسلمانوں کے دل زخمی ہیں کہ کروڑوں مسلمان ۲۲ لاکھ یہودیوں سے شکست کھا گئے۔

**حضور اور صحابہؓ کی فتح مندلیوں کی وجہ** | یہ ابو عبیدہؓ، عمرو بن العاصؓ، سعد بن ابی وقاصؓ جنہوں نے مصر و عراق اور ایران و شام فتح کیا۔ وہ کیا تھے؟

حضرت عمرؓ فاتح بیت المقدس کی کیا حالت تھی؟ دولت و حکومت سب پاس ہے مگر کرتے کیا ہیں۔ آٹھ آٹھ پیوند کپڑوں میں لگے ہوئے تھے۔ پوچھا گیا کیا خزانہ میں گنجائش نہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے اپنے آقا کو دیکھا کہ بحرین سے ایک لاکھ کی دولت آئی۔ مگر اپنے افطار کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا۔ کیا یہ حضرات بلند نگیں نہیں بنا سکتے تھے؟ ہنس رات حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے تو چراغ کا تیل ادھار لیا گیا تھا حضور علیہ السلام کے گھر کی یہ حالت تھی کہ نابالغ آدمی ہوتا تو چھت سے سر لگتا۔ ظاہری حالت یہ تھی اس کمرے کی کہ جہاں حضور اقدسؐ کا جسد اطہر اب بھی موجود ہے اور جو عرش سے بھی اعلیٰ ہے عرش اہل پر فر کرتا ہے حضورؐ نے اسوہ پیش کیا کہ قومی دولت کو ذاتی منافع میں نہ لگاؤ۔ حضرت عمرؓ بیت المقدس میں فاتحانہ داخل ہو رہے ہیں غلام اور اسد کا ایک ہی اونٹ ہے سواری کے لئے۔ باری باری اس پر سفر کرتے ہیں۔ بیت المقدس پہنچتے وقت غلام کی باری تھی اس کو بٹھایا اور خود مہار پکڑے ہوئے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ غلام کو امیر المومنین سمجھے۔ اور آج ہماری حالت کیا ہے؟ درحقیقت آنچہ بر ما است از ما است — ہمارے ہاں لڑائی کے وقت ہمارے لیڈر نے اتنا تو کہا کہ کفار نے لا الہ الا اللہ کہنے والی قوم کو دعوت مبارک دی ہے — اگرچہ یوں اور جہازوں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ مگر اسرائیل کے مقابلہ میں یقیناً غالب ہو جاتے۔ مگر رابطہ اپنے مرکز اور پاؤں سے توڑ دیا۔ یہاں کے لوگ تھوڑے عرصہ کے لئے بدل گئے خدا کی طرف راغب ہوئے تو خدا نے ذلت اور رسوائی سے بچایا۔ مگر یہاں کی حالت بھی بعد از جنگ تیزی سے بدل گئی عوام اور خواص سب اپنی پرانی روش پر آگئے اور نہ اباب اقتدار خدا کی اس نعمت کے شکر گزار ہوئے بلکہ خدا کے غضب کو دعوت دینے والی باتوں پر اڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ دوبارہ آزمائش اور امتحان نہ لائے ورنہ خدا کی گرفت کا خطرہ ہے مسلمانوں کی قوت و طاقت تو حضورؐ کی اتباع اور وابستگی میں ہے ان کی سنتیں پر چلنے میں ہے۔ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز مجدد اول خلیفہ تھے



تو حکام اور عمال کے نام خط بھیجا کہ اگر میری خلافت میں حضورؐ کی ایک سنت زندہ ہو جائے اور اس کے لئے عمر کے بدن کا ریزہ ریزہ ہو جائے اور ساری حکومت چلی جائے پھر بھی اسے کامیابی سمجھوں گا۔ اور اگر ساری دنیا کی بادشاہی میرے قبضہ میں ہو مگر حضورؐ کی کوئی سنت مٹ جائے تو عمر کامیاب نہیں۔ خداوند تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ تمہاری غمی اور شادی اور گھریلو معاملات، اجتماعی تعلق کس شکل پر ہے۔

**حضور اقدسؐ اسوۂ حسنہ ہیں** | وہ پوچھیں گے میں نے تمہارے پاس ایک نمونہ بھیجا تھا اور تم نے اس نمونہ کو اپنا معیار بنایا یا نہیں؟ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۂ حسنۃ بے شک تمہارے لئے رسول کریمؐ میں بہترین نمونہ ہے۔

تم درزی کو کپڑے دیتے ہو اور نمونہ بھی اس کے سامنے رکھ دیتے ہو کہ اسی طرح کپڑا چاہتے ہیں۔ خدا نے ہمیں نمونہ دیا کہ زندگی کو اس کے مطابق ڈھال کر میرے پاس لوٹنا جن لوگوں نے اس صورت کو اپنایا وہ کروڑوں پر بھاری ہوئے۔ ۳۱۳ بدریں ۷۰۰ اُحد میں اور ۳۰۰۰ خندق میں مگر ہزاروں کو شکست دیتے ہیں، اور آج ستر کروڑ ہیں۔ مگر اسوۂ حسنہ بنایا ہے امریکہ اور روس کو تو اندر سے کھوکھلے ہیں اور سمندر کی جھاگ اور خس و خاشاک کی مانند ہیں۔ روس اور امریکہ اور دوسرے کفار جو اباذوں کے ہاتھوں میں تاش کے پتے بن کر رہ گئے۔ کبھی ایک کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کبھی دوسرے کو۔ ہمارے مخلص اور غیر خواہ تو صرف حضور اقدسؐ ہیں۔ ان کے ساتھ اگر تعلق ہے تو کامیابی ہوگی ورنہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ وَاَتُحَدِّثُكُمْ عَنْهُ ان الحمد للہ رب العالمین۔



## فرضیہ نبوت

\* تلاوت آیات — تزکیہ نفوس — تعلیم کتاب و حکمت

تقریر حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ نے مشرقی پاکستان کے دوران  
یہیں سنگھ کی جامع مسجد کے عظیم اجتماع میں بعد از نماز طہر ۲۶، ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ  
۲۶، فروری ۱۹۶۸ء کو ارشاد فرمائی: حاضرین کا تخمینہ ۳۰، ۳۵ ہزار کے لگ بھگ  
تھا۔ ————— ”س“

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا منهم  
يتلوا آياته و يذكيهم و يعلمهم الكتب و الحكمة۔  
محترم بزرگوار! اس آیت میں خداوند کریم نے حضورؐ کی بعثت کو یونین پر بطور ایک احسانِ عظیم کے  
ذکر فرمایا، نیز حضورؐ اقدسؐ کے فرائض منصبی کو بھی بیان کیا گیا کہ ان کا کام تلاوتِ آیات، اور تعلیم  
کتاب و حکمت ہے۔ — اس فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حضورؐ نے جس شفقت،  
انہماک اور محنت و مشققت برداشت کرنے کا مظاہرہ فرمایا، کوئی مثال اس کی نہیں مل سکتی۔ اس  
امت کی تعلیم و تربیت اور انسانوں کو خدا سے ملانے کے لئے حضورؐ کو عجیب رافت و شفقت  
خدا نے عطا فرمائی تھی۔ لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه  
ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم۔

امت سے حضورؐ کی آخری ملاقات | زندگی کے آخری وقت میں ہر شخص کو دنیا  
سے جاتے ہوئے اپنی اولاد اور مال و دولت

دیگرہ کی فکر ہوتی ہے۔ مگر حضور اقدسؐ نے جس دن وصال فرمایا اس دن صحابہ کرامؓ کا صبح باجماعت نماز پڑھنے کے دوران حجرہ مطہرہ کا پردہ اٹھایا۔ مسجد بھری ہوئی تھی، صحابہ نماز میں کھڑے ہیں صحابہؓ نے گوشہ حیم سے دیکھا سید الکائنات علیہ السلام کا چہرہ سامنے ہے حضور انورؐ کا چہرہ جیسا کہ مصحف قرآن کا ایک ایک صفحہ علوم و انوار اور برکات سے سمورتا بندہ ہے اسی طرح چہرہ انورؐ نور سے بھرا تھا، تبسم چہرے پر طاری تھا۔ صحابہ کرامؓ کو بڑی خوشی ہوئی اور انہوں نے چاہا کہ دوڑ کر حضورؐ سے لپٹ جائیں، نماز چھوٹ جانے کا خطرہ صحابہؓ کو لاحق ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ مسئلے سے پیچھے ہٹنے لگے حضورؐ نے اشارہ سے روک کر فرمایا نماز پڑھتے رہو۔ پھر پردہ سرکا کر اندر تشریف لے گئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضورؐ نے اپنی امت کے ساتھ آخری ملاقات نماز کی حالت میں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری کے وقت اس حالت کی شہادت دے سکیں کہ جو قوم اللہ کے دروازے سے بھٹکی ہوئی تھی، کوئی لالت اور عزی کو پوجتا تھا، کوئی منات کو، اور کوئی شیطان کو اپنا معبود بنائے ہوئے تھا۔ اے اللہ! میں نے انہیں تیرے دروازے پر حاضر کر دیا اور اسے تیری عبادت کرتے چھوڑ کر آیا ہوں۔

**بہر وقت امت کی فکر** | حضورؐ کو ہر لحظہ اپنی امت کی دامنگیر رہی۔ حجۃ الوداع میں عرفات کے موقع پر دعا کی اور تشفی کرانا چاہی کہ میری امت کا کیا حال ہوگا۔ حضورؐ آخری نبیؐ ہیں اور آپ کی امت آخری امت۔ اور اسے راہ حق سے بھٹکانے کے لئے بے حساب فتنے سراٹھائیں گے۔ دولت، عورت، حکومت، عیاشی اور دیگر بہت سی چیزیں ہوں گی امتی کس کس فتنے کے مقابلہ میں کامیاب ہوں گے تو دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری امت کے بخشے کی بشارت دے تو اللہ تعالیٰ میدانِ عرفات میں اپنے حقوق معاف کر دینے کی بشارت دی اور حقوق البہا کی معافی کا اعلان نہ ہوا۔ حضورؐ بے چین رہے رات کو مزہ دلفن میں رو رو کر پھر دعا مانگتے رہے کہ اے اللہ! حقوق العباد بخشنے کی کوئی صورت بھی فرما دیں، اس طرح کہ صاحبِ حق کو حق بھی پہنچ جائے اور اس حق تلفی کرنے والے کو سزا بھی ملے تاکہ ابدی عذاب سے نجات پالے تو خداوند کریم

نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور صورت تیلادی کہ قیامت کے دن مدعی اور مدعی علیہ کے سامنے ایک عظیم الشان باغ اور ایک شاندار محل آجائے گا۔ دونوں مقدمہ چھوڑ کر متوجہ ہو جائیں گے کہ یا اللہ یہ شاندار باغ اور محل کس کے نصیب میں ہوگا۔ کسی شہید یا کسی مجاہد یا کسی نبی ہی کا ہوگا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ تو فروخت کے لئے ہے، وہ تعجب ہوں گے کہ اسے کون خرید سکتا ہے؟ اللہ فرمائے گا کہ خرید سکتا ہے اگر تو اپنے حقوق حقدار کو معاف کر دے تو تجھے ہی دے دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ کروڑوں حقوق جنت کی ایک اینٹ کے برابر بھی نہیں ہو سکتے وہ فوراً اپنا حق بخش دے گا اور دونوں مدعی مدعی علیہ خوشی خوشی ہاتھ ملا کر صلح کرنے کے بعد جنت میں چلے جائیں گے۔

قربان جائیے اللہ بھی کیسا رحمان و رحیم اور حضور بھی ہمارے حق میں کیسے رؤف و رحیم ہیں۔ وما ادسلنک الا رحمة اللعالمین تمام غلوثات اسی رحمة للعالمین کی برکات اور فیوضات سے مالا مال ہو رہی ہے۔ تو اس ذات اقدس نے ہماری نجات کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ بشرطیکہ ہمارا رشتہ حضور سے استوار ہو جائے۔

**حضور سے ہمارا رابطہ کیسے ہو سکتا ہے** | اس ذات اقدس کے ساتھ ہمارا کچھ تو تعلق رابطہ اور کنکشن ہونا چاہیے، وہ

ذات اقدس اب بھی گنبد خضریٰ میں اپنے تمام کمالات اور فضائل کے ساتھ قیام فرما ہیں اور ہمارا ان سے رابطہ ضروری ہے۔ اور یہ رابطہ تب صحیح ہوگا کہ ہمارے اندر حضور کی اطاعت اور محبت دونوں کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ یہ میرے سامنے بجلی کے دو تار ہیں، ایک گرم اور ایک سرد دونوں جمع ہوں تو بجلی روشن ہو سکے گی۔ اسی طرح ہمارے دل کا بلب جب رسول اللہ کے ساتھ دو تاروں سے ملے گا تو ہمارے قلوب نور ایمان سے منور ہوں گے۔ رسول اللہ سے محبت گرم تار ہے، اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری ٹھنڈی ہے۔ نہ صرف محبت سے کام چلتا ہے، نہ خالص قانونی اطاعت سے۔ مگر افسوس ہمارا تو سرے سے کنکشن ہی کٹا ہوا ہے۔ اور حضور سے تعلق تو وہ عجیب نعمت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی

متناظر فرمائی، اور انبیاء سابقین نے اپنی امتوں کو وصیت فرمائی کہ اگر حضور کا زمانہ پاسکو تو ان کی اطاعت اور محبت میں کوتاہی نہ کرنا۔ بلکہ انبیاء سے خداوند کریم سے میثاق لیا کہ لتؤمنن بے ولتنصرتنہ۔ کہ تم ضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے۔

محترم بزرگو! حضورؐ نے وصیت فرمائی کہ تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، کتاب اللہ سنتی، اگر انہیں تھامے رکھو گے تو ہرگز گمراہ اور ہلاک نہ ہو گے، ایک خدا کی کتاب جو اللہ کا کلام ہے جس کی تعلیم کے لئے خدا نے حضورؐ کو بھیجا اور پھر انسانوں ہی میں سے بھیجا، اگر رسول کوئی فرشتہ ہوتا تو اسے انسانی حوائج و ضروریات اور انسانی جبلت اور طبیعتوں کا اتنا اندازہ نہ ہوتا۔ اور ایسی محبت نہ ہوتی جو رسولؐ کو انسانوں ہی میں سے ہونے کی صورت میں ہے۔

— تو حضورؐ کا پہلا کام اللہ کے کلام اور کتاب کے سلسلہ میں یہ تھا کہ  
**حضورؐ کا پہلا کام** | **یتلوا علیہم آیاتہ** — اللہ کی آیات کی تلاوت ان سے

کراتا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب انسان ایک چیز کو زبان سے پڑھتا ہے تو وہ چیز دل و دماغ میں سہاویت کرتی جاتی ہے۔ بشرطیکہ دل جو ظرف اور برتن ہے وہ پاک اور صاف ہو۔ اگر برتن مٹا اور پاکیزہ ہے تو اس میں دودھ ڈالا جائے گا، نگہ شباب کے برتن میں پاکیزہ چیز نہیں ڈالی جاتی تو یہ دل جو روح اور جسم کا مرکز ہے، لطیف ہے، جب یہ پاکیزہ ہوگا تو قرآن اس میں اترے گا۔

دل کی عجیب حالت ہے، حسب ارشاد خداوندی **هل اتی علی**  
**دل تجلی گاہ ربانی** | **الانسان حین من الدھر**۔ خداوند تعالیٰ نے جب

حضرت آدمؑ کے ڈھانچہ اور کالبد کو تیار کیا تو چالیس برس پڑا رہا، ابلیس آکر اس ڈھانچے کے ارد گرد چکر لگاتا جہنم کے سوراخوں کو دیکھتا رہتا۔ پیٹ کو ٹھونکتا اور خوش ہوتا کہ چلو یہ تو اندر سے خالی ہے، اور میں ان راستوں کے ذریعہ انسان کو بھٹکانے میں کامیاب ہوں گا۔ مگر دل کو دیکھ کر پریشان ہوتا کہ یہ کیسی چیز ہے، اس میں گھسنے کا تو کوئی راستہ ہی نہیں۔ تو دل ایسی چیز ہے کہ اگر اس کی حفاظت ہو جائے تو شیطان کا کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا حدیث قدسی ہے کہ:



لَا يَسْتَعْنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَكِنْ يَسْعَى قَلْبُ عِبْدِي الْمُؤْمِنِ  
 (اوصاف قال) — تجلیات خداوندی کی متحمل نہ زمین ہو سکتی ہے نہ آسمان، البتہ میرے  
 مومن اور صاف دل بندے کے دل میں میرا جمال اور تجلی سما سکتی ہے — سورج کا عکس  
 پہاڑ اور بڑے بڑے سہیلوں اور عمارتوں میں نہیں آ سکتا مگر ایک چھوٹے سے شفاف  
 آئینہ میں سارے سورج کا عکس سما جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ لطیف پاکیزہ اور شفاف ہوتا ہے  
 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تجلی ذات باری کی خواہش ظاہر کی، خداوند کریم نے  
 پہاڑ پر اپنی تجلی کا ایک کرشمہ ظاہر کر دیا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا۔ فَلَمَّا تَعَجَّلَىٰ رَجَبًا  
 جعله ذكًا۔ مگر دل اگر صاف ہو تو خدا کی تجلی اس میں آ جاتی ہے اور ایک تہجد گزار وہ  
 آوازیں سن سکتا ہے جو خداوند تعالیٰ بندے کی حاجت برآری کے لئے سحری کے وقت  
 فرماتے ہیں۔

**قلوب کا تزکیہ** | تو پتھر کا کام تلاوت کرنا تھا، اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اس دل و دماغ  
 میں راسخ کرانے کے لئے قلوب کا تزکیہ بھی کراتا ہے کہ باطن صاف اور  
 مستعد ہو کر اسے قبول بھی کر سکے، اور یہی وجہ ہے کہ دل الالٹوں سے آلودہ ہو تو صحیح علم اور دینی  
 فقاہت بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

شكوت الى وكيله سوء حظي فاصافي الى ترك المعاصي

اگر ہمارے دلوں میں فانی چیزیں اور فانی دنیا موجود ہو تو اس میں باقی اور ابدی چیز نہیں اتر  
 سکتی کلام خداوندی باقی ہے اور جو اس سے مرتبط ہوا وہ بھی باقی ہو گیا اور جو فانی چیزوں سے مربوط  
 ہوا خواہ قارون و ہامان یا امریکہ اور روس کا صدر کیوں نہ ہو، مٹ جائے گا۔ اس لئے حضور کا  
 دوسرا کام تزکیہ قلوب ہے۔

**اب تو تلاوت اور تعلیم کتاب و نون سے انکار ہو رہا ہے** | تلاوت اور تزکیہ نفوس  
 کے علاوہ تیسرا کام

حضور کا یہ تھا: یحکمہم الکتاب۔ حضورؐ اپنی امت کو کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں آیات کی شرح و تفسیر بھی کرتے ہیں، مصداق اور مراد خداوندی بھی متعین کرتے، اس کی عملی صورت اور شکل بھی امت کے سامنے رکھتے۔ منکرینِ حدیث کو کون سمجھائے کہ اگر حضورؐ کا منصب تعلیم کتاب اور قرآن کی تفسیر و تشریح کا نہ تھا تو یستلوعلیہم کے بعد یحکمہم حالانکہ خود کتابوں کے مطالعہ سے علم حاصل نہیں ہوتا ورنہ سب لوگ کتاب خرید کر مطالعہ کرتے، کول یونیورسٹی کالج اور مدرسوں کی کیا ضرورت تھی۔ حالانکہ خود کتابوں کے مطالعہ کرتے، سکول، یونیورسٹی کالج اور

مدرسوں کی کیا ضرورت تھی۔ استاد، مرشد اور پروفیسر کی حاجت تھی۔ تو قرآن کی تفسیر نئی کے تعلیم کے بعد محض تلاوت کے ذریعہ کیسے امت کی سمجھ میں آسکتی۔ اور اب تو تلاوت کو بھی عبث اور فضول کہا جانے لگا ہے۔ تعلیم کتاب کا حق بھی حضورؐ سے چھینا جاتے ہیں، رہ گئی تلاوت تو اسے بھی خیر اہم کہا جانے لگا۔ العیاذ باللہ تلاوت اور تعلیم دونوں نہ رہے تو رہ کیا جائے گا۔

اسلام بنیادی چیزوں پر زور دیتا ہے | حضورؐ نے دھمال کے وقت کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کی وصیت کی حالانکہ حضورؐ کے دھمال کے وقت نئی نئی حکومت قائم ہوئی تھی۔ عرب ترقی کا محتاج ملک تھا۔ زرعی، تجارتی اور اقتصادی امور ان کے سامنے تھے۔ تو چاہئے تھا کہ کارخانوں اور ٹینکوں وغیرہ کے بارہ میں وصیت کرتے، اور اسلام ان چیزوں کا مخالف بھی نہیں۔ مگر وہ اصل اور بنیادی چیزوں کو لینا چاہتا ہے۔ کہ جب کتاب و سنت پر عمل رہے گا تو اس میں اخوت کے ساتھ دنیا کا ہر شعبہ بھی خود بخود آ جائے گا۔

ضروری اور غیر ضروری باتوں کی عجیب مثال | آجکل لوگ غیر ضروری جزئیات کے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ اسی لئے کایا نہیں ہوئے۔ مولانا ایسا کس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک عجیب مثال بیان فرمائی ہے کہ کہیں

ایک کبوتر پھر رہا ہو اور اس پاس ہر طرف آئینے رکھے ہوں تو ہر آئینہ میں کبوتر چلتا پھرتا دکھائی دے گا۔ اب ایک شخص کبھی ایک آئینہ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے کہ کبوتر کو پکڑ لے اور کبھی دوسرے کی طرف مگر کبوتر ہاتھ میں نہیں آتا۔ ایسے شخص کی ساری عمر اسی طرح برباد ہو جائے گی اور اگر وہ اصلی کبوتر کو پکڑ لے تو ہر طرف نظر آنے والے کبوتر بھی اُسے اپنے ہاتھ میں دکھائی دیں گے کہ جب اصل ہاتھ میں آیا تو اس کے عکس بھی قبضہ میں آجائیں گے۔

اس لئے حضورؐ نے بنیادی طور  
حضورؐ نے معجزات سے بڑھ کر اہمیت تعلیمات کو دی | معجزات کی بجائے اپنے

علوم و معارف تعلیمات اور کتاب و سنت کو اپنی صداقت کے لئے پیش کر دیا کہ اہل علم عالمانہ شان کے مطابق حالات دیکھ کر آپ کی صداقت مان لیں گے، ہاں اگر مخاطب عوام میں سے ہے کلیات کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا تو مخاطب کی حیثیت کے مطابق اسے بھی سمجھانے سے انکار نہیں فرمایا۔ حضورؐ کی خدمت میں ایک یہودی آیا اور پوچھا حضورؐ آپ پیغمبر ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا کہ اچھا اس ٹہنی کو اشارہ کریں کہ نیچے آجائے۔ حضورؐ کے اشارہ سے ٹہنی نیچے آگئی۔ اور وہ اعرابی ایمان لایا۔ رکنا نہ ایک پہلوان تھا، آکر کہنے لگا کہ میں دلائل کو نہیں سمجھا اگر آپ سچے ہیں تو مجھے پچھاڑ دیں اور وہ ایسا پہلوان تھا کہ گائے کے چمڑے پر جم جاتا اور لوگ اس کے قدموں کے نیچے سے چمڑہ کھینچتے تو چمڑہ پھٹ جاتا مگر اس کے قدم اپنی جگہ جڑے رہتے۔ حضورؐ نے کبھی کشتی تو نہیں کی مگر چونکہ مخاطب ایسا ہے تو ایسے موقع پر استاد اور مرشد اپنے درجہ سے نیچے اترتا ہے تاکہ وہ سمجھ جائے اور اسے تدلی کہتے ہیں۔ حضورؐ نے آہستہ سے ہاتھ ہلایا اور رکنا نہ کو پچھاڑ دیا۔ اس کی تسلی نہ ہوئی تو دوسری تیسری مرتبہ بھی اسے گرا دیا اور اس نے سر تسلیم خم کر کے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

تو حضورؐ نے ملکی ترقیات اور  
کتاب و سنت تمام ترقیات کی جامع ہے | منصوبوں کے بارہ میں وصیت



ہیں کی مگر کتاب و سنت کا نام لیا تو اس میں اتحاد و اتفاق اور دشمن کے مقابلہ میں تیاری اور دنیاوی ترقیاں سب آگئیں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً۔ بھی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اختلاف مت کر دو اور اتحاد و استحکام ضروری ہے۔ مگر جب نبی و ایمان یا کتاب نہ ہو تو مضبوطی حاصل نہ ہوگی، اصل اور جڑ کے بغیر شاخیں بے کار ہیں۔ حضرت موسیٰ اور افلاطون کے مناظرہ میں ہے کہ افلاطون نے سوال کیا کہ اگر آسمان کمان ہو اور مصائب و آفات تیروں کی طرح برسنے لگ جائیں اور کمان چلانے والا خدا ہو جس سے کوئی جگہ مخفی نہیں تو بچنے کی صورت کیا ہوگی تو حضرت موسیٰ نے جواب میں فوراً اصل علاج فرمایا کہ تیر چلانے والے کے دامن میں آ جاؤ تو بچ سکو گے۔ افلاطون نے کہا کہ بے شک آپ خدا کے نبی ہیں، یہ جواب ہر کسی کے بس کا نہیں۔ تو مولانا الیاس مرحوم کا مطلب یہ ہے کہ اصل چیز کو پکڑ لیں تو سب نقلی چیزیں ساکن ہو جائیں گی۔ جب کتاب و سنت کو اپنا لو گے تو اس میں زندگی کے ہر شعبہ کی رہنمائی پاؤ گے اور ہر چیز پر عمل آ جائے گا۔ ہم جزئیات کو لئے پھرتے ہیں اور اس کے لئے کبھی اشتراکیت کے پیچھے بھاگتے ہیں کبھی مغربی تہذیب کے پیچھے حالانکہ اصل علاج اور شیخ الہند کی وصیت

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جن کے مساعی سے آج ہم آزاد ہیں، انہوں نے مالٹا سے واپسی کے بعد اور عمر بھر کے تجربات کے بعد فرمایا کہ دو چیزیں حیات تک مسلمان نہ اپنائیں گے ان کے کامیابی اور ترقی ناممکن ہے۔

قرآن کریم میں سارے موجودہ مسائل کا حل ہے | پہلی چیز قرآن کریم سے تعلق اس کی تلاوت، تعلیم اور اس پر عمل ہے، دوسری چیز اتحاد و اتفاق ہے، اور یہ دوسری چیز بھی پہلی بات میں آ جاتی ہے۔ اگر ستر کروڑ مسلمان کچھ واحد (ایک جسم کی طرح) متحد ہو جائیں تو ہر عضو کو دوسرے اعضاء کی تکلیف اور مصیبت کا احساس ہوگا۔ اور ایک عضو کی تکلیف پر سارا جسم بیدار ہوگا۔ اگر مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کی تکالیف کا احساس مغربی پاکستان کو ہو اور انڈونیشیا کے مسلمانوں



کی تکلیف سے عرب اور چین کا مسلمان بنے چہن ہو تو کیا ہم برباد ہو سکیں گے؟ صرف اگر مسئلہ جہاد کی اہمیت کا سب کو احساس ہو جائے، تو سب کا دکھ درد ایک ہو جائے گا کہ ایک عورت کو بچانے کے لئے اور مسلمانوں کی زمین کی ایک بالشت کے لئے بتدریج سارے عالم اسلام پر جہاد فرض ہوتا ہے۔ عالم اسلام کا ہر خطہ مقدس اور محترم ہے۔ غرض یہ سب چیزیں قرآن پر عمل سے حاصل ہوتی ہیں، اگر ایسا ہو جائے تو بھائی بندی، ہمدردی، ایثار، قربانی اور اتحاد وغیرہ سب پر عمل ہو جائے گا۔ آج اگر سارے عالم میں طبقاتی تفاوت اور معاشی بے اعتدالی ہے تو کیا اس کا علاج قرآن و سنت میں نہیں جن کی تعلیم ہے کہ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیمًا واسبغوا۔ (کہ مسلمان اپنی خواہش اور ضرورت کے باوجود غریب، یتیم اور مسکین کو کھلا دیتا ہے) اور ارشاد نبویؐ ہے: لیس المؤمن الذی یشبع وجارہ حیائع الی حبہ۔ وہ شخص مسلمان نہیں جو خود شکم سیر ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ ارشاد باری ہے: ویوشرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ۔ خود بھوکے ہیں مگر دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھتے ہیں۔ تو ہمارے اندر اصلی چیز یعنی کتاب اور سنت نہیں رہی جس کی وجہ سے یہ سارے فتنے اٹھ رہے ہیں۔

**سنت رسولؐ** حضورؐ نے جاتے وقت کتاب کے ساتھ دوسری چیز سنت کی تاکید کی سنت ہر وہ چیز ہے جو حضورؐ کی ذات کے ساتھ قولی یا تقریری طور پر تعلق رکھتی ہے۔ ما نسب الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قولاً او فعلاً او تقریراً۔ پھر صحابہ کرامؓ نے سنت کی کیسی اتباع فرمائی، کوئی امت اس کی تطبیق نہیں کر سکتی۔ پھر جب تمام مسلمانوں کی ساری فلاح اور عزت حضورؐ کے صدقے سے ہے تو حضورؐ کی اتباع کیوں نہیں کرتے۔ اور میں تو طلباء دین سے کہا کرتا ہوں کہ ہماری تو خوراک اور پوشاک حضورؐ کے نام اور ان کے علم کے صدقے میں ہے جیسے کہ قریش مکہ کو

بیت اللہ کی نسبت اور مجاورت کی وجہ سے خدا نے نعمتوں سے مالا مال کیا لایف قریش الخ  
پھر اس کا تقاضا ہے کہ فلیغبدوا رب هذا البيت کہ اس بیت کے رب کی عبادت  
بھی کر جس کی برکت سے تم کھا رہے ہو۔

اپنے عمن اور مقتدا کے طور طریقوں کو اپنانا  
اتباع سنت غیرت کا تقاضا بھی ہے صرف شرعی مسئلہ نہیں بلکہ غیرت کا تقاضا

بھی ہے۔ چین کا وزیر اعظم یہاں آیا، راستہ میں کہیں چین کا ایک کاغذی جھنڈا پڑا تھا اٹھایا،  
چوما اور سیکرٹری کو دے دیا کہ اسے سمجھا لو۔ وہ اپنے ملک کا جھنڈا زمین پر برداشت نہ کر سکا۔  
آج لوگ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ڈاڑھی میں کیا رکھا ہے۔ تو میں کہتا ہوں اس کاغذی جھنڈا  
میں کیا رکھا تھا۔ مگر اُسے تو کسی نے نہیں کہا کہ یہ تنگ نظری ہے حضورؐ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ      تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں  
أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ      ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے باپ  
وَوَلَدِهِ وَالنَّاسَ أَجْمَعِينَ۔      بیٹے اور ساری مخلوق سے زیادہ

محبوب نہ ہوں۔

اور یہ حضورؐ سے محبت، اتباع سنت اور حضورؐ کی تعلیم کی برکت تھی کہ حضرت عمرؓ اور  
دوسرے بعض عمال عمر پھر حکومت کے دوران بھی صرف جو کی روٹی کھاتے رہے کہ جب تک  
یقین نہ ہو جائے کہ رعایا کے ہر فرد کو گیہوں کی روٹی ملی ہے، جو کی روٹی ہی کھائیں گے۔ یہ  
حضرت عمرؓ ہیں کہ آج بھی تقریباً ۵۷ ہزار مربع میل زمین ان کی برکت سے مسلمانوں کے قبضہ میں  
ہے۔ اور یہ اس لئے کہ خود حضورؐ کا یہی حال رہا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کی وصال کی  
سات گھنٹہ میں روٹی کے لئے تیل کسی پڑوسی سے مانگا گیا۔ گیہوں کا آٹا کسی سے ستعا ر لیا گیا کہ شاید  
حضورؐ اس کا ایک نوالہ کھا سکیں، زرہ مبارک وصال کے وقت ایک یہودی کے پاس ۳ صاع  
یر کے بدلے گروی ہے۔ صحابہ کرامؓ کا تو بڑا اونچا درجہ ہے۔

**اکابر کی اتباع** | ابھی قریب میں ہمارے اکابر اور علماء حق نے حضور کا کن کن طریقوں سے  
 اتباع فرمایا۔ دین کے لئے ان حضرات نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ یہ  
 لوگ نہ ہوتے تو انگریزوں کا ناکانہ ممکن ہوتا۔ ابھی کل ہم نے ڈھاکہ میں شہداد کی یادگار دیکھی جہاں بیک  
 وقت چالیس علماء کو پھانسی پر لٹکایا گیا تھا۔ پھر حضور کے علوم کس حال میں حاصل کئے۔ حضرت  
 گنگوہی اور حضرت نانوتوی دہلی میں صلوائی کی دکان کی رشتہ میں مطالعہ کرتے، اگرے پڑے  
 ساگ کے پتے اٹھا لیتے اور پکالیتے۔ صنعت کے مارے جامع مسجد کی بیڑھیوں پر چڑھنے کی  
 ہمت نہ ہوتی، ان حالات میں دین سیکھ کر ہم تک پہنچایا۔ ان کا ذمہ فارغ ہوا اور آپ  
 لوگوں کو یہ امانت سپرد کر دی گئی۔ اور ان قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ —

**اکابر کی قربانیوں کا ثمرہ** | جس ملک میں بھی انقلاب آیا اس کے ساتھ دین میں بھی انقلاب  
 آیا۔ مگر برصغیر کے مسلمانوں کا دین انگریز کی غلامی کے باوجود

محفوظ رہا، اور محفوظ ہے۔ یہ ان علماء ہی کی برکت ہے۔ اور یہ جو ہزاروں پرانگندہ حال مسلمان ہیں  
 اہل باطل کے پاس ان کھوپڑیوں کا علاج نہیں۔ انبیاء نے سب کچھ خالص اللہ کے لئے کیا اور  
 کوئی اجر نہ لیا۔ قل لا اسئلكم علیہ اجرًا میں تم سے کوئی اجر تبلیغ پر نہیں لاتا۔ ہمارے  
 اکابر نے بھی حضور کی اتباع میں ایسا ہی کر دکھایا۔ اور یہ ان کی قربانیوں کا ثمرہ ہے کہ دین کے  
 مراکز ملک کے گوشہ گوشہ میں قائم ہیں۔ سنہ ہے کہ دوڑو صائی لاکھ دیوبند سے وابستہ علماء اس  
 خطہ مشرقی پاکستان میں موجود ہیں اگر آج بھی یہ سب علماء اور ان کے متبعین متفق و متحد ہو کر استقلال  
 و ثبات سے کام کریں اور حضور کے وارث اپنے مورث کا عکس اپنے اندر پیدا کریں تو اسلام کا  
 پرچم ہر طرف لہرا سکتا ہے۔ حضور نے سختی کو برداشت کیا صبر و تحمل فرما کر اپنا فریضہ تعلیم و تبلیغ  
 پورا فرمایا اور آج بھی یہی پائدار چیز ہے کہ تعلیم قرآن و تبلیغ دین پر بہت توجہ دی جائے۔  
 انگریز یہاں سے چلا گیا ہے۔ مگر اس کی تہذیب موجود ہے اور یہ سارا نتیجہ اس کی تعلیم کا ہے۔

علوم دینیہ اور مدارس عربیہ کی قضیت اور اہمیت

خطبہ مستونہ کے بعد) اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَدْنٰى وَّوَجَدَكَ ضَالًّا  
فَهَدٰى وَّوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى، فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تُقْهَرْ  
وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثة الانبياء۔  
محترم بھائیو! مولانا قاری سعید الرحمان صاحب نے تقریب کا مقصد بیان فرما دیا  
کہ ایک علمی اور دینی مدرسہ کے تعلیمی سال کا افتتاح ہو رہا ہے۔ ایسی تقریب میں ناچیز کو  
بھی دعوت دی۔ یہ آپ حضرات کی ذر فوازی ہے۔ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس کرم کا شکر  
گزار ہوں۔ اس وقت کوئی خاص مضمون بیان کرتا نہیں، نہ قابلیت ہے نہ صلاحیت، مشنت طور  
پر تین باتیں عرض کروں گا۔ انشاء اللہ۔

علم حقیقی | احترام بزرگو! علوم تو بہت سے ہیں، کالجوں، یونیورسٹیوں، سکولوں میں علوم حاصل کئے جاتے ہیں۔ لوگ انہیں علم سمجھتے ہیں، ٹھیک ہے دنیوی زندگی کے لئے ان جگہوں میں بہت سے شعبے ایسے ہیں جن کو حاصل کرنا چاہیئے، لیکن وہ علم جس سے اللہ جل مجدہ



راضی ہو، جس سے آخرت کی خوشنودی حاصل ہو وہ ہے علم دین۔ اللہ کے ہاں قبولیت جو ہے وہ ہے علم دین کی، تو علم دین اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہت بڑی نعمت ہے، ہم اور آپ جو یہاں جمع ہیں تو یہ اللہ کا کرم ہے۔

**مجالس علم کی فضیلت** | حدیث شریف میں آتا ہے کہ جہاں پر علم دین کے طلبہ جمع ہوں، قرآن و حدیث کا دور دورہ ہو تو فرشتے رحمت

کے سیاہین جو ملک کے اندر گھومتے ہیں جہاں انہوں نے دین کے طلب گاروں کو دیکھا تو فرشتے ان کے احترام کی خاطر پر بچھا دیتے ہیں، آپ کسی کی تعظیم و احترام کے لئے ڈری، چٹائی بچھاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تالین بچھا دیتے ہیں، پھول بچھا کر دتے ہیں لیکن میں آپ سے عرض کروں کہ اس وقت ہم یہاں اور آپ سب طلبہ دین میں شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرمادے تو کیا معلوم کتنے فرشتوں نے آپ کے قدموں کے سامنے

پر بچھا دئے ہوں اور عرش سے جو رحمتیں ایسی مجالس علم پر نازل ہوتی ہیں تو ان سیاہین فرشتوں کے اس مجمع سے لیکر عرش تک پرے لگ جاتے ہیں اور پھر اطراف و اکناف سے بھی فرشتوں کو بلاتے ہیں کہ یہاں ہے ہمارے مقصد کی جگہ یہاں آؤ۔ تو وہ آکر ایک دوسرے پر قطار کی شکل میں عرش تک قطار بنالیتے ہیں تاکہ عرش معلیٰ سے نازل ہونے والی رحمتوں کی جو بارش ہو وہ ہم پر سے ہو کر گزرے اور ہم بھی رحمت کے موردین جائیں تو ایسا مجمع نہایت بابرکت ہوتا ہے۔

تو علم دین کا مقام جیسا کہ ابھی قاری صاحب نے چند آیتیں سورۃ النہج کی تلاوت فرمائی اور اس سے مجھے خیال ہوا کہ اسی سورۃ کی چند آیات پر کچھ عرض کروں۔

**حضور پر اللہ کے تین احسانات** | اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے احسانات فرمائے من جملہ ان احسانات

میں سے تین احسانات کو اس سورۃ میں ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: الم یجد لک

یتیمًا فاوی۔ اے پیغمبر! تو یتیم اور در یتیم تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ٹھکانے کا انتظام رب العزت نے فرمایا اور تمہیں جگہ دے دی۔ ابھی حضور اقدس دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا پھر والدہ کا انتقال ہوا پھر دادا کا پھر حضرت ابو طالب نے خدمت کی وہ بھی کچھ عرصہ بعد چلے گئے۔

علماء نے بہت سے نکتے بیان فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہزاروں یتیم ہوں گے۔ اور دلوں میں یہ سوچیں گے کہ ہم تو یتیم ہیں ہم نے باپ دادا کی شفقت کا ہاتھ نہیں دیکھا جب وہ دل میں یہ سوچیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بھی یتیم تھے تو کہیں گے کہ ہمارے لئے یہ نعمت کچھ کم ہے کہ ہم نکوینی طور پر حضور اقدس کے ساتھ اس وصف میں شریک ہو گئے تو یتیم کے لئے یہ بڑے حوصلے کی چیز ہوگی اور اس میں اور بھی بہت سے نکتے ہیں۔

**اللہ نے یتیم کی خود پرورش فرمائی** ایک یہ بھی کہ یتیم کا تربیت کرنے والا تو کوئی ہوتا نہیں اس کو علوم سکھانے والا اس کو آداب اور

اخلاق سکھانے والا، اس کو تہذیب سکھانے والا کوئی نہیں ہوتا خصوصاً عرب میں جہاں نہ کالج تھا نہ سکول تھا نہ مدرسہ تھا۔ لیکن اللہ کو جو منظور تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو وہ روشنی دی جائے، وہ علوم عطا کئے جائیں جس کا مقابلہ کوئی بھی قیامت تک نہ کر سکے اور نہیں کر سکتے۔ اللہ نے چیلنج دیدیا کہ اس کی صداقت میں شک ہو تو جواب اور اس کا ٹوڑپیش کر دو

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شہداءکم من دون اللہ — جس در یتیم نے کسی سے پڑھا نہیں، کسی سے سیکھا نہیں، کسی نے شفقت کا ہاتھ اس کے سر پر پھیرا نہیں، آداب سکھائے نہیں وہ تمام دنیا کے معلم اخلاق اور معلم آداب بنے تو اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں سکھایا پڑھایا اور اللہ ہی نے خود انہیں تربیت دی — بہر تقدیر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے پیغمبر آپ کی حالت یتیمی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ٹھکانہ دیا۔ اللہ نے یہ نعمت آپ پر فرمائی: —

دوسری نعمت — دوجدك عاغلًا فاغنى —  
**دوسری نعمت** | آپ عیالدار تھے، آپ فقیروں نے اور بہا السنہ نے آپ کو غنی کر دیا۔ حضرت

خدیجہؓ نے خود نکاح کی درخواست کی جنورا قندس نے ان سے نکاح فرمایا۔ حضرت ہند یہ پڑنے  
 براری دولت جنورا قندس کی خدمت میں بطور بد یہ پیش کر دیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے لوگوں پر خرچ کر دیا۔ آپ کی شان یہ تھی کہ:

ابنك لتحصل الكل وتصل . مصیبت زدوں کا بوجھ اٹھانے سے ملے رسمی  
 الرحم وتقرى الضيف وتعين فراتے مہمان نواز بن کرتے اور مسیبتوں میں  
 على نواب الحق۔ لوگوں کی اعانت فراتے۔

لاکھوں ہزاروں روپیہ جو ہاتھ میں آیا اُسے مکہ کے غریبوں سکینوں، یواؤں، غنما جوں میں تقسیم کر دیا  
 فنا قلب تو تھی ہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غنا و ظاہری بھی اللہ نے عطا فرمادی۔

**وصول الی اللہ کی نعمت** | مزید ایک اور نعمت کا بیان ہے: دوجدك حنا لا  
 فہدای۔ — اے پیغمبر آپ اللہ کی محبت میں اور تلاش

میں اللہ کے پاس پہنچنے کی رُپ میں سرگردان تھے کہ وصول الی اللہ کس طریقے پر ہو اور جلد ہو۔  
 آپ خدا کے عشق میں سرگردان تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے راستہ بتلادیا۔ قرآن مجید کو نازل فرمایا  
 وحی متلو اور وحی غیر متلو سے اللہ نے نوازا — اب یہ تین نعمتیں اللہ نے اس سورۃ میں ذکر  
 فرمائی ہیں —

ہم لوگ بھی ذرا سوچتے رہیں بچپن میں ہماری کیا حالت تھی، کتنے کمزور تھے۔ آج کچھ طاقت  
 اگر ہم ہیں ہے تو یہ کس نے عطا فرمائی —؟ رب العزت ہی نے — ماں کے پیٹ سے  
 جب اُسے تھے تو تنگے تھے نہ کپڑے تھے نہ دولت تھی۔ آج اگرچہ سب کچھ ہے تو ذرا سوچیں  
 کہ یہ دولت مجھے کس نے دی ہے۔ رب العزت ہی نے دی۔ پیدائش کے وقت ہمارے  
 پاس کوئی چیز نہ تھی، نہ علم تھا نہ فہم۔ آج اگر علم ہے ہنر ہے تو یہ سب رب العزت ہی نے عطا فرمایا

اب ان نعمتوں کا حق کیا ہے۔ اس کے کیا تقاضے ہیں۔ تو یتیموں نعمتوں کی شکر گزاری کا رقیہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام اور ان کے واسطے ساری امت کو بتلادیا۔

**نعمتوں کا شکر یہ اور تقاضا** | اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے پچیس تین چیزیں ربا لست  
نعمتوں کا شکر یہ آپ کو عطا فرمائیں ایک تو یہ کہ آپ یتیم تھے اللہ نے ٹھکانا  
عطا فرمایا۔ اس نعمت کا شکر یہ یہ ہے کہ:

فَامَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ جو یتیم تیرے پاس آئے اس پر غصہ بالکل مت کر  
حدیث میں آتا ہے کہ یتیم کے سر پر نفقت کا ہاتھ پھیرنے والے کے گناہ یتیم کے سر کے  
بالوں کے برابر بھڑکتے ہیں۔ دس ہزار بیس ہزار بال ہیں تو بیس ہزار گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں۔  
اور حضور اقدس نے فرمایا کہ:

**کفالت یتامی** | سنا د کافل الیتیم میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا ان دوا انگلیوں  
کی طرح ہیں۔

کھاتیں۔ یتیم خوا، یتیم اور بوجاہ، چچا کی اولاد ہے، کوئی تربی، رشتہ دار ہے یا غیر تربی شخص۔ اس میں  
تربیب اور غیر تربیب کا سوال نہیں، رشتہ دار کی تربیت کفالت میں، تو دوا جریلیں گے۔ تو  
حضور نے فرمایا کہ ہم دونوں ایسے ہوں گے جسے دوا انگلیاں تربیب ہوتی ہیں۔ اور درمیانی انگلی لمبی ہے،  
تو نشان نبوت کی وجہ سے نبی کا درجہ تو آگے ہو گا۔ مگر یہ دوسری انگلی بھی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے،  
اور ایک سورت یہ ہے کہ دوا انگلیوں کے درمیان باریک سی روشنی ہوتی ہے۔ ایک خط سایچ میں داخل  
ہے تو امتی اور نبی کے درمیان بھی تو رہے گا۔ مگر یہ سادہ کچھ کم ہے کہ جو یتیم کا پالنے والا ہو۔ وہ حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گا۔ اور جو یتیموں کا بھتیجوں کا رشتہ دار یتیموں کا مال کھائے

گا۔ ان کے لئے کیا حکم ہے۔ فرمایا:



جو یہ سمجھتے ہیں کہ چچا زاد بھائی کا مال ہے کھاتے رہو، بڑا ہوگا تو پھر دیکھا جائے گا ان کے پیٹ میں درحقیقت جہنم کی آگ جاتی ہے۔ \_\_\_\_\_ تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو تلقین فرمائی کہ تو تیسرے کو کبھی نہ ڈانٹ، تمہی کی حالت تو آپ پر گزری ہے۔ اور جو فقیر و مسکین سامنے آئے اور جو سائل بھی آپ کے سامنے آئے اسے بھی کبھی نہ ڈانٹ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جیب بھی کوئی سائل آیا۔ آپ نے "لا" نہیں کہا کبھی اسکا نہیں کیا۔

فقیریوں کے ماویٰ | ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اشمہ  
ان لا اله الا اللہ میں لا

ہے۔ اگر اس میں بھی نہ ہوتا تو آپ کی زبان مبارک پر کبھی لا  
آیا ہوتا۔ یہ کلمہ شہادت کی لا تو مستثنیٰ ہے تو اللہ تعالیٰ  
فرماتے ہیں کہ اوروں کو فقر و فاقہ کا احساس ہو یا نہ ہو آپ کے  
اوپر تو فقری کا دور گزر چکا ہے اب اس کے بدلے میں  
تھدا کی اس نعمت کا شکر ادا کر، نہ کسی محتاج کو ڈانٹ  
نہ کسی کو محروم کر۔ اور ان دو نعمتوں کے شکر یہ کے ذکر  
میں اللہ رب العزت نے تعبیر اور اظہار کا عنوان  
بصینہ نعمت نہیں فرمایا۔ اتنا فرمایا کہ الم عجل عیتم

فنا دئی۔ شکر یہ میں فرمایا۔ فاما الیتیم فلا  
تقهر۔ اور فرمایا۔ ووجدك عائلاً فاغنی  
شکر یہ میں فرمایا۔ فاما السائل فلا تنهر۔

علم اور دین حقیقی نعمت ہیں | لیکن وہ جو اللہ کے  
پاس پہنچنے کا راستہ

ہے، جس کو ہدایت کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر۔ ووجدك  
صنائاً فہدی میں ہے اس کے شکر یہ کا حکم دیتے ہوئے  
اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ۔ واما بنعمة  
ربك فحدث۔ تو اس کی تعبیر اللہ نے نعمت سے فرمائی۔ پہلی  
چیزیں بھی نعمت ہیں۔ مگر اس کی تعبیر نعمت سے نہیں ہوئی آج  
اگر دولت کسی کو مل جائے تو ہم لوگ تو اس پر خوش ہوتے ہیں کہ بس  
یہی نعمت ہے کہ دولت ملی، جوانی ملی، حکومت ملی، سلطنت ملی۔  
بھی اگر وزارت بھی مل جائے۔ وزیر اعظم بھی بن جاؤ۔ تو ہاں بھی تو  
وزیر اعظم تھا اگر تمہیں صدارت مل جائے یا شاہت بھی ملے تو فرعون کو بھی تو  
ملی تھی۔ آج دنیا میں کتنے کا فر وزیر اعظم ہیں، کتنے کا فر صدر ہیں۔ یہ تو کوئی  
چیز نہیں۔ لوگوں کی نظر صرف دنیا پر ہوتی ہے۔

اللہ نے فرمایا کہ جب تمہیں خدا نے دولت دی تو اسے اللہ کی راہ میں  
خرچ کر وجب تمہیں خدا نے طاقت دی تو یتیموں کو پالتے رہو لیکن ایک چیز  
اے میرے حبیب ایسی ہے کہ وہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور بھی نعمتیں  
ہیں لیکن علم دین کے مقابلہ میں وہ اس قابل نہیں کہ انہیں نعمت کہا جائے۔ رب العزت  
نے ان کا نام عنوان نعمت سے نہیں فرمایا اور دین کو اور علوم دینیہ کو تعبیر کیا  
نعمت ہے۔

نعمت علم کا شکریہ | فرمایا گیا — وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

نعمت دی ہے۔ جو وحی آپ پر بھیجی قرآن وحی متلو اور جو احادیث ہیں۔ وحی غیر متلو اس کو دیتا ہیں پھیلاتے رہو۔ اور خرچ کرتے رہو۔ آج ہم اسی مقصد اشاعت علم دین کی خاطر جمع ہیں اور یہ نعمت دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ اور درحقیقت یہ اللہ کا کرم اور مہربانی ہے۔ دیتا تو اس کی بے قدری کرتی ہے۔

لیکن اللہ کی نگاہ میں صرف یہی ایسی چیز ہے کہ جسے نعمت کہا جاتا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: العلماء ودثة الانبياء اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہوگی۔ علم دین حاصل کرنے والے اس کی خدمت کرنے والے علم دین اور علماء کے ساتھ لگاؤ رکھنے والے وہ کون ہیں۔ وہ ورثۃ الانبياء ہیں۔ تو یہ کتنا بڑا مقام ہے۔ ہمیں میراث کی دولت ملی۔ اور میراث میں وہ چیز ملی ہے جو مورث کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ تو پیغمبروں کے ساتھ جو مخصوص چیز ہے۔ وہ ہے علم دین اور علوم نبوت۔ تو اصل چیز حاصل کرنے کی یہ ہے۔

اور بڑا احسان ہے۔ اگر فرشتے طلبہ کے لئے پر بھیجیں

علم دین اللہ کی بڑی نعمت ہے | اور جو لوگ طلبہ کی خدمت پرستی کرتے ہیں اور انہوں نے طلبہ کی پشت پناہی کی ان کی سروس پر

باختر رکھا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کا مورد بنا دیں گے۔ کیوں کہ آپ مدرسہ والوں کے حوصلے بلند کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے مدارس باقی و جاری ہیں۔

علوم نبوت کی بقدری | حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ قیامت سے پہلے ایک دور آئے گا کہ لوگ علماء سے نفرت کریں گے۔

اور وہ نفرت ذاتیات کی بناء پر نہیں بلکہ اسی لئے کہ یہ لوگ ان کے خیال میں وقت کو ضائع کرتے ہیں۔ آج بہت سے لوگ علماء کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ خواہ مخواہ تضييع وقت کر رہے ہیں — اللہ رتی — میں کیا عرض کروں کہ یہ تضييع اوقات ہے۔ ہم نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جس وقت

اس ملک میں انگریز آئے، سکھوں کا حملہ ہوا۔ ان کافروں نے مل کر اسلام کو اس ملک سے مٹانا چاہا تو حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا محمد قاسمؒ اور جوان کے معاون تھے، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے یہ سوچا کہ نہ تو ہمارے پاس پولیس ہے نہ فوج ہے نہ طاقت نہ دولت ہے ہم ان دشمنوں سے، ہندوؤں سے، سکھوں سے، یا انگریز کا مقابلہ اور دین کا تحفظ کس طریقے سے کر سکتے ہیں۔ تو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور آج ہم ادا آپ سو برس کے بعد بھی دیکھ رہے ہیں کہ بھگت اللہ دین محفوظ ہے۔

علمائے حق کے مساعی کی برکت | یہ نورانی چہرے جتنے ڈاڑھی والے آپ دیکھ رہے ہیں جتنا بھی اسلامی تمدن اور تہذیب ہے، اسلامی

سیاست، اسلامی معاشرہ، اسلامی اخلاق، اسلامی کردار جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں یہ ان علمائے حق کے مساعی کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ ان دینی مدرسوں کی بنیاد نہ رکھتے تو آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ کیا یہ دین باقی رہ جاتا تو حقیقت یہ ہے کہ آپ اس چیز کو بیکار نہ سمجھیں، جہاں صبح شام درس قرآن ہوتا ہو درس حدیث ہوتا ہو۔ پانچ وقت لاؤڈ سپیکر سے اذان ہوتی ہو، جسے قرب و جوار کے لوگ سنتے ہوں جمعہ کے دن تقریر ہوتی ہو تو اسلام کی باتیں مسلمانوں کے کانوں میں پڑتی رہتی ہوں۔ کیا یہ قھوڑی برکت ہے ان مدارس کی۔

الحمد للہ کہ آج ہم لا الہ الا اللہ پر فخر کرتے ہیں وجود یہ کہ ملک میں اسلام کی تباہی اسلام کو نیست و نابود کرنے کی کوشش ہوتی رہی، مگر نہیں کر سکے۔ تو یہ برکت ان علماء کی ہے جنہوں نے دین کو پھیلانے کی خدمت کی۔ کسی عرب ممالک میں آپ چلے جائیں تو وہاں بھی انقلاب آیا پھر اس کے بعد بھی اسلامی حکومتیں اور مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ لیکن کافروں کی تہذیب و تمدن نے اپنے اثرات بہت زیادہ چھوڑ دیے۔

حکمران طبقہ کے لئے دینی تعلیم و تربیت ضروری ہے | بھائیو! دیکھو اگر تمام عسکر کالجوں میں اور سکولوں میں



عمر گزر جائے، صرف وہاں ہی پڑھا ہو اور وہی لوگ مسلمانوں کے افسر بن جائیں تو وہ وہی کچھ کھائیں گے جو انہوں نے سیکھا ہو پڑھا ہو۔ کل اثناء میں تسبیح، تہجد، اشیلہ، ہر برتن میں جو ہو گا وہی ٹیکے گا۔ تو جس نے تمام عمر انگریزی تہذیب، انگریزی، تمدن میں گزاری ہو، وہ خود تک کا سرید ہو یا کسی اور کا سرید ہو وہ آپ کی دینی تربیت کیسے کرے گا؟

وہ تو حضرت عمرؓ تھے دینی تربیت کرنے والے جنہوں نے قرآن و حدیث کو پڑھا اور پھر دین کو پھیلایا وہ تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھے کہ دین کو پھیلایا تو جو لوگ دین سے ناواقف ہیں وہ لوگوں کو دین کیا سچا سچا کیوں گے جو خود چور ہوں وہ کیا لوگوں کو چوری سے روک سکتے ہیں؟ جو خود شرابی ہو گا وہ کہاں لوگوں کو منع کر سکے گا جو خود سود کا کاروبار کرتا ہو گا وہ اسے ملک بھر سے کیسے ختم کرے گا جو خود زنا کرتا ہو گا وہ زنا سے روک سکتا ہے؟ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔

انتاسرون الناس بالسبوت منہون انفسکم۔۔۔ تو یہ مسئلہ بڑا

چمپیدہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں، انہوں نے اعلان کیا تھا کہ جو بھی دکاندار دکان پر بیٹھے گا وہ اس زمانہ کے لحاظ سے سند پیش کرے گا کہ اسے بیع کے احکام معلوم ہیں یا نہیں؟ بیع کی تعریف کیا ہے؟ سود کسے کہتے ہیں؟ تولیہ، رابحہ کسے کہتے ہیں۔۔۔ اس لئے کہ جب آپ تجارت کرتے ہیں تو تجارت کے مسائل سے واقف ہوں۔ نکاح کرتے ہیں تو نکاح کے مسائل معلوم کریں، نماز پڑھتے ہیں تو نماز کے مسائل۔ حج کرتے ہیں تو حج کے مسائل معلوم کریں۔ اسی طرح تجارت اور کاروبار کے بھی مسائل اور احکام ہیں۔ تو اس کے مسائل معلوم کرنا ضروری ہے۔ حکومت کریں تو اسلامی حکومت کے احکام معلوم کرنے چاہئیں۔

میں انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی برائی نہیں کرتا مگر جن کی عمریں ساری کی ساری امریکی گذریں، تعلیم وہاں پائی، لندن میں تمدن سیکھا، وہی طبقہ یہاں آکر مسلمانوں پر مسلط ہو گیا وہ انہیں کیا سکھائے گا۔ اور کیا بتائے گا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن راستہ پر جا رہے تھے، ان کے ساتھ چند ساتھی بھی تھے تو کسی نے انہیں گالی دی، بہت سی گالیاں دیں۔ مگر حضرت عیسیٰ نے جواب میں دعائیہ کلمات کہے تو شاگردوں نے حضرت عیسیٰ سے عرض کیا کہ اس نے گالی دی، آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ فرمایا کہ برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی اس سے نکلے گا۔ جب برتن میں پیشاب ہو آپ اس میں سونے کا ڈھیلہ بھی پھینک دیں تو چھینٹے جو اڑ اڑ کر پڑیں گے پیشاب ہی کے پڑیں گے۔ اور جس برتن میں دودھ ہو، شہد ہو۔ آپ جو بھی چیز اس میں پھینک دیں، گو بڑکیوں نہ ماریں، دودھ یا شہد ہی باہر گرے گا۔

تو انسان کے دل و دماغ میں جو بھی تعلیم و تمدن ہو گا وہی ظاہر کرے گا۔  
الغرض علماء کرام کی برکات ہیں کہ دین کا چرچہ ہے۔ یہ لوگ دین کی خدمت کے لئے مکر بستہ ہوئے، میدان میں نکل آئے ورنہ دیگر عرب اور افریقی ممالک کی طرح یہاں بھی حالت بے حد خراب ہو چکی ہوتی۔ اس دن افریقہ کے کچھ دوست سیلینی جماعت والے حضرات آئے تھے تو میں نے ان سے دلاں کی حالت پوچھی۔ کہا کہ افریقہ میں مسلمان تو ہیں۔ لیکن یورپین لباس میں ہیں مرد اور عورت سب اس طریقہ پر ہیں۔ اور وہ جو فرمایا کہ جس وقت لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ علماء سے نفرت ہو دوسری حالت بھی بیان ہوئی کہ امت، عمارتوں، بلڈنگوں پر فخر کرنے لگ جائے گی، ایک کہتا ہے میری بلڈنگ بہت اچھی ہے، دوسرا کہتا ہے میری دکان چوراہے پر ہے، میری دکان بڑی سڑک پر ہے، بازاروں پر فخر ہونے لگ جائے۔ تجارتی منڈیوں پر فخر ہوا اور اس پر کوئی فخر نہ کرے کہ مسجد کے لئے مدرسہ کے لئے کتنی اور کیسی تعمیر ہونی چاہیے۔

اسلام کا روبرو دنیا سے نہیں روکتا | تو بھی ہم تجارت سے منع نہیں کرتے، کاروبار دنیا سے نہیں روکتے۔ امام ابو حنیفہؒ جس کے ہم مقلد ہیں۔ وہ بھی تاجر تھے۔ لیکن دس روپے کی اگر کوئی چیز خرید کر گھر لے جاتے تو اتنے ہی رقم کی چیزیں شہر کے محدثین اور علماء کے گھروں میں بھیج دیتے، اتنا ہی کپڑا اتنا ہی ساز و سامان اہل علم میں

تقسیم کر دیتے۔ کپڑے کی تجارت فرماتے۔ ایک بڑھیا نے آکر خواہش ظاہر کی کہ یہ چادر جتنے میں پڑی ہے۔ اس پر مجھے دیدیں۔ فرمایا اچھا دو روپے دیدو۔ بڑھیا نے کہا مجھ سے مذاق کرتے ہو یہ تو سینکڑوں کی مثال ہے اور دو چار روپیہ کیوں دام بتاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے دو سال خریدے تھے۔ اب باقی ساری رقم تو ایک مثال بیچ کر پوری ہو گئی اور اتنی ہی رقم کم رہ گئی، تو کسی اور پر بیچتا تو چار سو روپے میں بیچتا۔ مگر تم نے کہا کہ جتنے میں پڑی ہے۔ اب اس طرح یہ چادر مجھے دو چار روپے ہی کی پڑی ہے۔ تو ایمان داری کا تقاضا ہے کہ یہی رقم مانگی جائے۔

امام بخاری بھی مضاربت سے تجارت کیا کرتے۔ کہتے ہیں کہ عصر کے وقت کچھ کپڑے اور سامان آیا۔ دکاندار کو اطلاع ہوئی، آکر دکاندار نے کہا کہ مجھے یہ مال پانچ سو اثر فی منافع پر دیدیں۔ امام بخاری نے فرمایا کہ بھئی رات گزرنے دو، ابھی تو آیا ہے، اتنی جلدی کیا ہے۔ پھر دیکھا جائے گا۔ وہ شخص چلا گیا۔ صبح دوسرا تاجر آیا اس نے ایک ہزار اثر فی منافع پیش کیا۔ امام بخاری نے فرمایا کہ کل جس شخص نے پانچ سو منافع دینا چاہا تھا اسی پر بیچنا ہے اگرچہ ان سے بیع نہیں ہوئی تھی۔ معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ مگر فرمایا کہ میرا دل اسی وقت اس شخص پر بیچنے پر مائل ہو گیا تھا تو یہ تجارت بھی ایسی تھی جس کی برکت سے دین پھیلا ہے۔ فلپائن، انڈونیشیا میں بھی ایسے ہی تاجروں کے ذریعہ دین پھیلا۔ ان کے معاملات کو دیکھ کر سارا ملک مسلمان ہو گیا، انہوں نے اسلام کو تجارت میں عملاً پیش کر دیا تھا۔

تو اسلام ایسے کاروبار سے منع نہیں کرتا، مگر آج تو ہم

## دولت کی حرص و ہوس

راتوں رات بلڈمگیں کھڑی کرنا چاہتے ہیں بھنور اقداس

صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں فرمایا کہ لوگ عمارتوں پر نخر کریں گے۔ اور نکاح شادی بھی دولت کی بنا پر کی جائیگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی تو نسب کو دیکھتا ہے کوئی دولت کو، کوئی حسن و جمال کو گو یا نیک حسن و جمال اور دولت کو چھوڑے۔ یہ معلوم کریں کہ سیرت کیسی ہے۔ دین کیسا ہے۔ دولت کو چھوڑیں دولت مند عورت تو تجھے حقیر سمجھے

گی کہ ایسا غریب شوہر تو میری جوتی کے برابر ہے۔ نسب کو بھی چھوڑیں وہ تو کہے گی کہ تو تو کمینہ ہے کم نسب ہے۔ میں تو سیدہ ہوں، پٹھان ہوں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے فرمایا کہ فاظفر بذات الدین دین والی بیوی کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، لڑکی دیندار ہو، یہی حال لڑکے کا ہونا چاہیئے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ ملازمت کیسی ہے؟ بالائی آمدنی کیسی ہے؟ رشوت کتنی ملتی ہے؟

الغرض آج کل زبانی جمع خرچ جیسا بھی ہو ۹۹ فیصد لوگ دولت کے پیچھے پھرتے ہیں لیکن اگر لڑکا دیندار ہو گا تو سب کے حقوق ادا کرے گا۔ ساس اور خسر کی قدر کرے گا، عزت کرے گا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اب تم نے لڑکی خالص دنیا داری کی وجہ سے کسی کو دی جو دین سے عاری ہے تو وہ متکبر انگریزی تہذیب میں ڈوبا ہوا، دولت کے نشے میں مست شراب کے نشے میں ڈوبا ہوا وہ رشتہ داروں کو کیا پوچھے گا، جو اپنے ماں باپ کو نہ جانے وہ ساس سسر کو کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کا نکاح ایک غریب درودھ بیچنے والی بڑھیا کی بیٹی سے کر لیا۔ اس لئے کہ اس بچی کے دل میں خدا کا خوف تھا۔ اور وہ اپنی ماں کو درودھ میں پانی ملانے سے روک رہی تھی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نسل کو دیکھا نہ نسب کو، نہ دولت نہ شہرت، بس یہی بات کہ اس لڑکی کے دل میں خدا کا خوف تو ہے۔ حالانکہ قیصر و کسریٰ اور سلاطین کی تہزادیاں باندیوں کی طرح تقیم ہوتی تھیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے نسبت ہر شخص کے لئے باعثِ فخر بات تھی۔

الغرض تجارت، معاشرت، تہذیب و تمدن ہر چیز کی اصلاح قرآن و سنت کے احکام اور تعلیمات ہی سے ہو سکتی ہے۔ اور یہ چیز ان مدارس عربیہ ہی سے پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مراکز کو قائم و دائم رکھے اور اسے ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



## محبتِ اطاعتِ فلاح و نجات کا حقیقی اسٹہ

خُطْبَةُ جُمُعَةِ الْمُبَارَكِ ۱۳۹۵ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن أحدكم حتى يكون أحب اليه من والده وولده والناس أجمعين۔

**دعویٰ اسلام کی حقیقت** | محترم بزرگوار! اس وقت روئے زمین پر ایک رب یا زائد افراد اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اسلام کو ہم نے صرف ایک قومی نام فرض کر لیا ہے۔ جیسے کہ پٹھان، خٹک، یوسف زئی، آفریدی، مہمند و زریہ یا دیگر قبائلی نام ہیں۔ مسلمان کے گھر جو پیدا ہوا اس سے سرٹیفکیٹ اور سند دے دیتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے۔ اگر ایک شخص اسلام کا دعویٰ کرتا ہے، اسلام کا ہمدرد اور خیر خواہ کہلاتا ہے اسلام کا عاشق کہلاتا ہے۔ تو ہم اس کی زندگی کو بھی دیکھیں گے کہ آیا اس کی زندگی میں اسلام کا کوئی رنگ ہے یا نہیں ایک شخص کہتا ہے کہ جو بہت بُری چیز ہے۔ شراب، زنا، برائی ہے۔ قتل، مقابلہ دشمنی اور جھگڑا بند ہی بُری باتیں ہیں۔ مگر یہی لیڈر سب سے بڑھ کر شرابی اور زانی ہے۔ قتل و قتلہ اس کا مشغلہ ہے۔ افتراق اور انتشار میں سرغٹہ ہے۔ دعویٰ کرتا ہے کہ یورپ ہمارا دشمن ہے ہندو ہمارا دشمن ہے۔ انگریز اور امریکہ ہمارا دشمن ہے۔ مگر گھسا رہتا ہے ان کے کیمپ میں اور خیال یہ ہے کہ ان ایوانوں میں گھسے والا ہی فلاح یافتہ اور کامیاب ہے تو سمجھ لو کہ دعویٰ غلط ہے اور بہت بڑا جھوٹ ہے۔

دعویٰ عشق رسولؐ کی حقیقت | دعویٰ تو محبت رسولؐ کا کرے، سیرت رسولؐ سے عشق  
جتلانے اور یہ بھی جلو سوں کی حد تک جیسا کہ ہمارے ہاں

شہروں میں جلو س نکلتے رہتے ہیں۔ بڑی ہماہمی اور ہنگامے ہوتے رہتے ہیں، شربت تقیم ہوتے  
ہیں، جھنڈیاں لگاتے ہیں۔ رسولؐ کے عاشق ہیں۔ مگر جہاں عورتوں کو دیکھا اُسے جلو س ہی  
میں تیکنے لگ گئے۔ ہے سیرت کا جلسہ اور جلو س مگر کتنی فاحشہ عورتوں کو جلو س کے موقعہ  
پر نشانہ بنایا گیا ہے۔ عجیب تماشا لوگوں نے بنا رکھا ہے۔ سیرت کو ہلڑ بازی، بھنگڑا، ڈول باجہ  
سمجھ رکھا ہے۔ یہ سیرت رسولؐ کے عاشق ہیں۔ کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے عاشق  
ہیں۔؟ نہ نماز ہے نہ روزہ نہ دین ہے نہ اخلاق نہ اسلام ہے نہ اطاعت مسلمان کی شان اور  
حالت عجیب ہو گئی ہے۔ یہ سب بد نعت جو کچھ بھی ہیں مگر اپنے گرد کا جو طریقہ ہو تو لندن میں رہتے  
ہوئے بھی اسے نہیں چھوڑتے پکڑی اور وارڈن کے لئے جھگڑتے ہیں، مظاہرے کر لے ہیں۔  
عدالتوں میں دعویٰ دائر کرتے ہیں کہ جب ہمارے مذہب میں ایسی بات کی اجازت نہیں تو عہدہ  
چھوڑ دیں گے۔ مگر اپنی یونیفارم اور امتیازی نشان قائم رکھیں گے۔ اور ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں  
محبت کا، اسی کر ڈر سے زائد مسلمان ہیں جناب، مگر اسلام کے معیار پر تول تولیں کہ کتنا جذبہ  
ایمان و اسلام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو مینا نہ کتنے ہیں۔؟ ان کے حکم ماننے  
کے لئے کتنے تیار ہیں۔؟ کتنا ماتلہ ہے، کتنا نہیں۔؟

قول و عمل میں تضاد | میرے خیال میں اگر یہ دیکھ لیں تو ہمارے قول اور عمل میں بہت بڑا  
تفاد اور منافات نظر آجائے گی، کچھ بھی نہیں رہے گا۔ بہت کم

مسلمانی رہ جائے گی۔ گویا اسلام کتابوں میں ہے اور مسلمان قبروں میں ہیں کہ جو مگر گئے  
اسلام اور ایمان ان میں بہتر تھا یا پھر قرآن مجید میں ہے، جو طاقوں میں گم دو غبار سے اٹا پڑا رہتا  
ہے۔ اور مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور جو مسلمان تھے وہ گذر گئے، شہید ہو گئے

اسلام کی بدنامی کا ذریعہ | مگر ہم تو اسلام کی بدنامی کا باعث نہ بنے۔ میں ۱۳۰۰ھ سال قبل یہاں کے قصبہ امانہ گڑھی میں طالب علم تھا ایک ہندو تھا، وہاں گھڑی ساز کبھی کبھی ہم اس سے ملتے تو وہ اسلام کی بڑی تعریفیں کیا کرتا تھا۔ ہم نے کہا پھر مسلمان کیوں نہیں ہوتے ہو کہنے لگا اب جبکہ ہندو ہوں تو سب اچھے الفاظ سے بلاتے ہیں۔ امن سے زندگی گذرتی ہے۔ اور اگر مسلمان ہو گیا تو یہی مسلمان مجھ پر چڑھ دوڑیں گے راتوں کو نقب لگائیں گے کہ ہمارے اس مسلمان بھائی کے پاس مال ہے تو اپنے مال و جان کی حفاظت کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ہم حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہمایہستان جا رہے تھے بس سے اترے آگے کا راستہ پہاڑی تھا۔ لوگوں نے کہا آگے دونوں قلعوں کے درمیان راستہ بند ہے۔ دونوں طرف سے گولی چل رہی ہے۔ یہ لوگ ایک دوسرے کو نکلتے ہی قتل کر دیتے ہیں ہم نے پوچھا کہ پھر قلعوں میں بند ہو کر یہ مسلمان ضروریات زندگی کہاں سے حاصل کر لیتے ہیں، کہا کہ دونوں گاؤں میں دو چار ہندو بھی رہتے ہیں۔ وہ باہر آنے جلنے میں آزاد ہیں ہی آتے جاتے ہیں اور سودا سلف بھی وہی لے آتے ہیں، خود مسلمان باہر نہیں نکل سکتے تو یہ ہے مسلمانوں کی زندگی کی ایک مثال کہ غیروں کے دوست ہیں، مگر اپنی قوم کے دشمن۔

ترقی اور فلاح کا راستہ | تو آپ خود سوچیں کہ مسلمان کیسے ترقی کر سکے گا۔ فلاح اور نجات کیسے پاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے فلاح کی یہ صفتیں بیان فرمائی ہیں۔

قد افلح المؤمنون الذین	بے شک وہ مومنین فلاح پاگئے جو نماز میں
ہم فی صلاتہم خاشعون	خشوع رکھنے والے ہیں اور جو لغویات سے
ہم عن اللغو معرضون	کنارہ کش رہتے ہیں اور جو تزکیہ نفس کرتے
ہم یؤتوۃ زکوۃ	ہیں زکوۃ دیتے ہیں اور جو اپنی بزرگواروں کی
ہم لضر وجہم حفظون	نگہداشت کرنے والے ہیں۔ ہاں اپنی بیویوں
اذوا جہم اوصالہم	

فانہم غیر ملومین ہ فین  
ابتغی وراءک فاولئک  
ہم العدون ہ والذین ہم  
لامانتہم وعہدہم داعون  
والذین ہم علی صلواتہم  
یحافظون ہ اولئک ہم  
الوارثون ہ

یاندیوں سے نہیں کہ اس طرح ان پر کوئی  
علامت نہیں۔ اور جو کوئی اس کے علاوہ خواہشا  
کی تکمیل کا طلب گار ہوگا۔ تو ایسے لوگ حد سے  
نکلنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور اپنے  
عہد کا پاس رکھنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں  
کی پابندی رکھنے والے ہیں بس یہی لوگ وارث  
ہونے والے ہیں۔

یہ صفات ہیں کہ جن میں سات صفتیں ہوں کہ نماز بڑی عاجزی سے پڑھے عبث کاموں سے جان  
کو بچائے رکھے۔ راستہ چلتے فضولیات سے احتراز کرے زکوٰۃ دے، زنا سے بچتا رہے،  
لوگوں کی امانتوں کو ضائع نہ کرے، وعدہ خلافی نہ کرے، اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھے،  
سچے اور کھرے ہیں، راستہ چلتے نظریں جھکی ہوئی ہیں، نمازوں کی نگہداشت کرتے ہیں۔ الغرض  
اعمال و اخلاق سیاست و معاشرت ہر چیز پاک ہے۔ وہی فلاح اور نجات والے ہیں۔ یہ  
ہیں کامیابی اور ترقی کے اصول اور خدا نے ہماری کامیابی کی کوئی بات قرآن میں ہم سے چھپا  
نہیں رکھی نہ مہلائی اور نیکی کی باتیں چھپائی ہیں۔ فرمایا:

ولکن الیوم امن بالله  
والیوم الآخر والصلیة  
والکتاب والنبيين وآتی المال  
علی حبیبہ ذوالقربی والیتھی  
والمسکین وابن السبیل  
والسائلین وفی الرقاب

نیکی یہ ہے کہ اللہ، یوم آخرت ملائکہ اور  
انبیاء پر ایمان رکھے اور مال کو دل  
سے رشتہ داروں یتیموں مسکینوں مسافروں  
محتاجوں اور غلاموں کی آزادی پر خرچ  
کرتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے  
ہیں اور اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں اور



واقام الصلوة وآتوا الزکوة والموفون سختی اور مصیبت میں مبر کرنے والے لوگ  
بعهدهم اذا عهدوا والصبرین فی بے شک یہی لوگ سچے لوگ متقی ہیں۔  
الباساء والقراء دحین الباس اولیک  
الذین صدقوا اولیک هم المتقون۔

**اسلام سے روشن خیالوں کا مذاق** | بھائیو! عرض یہ کرنا تھا کہ دعویٰ کے لحاظ سے  
تو ہم اتنی کروڑ مسلمان ہیں۔ مگر کتنے ہیں جو اپنی  
برائیوں پر نظر نہیں رکھتے۔ مجالس میں دین کے ساتھ اسلام کے ساتھ ہنستے رہتے ہیں۔ دین کی بات  
کرنے والوں سے نفرت ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مولوی لوگ اولڈ فیشن والے یہ قیادوس لوگ کیا  
کرتے ہیں یہ کیا جنگلی ہیں کہ چودہ سو سال پرانی باتیں کرتے ہیں۔ اسلام کی باتوں کو جگلیوں کی  
باتیں کہیں تو کہئے کہ ایمان اور اسلام کا کیا رہ جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے رسول اللہ کا اُمتی اور عاشق  
رسول کہلا سکتا ہے۔

ایک صحابی نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے تو آپ سے محبت ہے (آج بھی لوگ کہتے  
ہیں کہ ہم تو عشاق رسول ہیں، الگ الگ ٹولیاں، جماعتیں، پارٹیاں، عشاق کی بنی ہوئی ہیں،  
ایک ایک محلہ اور گلی میں۔ مگر دین کا ایک بھی نشان نظر نہ آئے مگر ہیں غلامانِ مصطفیٰ)  
**حضور سے عشق کا معیار** | تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا کہ سوچ کر  
کہہ رہے ہیں یا ویسے دعویٰ کرتے ہو۔ کہا ہاں سوچا ہے تو  
فرمایا کہ ایک بات یاد رکھو کہ اگر میرے سچے عاشق ہو تو جیسا کہ پانی نشیب کی طرف تیزی سے  
بہتا ہے۔ اسی طرح میرے عشاق کی طرف تھروفا تہ بھاگتا ہے۔ وہ دنیا و مافیہا کو اپنے لئے نہیں  
بلکہ خلق خدا کی بہبود کے لئے سمجھتا ہے۔ وہ پھر سرمایہ دار نہیں بنتا۔ وہ زکوٰۃ صدقات، فک  
رقبہ، اور دوسری شکلوں میں خرچ کرتا ہے۔ جو میرا عاشق ہے وہ تو خود تنگوارہ کر دوسروں کو  
ڈھانپے گا، خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلائے گا۔ اپنے نفس کی خواہشات کی قربانی دے گا۔

ان صحابہؓ نے پھر عشق رسولؐ اور عشق اسلام  
اسلام اور رسولؐ سے صحابہؓ کی محبت کا سچا نمونہ بھی دنیا کو پیش کر دیا۔ حضرت

عبداللہ بن خذافہ صحابیؓ ہیں۔ رسول کریمؐ کے عاشق تھے۔ قیصر روم کے زخے میں آئے کافروں  
 نے بھوکا پیاسا رکھا اور پوچھا کہ اب کیا حال ہے۔ اب تو اپنا راستہ چھوڑ کر میرے راستہ  
 پر چلتے ہو۔ یا نہیں۔ فرمایا یہ تو بھوک اور پیاس ہے آپ کا کیا خیال ہے کہ میں ایمان کے مسئلہ  
 پر اتنا کمزور ہوں کہ بھوک کی وجہ سے اسلام چھوڑ دوں گا۔ پھر کئی دن تک بھوکے اور  
 پیاسے رکھے گئے تو شراب اور خنزیر کا گوشت بھون کر سامنے رکھ دیا گیا۔ اب اگرچہ اسلام  
 کا قانون یہ ہے کہ اگر ایک شخص بھوک اور پیاس سے ہلاک ہوتا ہو اسے مضطر کہتے ہیں۔ اور حالت  
 اضطرار میں اسے اتنی رخصت ہے کہ دو چار گھونٹ یا دو چار لقمے حرام چیز کے کھا پی لے مگر اتنی  
 مقدار میں کہ مرنے سے بچ جائے۔ الا ما اضطررنا۔ ارشاد خداوندی ہے۔ حضرت  
 عبداللہ بھی اس رعایت سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ مگر غیرت اسلامی کا مسئلہ تھا۔ اور قیصر روم  
 کو معلوم تھا کہ اسلام میں شراب اور سور حرام ہے۔ اور یہ بھی کہ حالت اضطرار میں اجازت  
 بھی ہے۔ مگر پھر بھی سوچتا تھا کہ تالیاں بجا سکوں گا کہ دیکھو اس صحابیؓ نے اپنے مذہب کے  
 ایک مسئلہ کو توڑ دیا۔ مگر حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا حاشا وکلا۔ ہم بھی  
 جائیں مگر ان چیزوں کو چھکیں گے بھی نہیں۔ اب بادشاہ سمجھا اس طرح بھی یہ لوگ ٹھیک نہیں  
 ہوتے تو پھرتیل کی ایک اُبلتی ہوئی کڑا ہی لافے پر رکھ دی اور پولیس کو حکم دیا کہ اس کے  
 ایک ساتھی کو اس میں ڈال دو۔ اسے ڈال دیا گیا۔ اور وہ مسلمان فوراً جل بھن گیا، کوئلہ بن گیا۔  
 حضرت عبداللہ بن خذافہؓ کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ بادشاہ نے کہا کہ جیسا یہ ساتھی  
 تمہارا کباب بن گیا۔ ایسا ہی حشر آپ کا بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس سے قبل انہیں سولی پر بھی چڑھا  
 دیا گیا تھا کہ دو لکڑیوں میں باندھ کر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مگر پولیس کو کہا کہ پاؤں پر نشانہ بناتے  
 رہو کہ مرے نہیں۔ دیکھتے ہیں کہ راضی ہوتا ہے یا نہیں۔ پھر بھی یہ صحابیؓ نہ مانے نہ اسلام سے

اپنی حق راہ سے ہٹنے سے معمولی آمادگی ظاہر کی۔ تو اب بادشاہ آخری حربہ کڑائی کا استعمال کر رہا تھا۔ تو ایک ساتھی ان کے سامنے ڈال دیا گیا۔ وہ شہید ہو گیا۔ اب انہیں اپنے مذہب کی طرف بلایا گیا، مجبور کیا۔ مگر وہ نہ مانے کہا جا کر اب اسے بھی کڑائی میں ڈال دو۔ حضرت عبداللہ کو اس طرف روانہ کر دیا گیا۔ کڑھائی کے نزدیک پہنچے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بادشاہ سمجھا شاید موت کو دیکھ کر نرم پڑ گیا تو کہا اسے واپس بلا لاؤ۔ واپس لائے گئے تو پوچھا کہ اب تو دل نرم ہو گیا، کہو اب کیا خیال ہے۔ حضرت عبداللہ نے جواب میں کہا کہ ارے بے وقوف شخص میری آنکھوں سے آنسو اس لئے جاری ہوئے کہ مجھے یقین ہے کہ کڑائی میں گرتے ہی موت آئے گی اور اللہ کے ہاں میری پیشی ہوگی وصال ہوگا۔ تو روتا اس لئے ہوں کہ کاش! میں نے اللہ کی راہ میں کچھ تو قربانی دی ہوتی، صرف ایک روح قربان بھی کر دی تو کیا جسم کے جتنے بال ہیں اتنی رو میں بھی قربان کر دیتا تو حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اب تو اللہ کے دربار میں پہنچ کر کچھ بھی پیش نہیں کر سکوں گا۔ ما عبدناک حق عبادتک یا اللہ! میں تو کوئی بھی جذبات ایمانی کا اظہار نہیں کر سکا، یہ ایک روح تو کوئی چیز بھی نہیں۔

قیصر روم یہ سن کر انگشت بدندان رہ گیا کہ ایسی قوم کا کون مقابلہ کر سکے گا۔ پھر کہا کہ چلو میری پیشانی کو بوسہ دو تا کہ کچھ تو رعونیت قائم رہ سکے، تب چھوڑ دوں گا، کہا صرف مجھے یا میرے ساتھیوں کو بھی؟ کہا ساتھیوں کو بھی چھوڑ دوں گا۔ اور پیشانی چومنا تو عبادت ہے نہ تعظیم، بچوں کی پیشانی بھی چومتے ہیں، قبیلہ وجہ اظہار مودت و محبت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ بہر تقدیر حضرت عبداللہ نے خیال کیا کہ اگر ایسا کرنے سے میرے مسلمان ساتھی رہا ہو سکتے ہیں تو کیا حرج ہے تو کہا اچھا یہ کر دوں گا۔ پھر قیصر روم نے حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ حضرت عمرؓ کا دور حکومت تھا۔ انہیں اطلاع پہنچی کہ یہ لوگ آرہے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اعلان کر دیا کہ حضرت ابن حذافہؓ آرہے ہیں، سب اہل مدینہ ان کے استقبال کے لئے نکلیں اور ہر مسلمان ان کی پیشانی چومے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سب کو نجات ملی تو پہلے خود حضرت عمرؓ نے ان کی پیشانی چومی،



پھر دوسرے صحابہ کرامؓ نے۔

الغرض ایک جذبہ ہوتا تھا، اسلام سے محبت کا کہ ہر لالچ سے میرا ہو جاتے اور ہر تعین کو ہوائے تعلق مع اللہ و الرسول کے چھوڑ دیتے۔ اور ماسویٰ اللہ سے لاپرواہ ہو جاتے اور صرف اللہ اور اس کے رسول کا تعلق مضبوطی سے تھام لیتے تب دنیا اور آخرت کی سرخروئی ان کے قدم چومتی۔

اس اطاعت کی بدولت اور ایمان کی بدولت ان صحابہؓ | **اطاعت کی بدولت کا یا پلٹ گئی** | میں خالد بن ولیدؓ — سیف من سیوف اللہ

پیدا ہوئے، کل امت خیر الامم بن گئی جنگل کے باشندے اور سو سمار کھانے والے ریگستان کے پتھروں کو پوچھنے والے لوگوں نے جب حضورؐ اقدسؐ کے دامن مبارک کو تھاما تو ترقی کے کتنے اوج تک پہنچ گئے۔ آج دنیا حضرت عمرؓ جیسا مدبر، عادل حکمران اور سیاستدان پیش نہیں کر سکتی۔ عدل و انصاف سے دنیا بھر دی، جہدھر گئے فتوحات نے ان کے قدم چومے۔ یہ دنیا کی ترقی ہے۔ انہوں نے تو حضورؐ اقدسؐ کے دامن کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے دربار کا قرب حاصل کیا۔ خداوند کریم کے دربار تک رسائی حاصل کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواب دیکھتے ہیں صبح حضرت بلالؓ کو بشارت دی کہ اے بلالؓ رات خواب میں دیکھا کہ تو جنت میں مجھ سے آگے آگے جا رہا ہے۔ گو یہ سبقت خادم خاص کی حیثیت سے تھی مگر کتنا عظیم مقام حضرت بلالؓ کو ملا۔ حضرت بلالؓ جو غلام تھے، حبشی تھے۔ مگر حضورؐ کے قدموں کو تھام کر حضورؐ کی برکت سے انہیں کتنا بڑا مقام حاصل ہوا۔

| جس نے ایک دفعہ بھی حضورؐ کا نام | **حضورؐ اقدسؐ کا دامن تھام لینے کی برکات** | اس کو ان پر درود شریف

بھیجا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ اپنی رحمتیں نازل کرے گا۔ ہر نیکی پر دس نیکیوں کا اجر دینا تو عام قانون ہے۔ مگر یہاں درود شریف کی ایک خاص بات ہے کہ اللہ تعالیٰ درود بھیجنے والے پر خود دس دفعہ درود اور رحمت بھیج دیتا ہے اور اس کا نام



اپنے دربار میں لے لیتا ہے۔ آج ہمارا اور آپ کا نام کسی معمولی حاکم کی مجلس میں بھی آ جائے تو فخر اور عزت سمجھتے ہیں۔ مگر حضورؐ کے طفیل اللہ تعالیٰ کے ہاں دس دفعہ ہمارا نام آ جاتا ہے اور فرشتوں میں اعلان فرما دیتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے راضی ہوں تو یہ حضورؐ کی برکت ہے۔ مولانا روم نے کہا کہ ایک مور کسی کبوتر کے پاؤں میں اٹک گیا تو اس کی برکت سے خانہ کعبہ تک پہنچ گیا۔ درمیان کے سارے جھگڑ پہاڑ و دریا عبور ہو گئے۔ یہ ایک مثال دی ہے۔ امت کے لئے کہ حضورؐ کے نقش پا پر چل کر اللہ تک پہنچ سکتے ہو ورنہ ناممکن ہے۔ اس لئے صوفیا کہتے ہیں کہ تصوف اور سلوک میں قنانی الشیخ کا درجہ ہے کہ شیخ رسول کی ذات میں فنا ہوتا ہے۔ اس کی اتباع و اطاعت کر کے قنانی الرسول کا مقام آتا ہے۔ اور قنانی الرسول ہونے سے قنانی اللہ کا درجہ مل سکتا ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ کے دربار میں حاضر باش ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم نماز میں اللہ کے ہاں حاضری ہوتی ہے۔ اپنا بجز اور نیاز پیش کرتے ہوئے التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَواتُ وَالطَّيِّبَاتُ کہہ کر اللہ کے سامنے اپنی ساری بندگی پیش کر دیتے ہیں کہ اے اللہ میری قوی میری بدنی عبادتیں خاص آپ کے لئے ہیں میں موقد ہوں، میرا سب کچھ آپ کے لئے ہے۔ اِنْ صَلَواتِی وَنَسْکِی وَمَحْیَای وَمَمَاتِی لِلَّهِ دُبِّ الْحَلَمِیْنِ۔ اور اس در پر میرا حاضر ہونا یہ برکت کس کی ہے کہاں ہم اور کہاں ایسی پاک ذات سے ہمکلامی اور مناجات ہم تو تیرے حقیر غلام ہیں۔ اب جب مناسازی اس ساری چیز پر نظر ڈالتا ہے تو جان لیتا ہے کہ یہ ساری برکت تو حضور اقدسؐ کی ہے تو بے اختیار اس کے مزے نکل جاتا ہے کہ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اے اللہ کے برگزیدہ نبی تیرے ہی برکت سے تو ہم اس مقام پر پہنچے۔ ہم تو جیونٹی سے بھی کمزور تھے۔ ہماری کیا طاقت تھی اور کیا حیثیت، کچھ بھی نہیں۔ دنیا میں بڑے بڑے عقل مند موجود ہیں۔ کوئی بت کے سامنے پڑا ہے۔ کوئی پیسپل کے درخت کوئی تنگی شرمگاہوں کی پوجا کرتے ہیں۔ کوئی گوبر چاٹتے ہیں، کوئی

تصویروں کی پوجا پاٹ میں لگا ہوا ہے۔ دنیا گمراہی میں مبتلا ہے۔ اور ہم صرف رب العالمین کے دربار میں سر بسجود ہیں۔ تو اسے نبی اللہ کی طرف سے تجھ پر ہر طرح کی سلامتی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ یہ تشہد سارا ہی اللہ کی وحدانیت کا ملہ اور حضور کی شان رحمۃ اللعالمین کا منظر ہے۔

**شبِ معراج کے مکالمہ کی حفاظت** | یہ شبِ معراج کے مکالمہ اور ملاقات کو ہم دہراتے ہیں۔ لکھا ہے کہ جب نبی کریمؐ معراج میں اللہ

کے ہاں حاضر ہوئے تو التیحات تمام آداب ملاقات تعظیمات اور تحیات کو خداوند تعالیٰ کے لئے مخصوص فرما کر خطاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الف لام استغراق کے لئے ہے کہ ہر عیب اور مصیبت سے تجھے سلامتی ہو۔ یہ النیحات کا جواب تھا۔ والصلوۃ کے جواب میں ورحمۃ اللہ فرمایا۔ اور والطیبات کے جواب میں وبرکاتہ سے شرف فرمایا۔ اور ایہا النبی سے مخاطب فرما کر ان پر طاری شدہ ہیبت کم کرادی۔ اور فرمایا کہ میری سلامتی رحمتیں اور برکتیں تجھ پر نازل ہوں، دنیا میں حشر و نشر میں برزخ میں ہر آن اور ہر لحظہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ تیرے درجات، شئونات اور مقامات میں ہر لحظہ ترقی ہوتی رہے گی۔ اس اعزاز و اکرام سے نوازنے کے لئے میں نے تجھے

بلایا ہے۔ نبی کریمؐ علیہ السلام نے جب اپنے سلام کا یہ جواب سنا تو شان رحمۃ اللعالمین وہاں بھی جوش میں آگئی اور اس عظیم نعمت کا شکریہ بھی عظیم ہونا چاہیئے تھا۔ تو آپ نے یہ انعامات و اکرام اسی وقت خداوند کریم کے منشاء سے تمام عباد مقربین اور صالحین اولیاء انبیاء ملائک، جنات، اہم سابقہ و لاحقہ کے لئے عام فرماتے ہوئے کہا: السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ اے اللہ مجھے دی گئی ان سلامتی اور رحمتوں میں اپنے سارے برگزیدہ نیک بندوں کو بھی شامل فرما لیجئے۔ یہ نبی کریمؐ کی شانِ رحمت تھی کہ رحمت و برکت اور سلامتی میں گزرے ہوئے اور آنے والے سارے صالحین کو شامل فرمادیا۔

اب ملائکہ اور قدوسیوں کی ساری کائنات جن وانس اور فرشتوں کی دنیا جو حضور اور

رب العالمین کے راز دنیا کو کسُن سکتی تھی، سب نے حضورؐ کی شانِ رحمت کو دیکھا تو خوشی سے بے اختیار سب چلا اُٹھے اور تمام انبیاء و صالحین نے حضورؐ کی عبدیت اور نبوت کی شہادت دی اور کہا کہ: اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد عبدہ ورسولہ۔ حضور اقدسؐ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ بھی عظیم الاخلاق تھے، انہیں بھی کہا گیا تھا کہ: **انی جاعلک للناس اماما**۔ میں تجھے دنیا کا امام بناتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے وسعت اخلاق سے کام لیکر فرمایا: **ومن ذریتتی**۔ کہ میری اولاد میں سے بھی اس منصب پر فائز ہوں۔ اور یہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی ایک شانِ عظیمہ تھی کہ اس دعا کے اولین مصداق آپؐ کی اولاد میں ہمارے نبی کریمؐ ہیں مگر حضورؐ نے ساری کائنات سابقہ و لاحقہ کو اپنے انعامات و اکرامات میں شریک کر دیا۔ اب اس کے بدلے قیامت تک آپؐ کی امت شہد کے بعد حضورؐ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتی رہتی ہے۔ اور اس میں آپؐ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کو بھی اس میں شریک کرتی ہے۔

حضورؐ نے التیمات کے تین جملوں میں سب کچھ سمیٹ کر اللہ کے دربار میں پیش فرمادیا اب جبکہ حضرت ہاجرہ کی دوڑ دھوپ، سعی اور صحابہؓ کی پہلوانی رمل اللہ نے قیامت تک جاری کر کے محفوظ فرمادی تو جو کائنات میں نہدگی کا سب سے بڑا مظاہرہ تھا، وہ کیسے محفوظ نہ ہوتا۔ اس لئے نماز میں حضورؐ کا تحیہ اور تدارک اللہ تعالیٰ کا جوابی انعام پھر نبی کریمؐ کی جوابی گفتگو اور کائنات کی شہادت یہ ساری گفتگو اللہ تعالیٰ کو پسند آئی اور اسے نماز کی شہد کی شکل میں محفوظ فرمادیا۔ اس لئے بعض علماء نے کہا الصلوٰۃ معراج المؤمنین بظاہر اخبار ہے۔ مگر اس میں انشاء کا معنی بھی موجود ہے۔

الغرض دین اور دنیا کی برکتیں حضورؐ کے حضورؐ سے وابستگی حقیقی محبت پر موقوف ہے

صدقے سے حاصل ہوتی ہیں یہ وابستگی محبت اور رسول اللہؐ کی عظمت اور اطاعت کی شکل میں حاصل ہو سکتی ہے۔ محبت بھی ایسی کہ ہر چیز



سے بڑھ کر ہو قریباً: لا یؤمن احدکم الختم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ ہر ایک سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو۔ آپ کی عظمت و توقیر احترام اور وقار دل میں مخلوق کی ہر چیز سے بڑھ کر ہو۔ اور پھر اس محبت حقیقی کی برکت سے اطاعت بھی پیدا ہو جائے گی اسی وجہ سے صحابہؓ کو اطاعت آسان تھی انہارے لئے مشکل اس لئے ہے کہ صحیح محبت نہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہم بیوی بچوں کی خاطر دن رات محبت اطاعت لازم و ملزوم ہیں محنت اور مشقت اٹھاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان سے محبت ہے کہ اچھا کھائیں نہیں، کسی والدینے کبھی بھی اس مشقت کی شکایت نہیں کی۔ ۲۴ گھنٹے فکر میں لگا رہتا ہے۔ نہ ٹھکن کا احساس ہے نہ گرمی اور سردی کا، دن رات اولاد کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگا ہے۔ یہ کیا چیز ہے محبت کی تاثیر ہے۔ اور مجازی محبت کی۔ محبوں کو لیلیٰ سے مجازی محبت عقی تو لیلیٰ کے در و دیوار کو بھی چومتا تھا۔ لوگ کہتے کہ یہ پاگل ہے۔ کہا پاگل نہیں لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے اس کے در و دیوار سے بھی محبت ہے۔ یہ در و دیوار بذات خود کچھ بھی نہیں اس پر رہنے والی کی خوشبو اور ہوائیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک دن لیلیٰ کی گلی کے کتے کو چوم رہا تھا۔ اس لئے کہ اس کے قدم لیلیٰ کی گلیوں میں پڑے ہوئے ہوں گے۔

تو بھائیو حقیقی محبت کی کتنی تاثیر ہوگی، اطاعت کی سب مشکلات آسان نہیں ہوں گی تو کیا ہوں گی دیکھئے صحابہ کرام کو حقیقی محبت تھی تو حضورؐ جب بولتے تو صحابہؓ کے سر ادب اور احترام سے جھک جاتے کہ کان علی رؤسہم الطیور گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں کہ ذرا ہلے تو پرندہ اڑ نہ جائے۔ ایک مالدار منافق اپنے آپ کو حضورؐ اور صحابہؓ سے برتر سمجھ رہا تھا کہ اس کے بیٹھے عبداللہ نے تلوار نکال دی اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا کہ تو باپ ہے۔ مگر حضورؐ سے بڑھ کر نہیں۔

یہ سب محبت حقیقی کے کرشمے ہوتے ہیں۔ آج پہلے تو محبت ہے نہیں۔ اور ہے بھی تو نام اور نمائش کی ہے۔ ورنہ سچی اور حقیقی محبت کے ساتھ اطاعت لازمی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی محبت اور اطاعت سے مالا مال فرمادے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔



## قادیانی مسئلہ میں مسلمانوں کی فتحِ ممبئی

جامع مسجد اکوڑہ نمک میں خطبہِ حجۃ المبارکہ: یومِ شکر ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۱ء ۲۵ شعبان ۱۳۹۲ھ

قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانے کے بعد

نحمدک ونصلی علی رسولک الکریم۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

قال اللہ تعالیٰ: انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔

میرے محترم بھائیو! اللہ جلّ جلالہ کا پاکستان اور اری دنیا کے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ اور ایک نسخِ عظیم اللہ نے مسلمانوں کو دی ہے۔ ہمارے جم کا ایک ایک رواں بھی اگر سرسجود ہو کر اس احسان اور نعمت کا جو اللہ نے ہم پر فرمائی ہے، شکر ادا کرنا چاہیے تو ادا نہیں کر سکے گا۔

بھائیو! ہم اور آپ اپنی جان اپنے ال اپنے بچوں کا انتظام  
**قصرِ نبوت کی حفاظت** کرتے ہیں۔ ہر شخص اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق ایک

گھر بنا تا ہے۔ چار دیواری کیلپنتا ہے۔ دروازے لگا تا ہے صرف اس لئے کہ میرا گھر اور بال بچے چور ڈاکو اور بارے خمارات سے محفوظ رہیں۔ اور جب گھر کی ہر طرح حفاظت ہو جائے تو سب

کی خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ — دنیا میں ہر قوم اپنے ملک کی حفاظت کرتی ہے —

ہمارا ملک ہے ہم اس کی سرحدات کی حفاظت کرتے ہیں، ملک میں کسی قسم کا غلط فہمی نہیں برداشت

کرتے۔ ہر ملک اپنے بجٹ میں اربوں روپے رکھتے ہیں۔ فوج کا کام یہی ہے۔ پولیس دا حسنہ

غلط فہمی کو روکتی ہے۔ فوج بیرونی حملوں سے حفاظت کرتی ہے۔ ملک اور سرحدات کی حفاظت

کے لئے ہزاروں لاکھوں لوگ قربان ہو جاتے ہیں۔ اور جب ملک محفوظ ہو جائے تو قوم فتح کی خوشی مناتی ہے۔ — تو جیسا کہ اپنی جان و مال عزت و آبرو داں یا اچھا اولاد کی حفاظت ہو جانے سے ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ روح کو اطمینان ہو جاتا ہے تو ایک سلمان کے نزدیک تو حضورِ اقدسؐ کی عزت و ناموس ان سب چیزوں سے بڑھ کر عزیز ہے۔ تو جب حضورؐ کی عزت و ناموس ان کی شانِ رفیعہ ان کی بلند مرتبت و مقام کی حفاظت ایک چور اور ڈاکو سے ہو جائے تو کتنی خوشی ہوگی۔

بیوی بچوں، ماں باپ کی حفاظت سے زیادہ اس پر خوشی ہوتی ہے۔ ملک کی حفاظت ہو جائے، وہ بھی خوشی کی بات ہے، مگر اس سے بھی بڑھ کر سب سے بڑھ کر مرتبہ یہی ہے کہ دین اسلام محفوظ ہو۔ اور حضرت محمد الرسول اللہ علیہ وسلم کی ناموس، عزت، و مرتبت کو خداوند تعالیٰ محفوظ فرمادے۔

ختم نبوت میرے محترم بزرگو! اللہ جل مجدہ نے مسلمانانِ پاکستان اور عالم اسلام پر بڑی مہربانی کی۔ ستمبر کی تاریخ کو فرمائی۔ اس لئے کہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت جو احمدی

کہلاتے ہیں اور ان کے پیشوا۔۔۔ مرزا غلام احمد۔۔۔ وہ نقیب لگا رہا تھا، خاتم النبوت کے  
تبدیل میں، اور ان تاجِ غلیم میں دست اندازی کر رہا تھا جو خاتم النبوت کی شکل میں اللہ جل مجدہ نے  
مسندِ نبوت کے سر پر رکھا تھا۔۔۔ ما کان محمداً اباً احید من رجالکم  
والکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ آپ کی ذات سے نبوت کو درجہ کمال  
پرا اللہ نے پہنچا دیا ہے۔ اور دیکھئے ہر چیز کی دنیا میں ایک انتہاء ہوتی ہے، سوائے خدا کے  
حی و قیوم کے کہ وہ سرمدی ابدی ازلی دائمی ہیں۔ ان کے علاوہ ہر چیز کی ایک ابتداء ہوتی ہے  
اور ایک انتہاء ایک آغاز ہوتا ہے۔ اور ایک کمال انہ ان کو لیجئے۔ پہلے بچہ ہوتا ہے۔ ہم سال  
میں کمال کو پہنچتا ہے۔ پھر زوال پھر ختم ہوتا ہے، قبر میں جاتا ہے۔

یہی حالت ہر چیز کی ہے۔ نبوت کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے شروع

فرمایا اور نبی کریم کی ذات بابرکات کے کمال اور عروج تک پہنچا دیا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اس مقام مرتبہ پر اللہ نے حضور اقدس کو فائز فرما دیا۔

**متنبی کذاب اور توہین انبیاء** | دعویٰ کر بیٹھا اور ایک شخص جب بے حیا ہو جائے تو اس

کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔ اذالم تستحیی فافعل ماشئت۔ جیسے دنیا میں چور ہوتے ہیں پہلے چوری چھپے معمولی معمولی چیز چراتے ہیں، پھر بڑھتے بڑھتے بالکل جبری ہو جاتے ہیں۔ تو اس مرزا غلام احمد نے بھی کہا کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں موسیٰ اور عیسیٰ ہوں۔ یہاں تک کہا کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور سب انبیاء سے بھی افضل ہوں۔ اور ایک جگہ اس نے لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ میری شکل میں آج آئے۔ مرزا غلام احمد نے یہ بھی کہا کہ حضور اقدس پہلی رات کے چاند ہیں تو میں چودھویں صدی میں آیا تو میں بدر (چودھویں کا چاند) ہوں۔ یہ مرزا کی وہ باتیں ہیں جس کا اسمبلی میں بھی مرزا انار سے انکار نہیں ہو سکا۔ اور اپنے آپ بے در کابل اور حضور افضل الانبیاء کو پہلی رات کا چاند کہا۔ صرف ایک نبی کی توہین نہیں بلکہ سید الکائنات رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اور تمام انبیاء کی بھی توہین ہے۔ کہتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کون ہے کہ میرے منبر پر بھی قدم رکھ سکے۔

**مسلمانوں کی تکفیر** | بھائیو! یہ ایک کذاب اور بہت بڑا شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کا امتحان کرانا تھا۔ اور مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضور آخری نبی ہیں۔

ان کے بعد قیامت تک نیا نبی نہ مبعوث ہوگا نہ آسکتا ہے نیا نبی نہ ظلی نہ بروزی۔ اور یہ بھی عقیدہ ہے کہ نجات و فلاح دنیا کی ہو یا آخرت کی صرف حضرت محمد الرسول اللہ کی پیروی میں ہے جنت بھی اس کے اتباع سے ملتی ہے۔ مگر مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ جس نے میری پیروی نہ کی اور مجھے نبی نہ مانا خواہ اس نے میرا نام بھی نہ سنا ہو۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتا ہو مگر مجھ پر ایمان نہ لایا تو وہ بھی

دائرہ اسلام سے خارج، کافر اور پکا کافر ہے۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور  
جنت نہیں اس نماز روزہ، حج، زکوٰۃ سے دے گا جو حضور اقدسؐ نے ہمیں بتلائے۔ مرزا کہتا  
ہے کہ نہیں جو میں کہوں گا حلال و حرام اس کی بھی پیروی کرنا ہوگی۔

**نسخ جہاد** | ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ: الجنة تحت ظلال السيوف  
جنت تلوار کے سایوں میں ہے جو مسلمان اللہ کی رضا کے لئے ملک قوم اور  
اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد کرتا ہے اُسے جنت نصیب ہوگی وہ انگریز سے، سکھ سے،  
ہندو سے جہاد کرتا ہے۔ تو اگر اس پر تلوار کا سایہ بھی پڑھا تو بلا حساب جنت جائے گا۔ ہمارا عقیدہ  
بھی ہے کہ الجهاد ماضی الی یوم القيامة جہاد منسوخ نہیں ہوا، ہر دور میں  
جب کفر کا مقابلہ آیا۔ ہم جہاد کریں گے حتیٰ کہ حضور اقدسؐ فرماتے ہیں کہ تمہارا امیر اور تمہارا  
حاکم بدکردار اور بد عمل ہے اور تم اس سے ناراض بھی ہو مگر جب اس نے جہاد کا نعرہ بلند کیا تو  
اس کا ساتھ دینا پڑے گا۔

ایوب خان سے کون خوش تھا، مگر جب اس نے لا الہ الا اللہ کہہ کر جہاد کا نعرہ  
بلند کیا تو سب کو معلوم ہے کہ ہر مذہب و محراب سے آواز اٹھی کہ آگے بڑھو۔ یہ نہ دیکھا کہ  
ایوب خان سے لوگ خوش ہیں یا نہیں۔ بھٹی خان شہابی زانی ہے یا نہیں؟ جو بھی ہے مگر  
اب وقت ہے جہاد کا۔ تو جہاد کی اتنی اہمیت ہے۔ جہاد قیامت تک رہے گا اور جس  
قوم سے جہاد اٹھ گیا تو وہ قوم بے عزت ہو کر رہ گئی اصل زندگی جہاد ہی میں ہے۔

**انگریز کی اطاعت** | ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات  
بل احياء و لکن لا تشعرون

اور اب جہاد حرام ہے، قطعی حرام ہے۔ اور جس مسلمان کے دل  
میں بھی انگریز کی مخالفت کا خیال گزرے تو وہ بھی جہنمی ہے۔  
مرزا غلام احمد نے اپنی امت کو جو پانچ بنیادی اصول اپنی دعوت کے بتلائے۔ اور وہ



گویا مرزائی مذہب کی پنج بنیادیں جیسا کہ ہم مسلمانوں کے پانچ اصول کلمہ شہادت نماز روزہ، زکوٰۃ حج ہے۔ تو اس کے بنیادی سبق میں یہ ہے کہ برطانیہ اور حکومت انگلشیہ کی وٹاداری اور اطاعت و تابعداری کرنا ہوگی۔ اور ہم نے یہ بھی دیاں اسمبل میں اُس سے تسلیم کر دیا کہ یہ تو ہماری پنج بنیادیں اور وقت آئے گا کہ یہ سب مباحث قوم کے سامنے بھی آجائیں گے۔

جہاد کو بالکل حرام کہا۔ عراق جب انگریزوں نے فتح کیا تو ان لوگوں نے قادیان میں چراغاں کیا۔ لوگوں نے کہا کہ مسلمان تو رہے ہیں کہ انگریز نے ایک اسلامی ملک پر قبضہ کیا۔ اور تم چراغاں کر رہے ہو کہاں ٹھیک ہے اس لئے کہ یہ انگریز تو ہماری تلوار ہے، اور یہ تلوار جہاں جہاں پہنچے وہاں مرزائیوں کی فوج بھی جائے گی۔ چنانچہ فرنگی نے عراق کا پہلا گورنر قادیانی ہی کو مقرر کیا۔ تم کوں سے لڑائی ہوئی اور فتح ہوئی تو مبارکباد دی کہ شکر ہے کہ خدا نے انگریز کو کامیاب کر دیا۔

**ملک اور قوم سے غداری** | تو میں عرض کروں کہ ان لوگوں کا کردار کیا ہے۔ اور عزائم  
اور محرکات کیا ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے یہ ارادہ  
تھا کہ کشمیر کو قادیانی ریاست بنادیا جائے۔ مگر جب مسلمان سمجھ گئے تو انہوں نے جیل بھر دیئے  
اور ان کے عزائم ناکام بنا دیئے۔ اس کے بعد مرزا بشیر الدین نے اپنے لوگوں کو تعلقین کی کہ بلوچستان  
کا رقبہ بہت وسیع ہے مگر مسلمانوں کی مردم شماری کم ہے۔ اس لئے قلدت تعداد کی بناء پر اس کو  
قادیانی ریاست بنانا بہت آسان ہے۔ اگرچہ وہ غیر آباد رقبہ ہے۔ مگر جب ایک صوبہ الگ اپنا  
ہوگا تو ایک حیثیت ہوگی۔ یہ بات بھی بحث میں اس سے منوالی گئی انکار کیسے ہو سکتا تھا کہ تحریرات  
حوالے کتابیں موجود تھیں یہ بھی ثابت کر دیا کہ تقسیم ہند کے وقت تحصیل گورداسپور جہاں قادیانی  
انہوں نے خود یہ درخواست دی ۲۸ ہس پیشتر کہ ہم ایک الگ فرقہ ہیں۔ اور مارڈ ماؤنٹ  
بیٹن کو کہا ہمیں بھی دیگر اقلیتوں جیسا ہیوں وغیرہ کی طرح الگ نشستیں مقرر کرادی جائیں۔ اگر اس  
وقت یہ درخواست نہ دی ہوتی تو یہ مسلمانوں میں ہو جاتے اور شاید یہ تلاقہ پاکستان کے ہاتھ

میں ہوتا اور کشمیر بھی نہ نکلتا۔ یہ تقسیم آخر میں پاکستان کے ساتھ غدار مہم تھی۔ تو گویا ۲۸ سال پہلے ان کی جو درخواست تھی والسرائے ہند کے نام وہ سات تمبر کو اسمبلی کے ذریعہ منظور ہوئی۔

اسمبلی میں اتمامِ حجت | یہ بھی یاد رہے کہ اسمبلی یا پاکستان نے انہیں کافر نہیں بنایا وہ خود تقریباً نوے سال سے تمام مسلمانوں کو کافر اور پکے کافر کہتے ہیں کہ پکے کافر ہیں پکے بھی نہیں۔

جب ناصر نے یہ پوچھا گیا کہ مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہو تو تقریباً چکر کے کہا کہ ہاں مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ تو ہم نے مرزا غلام احمد مرزا البشیر کی ایسی عبارتیں پیش کیں کہ وہ تو کافر کہتے ہیں۔ کہا کافر ہیں مگر پکے قسم کے کافر ہیں معمولی قسم کے کافر ہیں۔ تو کہا اچھا وہ تو اسی عبارت میں کہتا ہے کہ کافر ہیں پکے کافر ہیں۔ تو اب پکے کافر پکے کیسے ہو گئے۔ والد اور دادا تو ہم سب کو کافر کہتا ہے، سمجھتا ہے۔ تم کیسے مسلمان کہہ سکتے ہو۔ تو خاموش۔ پھر دوسرا نکتہ کہ اچھا مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھتے ہو یا نہیں؟ اور جب مسلمانوں کے قائد اعظم جیب و فات پا گئے، اور ان کے تو مرزا ایوں اور ظفر اللہ بڑے احسانات تھے کہ ظفر اللہ کو وزیر خارجہ مقرر کیا۔ اور یہ جو پھیلے تو ہم مسلمانوں کے ہاتھوں پھیلے کہ وزارت خارجہ کے ذریعہ سفارت خانے قادیانیوں سے بھر دیے گئے۔ جتنا خرچ ہوتا رہا اس کی کوئی پوچھ گچھ نہ تھی، کتابت احسان تھا قائد اعظم کا جب ان کا انتقال ہوا تو ظفر اللہ نے اتنے بڑے محسن پر بھی نماز جنازہ نہ پڑھی۔

کیوں کہ ان کا جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھایا اور شاید قائد اعظم کی وصیت بھی تھی کہ میرا جنازہ شیخ الاسلام پڑھیں گے۔ الغرض ان کی اقتداء میں نماز جنازہ نہ پڑھنا اگر عذر تھا تو ہمارے وکیل نے کہا کہ اچھا اس ملک میں تو قائد اعظم کی عائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھی گئی وکیل نے کہا کہ میں ان دنوں لندن میں تھا۔ وہاں بھی مسلمانوں کے اکثر فرقے جمع ہوئے اور قائد اعظم کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو کیا کسی عائبانہ نماز جنازہ میں کوئی قادیانی شریک ہوا تھا؟

کہا مجھے نہیں معلوم۔ وکیل نے کہا کہ ہر جگہ تو مولانا شبیر احمد عثمانی نہیں تھے۔ بلکہ وہ خود ظفر اللہ

نے بیان کر دی تھی کہ میں اپنے آپ کو کافر حکومت کا مسلمان ملازم سمجھتا ہوں یا مسلمان حکومت کا کافر ملازم۔ یعنی ملازم پر یہ ضروری نہیں کہ جہازے بھی پڑھے۔

انگریز کی مدح سرائیاں | الغرض مرزا یوں کا ہمیں غیر مسلم سمجھنے کے ہزاروں ثواب اور دلائل موجود ہیں۔ اور ان کی کتابیں ایسی تحریروں سے بھری ہیں۔

مرزا نے انگریز کی مدح سرائی میں کہا میں نے پچاس الماریاں اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین پر لکھی ہیں۔ انگریز لیفٹنٹ گورنر کو لکھتا ہے کہ میں تو انگریز کا خود ساختہ پودا ہوں۔ اب اس خود ساختہ پودے کی آب پاری بھی کر دو گے۔ اور مجھ پر میری جماعت پر خصوصی غایت بھی کرنا ہوگی۔ بلکہ وکٹوریہ کی مدح میں مستقل کتاب لکھی، تحفہ قیصریہ کے نام سے اُسے منسوب کیا۔

الغرض انسان حیران رہ جاتا ہے اس کی خوشامد اور جی حضور کی کو دیکھ کر۔ ہم تو اسمبلی میں دو چار مولوی ہیں۔ انگریزی خوان طبقہ بھی جو اسمبلی کے ارکان کا تھا وہ بھی انگریز کی اتنی حمد و ثنا سن کر حیران رہ گیا اور کہا کہ نبی تو کیا ایسا شخص تو کوئی شریف انسان بھی نہیں کہلا سکتا، نبی ہونا تو بڑی بات ہے اتنی چاپلوسی کا تصور تو ہم انگریز خوانوں سے بھی نہیں ہو سکتا بلکہ وکٹوریہ کو دایم اقبال کہا۔ اور یہ کہ تیرا یہ تخت اقبال ہمیشہ باقی رہے۔ تو ظل اللہ ہے۔ اور وہ مسلمان ملعون ہے، بد قسمت ہے جو تیری حکومت کے خلاف خیال کو بھی دل میں جگہ دے۔ تو اتنی چاپلوسی تو کوئی بھنگی بھی نہیں کر سکتا۔ پھر ایک کافر حکومت کی، انگریز کی۔

اور یہ حقیقت ہے کہ جب انگریز نے اس ملک میں آکر قدم جمایا تو اس وقت انگریز کے خلاف شاہ عبدالعزیز اور دیگر اکابر نے جہاد کا فتویٰ دیا، جہاد کی تحریک اٹھی سینکڑوں مسلمان چھانسی ہوئے اور جہاد کا نعرہ بلند ہوا تو مسلمان جہاد کے لئے جان و مال قربان کرنے پر تیار ہوئے انگریز کو اندازہ ہوا کہ مسلمانوں کو غلام رکھنے کا علاج سوائے اس کے نہیں کہ ان کے دلوں سے جہاد کا جذبہ نکال دیا جائے۔ اور علاج یہی ہے کہ ایک فرضی نبی کھڑا کر دیا جائے اور وہ جہاد کو حرام قرار دے، یہی تو وہ خود کاشتہ پودا ہونا تھا جس کا اقرار مرزا نے اپنی تحریروں میں کیا تھا۔ اس



نے یہ بھی لکھا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں بھی میرے والد نے ۵۰ سوار گھوڑوں سمیت انگریز کو بچا کر لیا۔  
 بہر حال مرزائی ہم مسلمانوں کو ۹۰ سال سے کافر کہتے تھے اور جیب یہی چیز اسمبلی میں پیش  
 ہوئی تو اپنی مطلب براری کے لئے انکار کرنے لگتے تو جب وہ عبارتیں پیش ہوئیں تو تم نے  
 تو نہ ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج اور کافر اور پکا کافر کہا ہے۔ تو کہا کافر تو ہیں مگر ملت  
 میں داخل ہیں اور ملت کے تین دائرے ہیں، ایک اسلام ایک اسلام سے نیچے اور ایک  
 تیسرا درجہ ہے۔ رانا حنیف صاحب مرکزی وزیر ہیں اسمبلی سے باہر ملے بیمار تھے پڑے ہوئے  
 تھے میں نے کہا وزیر صاحب کیا حال ہے؟ سنس کہہ کر کہا مولانا تیسرے دائرے میں ابھی پھر رہا  
 ہوں۔ پتہ نہیں اس سے بھی کب نکالتے ہیں۔

**منعزتی تعلقات سے ممانعت** | مرزا ناصر سے کہا گیا کہ مسلمانوں کے معصوم بچوں پر  
 جنازہ کا کیا حکم ہے۔ آپ کے بڑوں نے تو کہا تھا

کہ بالکل ناجائز ہے۔ اور جس طرح تم ہندو، سکھ عیسائی بچوں پر جنازہ نہیں پڑھ سکتے اسی طرح غیر مرزائی  
 مسلمان بچوں کا حکم ہے۔ اس لئے کہ کافر کا بچہ کافر کا تابع ہے۔ مسلمان کافر تو اس کا بچہ بھی کافر ہوگا۔  
 نکاح کے بارہ میں کہا کہ کیا کوئی مسلمان عورت فرنگی یا ہندو یا سکھ سے نکاح کر سکتی ہے۔  
 اگر نہیں تو کسی مرزائی عورت کا بھی مسلمان مرد سے نکاح جائز نہیں البتہ مرزائی مسلمانوں کی لڑکیاں  
 اپنے عقیدے میں جیسے کہ اہل کتاب کی۔۔۔ یہ تھا نکاح کے بارہ میں ان کا عقیدہ۔  
 الغرض بھائیو! اسمبلی میں جرح کے لئے سینکڑوں سوالات داخل کئے گئے جن میں  
 چند کا انتخاب ہوا اور جرح اور بحث کا محور زیادہ تر دو چار اصولی باتیں رہیں۔ الحمد للہ آئین میں  
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا ذکر پہلے سے موجود تھا۔ صدر اور وزیر اعظم  
 کے حلف کی عبارت میں تو ختم نبوت کا جھگڑا تو طے شدہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہوگا جو حضور  
 کو آخری نبی مانتا ہو۔ کمیٹی کی بحث میں یہ طے کرنا تھا کہ کیا مرزائے نبوت کا دعویٰ کیا تھا یا نہیں  
 اور کیا اس کے پیرو اس کو نبی مانتے ہیں یا نہیں اور کیا ان کے نزدیک ان کے زمانے والے



غیر مرزائی مسلمان ہیں یا کافر؟ تو ربوہ والوں نے

**لاہوری فرقہ کی منافقت** | اور لاہوریوں نے بھی یہ سب چیزیں مانی ہیں، اور اقرار کیا کہ وہ الگ امت اور گروہ ہیں۔ اور لاہوریوں کا جھگڑا تو محض خلافت اور گدی نشینی کا تھا، مگر مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے مسلمانوں کو مسلمان کہنے لگے۔ جرج کیے دوران لاہوریوں نے بھی اقرار کیا کہ تم مسلمان حقیقی مسلمان تو نہیں ہو، البتہ مجازی مسلمان ہو۔ اور حبیب مرزاؤں سے اس دوزگی گردار کے بارے میں پوچھا گیا کہ مسلمانوں کو کافر بھی سمجھتے ہو اور ان کے لئے مسلمان کا نام بھی استعمال کرتے ہو۔ تو جواب دیا کہ حقیقی مسلمان تو نہیں البتہ دنیا میں ایک قوم مسلمان کے نام سے معروف ہے۔ اس لئے ہم بھی عرفاً انہیں مسلمان مسلمان کہتے ہیں۔ یہود وہ قوم تھی جو حضرت موسیٰ پر ایمان لائی مگر عیسیٰ علیہ السلام کی آمد پر ان کا انکار کرنے کے بعد کافر ہو گئے مگر معروف اب تک یہودی نام سے ہیں۔ عیسائی حضور نبی کریم کی آمد کے بعد انکار کرنے سے کافر ہو گئے عیسائی نہ رہے مگر کہلاتے اب بھی عیسائی ہیں۔ اور جس طرح عبد اللہ نامی شخص اللہ کی سرکشی اور نافرمانی کے باوجود عبد اللہ کہلاتا ہے حقیقی نہیں صرف نام کی شہرت کی وجہ سے اسی طرح ہم نے بھی کہیں کہیں مسلمانوں کو مسلمان کہا ہوگا۔

لاہوریوں نے حدیث نبوی۔ سینزل نبی اللہ عیسیٰ بن مریم کے ضمن میں اعتراف کیا کہ مرزا نبی تھا۔ الغرض جب نوے سال سے وہ خود ہمیں کافر کہتے رہے سمجھتے رہے اور اپنے آپ کو الگ امت اور گروہ مگرا نہیں اپنے نہ ملنے والے اُن کافروں میں شرکت پر اصرار محض مفادات حاصل کرنے اور درپردہ مارا آستین بنے رہنے کے لئے ہے اس بڑے صغیر میں ہندو مسلم سکھ عیسائی تھے مگر ہندو زیادہ سمجھتے مسلمان کم تو اقلیت کو نقصان ہوتا ہے۔

**اسلام کے نام پر اسلام دشمنی** | اب مرزاؤں نے یہ چاہا کہ شامل تو مسلمانوں میں رہیں، اور اسی نام سے اختیارات اور حقوق پر قابض ہوں اور کاروائی ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسی ہو۔ حالانکہ کسی مسلمان کی غیرت برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ

ہندو کھد یا عیسائی اکثریت میں محسوب رہے ہیں۔ اور یہ مرزائی طبقہ آئنا بے غیرت کہ ہم مسلمان تو ان کے نزدیک ہندو کھد سے بھی بڑھ کر کافر مکران "کافروں" میں شرکت پر ہمیشہ اصرار رہا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا ہو جانے سے مفادات پر ضرب پڑے گی اور سازشیں نہیں کر سکیں گے۔

تقسیم ہند کے وقت تحصیل گورداسپور ان کی وجہ سے بھارت میں شامل ہوئی کہ انہوں نے مردم شماری میں اپنے آپ کو ایک الگ قوم کی حیثیت سے پیش کرنا چاہا۔ اس وقت اپنے آپ کو غیر مسلموں میں شمار کر کے مسلم آبادی کی تعداد کم کرادی گئی۔ یہ بات بھی اسمبلی میں ثابت کرادی گئی اور یہی چیز کشمیر کے ہاتھ سے جانے کا بھی پیش حصہ بنی۔

**اسرائیل سے رابطہ** | اسرائیل سارے عالم اسلام کا دشمن ہے۔ سارے مسلمانوں کے تعلقات اس سے نہیں، مگر مرزائی ہیں کہ ان کے مشن وہاں قائم ہیں۔ یہ مسلمانوں میں گھل مل کر اور ان کے اعتماد اور بھروسہ سے غلط فائدہ اٹھا کر سارے راز ایسے مشنوں کے ذریعہ دشمنوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ تو یہ لوگ مذہبی طور پر تو بھتے ہی دشمن اسلام مگر سیاسی طور پر بھی پاکستان اور عالم اسلام کی جڑیں کاٹتے رہے۔ اللہ نے فضل کیا کہ ربوہ اسٹیشن کا سانحہ ظاہر ہوا ورنہ اس سال یا بہت جلد ان کے ہاتھوں ملک انقلاب اور خاتمہ جنگی کا نشانہ بن سکتا تھا۔ خداوند تعالیٰ کو اس ملک کی اس حکومت کی اس قوم کی مدد کرنی تھی، ورنہ یہ تو پاکستان کی سیاست پر افواج پر پاکستان کی اقتصادیات پر کلیدی عہدوں پر قابض ہوتے چلے جا رہے تھے۔

**اسمبلی کا متفقہ فیصلہ** | اور مذہبی طور پر تو پہلے ہی روز سے تھے ہی غیر مسلم اور کافر، مگر اسمبلی نے بھی متفقہ طور پر آئین میں اس حیثیت کو شامل کر لیا اسمبلی میں انگریزی خوانوں کی اکثریت تھی۔ تو یہ صرف علماء کا فیصلہ نہیں۔ نئی دنیا تو منبر و محراب سے اتنی متاثر نہیں ہوتی جتنی کہ پارلیمنٹوں اور اسمبلیوں سے۔ اور الحمد للہ کہ وہاں اسمبلی میں تمام ارکان نے ہر پارٹی کے ارکان نے سب نے سو فیصد متفق ہو کر فیصلہ دیدیا۔ سب ارکان مسلمہ کی گہرائیوں اور حقیقت کو

سمجھ گئے۔ طالب العلوم کی طرح بحث و مباحثہ کا دور دورہ رہا تو یقین و بصیرت کے ساتھ اور بڑی مسرتوں کے ساتھ سب کے سب ارکان نے آمین میں یہ ترمیم کر لیں کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس شخص نے جس نوع سے بھی اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور جو اس پر ایمان لایا اسے مذہبی مصلح سمجھا وہ غیر مسلم ہوگا۔ اور مرزائی قادیانی لاہوری جو احمدی کہلاتے ہیں۔ غیر مسلم اقلیت ہیں اب قیامت تک اس ملک میں انشاء اللہ کوئی جھوٹا دعویٰ نبوت نہیں کر سکے گا۔ اور جہاں اقلیتوں کے تحفظ کا مسئلہ ہے ہمارے ہاں ہندو سکھ عیسائی سب ہیں مگر مسلمان ان سب کا تحفظ کرتے ہیں۔ قوانین موجود ہیں، اسلام کی تعلیمات ہیں ہم ان کا بھی تحفظ کریں گے مسلمان دیہات میں ہندو سکھ عیسائی سے بھی سودا سلفت خریدتے ہیں۔ مگر وہ انہیں غیر مسلم جانتے ہیں۔ یہ خطرہ نہیں کہ مذہبی طور پر دھوکہ ہو سکے۔ اور مارا آستین بن جائے مگر اب ساری دنیا پر قادیانیوں کی حقیقت آشکارا ہو جانے کے بعد یہ خطرہ کم ہوگا کہ یہ سانپ دوس لے گا تو یہ پر دردگار کا بٹ سے بڑا کرم اور انعام ہے کہ قوم کا ملک کا دین کا تحفظ ہو گیا۔ ہمارے دیگر مطالبات بھی اصولاً وزیر اعظم نے مان لئے ہیں۔ کلیدی عہدوں پر ان کو فائز رکھنا اپنے آپ سے دشمنی کرنا ہے۔ اب ہمارے سارے راز فاش کرنے اور ہر طرح دشمنی کرنے سے یہ لوگ کوئی دریغ نہیں کریں گے، نہ بھٹو سے نہ قوم سے بھلائی کریں گے۔ ضرورت ہے کہ انہیں جلد از جلد ہٹا دیا جائے۔

پاکستان کے اندر ریوہ کے نام سے دوسری سیاست ختم کر دی جائے اسے مستوح کر لیا جائے۔

**اللہ کی مدد** | تو اللہ کے کرم سے اللہ نے دین کی حفاظت فرمائی کالج کے لڑکے بلاوجہ ظلم کا نشانہ بنے، ساری قوم اٹھی، ملازم، تجار، علماء، عوام طلبہ سب نے جرات ایمانی کا ثبوت دیا۔ ساری قوم اٹھی، تین دن مرکزی قیادت نہ تھی تو کچھ گڑ بڑ ہوئی۔ پھر مجلس عمل کی تشکیل ہو گئی ساری جماعتیں اس میں شامل ہو گئیں سب نے حلف اٹھایا تھا کہ اس مسئلہ میں سیاست بازی نہ ہوگی، وہ حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور اسلام کی خاطر اس تحریک کو چلائیں گے۔ بہت بڑے دوچارہ افسر



نے مجھے لاہور میں ایک میٹنگ کے بعد کہا کہ کیا کرنا ہے۔ ہم صرف ۷ ستمبر تک منتظر رہیں گے۔ میں نے پوچھا پھر کیا کر دگے؟ کہا پھر آپ سب کو اور ساری دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ اسلام آباد کے تمام ملازموں نے ایمان و عزیمت کے عجیب مظاہرے کئے۔ اللہ نے ساری قوم کو متفق کر دیا۔ مجلس عمل نے تدبیر سے کام لیکر مسلمانوں کی قیادت سنبھالی۔ پھر اسمبلی میں حزب اختلاف کے علماء اور جماعتوں نے مجلس عمل کی رہنمائی میں کام کیا۔ پھر پوری قومی اسمبلی کیا حزب اقتدار اور کیا حزب اختلاف اس جہاد میں شریک ہو گئی اور اس کو فتح نصیب ہوئی۔ اور اتنی آسانی اور اللہ کے کرم سے فتح ہوئی کہ ہم سے تو حضور نبی کریم کا حق ادا نہ ہو سکا، سیدہ کذاب کے مقابلہ میں ہزاروں صحابہؓ نے جان کی قربانی دی، ۲۸ ہزار کافراور مرتد تہ تیغ کئے گئے اور یہ محض اللہ کا فضل و کرم کہ چند مسلمان شہید ہوئے، ساری قوم کو ذرا سی محنت اٹھانی پڑی اور فتح عظیم حاصل ہو گئی۔ اگر اس راہ میں پوری مسلمان قوم شہید ہو جاتی اور ناموس ختم نبوت محفوظ ہو جاتی۔ تو پھر بھی بہت بڑی فتح ہو جاتی۔

اب ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ اس ملک اس قوم کو، اس مسئلہ کو بدولت اپنے فضل و کرم سے لا مال کر دے گا۔ اس مسئلہ کا کریڈٹ کل قوم کو ساری اسمبلی کو پہنچتا ہے۔ ہم علماء کا تو کام ہی یہ ہے موضوع ہی توحید و رسالت ہے مگر تعاون بحث و تحقیق کے سلسلہ میں ہر رکن اسمبلی ایک دوسرے سے سبق کرتا رہا کہ کوئی شبہ نہ رہے۔ الحمد للہ آج پوری قوم خوشی منا رہی ہے۔ پلوں صدی کے اکابر کی قربانیاں رنگ لائیں، مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے۔ آج نماز جمعہ کے بعد اللہ کی بارگاہ میں دو رکعت شکرانہ کی پڑھی جائیں۔ البتہ ابھی غافل نہیں ہوتا ہے۔ یہ قادیانی متظم ہیں ان کی پشت پر امریکہ، برطانیہ اور صیہونی طاقتیں ہیں۔ اگر یہ لوگ ذمی بن کر پُر امن ہو کر رہتے ہیں تو ان کی حیثیت دوسری ہوگی۔ اور اگر متحارب بنیں۔ ذمہ و عہد کا پاس نہ کریں مسلمانوں اور عالم اسلام کے خلاف کام کریں تو پھر مسلمانوں کو بھی مناسب طرز عمل اختیار کرنا پڑے گا۔ ان کا سیاسی احتساب کرنا ہوگا۔ اب اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں کہ اللہ ہمیں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شامل رکھے اور شہداء اسلام اور نبی کریم کی عظمت و شوکت قیامت تک بلند سے بلند ہوتی رہے۔ آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## حیاتِ طیبہ پر فلم

تاموس سالت و دشمنانِ اسلام کی شرمناک جہارت

۹ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ اکوڑہ خٹک کے ایک احتجاجی جلسہ میں

حیاتِ طیبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فلم بنانے کے شرمناک خبر دے  
نے مسلمانوں کے عالم کے دلوں کو چھلپنے کو دیا ہے۔ ایک عرصہ قبل اٹلی  
کے اس قسم کے جہارت سے بھی دنیا میں اضطراب کے لہر  
دوڑ چکی تھیں۔ اس موقع پر کئی گئے حضرت شیخ الحدیث صاحب  
تذللہ کے ایک احتجاجی تقریر۔

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ - مَا بَعْدُ - فَقَدْ  
قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُرِيدُ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ  
وَأَنَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَكَوْكَرَهُ الْكَافِرُونَ۔

تمہید | معزز حضرات! اس اجتماع کی غرض و غایت آپ کو معلوم ہو چکی ہے۔ اس  
سے قبل ہم نے اٹلی کے رسوائے عالم فلم ساز کمپنی کے خلاف احتجاج کیا۔ ہماری  
حکومت نے اعلان کیا کہ اٹلی کی حکومت اس کمپنی پر پابندی لگا رہی ہے اور اپنے شرانگیز اقدام سے

باز آگئی ہے۔ ہمیں خوشی ہوئی۔ مگر صدافسوس کہ اس کمپنی نے دوبارہ اعلان کیا کہ ہم کسی کی خاطر اپنے تجارتی اور اقتصادی مفادات سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ اس جاپانی اور بے ثمر حکومت کو یا تو مسلمانوں کے احساسات کا صحیح اندازہ نہیں یا وہ اپنی تباہی کا سامان خود کر رہے ہیں۔

**نشان رسالت** | حضرات! جس طرح خداوند قدوس کی ربوبیت کا ملکہ کائنات کے ہر ذرہ میں کارفرما ہے۔ اسی طرح رحمۃ اللعالمین کی شانِ رحمت

کائنات کے ہر ذرہ ذرہ میں جاری و ساری ہے۔ اس امر میں تمام علما متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تطہیر و مثیل نہ اولین میں کبھی پیدا ہوا اور نہ تا قیامت ان کا نظیر و مثیل پیدا ہوگا۔ محبوبِ اقدس کی عظمت کمالات و شئونات کا صحیح اندازہ تو خداوند تبارک و تعالیٰ کو ہو سکتا ہے۔ اس لئے شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی۔ بیداری میں یا خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و شکل اختیار کرنا اس کی قدرت سے باہر ہے۔ حالانکہ شیطان منظر قدرت ہے مگر خدائے قدوس نے اس سے یہ طاقت سلب کر دی ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: **من رانی فی المنام فقد رانی الحق** جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا گویا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ اسلام سے قربان جائیے اس نے ابتداء ہی سے اس قسم کے مفاسد کی جڑ کاٹ دی تھی۔

**تصویر سازی کی ممانعت** | تصویر سازی کو حرام قرار دیا۔ جاندارا شیاء کی تصویر اسلام نے حرام کر دی اور غیر ذی روح (جاندار) مثلاً اشجار، احوار، عمارتوں کا فوٹو جائز کر دیا۔

فوٹو بنانے والے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن فرشتے ڈنڈے لے کر اس سے کہیں گے کہ اب اس میں روح بھی ڈال دے اور جب روح نہیں ڈال سکتا تو اس کو بتایا کیوں۔ یہ تصویر میں روح تو ہو نہیں سکتا، روح ڈالنے والا تو صرف خداوند تعالیٰ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں فوٹو اور تصویر ہو اس میں رحمت خداوندی کے فرشتے کبھی داخل نہیں ہوتے۔

مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات طہیات کو ترک کر دیا اور یورپی آدمی کی تقلید میں اسی لعنت میں گرفتار ہوئے یہاں تک کہ تصویر سازی ان کا مزاج بن گیا۔ خود مسلمان بھی فلم بنانے لگے۔ زعماء شرفاء اور مسلمان حکام اور ان کی بیگمات کے فوٹو چھپنے لگے۔ حیا و عزت کا شعور اور احساس ختم ہونے لگا۔ ثقافت کے نام پر تمام کٹافتوں پر اسلامی لیبل لگانے کی کوشش کی گئی۔ علانیہ ملک میں ٹیڈی ازم بھی شروع ہو گیا۔

تعلیمات اسلام کے خلاف ہماری اس بے حس و بے غیرتی سے غیر اقوام نے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ اور ہماری ترک تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو جبرأت ہوئی کہ وہ ہمارے آقا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بنانے لگے اور ان کی حیات طیبہ پر ٹیلیں بنانے کا ارادہ کیا۔

**مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا مسئلہ** | آج ہماری غیرت و حمیت کا مسئلہ درپیش ہے اگر کسی سینما یا فلم کے پردہ پر ہماری ماؤں بہنوں اور خالائوں یا خاندان کے دیگر افراد کی نمائش ہو تو کیا ہم اسے برداشت کر سکیں گے کہ بد معاشرت قسم کے لوگ انہیں دیکھ لیں، ان کے حسن و زیبائی شکل و شبابہت کے بائے میں آما قائم کریں؟ (آوازیں ہرگز نہیں)

**محبت رسول شرط ایمان ہے** | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہمیں ماں باپ بچوں، بیویوں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

اور یہ ایمان کی اولین شرط ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولده ولسان اجمعین (حدیث البخاری) یعنی تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کو ماں باپ بچوں اور تمام





علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتے ہیں نہ حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کو اور نہ خدا کی ذات پر انہیں ایمان ہے ورنہ وہ نہ ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر بناتے اور نہ ان کی زندگیاں قلماتے اور نہ مسلمانوں کی دلآزاری کرتے۔ ان کا مقصد زندگی بے حیائی فحاشی اور دولت سمیٹنا ہے۔ اگر خدا کو مانتے تو اس قسم کی گستاخیاں کبھی بھی نہ کرتے۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے خاندان سے مذاق کرنا خداوند تعالیٰ کے عذاب اور جہنم کی آگ کو دعوت دینا ہے۔ مگر مسلمان قوم ان کی طرح بے سنمیر اور بے حس نہیں کہ وہ خاموشی سے یہ تماشا دیکھ سکیں۔ — امریکہ اور اٹلی کی حکومت نے بھی اگر یہ حرکت کی تو خدا کے قہر کو دعوت دے گی۔ چیونٹی کی تباہی آنے لگتی ہے تو خدا اسے پر دے دیتا ہے۔ ہر وہ بدوین جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارادہ کرے گا۔ خدا اسے ذلیل و تباہ کر دے گا۔

**مسلمانوں کا امتحان و آزمائش** | ہاں صرف مسلمانوں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی کر وڑ روحانی اولاد اور نام لیواؤں کا امتحان ہے کہ

ہمارا دعویٰ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم زبانی دعویٰ تو نہیں؟

ہمارے روحانی جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا بیٹا خدا کے نام پر قربان کیا۔ جس کی سنت ہم آج کل ادا کر رہے ہیں تو ہم اپنے دادا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی جانیں قربان نہ کر سکیں گے؟ آج ہم خداوند قدوس سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ جس ظالم نے بھی ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارادہ کیا خواہ ملک کے اندر ہو یا باہر ہو ہم ایک ایک اور ایک ایک جان ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کریں گے۔ — یُرِيدُونَ لِيطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَهِهِمْ — یہ کافر چاہتے ہیں کہ خدا کا نور پھونکوں سے بجھا دیں۔ مگر نہ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مگر اس چراغ کی روشنی تو چاند اور سورج سے بھی تابان اور روشن ہے۔ یہ کبھی نہ بجھ سکے گا۔ اور دھول ڈالنے والے اپنے چہروں کو سیاہ کریں گے۔ آپ کی ذات گرامی تو سورج سے بھی کم و ڈراما درجہ بلند و ارفع ہے۔ سورج صرف دنیا کے اوپر ہے۔ مگر آپ جسمانی لحاظ سے بھی جسد الطہر کے ساتھ عرش معلیٰ کے اوپر تشریف لے گئے ہیں۔ عرش کی دست کے سامنے ساتوں آسمان و زمین ایسے ہیں جیسے اس وسیع صحرا میں چند کنکریاں ڈال دی جائیں جس کی آپس میں نسبت نہیں۔ حضور اقدس کو جسمانی رفیع میں بھی تمام کائنات پر فضیلت دی گئی۔ جس ذات اقدس کی جسمانی پردہ اتنی بلند ہو تو روحانی پرواز کا کیا عالم ہوگا؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک بد معاش ملحد، بیدین شرابی کھڑا ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کی ایکٹنگ کرے۔ ایک فاحشہ بے حیا عورت صوفیہ لوہریں یا ثریا ہماری ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نقل اتارے۔ کبھی نہیں۔

کسی قطب، ولی اور غوث کو یہ حق نہیں کہ آپ کی نقل اتارے۔ کیا کوئی اخٹ الناس یہ حرکت کر سکے گا؟ صحابہ تابعین اور امت کے پاس حضور کی صورت اور شبیہ کی ایک بات محفوظ تھی، شبائیل مستقل علم بنا کر کسی نے بھی کبھی آپ کی تصویر بنانے کی کوشش نہ کی۔

**یورپی اقوام کے محقق عزائم** | تمہیں کیا معلوم کہ ان جدید اقوام کے سینوں میں ناموس اتھیں؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا عزائم چھپے ہیں۔ بظاہر تجارتی اور اقتصادی منافع کا بہانہ لے کر اٹھتے ہیں۔ مگر وہ پردہ مسلمانوں کے دلوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدس اور عظمت اور اہل بیت کی حرمت مٹانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب تک یہ ثقہ کس زائل نہ ہو مسلمان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کٹ سکیں گے۔

ان کی تاریخ بہت پر ہے سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے بعد ان کے زخم مندمل نہیں ہوئے اور ہر دور میں انہوں نے شان رسالت کی بے حرمتی کی کوشش کی ورنہ انہیں اسلام کے غم نے نڈھال نہیں کیا کہ آپ کی زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ کیا انہیں اسلام کے غم میں نیند

نہیں آتی۔

**نور الدین زنگی کا واقعہ** | سلطان نور الدین زنگی کے زمانہ کا تاریخی واقعہ ہے کہ آپ نے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا کہ ”تم حکومت کے کام میں لگے ہو اور تمہیں خبر نہیں کہ میرے پیچھے دو کتے لگے ہوئے ہیں“ جس طرح آج اٹلی کے یہ کتے آپ کے پیچھے لگے ہیں سلطان نے متواتر دو تین رات یہ خواب دیکھا جیران تھے۔ علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے خواب بیان کیا۔ وہ بھی حیران ہوئے سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دو کتوں کی صورت بھی سلطان کو بتلا دی تھی۔ سلطان فوج لیکر مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ مدینہ سے باہر پڑاؤ ڈالا۔ اب احترام مدینہ کی وجہ سے تلاشی بھی نہیں لے سکتا تھا اور کسی پر ہاتھ بھی نہیں ڈال سکتا تھا۔ مدثر بادشاہ تھا عقل سے کام لیکر یہ بات سوچھی کہ مدینہ میں انعام و اکرام تقسیم کرنے کا اعلان کیا جائے۔ چنانچہ مدینہ طیبہ کے دروازے پر کھڑا ہو کر اعلان کیا کہ سوائے عورتوں کے ہر بوڑھا، جوان، بچہ خود آکر میرے ہاتھوں سے انعام و اکرام وصول کرے۔ ایک بڑی حکومت کا بادشاہ تھا۔ ہر شخص خیر سمجھتا تھا کہ ان کے ہاتھوں سے کچھ وصول کرے۔ سب چھوٹے بڑے نکلے اور انعام وصول کرتے رہے۔ بادشاہ اس بہانہ سے ہر شخص کی شکل کو بغور دیکھتا رہا۔ مگر ان دو آدمیوں کی صورت نظر نہ آئی حیران تھا، پوچھا کوئی نہ کوئی شخص مدینہ میں باقی ہے۔ جو انعام لینے نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا کہ دو درویش صفت بزرگ ہیں جن کا بادشاہوں کے انعام و اکرام سے کوئی واسطہ نہیں وہ اپنی خانقاہ سے باہر نہیں نکلتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا چلو ہم خود جا کر انہیں انعام دیتے ہیں۔ نیک آدمیوں سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔

چنانچہ بادشاہ اُن کی خانقاہ میں تشریف لے گئے اول نظر میں پہچان لیا کہ وہ خبیث کتے یہ ہیں جن کی صورت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بتلا دی تھی۔ مگر اسلام عدل و انصاف کا مذہب ہے۔ بغیر قانون کے ان پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ جب تک کہ جرم ثابت نہ ہو۔ سپاہیوں کو حکم دیا کہ تمام مکان کی تلاشی لے لو سب مکروں میں سوائے لنگر کی دال چاول کے اور



کچھ نہ نکلا۔ اور نہ کوئی قابل اعتراض چیز نظر آئی۔ بظاہر انہوں نے عابدین کی صورت اختیار کی تھی لمبے لمبے چوٹے اور عمامے پہنے ہوئے تھے۔ اچانک بادشاہ کی نظر ایک مقفل کمرے پر پڑی پوچھا اس میں کیا ہے۔ اس سوال پر ان کا رنگ زرد ہوا اور کہنے لگے کہ فالتو سامان کا کمرہ ہے کوئی کام کی چیز اس میں نہیں بادشاہ نے فرمایا دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ جب دروازہ کھلوا یا تو حیران و ششدر رہ گئے۔ ان بد بختوں نے کمرے کے اندر ایک لمبی سرنگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس تک نکالی تھی دن میں کھرائی کرتے اور رات کے اندھیرے میں مٹی کہیں باہر پھینکتے، مقصد یہ تھا کہ روضہ اقدس سے آپ کا جہاں نکال کر لے جائیں۔ بادشاہ سرنگ کے اندر داخل ہوئے سرنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ظاہر ہو گئے تھے۔ خوش قسمت نور الدین زنگی نے قدم مبارک کو بوسہ دیا آنکھوں پر دکھا اور پھر قبر مبارک بند کر دی۔ باہر نکلے دونوں جہنشلوں کو پکڑ لیا۔ اب ان کی سزا کا مسئلہ سامنے آیا۔

**توہین رسول کی سزا** تاریخ میں اپنی قسم کا انوکھا جرم تھا اس لئے شرعی سزا کی تلاش شروع ہوئی، اسلام کا عدل متقاضی تھا کہ مسئلہ طلب کیا جائے اور قانون کے اندر سزا دی جائے فتویٰ طلب کیا گیا۔ علماء و متفکر ہوئے قرآن اور حدیث میں اس جرم کی سزا تلاش کرنے لگے۔ اتنے میں ایک نوجوان عاقل نے اُمّہ کر فرمایا ایسے صاف مسئلہ میں تردد کیوں کرتے ہو۔ اس کے لئے تو قرآن میں یہ صاف اور صریح حکم موجود ہے۔

الْأَتَقَاتِلُونَ تَوَمَّانَ كَثَوَا أَيْمَانَهُمْ  
وَهُمُوبَا خَرَجَ الرَّسُولِ وَهُمْ  
يَدْعُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ اتَّخَشَوْا نَهُمْ  
فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ  
مُؤْمِنِينَ ۝ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ  
اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيَصْرِكُمْ

جہود اہل تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں  
نے اپنی قسموں کو توڑ دیا۔ اور پیغمبر کو نیکانے کا  
ادارہ کیا اور انہوں نے پہلے تم سے عہد شکنی کی کیا  
تم ان سے ڈرتے ہو۔ اللہ زیادہ ہتھکڑ ہے کہ تم ان سے  
ڈرو۔ اگر تم ایماندار ہو۔ ان سے لڑو تاکہ اللہ انہیں  
تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور ان کو ذلیل کر دے



عَلَيْهِمْ وَيَكْفُرُوا بِقَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ۔ اور تمہیں ان پر غلبہ دے اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دے۔

سلطان نور الدین بہت خوش ہوئے ان کتوں کی گردن کاٹ دی اور روضہ اقدس کے ارد گرد زمین میں پانی تک سر فلا دی جنگ لگوائے اور اس طرح خداوند تعالیٰ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ان یہودیوں کی خوفناک سازش سے بچا لیا۔ یورپ والوں کی امداد ان کے پیچھے تھی دولت بھیجتے تھے۔ اور آج بھی اس قوم کا یہی حال ہے یورپ اور امریکہ اور فرانس عالم اسلام اور پاکستان کی دوستی اور امداد کی آڑ میں ہمارے خلاف کیا کچھ نہیں کرتے۔؟

امریکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوٹو چھپوائے جاتے ہیں۔ بخش مضامین نکلتے ہیں۔ کیا یہ دوستی ہے؟ اس پلید قوم کو نہ سکھوں سے دشمنی ہے نہ ہندوؤں سے عیسائی دنیا کو اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں سے ہے وہ لوگ خوب واقف ہیں کہ اگر خطرہ ہے تو صرف مسلمانوں سے ہے وہ لوگ خوب واقف ہیں کہ اگر یہ پر اگندہ حال مسلمان بیدار ہو جائیں تو ہماری تہذیب اور ہمارے تمدن کو تہس نہس کر دیں گے۔ جب تک مسلمان ان کے بوٹ پالش کرتے رہے ان کے بُت اور مجھے صاف کرتے رہے تو شاباش کہتے تھے مگر جب مسلمان اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے اور ملک آزاد ہوا تو برطانیہ میں مسلمانوں کا کیا حشر بنا ہے۔؟

ہوائی اڈوں پر ان کے قلعے ہیں حرامی سے پکارتے ہیں۔ اٹلی میں اتنی بہادری نہیں سولینی میں کچھ طاقت ہوتی تو اپنے ملک کو بچاتا جنگ عظیم میں نوسیل نہ ہوتا شکست نہ کھاتا۔ مگر اب مسلمان اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ گئے ہیں۔ اس لئے مذاق اور کھلونا بن چکے ہیں۔

اگر مسلمان دھڑا دھڑا غلیں نہ دیکھتے اور اپنی کمائی برباد نہ کرتے تو یورپی **فلم بینی کی لعنت** اقوام ہماری اس کمزوری سے فائدہ نہ اٹھاتے۔۔۔ تم آج ہی وعدہ کر لو کہ آئندہ کسی قسم کی فلم نہ دیکھیں گے تو تمام فلمیں کم از کم ہمارے ملک میں ناکام ہو جائیں گی۔ یہ فلمیں ہی

تمام شر و فساد کی جڑیں ہیں۔ ان ہی کی شامت سے ملک تباہ ہو رہا ہے۔ کیا تم یہ قربانی کر سکتے ہو کہ اس بقرعید کے موقع پر کسی قسم کی فلم نہ دیکھو گے (آوازیں ہم سب وعدہ کرتے ہیں اور خدا کو گواہ بناتے ہیں)

**ہماری حکومت کا کام** | ہماری حکومت خدا کے فضل و کرم سے آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑی اسلامی حکومت ہے۔ ترکی مصر و ایران وغیرہ سے ہر لحاظ سے زیادہ ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ صرف اسلام کے نام پر حاصل کی گئی ہے۔ دوسرے ممالک قومیت وغیرہ کے نعروں پر آزاد ہوئے ہیں اس لئے ناموس رسالت کے لئے قربانی کا فریضہ بھی سب سے بڑھ کر ہمارے ذمہ عائد ہوتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ حکومت نے صرف اس اعلان پر اکتفا کیا ہے کہ ”اگر اٹلی نے فلم بنائی تو ہم اس کے تمام فلموں سے بالیکاٹ کر دیں گے“ صرف یہی احتجاج بہت کمزور ہے اور اس سے میرے دل کو دکھ پہنچا ہے۔ حکومت کو صاف اعلان کر دینا چاہیے تھا کہ اٹلی کی رسوائی عالم کینی ایسی حرکت سے تائب نہ ہوئی تو: (۱) اٹلی سے ہر قسم کے سفارتی تعلقات توڑ دئے جائیں گے۔ (۲) ہر قسم کے اقتصادی تجارتی تعلقات ختم کر دئے جائیں گے۔ (۳) اٹلی پر پاکستان کے بری بحری رلے بند کر دئے جائیں گے۔ ان کا ہوائی جہاز ہماری حکومت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اور نہ بحری جہاز ہمارے سمندر میں اور بندرگاہوں میں اتر سکیں گے۔ (۴) اور ملک کے اندر کسی اٹلی کے باشندے کی زندگی محفوظ نہیں رہے گی۔ (۵) اور اگر کسی مسلم یا غیر مسلم حکومت نے اس کمپنی کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کیا تو اس کے ساتھ بھی مذکورہ بالا برتاؤ کیا جائے گا۔ (۶) اس سلسلہ میں مصر و ایران کے تعاون کا جو ذکر کیا جا رہا ہے اس کے بارے میں مذکورہ حکومتوں سے باز پرس کرنی چاہیے کہ وہ اپنی پوزیشن دینا کے سامنے ذامع کر دیں اور مسلمان دین تک ان کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ اگر اٹلی کی حکومت اس شرناک اراکے سے باز نہ آئی تو مسلمان خود جا کر جہاد کریں گے یہاں تک کہ ح

یا تن رسد یحانان یا جان زن بر آید

اگر پاکستان جیسی عظیم اسلامی حکومت اس سعادت کو حاصل نہ کر سکی تو یہ پراگندہ حال مسلمان اپنا مال و جان ناموس رسالت کی خاطر ٹھادیں گے۔ دروتے اور چنچ و پکار کی آوازیں کیا حکومتیں سیاست اور دنیا کی خاطر غیرت کر سکتی ہیں اور اسلام کی خاطر نہ کر سکیں گی۔ یہ سب کام ہم خود کر سکتے ہیں مگر مسلمان ایک منظم قوم ہے اپنے امیر کی قیادت میں کام ہو سکے تو انفرادی ضرورت نہیں۔۔۔ وقت کا اہم فریضہ ناموس رسول اور منصب رسالت کی حفاظت ہے اسلام کے نام پر منتخب ہوئے برسر اقتدار ممبران اسمبلی کا اولین فریضہ ہے کہ ملک کے اندر و باہر ناموس رسول کے خلاف سازشوں کا استیصال کریں اور اس سلسلہ میں حکومت کو ٹھوس قدم اٹھانے پر مجبور کریں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

✱ ————— ✱

باب ۴

# در سنن بخاری شریف کے اختتامی افادہ

بخاری شریف و امام بخاری رحمہ اللہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## بخاری شریف اور امام بخاریؒ

بخاری شریف کی آخری حدیث کی تشریح

مورخہ ۱۰۰۰ھ کے کورس عثمانیہ محلہ درکشا پورے راولپنڈی میں ختم  
بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے کرائے گئے۔ اسے  
تقریباً ۱۰۰۰ھ کے کافی علماء اور بابہ مدارس اور  
معززین شہر بالخصوص جناب میر واعظ محمد یوسف شاہ صاحب  
صدر آزاد کشمیر نے بھی شکر کے اور حضرت مدظلہ کے انے گرانمایہ  
افادیتے سے سب محفوظ ہوئے۔

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

یہ کتاب صحیح بخاری علم حدیث میں ہے۔ حدیث کہا جاتا ہے اُن اقوال و افعال کو جسکی نسبت  
حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک حرف،  
ایک ایک حرکت اور ایک ایک کام محفوظ ہے۔

منشور ربانی حفاظت حدیث کی متقاضی ہے | اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت  
کا وعدہ فرمایا: انا نحن

نزلنا الذکر و انا له لحافظون (ہم نے قرآن اور دین کو نازل کیا اور  
ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) دنیا کے اندر دیگر کتنے مذاہب اور ان کے متقدمین  
اور جان نثار موجود ہیں۔ مگر نہ یہود نے اپنے انبیاء کے اقوال و افعال کو محفوظ کیا نہ عیسائیوں

نے سولے پند باتوں کے جو سند کے اعتبار سے ضعیف اور ساقط ہیں حضورؐ کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرتا کھانا پینا یہاں تک کہ قصائے حاجت کے آداب، غرض زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو محفوظ نہ ہو، تقریباً گیارہ لاکھ احادیث مختلف سندوں اور طرق روایات کے لحاظ سے کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ہمیں اگر اتنی جامع زندگی کے بارہ میں علم نہ ہو تو یہ ہماری کوتاہ نظری ہے۔ جیسا خداوند کریمؐ نے حضورؐ کی زندگی کو قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے اسوہ حسنہ بنانا تھا، تو ضروری اور منشاء حکمت ربانی کے عین مطابق تھا۔ کہ غیب سے حضورؐ کی زندگی کی حفاظت کا ایسا ہی انتظام ہو جاتا۔ اور خداوند تعالیٰ نے اس کا انتظام کر دیا۔

بخاری کا درجہ اور مقام | جن کتابوں میں حضورؐ کے اقوال و افعال کو جمع اور مرتب کیا گیا ہے۔ وہ کتب احادیث ہیں اور اس کا نام فن حدیث ہے۔ اجماع امت ہے کہ ان تمام کتابوں میں اہم اور کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے۔ قرآن کریم بھی خدا کی وحی ہے۔ اس کے الفاظ اللہ کی طرف سے ہیں۔ اس کے ترتیب دینے والے اور معانی بتلانے والے بھی وہی ہیں۔ اور حدیث رسول بھی وحی ہے۔ وما یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوحٰی۔ اس کا مضمون من اللہ اور الفاظ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں۔ دونوں کی خدا نے حفاظت کی تو حدیث کا بخود خیرہ بحمد اللہ مسلمانوں کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔ اس میں صحت کے لحاظ سے سب سے بڑا درجہ بخاری شریف کی روایات کا ہے۔ اس کتاب کی عظمت اور بلندی کا عجیب عالم ہے۔ ایک عالم محمد بن احمد مردزئی فرماتے ہیں کہ میں دوران حج بیت اللہ کے رکن اور مقام کے درمیان مراقبہ میں تھا۔ آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ آدھ کس کے سامنے مودبانہ کھڑا ہوں۔ تو حضورؐ نے فرمایا تو کب تک امام شافعیؒ کی کتاب پڑھتا رہے گا۔ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتا، انہوں نے پوچھا حضورؐ آپ کی کتاب کونسی ہے؟ فرمایا۔ الجامع الصحیح۔ الامام البخاری۔ یعنی امام بخاریؒ کی بخاری شریف اور حضورؐ کو خواب میں جس نے دیکھا وہ خواب درست ہے، کیونکہ نبوت

کی حفاظت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حق دیکھا۔ اور قیامت کے دن انشاء اللہ تعالیٰ اسے حضورؐ کی زیارت ہوگی۔ اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا تو شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ خواب میں حضورؐ کی شکل اور پیرا یہ اختیار کر سکے تو اس خواب میں بخاری شریف کی نسبت حضورؐ نے اپنی طرف کر دی۔ اس سے بخاری شریف کی عظمت اور درجہ معلوم ہوتا ہے۔

ختم بخاری کی برکات | اس کتاب بخاری شریف کے ختم میں بے حد فوائد اور برکات ہیں علماء نے تجربے لکھا ہے کہ کوئی بڑی مشکل اور مصیبت پیش آئے اور مشکل حل کرنے کی نیت سے بخاری شریف کا ختم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس مشکل کو آسان فرمادیتے ہیں۔ طاعون کی وبا ہو قحط ہو اور کسی گھر میں بخاری شریف کا ختم ہو جائے تو اس گھر میں طاعون کی وبا داخل نہ ہوگی، بارش نہ ہو تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ خشک سالی دور فرمادیتے ہیں۔ یہ حضورؐ کے اقوال ہیں۔ اور حضورؐ کی شان بھی تو وہ ہے جو آپ کے چچا ابوطالب نے بیان فرمائی ہے۔

دابيض يستقى الغمام بوجهه | شال اليتحي عسلة للارامل  
حضورؐ کی کمسنی کا زمانہ تھا آثارِ سعادت چہرہ النور سے نمایاں ہوتے تھے۔ بارش بد ہوئی۔ تو ابوطالب نے آپؐ کو دیوارِ کعبہ کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اور کہا کہ اے اللہ! اس پاک معصوم اور نورانی چہرہ کی برکت سے بارش برسا، اسی وقت بادل آئے اور بارش ہوئی، تو ابوطالب نے اس شہر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ شیخ جمال الدین بڑے عالم گزرے ہیں۔ وہ اپنے استاد اہل الدین سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں ۱۲۰ مرتبہ مشکلات کے وقت ختم بخاری کو آزماتا یا۔ خدا تعالیٰ نے ہر مشکل آسان کر دی۔ آجکل تو منطق اور سائنس کا دور ہے۔ ہر بات کو بخت و اتفاق پر حمل کیا جائے گا۔ یہ ۱۲۰ مرتبہ تو بخت و اتفاق پر حمل نہیں کیا جاسکتا۔ دیوبند میں ہم تھے، وہاں ختم بخاری شریف کی فرمائش لوگوں کی طرف سے ہو کر تھی

مقتی کسی کو کوئی سخت مقدمہ پیش آیا۔ قتل کا ناجائز الزام ہو، مقدمہ لنڈن کے پریوی کی کونسل میں پیش تھا۔ جس دن پیشی تھی اُن کی فرمائش پر دارالمحریقہ میں ختم بخاری شریف شروع ہوا۔ تقریب ختم کے اہتمام ہی پر بذریعہ تار اطلاع آئی لنڈن سے کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمادی۔ یہ برکت ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں جس محلہ میں دن رات تلاوت قرآن ہو۔ اور جہاں آج بخاری شریف کا ختم ہو رہا ہے اور اس وقت آپ اس تقریب میں شمولیت کے لئے گھر سے آئے ہیں تو اس وقت سب طلباء دین کے زمرے میں شامل ہیں۔

**طالب العلم کی فضیلت** | اور طالب العلم کے لئے فرشتے ادباً کھڑے ہوتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ طالب دین کے لئے فرشتے اپنا پر

بچھاتے ہیں جنہوں نے فرمایا: سَلَكَ سَبِيلًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَهْلًا  
اللَّهُ يَهْدِيهِ إِلَى الْجَنَّةِ۔ جو شخص علم حاصل کرنے کی راہ پر چل پڑا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو جنت کا راستہ آسان کر دیں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ دیوبند کراچی لاہور اور اکوڑہ خشک کا سفر کیا جائے بلکہ جس نے تھوڑا سا راستہ بھی حصول علم کے لئے طے کیا۔ چاہے کم کے لحاظ سے چاہے کیف کے لحاظ سے تحریر و تقریر سے یا امداد کے ذریعہ۔ تو اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ اس کے لئے آسان کر دیں۔

اس کتاب کی مقبولیت اور برکت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کتاب کو جمع کرنے والے جس کو مصنف کہا جاتا ہے۔ یعنی امام بخاری۔ ان کا علمی پایہ تو مسلم ہے۔ مگر تقویٰ زہد و روع اور استغناء عن الخلق کے ساتھ اترام اور ادب کی عجیب کیفیت تھی۔ حافظہ بھی لا جواب تھا۔

**حفاظت دین کا کوئی نظام** | آج چھوٹے چھوٹے بچے جو مادری زبان کا تلفظ بھی نہ

جاتے ہیں۔ یہ قرآن کا معجزہ ہے۔ اور جن کا سینہ پاک نہ ہو۔ ان کو یاد نہیں ہو سکتا۔ معتزلہ اور خوارج اور دیگر فرق قرآن کریم یاد نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں کوئی انجیل یا



بائبل کا حافظ نہیں اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے قرآن یاد کر لیتے ہیں۔ تو اگر ہم چاہیں یا نہ چاہیں خداوند کریم کو جو کام کرنا ہو حفاظتِ دین کا وہ پورا فرائض دین نکلتا ہے۔ رات آتی ہے تو کوئی نہ بھی چاہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے نظام کو چلاتے ہی ہیں۔ تکنیکیات کو دفع کریں یا چاہیں کچھ نہیں ہوتا۔ یہی حال دین اور شریعت کا ہے کوئی چاہے یا نہ چاہے قرآن کریم محفوظ ہوتا چلا آ رہا ہے۔

**دین کی مخالفت اس کی ترقی کا ذریعہ ہے** | قرآن کریم کی جتنی زیادہ مخالفت ہوگی جتنا تصادم ہوگا اتنا ہی دین و شریعت کے حق میں بہتر ثابت ہوگا۔ یہ دنیا اعداد سے قائم ہے۔ یہ پانی اور آگ متصادم ہیں۔ اس کو انجن میں جمع کر دیا گیا، بیج میں پردہ حائل ہے۔ مگر تصادم سے کتنا بڑا فائدہ ظاہر ہوا تو مخالفت سے دین زندہ ہوتا ہے اور ترقی کرتا ہے۔

ہمارے ملک میں ہندو اور انگریز موجود تھے تو دینداری زیادہ بنتی۔ اب اتنی نہیں، وجہ یہ کہ مسلمان اپنے مقابلہ میں سکھ، ہندو اور انگریز کو دیکھ کر غیرت اور حمیت میں آکر دین کا کام کرتے اور باطل کا مقابلہ کرتے اور نئی ہمت اور توانائی پیدا ہوتی۔ اب تو سب کچھ پاک ہو گیا ہے۔ بغرض دین کی مخالفت سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اس سے دین کی تقویت اور شریعت کی حفاظت ہوگی۔ اگر مخالفت سمت کی ہو ایسی نہ چلتیں تو ہم سوئے رہتے۔

**امام بخاری اور محدثین کی شان** | تو امام بخاری اور دیگر محدثین کو حفاظتِ حدیث کی غرض سے خداوند کریم نے عجیب و غریب حلقے عطا کئے۔ امام بخاری بچپن میں حدیث کے ایک درس میں شریک ہوئے۔ اس وقت علمِ حدیث کا ذوق و شوق بھی عجیب تھا۔ امراء، حکام اور عام لوگ اس کثرت سے حدیث کے حلقوں میں شرکت کرتے کہ استاد کی آواز پہنچنی مشکل ہو جاتی تو جبکہ جبکہ آواز پہنچانے کے لئے مستقل منادی مقرر

کئے جاتے جس طرح نماز کی بڑی جماعت میں مکبرین امام کی تکبیرات کو منتقل کرتے ہیں۔ بعض محدثین کی مجالس میں چالیس چالیس ہزار دو آئیں گئی گئی جن سے احادیث کی کتابت ہوتی۔ امام بخاری بھی ایسے ہی ایک درس میں شریک ہونے لگے۔ طلبہ مذاق کرنے لگے کہ یہ بچہ کیا کرتا ہے۔ لکھتا بھی نہیں۔ تو کیا ضرورت ہے، سوا لوگوں نے چھیڑ چھاڑ کی بالآخر تنگ آکر امام بخاری نے فرمایا: ان سولہ دنوں میں آپ ۱۵ ہزار حدیث سن چکے ہیں۔ اب اسے سنانے لگے۔ فرمایا پہلے دن یہ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ اور سند کے ساتھ سنا میں گویا ان دنوں ایک ہزار حدیث امام نے ایک ایک دن میں یاد کیں۔ اور یہ تھا بچپن کا زمانہ کہ بولت اور شیخوخت کا کیا حال ہوگا۔۔۔ وہ یتیم تھے، والد کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا، ان کے والد اسمعیل بڑے عالم متقی تھے۔ کافی دولت مند تھے مگر تقویٰ کی یہ حالت کہ وفات کے وقت فرمایا کہ بعد از میرے اس مال میں ایک چوتھی بھی مشتبہ اور حرام کی نہیں۔ اور میں مطمئن ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس بارہ میں حساب نہیں لیں گے۔ اب یتیم بچہ خدانے دین کی خدمت کے لئے کھڑا کر دیا۔

**بخاری شریف کی جامعیت** | پھر چھ لاکھ حدیث میں سے سولہ برس میں اس کتاب یعنی بخاری کا انتخاب کیا جسے اگر تمام احکام کا انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو بجا ہوگا، سیاست کا مسئلہ ہو یا تاریخ کا، غزوات ہوں یا سیر، تجارت ہو یا سیاست لغات ہوں یا تفسیر کے مسائل وہ آپ کو اس کتاب میں ملیں گے۔ معاملات، عبادات، تجارت، زراعت، صلح و جنگ کے مسائل اس میں موجود ہیں، دنیا کی قومیں اس کی جامعیت کی قائل ہیں۔ امام بخاری نے تقریباً ۷۲۷۲ احادیث کو اس میں جمع کر دیا۔ اگر اس میں سے مکررات نکالیں تو تقریباً ۴۰۰۰ اور تعلیقات ملائیں تو ۹۰۰۰ ہزار سے کچھ زائد احادیث اس میں موجود ہیں۔ پھر کتاب کو لکھا کس ادب و احترام سے اس کا افتتاح خانہ کعبہ میں خدا کے دربار میں باب کیف کان بدر الوحی سے فرمایا۔ پھر اس کے تراجم ابواب یعنی عنوانات مسجد نبوی کے روضۃ من ریاض الجنۃ میں روضۃ طہر

کے سامنے بیٹھ کر قلمبند فرمائے اور جب کسی حدیث یا ترجمہ لکھنے کا ارادہ کیا تو غسل کیا صاف کپڑے پہنے عطر لگایا۔ پھر دو رکعت نفل پڑھے، اگر روزہ میں ہوتے تو حضورؐ کے سامنے مراقبہ ہو جاتے۔ جب اطمینان ہو جاتا تو اس کے بعد اس حدیث یا ترجمہ کو لکھا اس حساب سے گویا مصنف نے کتاب کی تصنیف کے لئے ۹ ہزار غسل کئے اور ۱۸ ہزار رکعت نفل پڑھے۔ یہ خداوند تعالیٰ کے انعام و اکرام کا شکر یہ تھا کہ خدا نے ایسے پاکیزہ کام کی ترتیب و تہیہ کی تو فیق دی۔

امام کا تقویٰ اور ورع | پھر اس تقویٰ کے ساتھ امام کی عجیب حالت تھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں بیٹھ پڑھا رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک طالب علم نے اپنی داڑھی سے بال یا کوئی ٹینکا نکال کر پھینک دیا۔ امام خامنہ کی دیکھ رہے تھے۔ اُس کی توجہ ہٹ گئی تو امام نے آہستہ سے اُسے اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔ ایک دن اپنی داڑھی کا کوئی بال گر گیا تو اُسے ہاتھ میں دبائے رکھا۔ اور فراغت درس کے بعد اسے مسجد سے باہر پھینک دیا۔ یہ تھی ادب کی شان کہ خدا کے گھر کی اتنی حرمت دل میں رہتی۔

دنیوی کاروبار میں احتیاط | امام کے والد نے کافی دولت چھوڑی۔ امام نے خود تجارت مگر دین اور علم کی آبرورکھتے اور علم کی لاج رکھتے۔

ایک دفعہ امام کا مال ایک شخص نے ۲۵ ہزار روپے میں لیا۔ اور رقم دینے سے انکار کرنا رہا۔ لوگوں نے کہا کہ گورنر بخارا کو کہہ دیں جو آپ کا معتقد بھی ہے۔ وہ اگر حکم دیدے تو رقم وصول ہو جائے گی۔ امام نے انکار کر کے کتنا حکیمانہ جواب دیا، کہ گورنر کا رقم لے کر رقم وصول کر لوں تو جائز تو ہے۔ مگر ماکم بھی کل مجھ سے اس کے بدلے کوئی طمع کرے گا۔ اور اگر کوئی ایسی بات ہو جو خلاف شرع ہو تو کیا میں اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

تجارت میں حقوق اللہ اور شریعت کی پاسداری کتنی تھی؛ ایک دفعہ ان کا مال

تجارت آیا۔ مغرب کا وقت تھا بعض لوگوں نے ۵ ہزار نفع میں خریدنا چاہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ رات گزرنے دیجئے وہ لوگ چلے گئے۔ صبح ایک شخص نے اس مال کو دس ہزار نفع پر خریدنا چاہا۔ امامؑ نے فرمایا نہیں بلکہ رات کو جن لوگوں نے بات کی تھی ان کو یہ مال دوں گا کیونکہ اس وقت میں نے اقرار تو نہیں کیا۔ نہ لین دین کی بات کی مگر میرے دل نے یہ بات مان لی۔ اور میلان ہوا کہ ان کو دسے دوں گا۔ اس وجہ سے دس ہزار کی بجائے ۵ ہزار پر ہی دسے دوں گا۔ یہ تھی معاملات میں ان کی خدا ترسی۔

**کھانے پینے میں زہد** | ایک دفعہ بیمار ہوئے ڈاکٹر نے پیشاب ٹسٹ کیا اور بتایا کہ یہ تو کسی راہب کا پیشاب معلوم ہوتا ہے جس نے کبھی ترکاری نہ کھائی ہو۔ لوگوں نے امامؑ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ چالیس برس سے سوئی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں نہیں کھائی۔ ڈاکٹروں کے اصرار پر صرف شکر کے ساتھ صرف تین بادام کھانے پر آمادہ ہوئے امام بخاریؒ نے خود تو جو کی روٹی کھائی مگر ان ہی ایام میں ۵ سو روپیہ بلاناغہ حدیث پڑھنے والے طلبہ کو دیا کرتے تھے کہ علم کے لئے رحلت کرنے والوں کا درجہ انہیں معلوم تھا، ابراہیم بن ادھم جو مشہور عارف اور ولی گذرے ہیں۔ بادشاہت کو ٹھکرا کر فقر کو اختیار کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو روئے زمین پر بلائیں اور آفات نازل نہیں ہوتیں تو یہ برکت ہے طلبہ علم کی، علم کے لئے رحلت کرنے والوں کی، ابتداء میں طلب علم کے لئے امامؑ نے جو طول طویل سفر کئے اس میں بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ درختوں کے پتے کھا کھا کر حضورؐ کے جواہرات کو جمع کیا

**امام بخاریؒ کی ابتلاء میں کامیابی** | جب امامؑ بخارا تشریف لائے تو نو میل تک لوگوں نے استقبال کیا۔ اور ان پر سونیا چاندی تھار کیا، مگر حسد بُری بلا ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ علماء پر شیطان نے جھنڈا گاڑا ہے حسد کا۔ اور تاجروں پر جھوٹ کا۔ تو امامؑ کی شان و شوکت کو دیکھ کر بخارا کے بعض علماء اور حاکم



ان سے صد کرنے لگے کہ اب تمام ملک تو عللاً ان کا مقتدر بن چکا ہے۔ پھر حکام پس پردہ جن طریقوں کو آزماتے ہیں۔ وہ عجیب ہوتے ہیں۔ حاسدین بھی حاکم کے ساتھ مل گئے اور کہا کہ یہ حدیث کی ایک بڑی کتاب کا مصنف ہے حاکم کو سیاست اور جہان بینی کے اصول سیکھنے کے لئے بھی اس کا علم ضروری ہے۔ اس طرح تاریخ اور منازعی کی بھی تمہیں خبر ہونی چاہیے تم انہیں حکم دو کہ بجائے مسجد میں پڑھانے کے یہاں آکر آپ کو اپنی کتاب پڑھائے۔ لیکن یہاں علم کی عزت کا سوال تھا۔ ایک مقولہ ہے — نعم الامیر علی باب الفقیر — فقیر کے دروازے پر امیر کھلا لگتا ہے۔ سب لوگ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ کتنا اچھا حاکم ہے۔

اور اگر مولوی امیر کے دروازوں پر حاضری دیتا ہے

**امراء کے پاس علماء کی حاضری** تو لوگ اسے ذلیل اور حقیر سمجھتے ہیں، اس کی وجہ سے علم اور دین کی بے قدری ہوئی۔ بیٹس الفقیر علی باب الامیر تو امام بخاریؒ نے حاکم کو جواب دیا کہ اگر میں آپ کے ہاں آؤں گا۔ آپ کہیں گے کہ ملکی کام میں لگا ہوں۔ فیصلے کرنے ہیں۔ مہمانوں سے ملاقات ہے باہر بیٹھ جاؤ۔ تو دین کی بھی بے حرمتی ہوگی اور میرے مشاغل کا بھی حرج ہوگا۔ پھر یہ کہ اس طرح حضورؐ کے علم کی تم بے ادبی کرو گے کہ خود اس کے لئے گھر سے باہر نہ جاسکو پھر اس نے کہا کہ اچھا میرے بچوں کو پڑھایا کرو۔ مگر غریبوں کے بچوں کے ساتھ نہیں بلکہ الگ وقت میں، مگر آپ نے فرمایا کہ اسلام کی نعمت غریب دایر کے لئے عام ہے۔ امیر و غریب کا اس تعلیم و تبلیغ میں امتیاز نہیں۔ دما در سلطنتک الا کسالة میں شہزادوں کی وجہ سے خدا کے دین سے کسی کو روک نہیں سکتا۔ امیر کو غصہ آیا اور بخارا سے شہر بدر کر دیا۔ وہاں سے نکلے اور ”خوتنگ“ نامی ایک قصبہ پہنچے جو سمرقند کے قریب ہے۔ وصال بحالت سقر اس جگہ ہوئی۔ امامؒ نے حاکم اور حاسدین کی شرارتوں سے تنگ آکر دعا فرمائی تھی۔ کہ اے اللہ یہ وسیع زمین مجھ پر تنگ ہو چکی ہے۔ اگر تجھ کو منظور ہو تو مجھے اٹھالے۔ — ۲۵۶ — عید الفطر کی رات کو ان کا انتقال ہوا۔ — تدفین کے بعد قبر سے مشک و عنبر کی خوشبو آنے لگی

حضورِ اقدس ﷺ کے محبوب ہیں۔ اس کے محبوب کے ساتھ جتنا تعلق ہو وہ بھی اتنا ہی محبوب ہو گا۔ اگر کوئی عمر بھر محبوب کا کلام پڑھے گا تو اسے کتنی خوشی ہوگی اگر محبوب کے طور طریقے اور سنت کوئی اختیار کرے تو خدا اسے بھی محبوب بنا لیتے ہیں۔ امام کی قبر سے جو خوشبو آنے لگی وہ دنیا کے مشک و عتیر کی نہیں بلکہ عالم برزخ کی خوشبو تھی جس کا کوئی تجزیہ اور تاویل نہیں کی جاسکی۔ لوگ ٹوٹ پڑے اور قبر سے تبرک اٹھا کر شروع کی۔ حفاظت کے لئے جنگہ بنایا گیا۔ ۶ ماہ تک وہ خوشبو باقی رہی مگر پھر متعلقین نے تنگ آکر دعا کی کہ اے اللہ! یہ کرامت مخفی فرما دے تو یہ برکت بھی حضور کی احادیث کی ہے۔

جمالِ ہنشیں بر من اثر کرد      و گرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم  
ہم تو ناک ہیں یہ حدیثِ یار کا اثر تھا۔ ایک صاحب نے اس وقت خواب دیکھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم معہ خلفاء راشدین کسی کے استقبال و انتظار میں کھڑے ہیں۔ اس شخص نے پوچھا فداک ابی داؤد صی۔ آپ کس کے انتظار میں ہیں۔ فرمایا محمد بن اسماعیل بخاریؒ آرہے ہیں۔ دیکھئے غیرتی آدمی کے ساتھ اگر کوئی ذرا بھی بھلائی کرے۔ تو وہ عمر بھر اسے یاد رکھتا ہے۔ تو سب سے بڑا غیرتی بعد از خدا حضور ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ و انما اعنید خدا کے بعد سب سے بڑا غیرت والا میں ہوں تو اس کے کلام اور حدیث کی قدر و منزلت اور خدمت و اشاعت کرنے والوں کو اپنی غایات سے کیوں نہیں نوازیں گے۔

قبر میں حضورؐ کے زیارت کی حکمت | مسلمان کی آنکھیں بند ہوتے ہی قبر میں حضورؐ کا پہرہ اور سامنے آجائے گا۔ اور پوچھا جائے گا۔ صا

تقول فی حق ہذا الرجل۔ اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ہم تو وہاں علماء نے بیٹکتے بھی لکھا ہے کہ اس وقت اس امتی پر شدید سدمہ اور سختی ہے۔ تو حضورؐ کا ایسے نازک وقت میں دیدار ہو جاتا ہے کہ مخلصین اور صادقین کا غم اور وحشت قدر کم ہو جائے۔ اس نعمت کو دیکھ کر عاشق صادق تو کہے گا کہ کاش دس سال پہلے مر گیا ہوتا

کہ دیدار ہو جاتا۔ یہ ہے اس رحمۃ للعالمین کی شفقت، تو امام بخاریؒ جنگل میں انتقال کر گئے۔ اور سارا شہر اٹھ پڑا۔

**ظالم حکمران کا انجام** | ادھر حاکم بخارا کا یہ انجام ہوا کہ اس کے بعد دوسرا حاکم آیا اسے گدھے پر بٹھا کر سارے شہر میں پھرایا گیا۔ اور اس کی گردن اڑائی اور جاسوسی کرنے والوں کی بیویوں، بیٹیوں کی عصمت لٹ گئی۔ حاکم تو بدستے رہتے ہیں۔ حق باقی رہتا ہے۔ اور ظلم و استبداد خاک میں مل جاتا ہے۔ یہ ہے۔ من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب کا نتیجہ یہاں میں نے مجمع عوام کی خاطر یہ باتیں کیں۔ میں خود بھی عوام میں سے ہوں۔ علماء کی باتوں کا موقعہ نہیں۔

**آخری حدیث کی تشریح** | آخرین حدیث کے صرف لفظی ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ وضع الموازن القسط لیوم القيامة قیامت

کے دن ہم انصاف کا ترازو رکھیں گے۔ انسان نے دنیا کے اندر جتنے بھی کام کئے وہ رائیگاں نہیں جائیں گے۔ فمن يعمل مثقال ذرة خیرا یسره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرک۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی اسے بھی دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی اسے بھی۔۔۔ موازن جمع ہے میزان کی۔ اس کا معنی ہے ترازو بعض علما کہتے ہیں کہ ترازو رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر شخص کے حق میں مضافہ اور عادلانہ فیصلہ فرمائیں گے۔ عام محدثین فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے۔ مگر واقعہ ”محسوس“ ترازو بھی ہوں گے، جس سے اعمال تولے جائیں گے۔ پہلی توجہ کے قابل زیادہ تر معتزلہ اور خوارج ہیں کہ وہاں میزان نہیں بلکہ عادلانہ فیصلہ کی تعبیر ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ دوسری توجہ اہل سنت والجماعت کی ہے۔ اب میزان کا لفظ جمع کیوں لایا۔

اس حدیث قدسی ہے کہ جس نے میرے کسی دوست کو اذیت دی تو میرے طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے



کیا؟ اس کی بہتر توضیح یہ ہے کہ جمع للتفخیم ہے۔ جیسے کذب قوم نوح المرسلین میں مرسلین کا جمع للتفخیم ہے۔ تو ایک تو دنیا کے ترازو ہیں چھوٹے اور بڑے مگر خدا کے ترازو میں دنیا دیا فیہا سب کچھ سمل کے گا۔ اس لئے جمع کا لفظ ذکر فرمایا: وان اعمال بنی آدم و قسوا لہم یوزن۔

۱۔ بنی آدم کے تمام کام اور باتیں سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا تمام اعمال تو لے جائیں گے۔ اس میں علماء کو اختلاف ہے کہ یہ اعمال تمام انسانوں کے تلیں گے یا بعض

کے۔ تو بعض علماء کی رائے ہے کہ انبیاء اور مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے اعمال نہیں تلیں گے۔

اور حدیث شریف میں جن تترہزار افراد کے بلا حساب جنت میں داخلے کا ذکر ہے۔ ان کے

اعمال بھی نہیں تولے جائیں گے۔ بخاری شریف میں ہے یدخل الجنة من استی

سبعون الفاً بغير حساب۔ اور تولنے کا مقصد کسی چیز کی کمی اور بیشی معلوم

کرنے کا ہوتا ہے۔ ضدین کو دو پلڑوں میں ڈال کر معلوم کرتے ہیں کہ کون سا بھاری ہے اور

کون سا ہلکا تو عمل نیکی بھی ہے، اور بُرائی بھی۔ ایک ڈبیر برائی کا ہو، دوسرا نیکی کا تو موازنہ ضروری

ہے۔ مگر جب انبیاء اور بالغ بچوں کے سیئات ہیں ہی نہیں تو تولنے کا کیا فائدہ اسی طرح بعض علماء

کی رائے کفار کے بارے میں بھی ہے۔ کہ ان کے اعمال سب کے سب سیئات ہیں تو وہ بھی نہیں

تلیں گے۔ کیونکہ ان کے حسنات ہیں ہی نہیں تو موازنہ کس کے ساتھ ہوگا۔ تو وزن ہوگا صرف

مسلمانوں کے اعمال کا کہ اس میں نیکیاں بھی ہیں۔ اور برائیاں بھی۔ امام بخاریؒ نے وان اعمال

بنی آدم کہہ کر اسے عام کر دیا کہ تمام انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ اور تولنے کا ایک

مقصد ضدین معلوم کرنے کا ہوتا ہے۔ اور ایک کسی کا شان ظاہر کرنا۔ انبیاء علیہم السلام کے اعمال

کا وزن ان کی عظمت اور شان ظاہر کرانے کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ حضورؐ کی شفاعت کبریٰ کا معاملہ

ہے۔ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ لوگ ایک ایک نبی کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست

کریں گے کہ حساب شروع ہو سکے مگر سب انبیاء حضرات ان کو حضورؐ کے پاس جانے کا مشورہ

دیں گے۔ تو وہاں خدا تعالیٰ کو بھی آپ کی شان اعلیٰ وارفع ظاہر کرنا مقصود ہے۔ ورنہ پہلے ہی سے



تمام لوگ آپ کے پاس آجاتے مگر مقصد یہ تھا کہ تمام عالم کو معلوم ہو جائے کہ مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کے اہل آپ ہی ہیں۔

اعمال اور اقوال کے تولنے میں کئی توجیہات منقول ہیں مگر آج تو سائنس متعدد توجیہات کا زمانہ ہے۔ حرارت، سردی، آواز اور ہوا تک ملی جاتی ہے۔ الفاظ

بھی وزن کرائے جاتے ہیں۔ تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ جن کے حسات غالب ہوں گے ان سے نور کی شعاع نکلے گی اور سیئات سے ظلمت نکلے گی جس سے دونوں کا حال معلوم ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ جو چیز زیادہ ہو وہ پلڑا بھاری ہو کر نیچے جھکے گا۔ جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے۔ اور ایک رائے یہ ہے کہ حسات بھاری ہوں گے تو ان کا پلڑا اوپر کو جائے گا، دنیا کے برعکس معاملہ ہوگا۔ اس لئے کہ حسات کا تعلق اوپر سے ہے۔ اور سیئات سفلی ہیں۔ الیہ یصعد الکلم الطیب۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسات بہترین شکلوں میں متشکل ہو کر سامنے آئیں گے۔ اور سیئات ہیب اور خوفناک شکلوں میں۔

اعمال کی مثالی صورتیں | آئے گی۔  
مثلاً نماز ایک بہترین اور خوب صورت حور کی شکل میں سامنے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ میں نے خواب میں ایک عجیب و غریب خوب صورت عورت کو دیکھا۔ اُس نے کہا میں تمہاری حور ہوں۔ مگر وہ آنکھوں سے اندھی تھی۔ حضرت نے فوراً فرمایا کہ مہی تم نماز پڑھنے میں اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہو۔ اور یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ کمال تو یہ ہے کہ دنیا کا بازار گرم رہے مگر عاشق کا خیال محبوب ہی کی طرف ہو۔ تمہیں کسی کا دھیان ہے تو اس بصرے بازار میں بھی چلتے ہوئے تمہاری توجہ ادھر ادھر کی چیزوں کی طرف نہ ہوگی۔ تو خدا چاہتا ہے کہ میرے بندہ کی آنکھیں کھلی رہیں مگر دل میری طرف ہو۔ اس حال میں بھی خشوع و خضوع کو قائم رکھے۔

دریانِ قعر دریا تنہا بندم کردہ باز می گوئی کہ دامنِ تر کن ہشیار باش

تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ نماز قیامت میں خوب صورت حور کی شکل میں نمازی کے سامنے آئے گی۔  
تم نے خواب میں دیکھا کہ مجھے حور ملی ہے۔ مگر اندھی ہے۔ اس حدیث سے میں نے معلوم کیا کہ تم نماز  
آنکھیں بند کر کے پڑھتے ہو۔

**توجہات کی تطبیق** | وزن اعمال کی صورتوں میں تیسرا قول یہ بھی ہے کہ اعمال کے تمام روبروں  
کو تو لا جائے گا۔ تینوں باتوں میں بظاہر تعارض ہے۔ مگر درحقیقت  
کوئی تعارض نہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اطمینان کی خاطر سب کی سب صورتیں ظاہر فرمادیں گے۔  
اعمال اچھے اور بُرے اپنی اپنی شکلوں میں سامنے آجائیں گے۔ اور بندہ کہے گا کہ اے اللہ یہ ساپ  
بچھو تو میرے اعمال نہیں۔ میں نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں۔ تو ارشاد ہو گا کہ اچھا تمہاری تسلی کرتا  
ہیں۔ سی۔ آئی۔ ڈی یعنی اعمال ناموں کے مرتب کرنے والے ملائکہ کو حکم دے دیا جائے گا کہ کتابیں  
لے آؤ۔ اب پھر اگر یہ استغاثہ کرے اور اپیل دائر کر دے اور کہہ دے کہ میں بے ادبی تو نہیں کرتا  
مگر یہ تو آپ ہی کے فرشتے ہیں۔ آپ کی سی۔ آئی۔ ڈی ہے۔ شاید نیکی لکھی نہ ہو یا کم کر دی ہو۔ اور  
زبان سے نہ بھی کہے مگر شاید دل میں یہ خیال آجائے کہ مجھے اطمینان نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے  
کہ اچھا اس کے جتنے اعمال ہیں وہ سب کے سب خود حاضر ہو جائیں تو تمام حسنات و سیئات  
اس کے سامنے آجائیں گے۔ ووجدوا ما عملوا حاضراً۔ اور جو انہوں  
نے کیا اے حاضر پالیں گے۔۔۔ بلکہ اس کے جسم کا ہر عضو بیکار ڈنگ مشین کی طرح بول کر شہادت  
دے گا۔ اس کی زبان گنگ ہو جائے گی اور ماتھے پاؤں شہادت دیں گے۔ فتشہد بہا جباہم  
وحبلو دہم۔ ان کی پیشانیاں اور ان کے چمڑے ان پر شہادت دینے لگیں گے۔

**اعمال تو لے والے** | دوسری بات یہ ہے کہ ان اعمال کا تولنے والا کون ہو گا۔ ایک روایت  
میں ہے کہ وزن یعنی تولنے والے خود رب العزت ہوں گے۔ دوسرے

قول میں عزرائیل علیہ السلام کا بھی ذکر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت آدم علیہ السلام کا  
نام بھی آتا ہے۔ چاروں روایات میں تطبیق ممکن ہے اللہ تعالیٰ حکم دیں گے۔ تو ان کو نسبت دی گئی ان کی طرف

سے عزرائیل کو حکم ہوگا تو وہ بستہ اور نامہ اعمال بغل میں دبائے آجائیں گے۔ کہ وہ اس کی روح قبض کرنے والے ہیں۔ اور آج کل بھی پہلی پیشی میں مجرم کے پکڑنے والے پولیس کے آدمی پیش ہوتے ہیں۔ پھر قانون لانے والے جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ گویا وہ وکیل استغاثہ ہیں کہ میں نے قانون پہنچایا تھا۔ اُس نے جان بوجھ کر حکم عدولی کی ہے۔ اور قانون کو نہیں مانا۔ پھر اللہ نے بنی نوع انسان کے ہدیزر گوار حضرت آدم علیہ السلام کو فرمائیں گے کہ اے آدم یہ تیری اولاد ہے اب تو خود اس کے بار میں فیصلہ کر دے۔ اولاد کے مقدمہ میں پیشی کے وقت باپ دادا بھی پیش ہوتا ہے۔ تو یہ ساری صورتیں ہو سکتی ہیں۔

وقت تنگ ہے۔ اب مختصر احادیث کے ترجمہ پر اکتفا  
خداوند تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کرتا ہوں۔ کلمات حبیبستان الی الرحمن

خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی السیذان سبحان اللہ وبحمدہ  
 سبحان اللہ العظیم۔ تینوں جملے خبر مقدم اور سبحان اللہ و بحمدہ۔ الخ مبتداء مؤخر ہے۔  
 سبحان اللہ خداوند تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے جو عیوب عالم اور تمام مخلوقات میں  
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے وہ لم یولد ولم یولد ہے۔ اس میں عجز نہیں کہ نہ  
 وہ کسی مکان میں مقیم ہیں۔ نہ مخاط ہیں۔ باری تعالیٰ کی اتنی کامل و مکمل تنزیہ صرف اسلام میں ہے۔  
 عیسائیوں کی کتابوں میں اب بھی ہے کہ نوح علیہ السلام نے بد دعا کی۔ طوفان آیا۔ ساری مخلوقات  
 ہلاک ہوئی۔ پھر خدا نعوذ باللہ کھپٹائے اور بیمار پڑ گئے۔ تو فرشتوں نے آکر خدا کی بیمار پرسی  
 کی اور بائبل میں یہاں تک گستاخی کے الفاظ ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے خدا سے کشتی لڑی  
 اور اس نے نعوذ باللہ خدا کو کچھاڑ دیا۔ اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اور جو جی چاہے  
 کر سکتے ہیں۔ گویا خدا کا کوئی اختیار ہی نہیں۔ تو سبحان اللہ کے جملہ سے اس قسم کی تمام باتوں کی  
 تنزیہ و تقدیس ہوئی بحمدہ سے اوصاف کمالیہ کا ثبوت ہے چاہے تخلیق ہو۔ ایہاء و امانت ہو  
 تزیین ہو، علم ہو، قدرت ہو، حکمت و رحمت ہو، جو کچھ بھی ہے اسی کے پاس ہیں۔ یہ تمام اوصاف ثبوتیہ



اُس کے ذاتی ہیں۔ باقی سب مخلوق کے مستعار اور عرضی ہیں۔ خدا کی مخلوق میں درجہ ذات میں کوئی کمال نہیں یہ دیوار پر روشنی آفتاب کی ہے۔ اور سورج میں روشنی اللہ کی طرف سے ہے۔

**حضرت نانوتوی کی تواضع** | قربان جانیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی علیہ الرحمۃ

بانی دارالعلوم دیوبند کے بڑے عالم بڑے متقی اور عارف گذرے ہیں۔ تواضعاً فرماتے تھے کہ واللہ العظیم محمد قاسم اور دیوار میں کوئی فرق نہیں۔ تو درحقیقت یہ سچ ہے کہ خدا کے جو کچھ حالات ہیں ان کے پر تو اور روشنی سے ایک خاک حبس میں یہ کمالات اور فضائل پیدا ہوئے۔ ورنہ تمام مخلوق دیوار کی طرح ہر وصف کمال سے محروم تھی یہ سب کچھ کمالات خدا کے دے ہوئے ہیں۔

**حمد کا مستحق** | الحمد للہ کا معنی یہ ہے کہ تمام خوبیاں ستائش اور تعریف صرف اللہ کی ہے۔ وہی مستحق ہے۔ ہر عیب سے پاک ہے۔ اس نے ہمیں پیدا

کیا۔ اور روح دی۔ یہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ دو چیزوں کو ملانا آسان ہے۔ پانی اور آگ کو ملا دیں تو بھاپ اور طاقت پیدا ہو جائے گی۔ مگر آپ پانی پیدا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آگ زمین اور آسمان اور کسی حیوان میں روح پیدا نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے قیامت کے دن تصویر کشی کرنے والوں کو کہا جائے گا۔ جو کے دودانے آپس میں ملاؤ۔ یہ عاجز ہوگا۔ تو کہا جائے گا کہ تیری اتنی طاقت نہیں تو تصویریں کیوں بناتے تھے

**تخلیق و انکشاف میں فرق** | تو آجکل سائنس کا دور ہے۔ مگر ایجاد و تخلیق کسی نے نہیں کیں ایجاد تو صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اس نے ہر چیز

کی خاصیتیں اس میں پیدا کی ہیں۔ زمین میں پٹرول سونا چاندی اس نے پیدا کیا تھا۔ ہم نے کنواں کھود کر اسے ظاہر کر دیا۔ تو سائنس صرف اشیاء کے خفیہ حقائق اور خواص ظاہر کر دیتی ہے۔ مگر اشیاء کی تخلیق کی ہے خدا نے۔ سائنس نے نہیں کی۔ ورنہ کسی مادہ سے سائنس ایک چیونٹی اور مکھی تو پیدا کر دے جو کھائے پیئے اور اس میں روح کے تمام خواص



خدا تعالیٰ نے انسان بنایا آسمان اور زمین بنائی اور قرآن کریم نازل فرمایا خدا نے پیغمبر کو بھیجا۔ یہ سب کام انسان کے قبضہ قدرت سے باہر ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ عظیم ہے۔ عظمتوں والا ہے۔ امام بخاریؒ نے آخر میں ایک ایسی حدیث ذکر کی جو تمام حسنات کو جامع ہے۔ اس لئے قیامت کے دن میزان کا وزن بھی اس سے بڑھ جائے گا۔ امامؒ نے آخر کتاب میں یہ حدیث ذکر کر کے اس شکل میں خدا کی نعمت تکمیل کتاب کی توفیق کی حمد بھی ادا کی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



# درک بخاری شریف

کی

## اختتامی تقریب کے افادات

(۵ شعبان ۱۳۸۵ھ بعد نمازِ ظہر دارالعلوم حقانیہ کوٹہ ٹنک)

باب قول اللہ ونضع الموازين القسط  
طلبہ سے دورہ حدیث | لیوہ القیامت وان اعمال فی ادم وقولہم  
 یوزن وقال مجاہد القسط اس العدل بالسر ومیة ویقال القسط  
 مصدر المقسط وهو العادل واما القاسط فهو الجائر حدثنا احمد  
 بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارة بن القعقاع عن ابی ذرعة  
 عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کلمتان جیبان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان  
 سبحن اللہ وبحمدہ سبحن اللہ العظیم

اس باب سے قیامت کے دن انسان  
مسئلہ خلق قرآن اور امام بخاری | کے اقوال و اعمال کا وزن ثابت کرنا

چاہتے ہیں، ظاہر ہے کہ کلام اللہ جس سے خدا تعالیٰ متصف ہے، اور جو کلام صفت  
 خداوندی ہے، غیر مخلوق اور غیر موزوں ہے، اور وہ کلام جس سے ہمارا تلفظ وابستہ  
 اور متعلق ہے، وہ چونکہ ہمارا ہی قول و عمل ہے تو اسے تو لا جائے گا، گویا وارد و مورد  
 میں فرق ہے، وارد (تلفظ) موزوں ہے، اور مورد کلام اللہ ہے جو نہیں تو لا جائے گا۔

خود الفاظ قرآن قدیم ہیں۔ اور یہ کلام لفظی کلام نفسی کا منظر ہے۔ اسی نکتہ کو امام بخاریؒ نے محمد بن یحییٰ الذہلیؒ کو مسئلہ خلق قرآن کے متعلق جواب دیتے ہوئے اشارہ فرمایا کہ لفظی بالقرآن مخلوق یعنی قرآن مجید پر جنبش لسانی حادث ہے۔ اس سے لوگوں نے امام بخاریؒ کی طرف خلق قرآن کے قائل ہونے کی نسبت کی حالانکہ امام کا مطلب ہرگز یہ نہ تھا۔ بلکہ یہی کہ میرا تلفظ جو متعلق قرآن ہے۔ وہ مخلوق ہے جسے میزان میں بھی تولد جائے گا۔ تو کلام اللہ بحیثیت صفت خداوندی جو مورد ہے غیر مخلوق ہے۔ اور بحیثیت تلفظ جو وارد ہے، مخلوق ہے۔

وزن اعمال و اقوال وان اعمال بنی ادم و قولهم یوزن۔ بے شک انسان کے اعمال و اقوال تولد جائیں گے۔ چونکہ تلنے والے اعمال و عبادات (صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ) اور جنایات مختلف الانواع ہیں۔ اس لئے وضع الموازن القسط میں (ہم عدل و انصاف کے ترازو کھڑے کر دیں گے) موازن جمع وزن صیغہ لایا گیا حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ قیامت کے دن قرطاس (کاغذ) کا ایک معمولی پڑزہ جو خلوص و یقین کے ایک کلمہ سے مزین ہوگا۔

جرالم اور معاصی کے بڑے بڑے دفاتر اور دوا دین پر بھاری ہو جائے گا۔ ذلک فضل اللہ واللہ ذو الفضل العظیم۔ مصنف نے یہاں بھی روایت ابو ہریرہؓ میں لفظ نقیستان فی المیزان سے مدعا ثابت کیا کہ اقوال کا بھی وزن ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ والوزن یومئذ الحق۔ (اور واقعی اس دن وزن بھی ہوگا) اللہ کے ہاں کوئی کام مشکل نہیں۔ اور آج کل تو اعراض بھی تولد جاتے ہیں۔ درجہ حرارت و برودت کے ذریعہ گرمی اور سردی کا وزن ہوتا ہے و وجدوا ما عملوا حاضرا۔ (جو کچھ انہوں نے کیا تھا اسے موجود پائیں گے)۔

سائنس اور شریعت

فلسفہ جدیدہ سائنس کی اکثر اشیاء نے شریعت کے

کئی مسائل کی تائید کی حضرت شاہ صاحب (مولانا نور شاہ) سے فلسفہ قدیم کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا گیا کہ فلسفہ قدیمہ شریعت سے مخالف ہے۔ اور موجودہ سائنس اور جدید فلسفہ سے شریعت کی تائید ہوتی ہے۔ ان چیزوں کا شریعت سے تصادم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

**لغوی تحقیق** | قسط کا معنی عدل و انصاف ہے۔ مستند اپنی عادت کے مطابق حدیث یا قرآن کے ایک لفظ کے مادہ کی مناسبت سے دوسرے الفاظ کی

بھی جو قرآن و حدیث میں اس مادہ سے متعل ہوئے ہوں تشریح فرماتے ہیں یہاں قسط اس کی شرح بھی کر دی کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اہل روم کے نزدیک اس کا معنی عدل ہیں پھر معرب ہونے کے بعد اس لفظ نے حکم بھی عربی کا لیا، قسط مجرد مصدر ہے مقسط کا مصنف نے اشارہ فرمایا کہ مصدر خواہ مفرد ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے مفرد و جمع دونوں کی توصیف کی جاسکتی ہے۔ اس لئے موازین کے بعد قسط مفرد لایا گیا مقسط کا مصدر اقساط ہے، مگر باعتبار حذف زوائد قسط کو مصدر کہا۔ باب افعال کا ہمزہ کبھی سلب کے لئے آیا کرتا ہے تو سلب ظلم نہیں، مگر عدل، اس لئے مقسط مزید بمعنی عادل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ان اللہ یحب المقسطین۔ (بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے) اس کے مجرد سے اسم فاعل قاسط ہے جس کا معنی جابر اور ظالم ہے جیسے فرمایا۔ واما القاسطون فکالوا الجحیم خطبا۔ اور لیکن جو ظالم ہیں سو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

گویا یہ لفظ اضداد سے ہے ظلم و عدل دونوں معانی میں مستعمل ہے۔

**شہم قرآن و حدیث کے لئے علمی مہارت** | اس لئے تو قرآن و حدیث کا سمجھنا بغیر علمی

مہارت کے ممکن نہیں۔ گو اس کی حفظ اور تلاوت بھی باعثِ اجر ہے، مگر اس کا صحیح



فہم ہر کسی کا کام نہیں۔ حجاج بن یوسف اس امت کے ظالم حاکم گزرے ہیں۔ ہزاروں اولیاء و علماء و صحابہ کو جبراً قتل کیا پھر بھی قرآن سے شغف تھا۔ قرآن مجید کے اعراب و حرکات اسی نے لگائے ہیں۔ اس وقت کے حاکم ظالم اور جابر ہونے کے باوجود علوم دینیہ سے باخبر ہوتے قرآن اکثر حکام کو یاد ہوتا اور کئی حکام تو حافظِ حدیث بھی ہوتے۔ وہ شخص حافظِ حدیث کہلاتا جسے کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوئیں۔ تو حجاج بن یوسف نے ایک مرتبہ مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ سے اپنے بارے میں اس کی رائے دریافت کی تو سعیدؒ نے جواب دیا کہ میری رائے میں تو قاسط عادل ہے۔ لوگ حیران ہوئے کہ کس طرح حضرت سعیدؒ نے حجاج بن یوسف کی تعریف و توصیف کی اور اسے عادل و منصف کہا۔ حجاج نے فوراً ان کا تحیر و تعجب دور کر دیا اور حاضرین سے کہا کہ تم اس کے مطلب کو نہیں سمجھے اس نے مجھے ظالم اور مشرک کہا۔ اس نے قاسط بمعنی ظالم اس آیت سے لیا۔ واما القاسطون فکانوا لجنم حطباً۔ اور عادل سے اس کا مراد مشرک ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں وارد ہے۔ واما الذین کفروا برہم یعدلون۔ (اور جو کافر ہیں وہ اوروں کو اپنے رب کے برابر کرتے ہیں۔)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث پر مصنف

### آخری حدیث کی شرح

نے اپنی جلیل القدر اور عظیم کتاب ختم فرمائی جس

کا مطلب یہ ہے کہ دو کلمے ہیں جو رحمان کے ہاں بہت پسندیدہ و محبوب ہیں۔ اور جو اس کو پڑھے، اس کا ورد کرے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا۔ اور اس پر بہت بڑا اجر و ثواب پائے گا۔ سبحان اللہ وجمدہ سبحان اللہ العظیم۔ دیگر اسماء قدسیہ کا ذکر نہیں بلکہ رحمان کا لفظ آیا ہے جس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وصفِ رحمانیت ہی ہے جو اتنے عظیم العامات و اکرامات کا باعث بن رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ دو کلمے زبانِ پہ اور تلفظ میں بہت آسان ہیں کہ مختصر جملے ہیں جنہیں غبی اور

ذہین سب باسانی یاد کر سکتے ہیں اور جس سے حسنات کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے۔  
**تشریح و ثبوت کمالات** | سبحان اللہ و مجدہ - اس میں اللہ جل جلالہ کے  
 ہر عیب و برائی اور ہر قسم کے شرک اور نقصانات

سے تنزیہ و تقدیس ہے جس سے شرک کی بنیادیں کٹ جاتی ہیں۔ سبحان اللہ العظیم  
 اس میں ساری عظمتیں اور کبریائیاں اللہ کے لئے خاص کر دی گئیں اور اللہ کا انصاف  
 بصفات اکمال کر دیا گیا۔ سبحان اللہ میں تنزیہ و تزکیہ اور و مجدہ میں ثبوت صفات  
 کمالیہ ہے۔ اور العظیم میں عظمتِ ربانی کی تصریح ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔  
 کسی کا محتاج نہیں۔ یہ سب موجودات اس کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ یہ اصل توحید  
 ہے جب نعم خداوندی مستحضر ہو جاتی ہیں تو انسان بے ساختہ حمد و تعریف کرنے  
 لگتا ہے کہ سبحان اللہ و مجدہ — مگر فرطِ محبت سے اگر کسی کی نظر صرف رحمان  
 پر رہے کہ جب وہ رحمان ہے تو طاعت کی کیا ضرورت ہے۔ تو سبحان اللہ العظیم  
 میں اس کی عظمت و جلالت کی طرف اشارہ ہوا کہ وہ ہر عظیم سے بزرگ و برتر ہے۔  
 تو عظیم سے مقامِ خوف اور رحمان سے مقامِ رجاء کی توجہ دلائی گئی۔ ان کلمات کا وہی مفہوم  
 ہے جو کلمہ طیبہ کا ہے کہ لا الہ میں تنزیہ و تقدیس اور نفی شرک ہے اور الا اللہ  
 میں اعتراف و وحدانیت اور ثبوت صفات کمالیہ ہے۔

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب کا خاتمہ بنا کر اس طرف بھی اشارہ کیا کہ جس  
 شخص کا خاتمہ کلمہ توحید پر ہو تو دخل الجنة وہ جنت کو داخل ہو گا۔ (کافی الحدیث الآخر)  
 نیز اشارہ ہے کہ الفاظ کلمہ توحید بوقت نزع ضروری نہیں بلکہ اس کا مفہوم جن  
 الفاظ سے بھی ادا ہو اور وہ کلمہ جو تقدیس و تحمید خداوندی پر مشتمل ہو وہ کافی ہے۔  
 نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری کلمات تھے۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ۔ (اسے  
 اللہ بہترین مقام عطا فرما۔)

اقل و آخر کتاب میں ربط

قیامت وزن پر ہے۔ اس لئے کتاب کا آغاز بھی امام بخاریؒ نے نیت کی ہے۔  
والی حدیث سے کیا یعنی:

انما الاعمال بالنيات وانما الامرئی مانوی اعمال کی فضیلت اور قبولیت کا دار و مدار

فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فخره  
 نيات پر ہے۔ انسان کو نیت کا ثمرہ

اللہ ورسولہ ومن کان فی ہجرتہ ملتا ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول

الٰی دنیا یصیبا او الٰی امرأۃ کی خاطر ہجرت کی وہ واقعی ایسی ہوگی اور

سینکھا فحجرتہ الی ماہاجر الیہ جس نے حصول دنیا یا کسی عورت سے

نکاح کرنے کے خیال سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اپنی غرض دینوی ہی کے لئے

ہوگی۔ (یعنی اللہ کی طرف سے اس کا اجر نہ ملے گا۔)

**مدارِ اعمال و احکام صرف وحی**

امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ تمام اعمال و احکام کا مبدأ اور مدار وحی ہے اور

وہی عمل و حکم صحیح قرار پائے گا جو وحی سے مستنبط ہو۔ اور جو وحی سے مستنبط نہ ہو وہ

غلط ہوگا۔ اور اعمال و احکام کا مدار و مبداء اور اس کا بارگاہ انزیدی میں مقبول ہونا نیت

کی خلوص اور تصحیح پر موقوف ہے۔ اگر نیت خالصتہً للہ اور اس کی رضا مندی کا حصول

ہو تو وہ عمل اللہ کے ہاں شرف قبول پائے گا۔ تصحیح نیت کے بعد اعمال کی انتہا وزن

پھر ہے جس پر سعادت و کامیابی داریں و فوز آخرت ہے اور جب نیت درست ہو

تو اعمالِ حسنہ کا وزن بھی بھاری ہوگا خلاصہ کتاب یہ ہے کہ جب مسلمان کا عمل اور حکم

وحی سے مستنبط ہو اور عامل کی نیت صحیح ہو تو قیامت کے دن اس کے اعمال کا

وزن بھاری ہوگا۔ اور یہ شخص اپنے مقصدِ حیات رضا خداوندی کو پاے گا۔



## حدیث کا مشغلہ

مصنفؒ نے اس حدیث کو آخر کتاب میں لاکر اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان و اکرام کا شکریہ ادا کرنا چاہا کہ اس نے اپنے محبوب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احادیث جمع کرنے کی توفیق دی۔ اور پھر ہم گنہگاروں کو بھی اس کے پڑھنے اور سننے کا موقع عطا فرمایا حدیث میں شغل موجب سعادت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اگر خداوند کریم کا بے پایاں فضل و کرم نہ ہوتا تو ہم بول و براز کے کیڑے اور گندگی کے حشرات ہوتے یہ اس کا کرم ہے کہ ہمیں اس نے اشرف المخلوقات یعنی انسان بنایا پھر ہمیں اپنے رسول کریم کی احادیث پڑھنے پڑھانے کی توفیق دی۔ اگر ہماری تمام عمر اس نعمت کے عوض اس کی سجدہ ریزی اور تشکر میں گزر جائے تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

## میرے شیخ اور مرشد مولانا حسین احمد مدنیؒ

مجھے بخاری شریف اور دیگر کتب

احادیث کے پڑھنے اور پڑھانے کی اجازت میرے آقا و مولیٰ حضرت شیخ العرب والجمہ شیخ الاسلام مجاہد اعظم مرشد العالم مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے دیو بند میں دی یہ سب کچھ خداوند کریم کا احسان ہے۔ اور اس کے بعد اس مشفق و مہربان استاد کی برکت اور دیگر اکابر سلسلہ کا فیض ہے کہ جو کچھ ہمیں ملا انہیں کے ذریعہ سے ملا۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخؒ کے مرقبہ پاک کو مرکز النوار و برکات بنادے حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والجمہ مولانا مدنیؒ کی کرامات ظاہرہ میں سے یہ شاہدہ ہے کہ جن لوگوں کو ان کی صحبت و مجلس کی سعادت حاصل ہوئی ہے، وہ آج دینی امور کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ اور مجھ جیسا گنہگار، حقیر اور ناچیز بے علم شخص کو بھی اس نسبت سے اس مقدس مشغلہ کی سعادت حاصل ہے۔ حضرت شیخ درس حدیث کے وقت احادیث کا حق ادا کرتے کبھی ان کو اس میں وقت کی تنگی یا کثرت سوالات



وغیرہ سے پریشانی اور ملال نہیں ہوتا تھا۔ اور نہ کبھی ان پر پڑھانے کی عجلت تھی۔ شروع کے اسباق اور آخر کے نہایت اطمینان سے پڑھاتے تھے۔ کبھی وقت کی تنگی کی وجہ سے خدمتِ حدیث کے حق ادا کرنے میں تعجیل سے کام نہ لیتے، حلیم کی یہ حالت تھی کہ جب طلبہ بے جا اعتراضات کرنے لگتے تو حضرت حسن بصریؒ "خلق الانسان من عجل" کہہ دیتے۔ (یعنی انسان عجلت سے پیدا کیا گیا۔)

احادیث کی مکمل لغوی و فقہی اور فنی تشریح اختلاف مذاہب اور مذاہب احناف کی تائید و تقویت عجیب و غریب پیرایہ میں کرتے بغرض سلف سے جتنے آداب و شرائط درس حدیث کے لئے منقول ہیں وہ ان میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ کے واسطے سے میرا سند

**میرا سند حدیث** | حدیث یہ ہے۔

حدیثی سیدنا و شیخنا و مولانا حسین	مجھے حضرت شیخ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے
احمدیؒ قال حدثنا شیخ الہند مولانا	حدیث کی اجازت دی۔ انہوں نے حضرت
محمود الحسن الدیوبندیؒ قال	شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے حاصل کی۔
حدثنا الشیخ الامام محمد قاسم	شیخ الہند نے شیخ الامام محمد قاسم النانوتی
النانوتیؒ والشیخ رشید احمد الکنگھیؒ	اور شیخ رشید احمد الکنگھی سے ان دونوں
قالا حدثنا الشیخ الشاہ عبدالغنی	حضرات نیشاہ عبدالغنی مجر دی سے۔
المجر دی المهاجر المدنی	

۱۱ ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۶۶ھ ۱۲۶۸ھ تا ۱۳۳۹ھ (۳۳) ۱۲۶۸ھ تا ۱۲۹۶ھ

(۱۲) ۱۲۶۸ھ تا ۱۳۲۳ھ (۵۵) ۱۲۶۸ھ تا ۱۳۲۳ھ (۵۵) ۱۲۶۸ھ تا ۱۳۲۳ھ (۵۵)

صاحبزادہ نہیں بلکہ ان کا نسب نامہ حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے شاہ

عبدالغنی بن شاہ ابوسعید بن شاہ شافع القدر بن شاہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ان کا

سن ولادت ۱۲۳۵ھ ہے اور وفات ۱۲۹۵ھ مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

قال حدثنا الامام الحجة الشاه  
 محمد اسحاق الدهلوی<sup>(۱۶)</sup> قال  
 انہوں نے شاہ محمد اسحاق دہلوی  
 سے اور شاہ محمد اسحاق نے شاہ  
 حدثنا الشيخ الاجل الشاه  
 عبد العزيز<sup>(۱۷)</sup> الدهلوی<sup>(۱۸)</sup>  
 عبد العزيز نے اپنے والد اور  
 قال حدثنا الامام الحجة الشيخ  
 الشاه ولی اللہ الدهلوی رحمہ  
 سے روایت و اجازت حدیث  
 اللہ تعالیٰ ہے حاصل کی۔

امام الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی<sup>(۱۹)</sup> سے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری اور  
 الامام الاجل الشيخ الترمذی تک سلسلہ سند مشہور و معروف اور اوائل کتب حدیث میں  
 مذکور ہے۔ اور ان حضرات سے حضور اقدس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک راویوں کا  
 سلسلہ ہر حدیث شریف کے ساتھ بیان ہوتا ہے۔

(حاشیہ ص ۳۲۲) (۱۶) ۱۱۹۰ھ تا ۱۲۶۲ھ (۱۷) ۱۱۹۰ھ تا ۱۲۳۹ھ (۱۸) ۱۱۹۰ھ تا ۱۲۴۴ھ  
 حضرت شیخ کے چند اور سلسلے بھی درج ذیل ہیں (۱۹) اخبار فی الشیخ حسین احمد المدنی عن الشیخ  
 محمود الحسن الدیوبندی عن العلامة محمد منظر النافقوی<sup>(۲۰)</sup> و مولانا القاری محمد عبدالرحمان القافی فتی کلاھما عن  
 الشاہ محمد اسحاق<sup>(۲۱)</sup> الی آخرہ ۲۔ قال شیخنا الحسین احمد المدنی اروی عنہ العلوم عن الشیخ الاجل مولانا عبدالعلی  
 وعن الشیخ الاجل مولانا خلیل احمد اسہار نفوری کلاھما عن مولانا رشید احمد الکنگہری و مولانا محمد قاسم الی آخرہ۔  
 ۳۔ قال الشیخ الاجل واروی عن مشیختہ اعلام من الحجاز اجازۃ و قراءۃ لا وائل بعض الکتاب  
 اجلہم شیخ التفسیر حسب اللہ الشافعی المکی و مولانا عبد الجلیل برزۃ المدنی و مولانا عبد السلام  
 الداعستانی مفتی الاحناف بالمدينة المنورة و مولانا اسید احمد البرزنجی مفتی الشافعیۃ بالمدينة  
 المنورة رحمہم اللہ تعالیٰ ——— سمیع الحق

ان حضرات اکابر و مشائخ کے ذریعہ جو اجازت  
سند کی حقیقت اور اجازت

نے دی وہی حضرت شیخ کی اجازت تھیں دیتا ہوں۔ میں تو خود ایک ناچیز اور ہر لحاظ سے کم سواد ہوں۔ اجازت کا مطلب یہ ہے کہ اعطاء علوم و فیوض خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور واسطہ تمام علوم کی تقسیم کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے۔ انما انا قاسمٌ واللہ عطي۔ (میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں) درمیان میں ائمہ محدثین سلسلہ اور زنجیر کی حیثیت ہیں جس طرح ایک کھیت کو پانی دریا سے نالہ کے ذریعہ سے پہنچتا ہے، نالہ نہ ہو تو اس کی سیرابی مشکل ہے۔ اس طرح اساتذہ و مشائخ روایت حدیث بھی ایک منیاب کا کام دیتے ہیں سند کے ذریعہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طلبہ حدیث کی کڑی لگ جاتی ہے۔ اور رابطہ قائم ہو جاتا ہے۔ اس لئے شاہ ولی اللہ کے دور تک اکثر متقدمین کے ہاں تعلیم حدیث کا یہ طریقہ رہا کہ حدیث کی عبارت کی سماعت و قراءت اور روایت کے اتصال کے لئے محض سرد الحدیث کا طریقہ رائج تھا یہ حدیث کا ایک طریقہ ہے۔ اور دوسرا طریقہ یہ کہ حضور اقدس سے سلسلہ متصل ہو فقہی و لغوی تحقیق کو زیادہ اہمیت نہ تھی۔

اب تمہارا تعلق اور رابطہ سلسلہ حدیث سے قائم  
تلاذہ کو گراقتدر نصیحت

ہو چکا ہے۔ اور علوم نبویہ کے سمجھنے اور مطالعہ کرنے کے لئے ایک راہ کھل گئی ہے۔ آگے تم لوگوں کا کام ہے کہ اپنے استعداد سے کام لے کر اس میں تبحر اور وسعت مطالعہ پیدا کریں۔ یاد رکھیں اپنے آپ کو ہرگز نہ عالم سمجھیں اور نہ حصول علم میں عار و شرم محسوس کریں یہ اجازت بھی ان شرائط و ادواب کے ساتھ مشروط ہے جو اکابر سلف نے حدیث کے بیان اور درس و تدریس

کے لئے ضروری قرار دی ہیں۔ جب تک اس کے سمجھنے کی پوری صلاحیت و کوشش نہ ہو اور اطمینان و تسلی نہ ہو جائے فہم حدیث میں اپنی رائے سے کام نہ لیں حضرت امام مالکؒ سے چالیس مسائل کے بارہ میں دریافت کیا گیا مگر انہوں نے ۳۶ مسائل کے بارہ میں لا ادری (مجھے معلوم نہیں) کہہ کر معذرت کر دی تو آپ کو بھی عدم علم کے وقت لا ادری کہنے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہئے۔ اور اختلافات اور جھگڑوں سے سکوت کریں امام بخاری علیہ الرحمۃ جب نیشاپور تشریف لائے اور لوگوں نے مسئلہ خلق قرآن کے متعلق دریافت کرنا چاہا تو تین دن تک جواب دینے سے گریز کرتے رہے کہ اختلافات میں نہ پڑیں آخر محمد بن یحییٰ الذہلی نے کہلوایا کہ لفظی بالقرآن مخلوق حضرت امام ابو حنیفہؒ تلامذہ کو رخصت کرتے وقت نصیحت کرتے کہ اپنے ہاں کے علماء کی قدر کیا کرو۔ وہ اپنا ایک حلقہ اثر رکھتے ہیں جو تمہارے پاس نہیں ہوتا۔ ان کا احترام کرو۔ انہیں آگے رکھو اور اگر کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو فوراً میرا مذہب اور قول بیان نہ کرو بلکہ کئی علماء کے اقوال پیش کر دو۔ اور اس کے بعد میری رائے بھی پیش کر دو حضرت امام اعظمؒ کا یہ مطلب نہ تھا کہ ناجائز کی تائید کرو بلکہ حق بات پہنچانے اور تبلیغ کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں تبلیغ اختلافات اور فتنہ انگیزیوں میں پڑ کر نہیں ہو سکتا بلکہ بہت بڑی حکمت، میانہ روی، نرمی اور تحمل کی ضرورت ہے۔ اس ملک میں قادیانی، پرویزی بلکہ عیسائی تک اپنے باطل مذاہب کی اشاعت کے لئے نرمی، شفقت، خدمت، اور محبت کے تمام ذرائع استعمال کرتے ہیں۔



## فیضانِ حکمت

مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۶۶ء بمطابق ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ کو  
صبح دس بجے مدرسہ حنفیہ عثمانیہ درکشاہی محلہ راولپنڈی میں  
”ختم بخاری شریف“ کے تقریب میں ختم بخاری کے برد  
ذیل کے تقریرار شاہ فرمائیے جسے مولانا سید الرحمان علی  
نے مرتب کیا اور یہ ہفت روزہ ”خدا م الدین“ لاہور کے کتاب و حکمت  
نمبر میں شائع ہوا۔

قال امیر المؤمنین فی الحدیث الامام الشیخ محمد بن  
اسلعیل البخاری باب قول الله ونضع الموازين القسط لیوم  
القیامة وان اعمال بنی آدم وقولهم یوزن وقال مجاهد القسط اس  
العدل بالرومية ویقال القسط مصدر المقسط وهو العادل واما  
القاسط فھوا الجائر حدثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن  
فصیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی ہریرۃ رضی  
الله تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی الله علیہ وسلم کلتم ان حیبتان  
الی الرحمان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان الله  
وبحمدہ سبحان الله العظیم۔

سب سے پہلے آپ حضرات کا شکر گزار ہوں کہ اس مبارک تقریب میں مجھ کو ناچیز

کو آپ نے ثمولیت کا موقعہ دیا۔ یہاں بہت سے اکابر جو علما و عملاً مجھ سے فائق ہیں، موجود ہیں۔ صرف اس لحاظ سے کہ میں ذرا دور سے آیا ہوں۔ میری حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

**صحیح بخاری کی مقبولیت** | بخاری شریف کے متعلق علماء فرماتے ہیں: اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری۔ اور یہ وہ کتاب ہے

جس کے متعلق خود امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ہر حدیث کے اندراج سے پہلے میں نے غسل کیا دو رکعت نفل پڑھ کر حرم میں استنحار کیا۔ اس کے بعد ترجمۃ الباب (عنوان) اور حدیث کو نقل کیا۔ یہ مصنف کے خلوص نیت کا ثمرہ ہے کہ اس کی جملہ احادیث پر اجماع ہے۔ اور کتاب اللہ کے بعد جتنا اس پر اعتماد ہے اور کسی کتاب پر نہیں، نیز جتنا فائدہ کتاب اللہ کے بعد اس کتاب سے مسلمانوں کو پہنچا کسی دوسری کتاب سے نہیں پہنچا۔ ۱۶ سال کے عرصہ میں امام نے یہ کتاب لکھ کر مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا۔ مسائل کا اس میں جتنا ذخیرہ ہے اور صحیح احادیث کی جو کثرت ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔

**حدیث رسولؐ کے برکات** | علماء نے تجربہ کیا کہ مشکلات کے وقت بخاریؒ کا ختم بہت نافع ہوتا ہے۔ خود ہمارے بزرگوں کا یہ معمول تھا۔ اور

حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جہاں پڑھا جائے گا وہ جگہ انوار و برکات سے معمور ہوگی۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمنؒ مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی کہ میری موت کے وقت احادیث رسولؐ پڑھتے رہنا۔ چنانچہ بیماری کا بگڑتا رنگ دیکھ کر حالت نزع میں شاہ گروہ دوں، عزیزوں اور غفیت مندوں نے احادیث کی تلاوت شروع کر دی۔ حضرت مرحوم اسی حالت میں احادیث رسولؐ میں مستغرق رہے اور واصل بحق ہو گئے۔

علامہ جزائریؒ نے لکھا ہے کہ بخاری کے مختلف ابواب جن کو تراجم ابواب کہا جاتا ہے۔ وہ ۳۲۵۰ ہیں۔ ان میں سب سے پہلا باب ہے۔ باب کیف کان بذالوحی الی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر اس میں سیدنا حضرت عمرؓ کی مشہور حدیث نقل کی۔ انما الاعمال بالنیات وانما الامرئی مالوی فمن کانت

ہجرتہ الی دنیا یصیہا الی امرأۃ ینکھا فہجرتہ الی  
ما ہاجر الیہ۔ اور کتاب کے آخر میں سب سے آخری ترجمہ الباب جو  
وہ ہے ونضع السواذین القسط۔ الخ اور اس میں حدیث حضرت ابو ہریرہؓ  
کی نقل کی۔ کلمتان حبیبتان الی الرحمن الخ۔

**وحی کی حقیقت** | مصنف علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے باب میں دو چیزیں نقل  
فرمائی ہیں، وحی اور نیت۔ وحی کو سب سے پہلے لانے میں اشارہ  
اس طرف ہے کہ دین افکار و آراء کا نام نہیں زید عمر بکر کی عقل اگر کوئی تدبیر کرے اسے دین  
کا نام دیا جائے ایسے نہیں ہو سکتا۔ دین نہ تو متفرق افکار کا نام ہے اور نہ متفرق معقولات  
کا۔ بلکہ دین نام ہے مرضیات و احکامات خداوندی کا یہ مسئلہ بہت طویل ہو جائے گا کہ انسانی  
عقل بہت محدود ہے ایک انسان دوسرے کے ساتھ دل جوڑ کر بیٹھ جائے تو بھی دوسرا درست  
نہیں سمجھ سکتا کہ میرا دوست کیا چاہتا ہے جی کہ سینہ سے سینہ ملا کر بھی ایسا ممکن نہیں تاؤدیکہ  
وہ زبان سے کہہ دے۔ تو جب زبان سے کہے بغیر دوسرے انسان کی مرضیات کا پتہ نہیں چیل  
سکتا۔ تو خدا نے قدر و کس کی مرضیات کا پتہ کیسے چلے گا جب تک وہ فرمائیں نہیں؟ پھر عقلاً کی  
رائیں مختلف ہیں۔ ایک کہتا ہے عالم قدیم ہے، دوسرا کہتا ہے حادث ہے، ہم کس کی بات مانیں؟  
ایک شخص ایک چیز کو کڑوا کہتا ہے، دوسرا میٹھا کہتا ہے، ہم کس کی بات مانیں؟ تو امام بخاریؒ  
نے باب بدالوحی قائم کر کے فرمادیا کہ دین کے معلوم کرنے کا ذریعہ وحی ہے، جس کی حقیقت یہ ہے  
لایاتہ الباطل من بین یدہ ولا من خلفہ تنزیل من  
حکیم حمید۔ کہ وحی میں حق و باطل کے اشتباہ کا سوال ہی نہیں۔ پھر وہ حکیم و حمید کی  
طرف سے منزل ہے۔

**وحی کی عظمت اور حفاظت** | وحی میں تین چیزیں ہیں ایک بے موحی یعنی جس کی طرف  
وحی آتی ہے وہ خدا ہے جس کی صفت حکیم و حمید اور

قادر و قسیم ہے، اس کی طرف سے جو قانون آئے گا۔ وہ سراسر باعث نجات و سعادت ہوگا۔ اور اس میں بھلائی ہوگی۔ دوسرے میں وحی لانے والے وہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں جن کی حقیقت یہ ہے۔ **انه لقول رسول كريم ذي قوة عند ذي العرش مكين مطاع ثم امين**۔ وہ رسول کریم ہیں اور صاحب قوت ہیں۔ ان کی قوت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ چھ لاکھ کی آبادی کو اپنی انگلیوں سے آسمان پر لے گئے۔ وہاں سے نیچے ٹپک دیا۔ جبریل امین سے پوچھا گیا کہ آپ کو کبھی تھکن محسوس ہوئی ہے؟ فرمایا نہیں۔ ہاں ایک مرتبہ غلبت سے کام لینا پڑا، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو نسی بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا میں اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر تھا۔ خدائے حکم دیا کہ جلدی کرو یوسف پانی تک پہنچنے نہ پائیں! پھر جبریل کا مستقر وہ بھی لغوائے قرآن عرش کے پاس ہے۔ پھر وہ مطاع ہیں۔ ان کی فرمانبرداری کی جاتی ہے۔ روایات میں ہے کہ جب وحی لاتے ہیں تو ہزار فرشتے باڈی گارڈ کے طور پر آگے پیچھے دائیں بائیں ہوتے ہیں۔ یہ محض قانونی تحفظ ہے۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے دنیا بھر کے شیاطین مل کر بھی کوئی حرکت کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ پھر جبریل امین فی نفسہ امین ہیں نیابت کا سوال ہی نہیں اور جس ذات اقدس پر وحی آتی ہے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو نبوت بلکہ ختم نبوت اس وقت مل جب کہ 'ادم بين الماء والطيبين' تھے اور جن کو علم الاولین والآخرین عطا ہوا تھا یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ان سے پہلے فرشتوں کے متعلق معلومات تو وحی آئی خدا کی طرف سے، لانے والے جبریل امین، آئی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر آگے مبلغین ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو میدانِ عرفات میں تھے، جنہوں نے گھربار چھوڑا جائیداد چھوڑی، قبیلہ کنبہ چھوڑا، محض اس لئے کہ براہ راست مہبط وحی سے علوم حاصل کر سکیں۔

صحابہؓ کو حدیث سے عشق | اور صحابہؓ کو اخذ حدیث کا جو شوق تھا۔ اس کا اس سے اندازہ لگائیں کہ حضرت فاطمہ کو حضور علیہ السلام



نے مرسدِ وفات میں بلا کر کان میں کچھ کہا، آپ رو پڑیں۔ دوسری مرتبہ ایسے ہی سرگوشی فرمائی تو آپ ہنس پڑیں۔ اخذ حدیث کے شوق نے حضرت عائشہ کو سوال پر مجبور کیا۔ حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ قصہ کیا تھا۔ کہنے لگیں کہ راز نبوی ہے۔ انتقال کے بعد پھر امہات المؤمنین نے جمع ہو کر حضرت فاطمہؓ سے پوچھا گویا اخذ حدیث کا شوق ابھی برابر تھا۔ اب حضرت فاطمہؓ نے بتلادیا کہ راز تو آؤٹ ہو چکا ہے کہنے لگیں کہ پہلی مرتبہ آپ نے مجھے اپنے انتقال کی خبر دی اور دوسری یہ خبر دی کہ سب سے پہلے تیری ملاقات مجھ سے ہوگی اور تو سیدۃ النساء اہل الجنة ہے۔

**اعمال کی شکل** | بہر حال ایک ہے شکل عمل ایک ہے روح عمل اور ایک ہے نتیجہ عمل۔ اشکال اعمال کی نماز کیسے ہو، روزہ کیسے ہو، تجارت کیسے ہو، ملازمت کیسے ہو۔ حضرت سلمان فارسی کو کسی نے طعنہ دیا کہ علیکم التبتی صلی اللہ علیہ وسلم کل شئ حتی قضاء الحاجة قال نعم او كما قال۔ فرمایا ہاں ہمارے نبی نے ہمیں سب کچھ سکھلایا اور دوسرے ننگا ہیں سمجھتی ہیں کہ دنیا میں انبیاء کے تشریف لانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی کریں تو امام نے احادیث جمع کر کے تراجم کر کے اشکال اعمال سے آگاہ کیا گویا یہ انسائیکلو پیڈیا ہے امام فرماتے ہیں کہ سن لو دنیا میں رہنا ہے، عبادات کرنی ہیں، حکومت کرنی ہے تو توجہ الی الوحی کرو۔ حضورؐ کی احادیث کے سامنے دوزاںو پیٹھو۔

امام بخاری سب سے پہلے ذکرِ دجی لائے کہ مدارِ دین اور اصل دین یہی ہے اور فرمایا کہ اعمال کا مدار اس پر رکھو اس میں غلطی و نسبیاں نہیں۔ بہو اور چوک نہیں۔ لوگ آج اس پر بحث کرتے ہیں کہ دجی محبت ہے یا نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ مدارِ دین یہی ہے، لہذا اس کی حیثیت کمزور کرو۔ اور مسلمانی کے جامہ میں اس پر بحث ہوتی ہے۔

**اعمال کی روح** | اور دوسری چیز جو پہلے باب میں پیش کی وہ روح اعمال ہے۔ کیونکہ جسدِ بنیہ روح کے بے سود ہے ایک بادشاہ اس وقت تک بادشاہ ہے جب

تک اس میں روح ہے، روح گئی تو اپنے ہی منوں مٹی کے نیچے رکھ کر آگئے۔ تو روح اعمال اخلاص  
 دلالت ہے۔ جب عمل شریعت کے قالب کے مطابق ہو۔ اور روح عمل درست ہو تو آپ  
 سارا دن مشغول فی العبادت سمجھے جائیں گے۔ اگرچہ آپ سارا دن دکان پر رہیں۔ آپ تجارت  
 کرتے ہیں اس نیت سے کہ حقوق پورے ہوں تو عبادت ہے۔ اور اگر نماز پڑھتے ہیں اس  
 نیت سے کہ لوگ نمازی کہیں، تو قیامت میں رسوائی ہوگی حضورؐ نے فرمایا: نیت المؤمن  
 خیر من عملہ۔ تو روح اعمال اخلاص دلالت ہے۔ حدیث میں ہے کوئی مسلمان  
 خوشی سے اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے وہ بھی عبادت ہے۔ اب آکر وہاں خلقت الجن  
 والانس الا لیعبدون کا مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد ہی عبادت  
 | تو گویا پہلی حدیث میں اشکال و ارواح اعمال کا تذکرہ کیا اور اب آخری  
**وزن اعمال** | حدیث میں نتیجہ اعمال کا ذکر ہے۔ دنیا میں ہر ایک نے ہزاروں کام  
 کئے ہیں تو نتیجہ یہ ہے کہ قیامت میں ان کا وزن ہوگا، وزن کے بعد یا جنت ہوگی یا جہنم  
 موازنین میزان کی جمع ہے، بمعنی ترازو جمع لائے اس لئے کہ ہر عمل کے لئے علیحدہ علیحدہ  
 ترازو ہو، تو بھی ممکن ہے اور یہ بھی ہے کہ بسبب عاملین جمع لائے کہ ترازو ایک ہوگا اعمال  
 تو سب کے تکیں گے، اس لحاظ سے موازنین فرمایا۔ پھر یہاں بحث ہے کہ وزن اعمال صرف  
 مسلمانوں کے ہوں گے یا کافروں کے بھی ایک قول کے مطابق کفار، انبیاء، معصوم بچے اس  
 سے مستثنیٰ ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تلنے کے لئے اعضاء کی ضرورت ہے، کافر کے سیات  
 ہی سیات ہیں اور انبیاء کے حسنات ہی حسنات ہیں تو یہاں وزن نہیں تو گویا عند الغزالی  
 عصاة المسلمین رکنہا کے اعمال کا وزن ہوگا لیکن جہور فرماتے ہیں کہ وزن اعمال میں  
 سب شریک ہیں۔ کافروں کے وزن اعمال کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایک پلڑہ میں حصّ سیات  
 ہوں گی، دوسرا خالی ہوگا، تو مقصد حل ہو جاتا ہے۔ کہ مقصد ہے بھاری پن دکھانا۔ دوسری  
 وجہ یہ ہے کہ کفار میں طبقات ہیں۔ عبادات ان کی معتبر نہیں کہ ایمان نہیں اور ایمان شرط ہے

عبادات کے لئے۔ ہاں انسانی نیکیوں کے سبب تخفیف ہوگی جیسے کہ ابوطالب کے متعلق ہے۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ ابوطالب نے آپؐ کی ہمیشہ حمایت کی کلمہ نہیں پڑھا اس حمایت کا اسے فائدہ ہوگا؟ فرمایا جہنم سے نہیں بچ سکتا۔ ہاں اس کا جسد آگ سے محفوظ ہے۔ صرف اس کے پاؤں میں آگ کے چیل ہیں، جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے۔

وزن اعمال کے بارے میں تین قول | واقع اعمال بنی آدم الخ اعمال کے تعلق سے متعلق تین قول ہیں۔

پہلا قول یہ کہ حسنات اجسام نورانی اور سیئات اجسام ظلمانی بن جائیں گے، تو گویا یہاں کے اعراض وہاں اجسام بن جائیں گے۔ عالم مثال میں نبی کریم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا۔ مابقی حضرت عمرؓ کو دیا اور اس کی تعبیر علم سے فرمائی ہمارے بزرگوں نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک حسین و جمیل عورت ملی۔ مگر اندھی ہے۔ تو فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ نماز کے وقت تو آنکھیں بند کرنا ہوگا۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اندھی ہونا اسی کا ثمر ہے ہے کہ تو نماز میں آنکھیں بند کر لیتا تھا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رجسٹر تلیں گے، جنہیں کراٹا کا تین لکھتے ہیں اس کی دلیل حدیث ترمذی ہے کہ ایک آدمی کے ۹۹ رجسٹر لائے جائیں گے، سیئات سے پُر ہوں گے، وہ غریب پریشان ہوگا کہ میں تو مارا گیا یہ ۹۹ رجسٹر سیئات سے پُر ہیں یہاں تک کہ ایک رجسٹر لایا جائے گا۔ جس میں اخلاص سے کلمہ پڑھنے کا ذکر ہوگا۔ تو یہ ایک بھاری ہو جائے گا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ دو جہد و ماعملوا احاصروا کہ خود اعمال سامنے آ جائیں گے۔ آج کل اس پر بحث کی ضرورت نہیں کہ آخر دنیا میں کس کس چیز کا پیمانہ نہیں۔ درجہ حرارت تک پتہ چل جاتا ہے۔ اور ان تینوں میں تطبیق ممکن ہے۔ کیونکہ آخری خدالت ہوگی۔ پہلے اجسام کی صورت میں وزن ہوگا۔ ممکن ہے صاحب اعمال کی تسلی نہ ہو تو اعمال ہی سامنے کر دئے جائیں۔ بہر حال تطبیق ممکن ہے۔

قال مجاهد القسط من العدل بالرومية.

## کیا عربی میں عجمی الفاظ ہیں

امام بخاریؒ کا طریقہ ہے کہ آیت یا حدیث میں آئے ہوئے الفاظ کے مترادفات کا ذکر کر دیتے ہیں۔ دوسری زبانوں کی لغات کا عربی میں آنا اس میں ایک قول امام شافعیؒ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے لغات عربی میں نہیں کہ یہ لسان عربی میں ہے۔ اگر ایسے ہے تو پھر مشکوٰۃ بحیل وغیرہ الفاظ کیسے آگئے۔ اس کا جواب ہے کہ یہ الفاظ تو لغات سے ہیں۔ ایک ہی لفظ کئی زبانوں میں مشترک ہو سکتا ہے۔ دوسرا قول ہے کہ الفاظ عجمی تھے پھر عربی میں منتقل ہوئے تو پھر بھی لسان عربی میں درست ہے کیونکہ انسانی مدنی الطبع ہے۔ تبدیلی کے ساتھ ایسے ہوتا رہتا ہے۔

مقط کا مصدر اقساط ہے، اس کا مجرد قسط ہے تو گو یا قسط مصدر المصدر ہے۔  
کما قال ابن بطال۔ اور اس کا معنی عادل ہے، یعنی مزید ہو تو عادل اور مجرد ہو تو ظالم اور مقسط من الافعال اگر بمعنی ظلم لیا جائے تو بھی درست ہے کہ افعال میں ہمزہ سلب کے لئے آتا ہے تو پھر بھی معنی عادل درست ہے یعنی ازالہ ہوار۔

قسط لانی نے لطیفہ نقل کیا ہے کہ حجاج بن یوسف جس کے متعلق امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس امت کی ہر چیز کو خدا نے دوسروں پر فوقیت دی۔ اگر قیامت میں دوسری امتوں کے ظلم اکٹھے ہوئے تو ہمارا ظالم حجاج بن یوسف) بھی بڑھ جائے گا۔ ایک لاکھ پچیس ہزار صحابہؓ و تابعین قتل کروائے اور اس کا کا نامہ ہے کہ اشاعت قرآن کو دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ عجمی لوگ غلط نہ پڑھیں، اس نے اعراب لگوائے۔ بڑی عظیم خدمت بھی ہے۔ بہر حال اس نے مشہور تابعی سعید بن جبیر سے پوچھا میں کیسا ہوں (کیف انا۔؟) فرمانے لگے انت عادل قاسط لوگ سمجھے کہ ڈر گئے اور تعریف کی لیکن حجاج تو خود بڑا مہر اور زبان دان تھا کہنے لگا انہوں نے مجھے مشرک اور ظالم کہا ہے۔ قاسط بمعنی ظالم یعنی و اما القاسطون فکانوا الجہنم بخطبا دظالم جہنم کا ایندھن ہیں) اور عادل بمعنی مشرک یعنی وہم بربہم یعدلون



یعنی جو لوگ دوسروں کو خدا کے برابر کرتے ہیں۔ تو مشرک ہیں (خیال کریں کہ اتنا بڑا ظالم لیکن قرآن کی حقیقت کو کیسے سمجھتا ہے۔ اور آج ہر ایک کو قرآن دانی کا دعویٰ تو ہے، لیکن جو حال ہے وہ سب دیکھ رہے ہیں۔ اللہ بچائے۔

**آخری حدیث کی تشریح** | حدیث خفیفتان علی اللسان ظاہر ہے کہ کلمات مختصر ہیں، پڑھنے میں تکلیف نہیں دیر نہیں لگتی

ثقیلتان فی المیزان پہلے گزرا۔ کہ ایک رجسٹروں ۹۹ رجسٹروں سے بھاری ہوگا۔ تو ثقل بھی درست ہے۔ بشرطیکہ نیت خالص ہو۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

باری تعالیٰ کی صفات تین قسم کی ہیں۔ سلبی صفات یعنی وہ مکان سے پاک ہے، زبان سے پاک ہے، اس کی اولاد نہیں، ہر قسم کے عیوب و نقائص سے منزہ ہے اس کی تعبیر سبحان اللہ سے ہوتی ہے کہ وہ قادر و مختار ہستی ہر قسم کے عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا ہے، دوسری قسم صفات ذاتیہ کی ہے۔ ان کی تعبیر الحمد للہ سے ہوتی ہے۔ کہ وہ ذات قدیم و غفور تمام تعریفوں کی مستحق ہے، کہ ہر قسم کی صفات محمودہ سے متصف ہے۔ تیسری چیز افعال باری ہیں۔ اس کی تعبیر عظیم سے ہوتی ہے۔ یعنی خداوند کریم اپنے بلند افعال کے سبب عظمت سے متصف ہے۔ تو تخلقوا باخلاق اللہ (کہ باری تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کر دو) کے تحت ہر قسم کے عیوب و نقائص سے ہمیں پاک ہونا چاہیے۔ پوری ڈاکہ شراب خوری، رانہ زنی، سنگلنگ ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ غرضیکہ بروہ برائی جو انسانیت کے خلاف ہے اور جس کی مذہب اجازت نہیں دیتا، اس کو چھوڑنا ہی سبحان اللہ کا اقتضا ہے۔ سچ بولنا۔ صلہ رحمی۔ احسان و مروت۔ غرباء و یتیموں کی کفالت جیسی جملہ اچھی صفات مذہب نے سکھلائی ہیں اور محمد مدنی علیہ السلام نے جن کی تعلیم دی ان کا اپنا الحمد للہ کے منشاء کو پورا کرتا ہے۔ اور اس کے بعد ایسے کام کرنا جو بلند و بالا ہوں جن سے مسلمانوں کا دنیا میں وقار ہو۔ ایسے کاموں کے کرنے سے ہم صاحبِ عظمت ہو سکتے ہیں اور العظیم کا مقصد یہی ہے کہ مسلمان وہ کام کریں جو ان کی شان کے مطابق ہوں۔ باری تعالیٰ تو فائقِ عمل دیں۔ آمین۔

باب ۵

## دین و شریعت

محاسن، حقانیت اور صداقت اسلام

## تجدید و حفاظت دین

خُطْبَةُ جُمُعَةِ السُّبَّارِكِ بِحَسَادَى الثَّانِي ۱۳۹۱ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد) دکتب عمر بن عبد العزیز الی عدی  
ان للایمان فرائض و شرائع وحدود و استتافمن  
استكملها فقد استكمل الايمان ومن لم يتكملها  
لم يستكمل الايمان.

محترم بزرگو! عمر بن عبد العزیز اس امت کے اولین  
تجدید دین کا غیبی انتظام | مجدد ہیں، اور اللہ کی عجب شان ہے کہ اس  
مذہب اسلام کو فنا ہونے نہیں دیتے۔ حضور کو نکر و مانگیر تھی کہ میرے بعد تو نبی نہیں  
آئے گا۔ اس امت کی اصلاح اور دین کی حفاظت کیسے ہوگی، تو اللہ نے وعدہ فرمایا کہ  
اس کا انتظام فرمادیں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے: ان الله يبعث لهذه الامة  
على رأس كل امة من يجدد لها دينها۔ اللہ تعالیٰ ہر سو سال بعد ایسے  
افراد کو پیدا فرمائے گا جو اس امت کے لئے ان کے دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

سو سالہ دور میں انقلابات بہت آتے ہیں، لوگوں کی عادات و اخلاق، لباس  
اور طرز و طریق بدل جاتے ہیں جو لوگ مذہب اور دین کو بدلنے کی سعی کرتے ہیں وہ بھی کچھ  
دوڑ دھوپ کر چکے ہوتے ہیں ہر شعبہ میں تغیر اور دینی مزاج سے دوری آنے لگتی ہے، ایسے  
وقت میں اللہ تعالیٰ مصلحین اور مجددین پیدا فرمادیتا ہے، جو دین کو از سر نو روشن اور

تازہ کر دیتے ہیں جس طرح کہ نپسل یا سیاہی سے لکھے ہوئے نقوش وقت گزرنے کے ساتھ دھندلے ہو جاتے ہیں، پٹھے نہیں جاسکتے، اگر دو غبار میں چھپ جاتے ہیں تو ایک شخص اگر کہ دو غبار بھاڑ دیتا ہے اور تسلیم و ذات لے کر پرانے نقوش پر سیاہی پھیر دیتا ہے کہ تازہ ہو جائیں۔

تو اسلام کے زریں نقوش، اس کی تعلیمات، طریق، سنن، آداب اور واجبات و فرائض ہیں۔ اگر کسی نے عملاً یا عقیدتاً یا علمی لحاظ سے اس میں رد و بدل کرنے کی کوشش کی ہوتی ہے تحریف و تبدیل سے کام لیا ہوتا ہے تو اگر ان نقوش کو اسی طرح دھندلا ہی چھوڑ دیا جاتا تو اب تک پوری امت تبدیل ہو چکی ہوتی، دین گم ہو جاتا، مگر اللہ کو اس کی حفاظت مطلوب تھی۔

ادرجس طرح اللہ تعالیٰ تکوینیات  
مدار فضیلت شریعیات ہیں نہ کہ تکوینیات

نے چاہا تو بارش بر سادی، بادل لایا، بیتہ برسیا، سائنس کی کرشمہ کاریوں کا اس میں کوئی دخل نہیں، زندگی موت سب اللہ کی قدرت میں ہیں، یہ زمین، آسمان، ہوا، پانی، نہر، دریا سب اللہ کے نظام میں ہیں۔ تو شریعیات یعنی شریعت کا نظام بھی اسی طرح اللہ ہی چلاتا ہے۔ صرف اتنا ہے کہ تکوینیات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، نہ ہم اس پر مکلف ہیں نہ اس پر مدار فضیلت ہے، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضرؑ کی صحبت سے کبھی جدا نہ ہوتے اس لئے کہ ان کے پاس تکوینیات کا علم تھا جو اتنا اہم نہ تھا کہ باعث رفیع درجات ہو اور شریعیات کا علم باعث کمال ہے، وہ حضرت موسیٰ کو حاصل تھا۔ انبیاء شریعیات کے عالم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا درجہ بہت اونچا ہے تکوینیات پر فرشتے مامور ہیں۔ اور انبیاء ملامکہ سے بہت مقدس ہیں، وہ کمال ہے یہ نہیں۔ آج ایم۔ اے بی۔ اے اور انجینئرنگ، سائنس، ڈاکٹری، کو ہی عزت اور آرام و راحت کا سبب سمجھتے



ہیں، اور بخاری، ہدایہ، اور مشکوٰۃ والے نظروں میں ہلکے ہوتے ہیں، حالانکہ وہ کونیات ہیں، کسب اور فنی ہے جس کے حصول میں آنا کمال نہیں اور شریعیات کا مقام یہ ہے کہ اگر پھٹے پرانے پاس پگھلے بال اور پراگندہ حال شخص اللہ کا مقرب بندہ کسی بات پر قسم کھالے کہ ایسا ہوگا، تو خدا اس کی بات کو ضائع نہیں فرماتا، اس کی لاج رکھتا ہے اور قسم پوری کرنے کے لئے اس کی منشاء کے مطابق کام ہو جاتا ہے۔ رب اشعث اغبر لواء قسم علی اللہ لا بترک۔ اس شخص کو غیب کا علم نہیں ہوتا، مگر منہ سے نکلی تو خدا نے پوری فرمادی۔

وعدہ حفاظت کے باوجود ہم کیوں مامور ہیں | یہ شریعیات کا عالم اور شریعت پر عمل کرنے والوں کا ذکر ہے۔

تکوینیات والوں کا نہیں، شریعیات کی وجہ سے جنت ملتی ہے، جہنم سے انسان بچ جاتا ہے۔ تو اس میں ہمارا حصہ رکھا ہمیں مکلف بنادیا کہ تمہیں اس پر عمل کرنا ہے۔ اور فلاں باتوں سے بچنا ہے اور تکوینیات پر کچھ نہیں ملتا۔ بارش خدا نے برساتی تو ہمیں کیا اجر ملے۔۔۔ تو شریعیات کو رفع درجات کا سبب بنادیا اور خلاف ورزی و بے اعتنائی کو بربادی اور خسران کا

الغرض تکوینیات اور شریعیات دونوں کا نظام اللہ ہی چلاتا ہے۔ مگر شریعت کی حفاظت اور اشاعت میں بظاہر بندوں کو بھی مکلف بنادیا، اسی طرح ابتلاء ہوئی ورنہ درحقیقت اسلام کو اللہ ہی رکھے گا، بہت سے لوگ آئے اور اس حسرت میں مر کھپ گئے کہ اسے مٹا دیں گے، مگر خود مٹ گئے اگر کسی کی خواہش نہ تھی کہ اسلام غالب ہو اس کا بول بالا ہو تو اللہ نے انہیں آپس میں ٹکرا دیا اور اس ٹکرانے میں اللہ کی بڑی حکمت ہوتی ہے۔

معاندین اسلام کے باہمی اختلاف میں خدائی حکمت | ولولا دفع اللہ الناس

بعضہم ببعض لہدمت اور اگر نہ مٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو  
 ہوا مع دبیع وصلوات دوسرے سے تو ڈھائے جاتے، تھکے اور مدد  
 و متجدد کر فیہا اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں نام  
 اسم اللہ کثیرا۔ پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت۔

ہم نے اس ملک میں بعض ایسی جماعتیں دیکھیں جو اسلام کا نام تک نہیں لینا چاہتی  
 تھیں۔ قوم کو اور نظریات کی طرف دھکیلنا چاہتی تھیں۔ تو اللہ نے بظاہر سب کچھ انہیں دیا سب  
 کچھ ہاتھ میں آیا، صدر صاحب نے منت سماجت کی کہ آپس میں اتفاق کر کے لے دو مگر  
 اسلام کے بارہ میں عزائم پڑے تھے، اللہ نے آپس میں ٹکرا دیا۔ اگر یہ لوگ برسر اقتدار  
 آپکے ہوتے اور آپس میں نہ لڑتے تو پہلے ہی دن اسلام کو مٹانے کی سعی کرتے تو اللہ  
 دکھاتا ہے کہ میں اپنے دین کو کیسے محفوظ رکھتا ہوں۔ اگر ہم جیسے دو چار افراد اسمبلی میں اسلام  
 کے لئے پیسج رہے ہوتے مگر تین سو افراد میں ہماری کون سنتا۔ تو خدا نے ان سے یہ توفیق  
 سلب کر لی اور صدر صاحب نے اعلان کیا کہ آئین اسلامی ہوگا۔ اور سب کو ایسا سبق  
 حاصل ہوا کہ آج اسلام کو معاذ اللہ ان فٹ سمجھنے والوں اور انگریزی سے شرشار  
 و مانگوں کا بھی یہی نعرہ ہے کہ ہماری موجودہ مشکلات کا حل اگر ہے تو صرف اسلام  
 میں ہے۔

اسلامی اخوت کا رشتہ | مشرقی و مغربی صوبوں کے درمیان اگر کوئی رشتہ  
 ہے تو اسلامی اخوت ہی کا ہے اگر اسلامی

آئین احکام اور قانون ہوگا تو سب تسبیح کے دانوں کی طرح پروئے ہوں گے۔ نہ صرف  
 ترک و ایران، افغان اور انڈونیشی بلکہ یورپ کے رہنے والے مسلمان سب ایک ہی مٹھی  
 اور ایک ہی جان ہوں گے۔ المؤمنون کجسد واحد۔ جیسے ایک بدن سے  
 اس کا سر ناخن سے بہت دور ہے، مگر ناخن کی تکلیف سے سر بھی بے چین رہتا ہے۔

تو یہ کون سا رشتہ ہے؟ اور کس نے ہمیں ایک تسبیح میں پڑھ دیا ہے۔ یہ ہے اسلام  
 اللہ کا حکم ہے کہ اس رشتہ کو محفوظ رکھو ایک کی بیماری، عزت اور غریبی سب کی بیماری اور  
 عزت یا غریبی ہونی چاہیے۔ حضورؐ نے اسلام کا دعویٰ کرنے والے ایک صحابی سے فرمایا  
 کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے سے پہلے خوب سوچ لے کہ خود بھوکے رہو گے، دوسروں  
 کو کھلاؤ گے خود تنگ رہ کر اور لوں کو پہناؤ گے۔ الغرض اسلام نے تو یہ سبق دیا تھا، اگر  
 یہ رشتہ قائم اور تازہ رہتا تو یہ واقعات پیش نہ آتے، تو اللہ حکیم ہے، اپنے کام خوب  
 سمجھتا ہے۔ مگر اس کا نتیجہ انشا اللہ بہتر رہے گا لانا نحن نزلنا الذکر  
 وانالہ لحافظون۔

نازک دور میں کمزور ترین مخلوق کے ذریعہ حفاظت | اسلام پر اس سے سخت دور آئے ایک

دور وہ بھی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا عالم خالف تھا حضور اور حضرت  
 ابوبکرؓ غارِ ثور میں چھپ گئے ہیں سب کفار مقابلہ کے لئے نکلے ہیں، تلاش میں ہیں قیادان  
 کافروں کا کہنا تھا کہ اسی غار میں ہیں، نقوش قدم یہاں تک آچکے ہیں، نوجوانوں نے کہا  
 تمہارا دماغ خراب ہے، یہاں غار کے دھانے پر عنکبوت کا جال اتنا ہوا ہے۔ اور کبوتر انڈے  
 سی رہا ہے اگر وہ دونوں اس میں داخل ہوئے ہوتے تو یہ چیزیں کیسی ہوتیں۔ تو اللہ نے  
 عنکبوت کے تار سے ایٹم بم سے زیادہ کام لیا اور حضور اقدس و حضرت ابوبکرؓ کی حفاظت  
 تو منبع اسلام کی حفاظت تھی اور پورا دین محفوظ رہ گیا۔ اور اللہ نے مکہ کی بجائے کو اسلام  
 کا مضبوط قلعہ بنا دیا کسی کی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ ذرا گردن جھکا کر نیچے جھانک لیتا۔

ہجرت کی رات سارے راستوں کی ناکہ بندی | دشمن کے ذریعہ حفاظت | ہوئی کہ حضورؐ نکلنے نہ پائیں، قبائل عرب ایک تو  
 مذہبی دشمن تھے، پھر اس کے علاوہ ان کو سوسو اونٹوں کے انعام کا مژدہ بھی ملا تھا،

نہ ہی غنا دے ساتھ اتنا بڑا لالچ بھی جمع ہوا تھا مگر اللہ نے اسی موقع پر کیسا انتظام اپنے دین کی حفاظت کے لئے فرمایا۔ سراقہ بن مالک بھی جو اس وقت کافروں کا سرغنہ تھا، گھوڑے کو لے کر حضورؐ کی تلاش میں نکلا اور ایک راستہ میں حضورؐ کو آلیا۔ جب حضورؐ کے نزدیک ہوا تو گھوڑے سمیت زمین میں دھنس گیا۔ ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگا کہ مجھے نکلوا دیں میں اب سمجھ گیا۔ اس دفعہ معاف کر دیں حضورؐ نے دعا فرمائی، زمین سے نکل گئے۔ پھر دوسرا ونٹوں کا ہو کس غالب آیا جو کس دنیا کے لالچ کا مبدار ہوا ارادہ بڑا ہو گیا، تو دوبارہ دھنس گئے، اسی طرح تین دفعہ معافی مانگی اور پھر عہد توڑتے اور پکڑ لئے جاتے، تیسری بار عہد کیا اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اور کہا کہ میری درخواست ہے کہ جب آپ کو غلبہ ملے گا تو مجھے ابھی سے امان دے دیں۔ اللہ کی شان قابل اب معافی اور امن کا طالب ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اب آپ آرام سے مدینہ تک سفر جاری رکھیں اس راتے کی حفاظت میں کہ وہ لگا کہ کوئی اس راستہ سے آپ کی تلاش میں نہ آ سکے۔ اب ادھر ادھر دوڑ رہا ہے کسی کو دیکھتا تو لپک کر کہتا کہ جاؤ اور راستوں کو تلاش کرو، اس راستہ پر میں خود تلاش کر رہا ہوں۔

تو دین کی حفاظت کافر سے ہو رہی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَیُّوْدِ هٰذَا الدِّیْنِ بِالرَّحْبِلِ الْفَاحِشِ۔ خواہ اس کے ارادے بُرے ہوں مگر اسے دین کی تقویت کا سبب بنا دیتا ہے۔ ایک شخص خیر کے جہاد میں میدان میں آیا، ایک طرف بیٹھ گیا، جو بھی کافر آگاہ ہو کر اس کے پاس سے گزرتا اسے دیں ختم کر دیتا۔ رات کو صحابہؓ کے درمیان گفتگو چھڑ گئی کہ آج کس کس نے کیا کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ سب نے اپنی رائے ظاہر کی۔ ایک صحابیؓ نے کہا کہ اصل کام تو فلاں شخص نے کیا ہے کہ تنہا ۲۵، ۳۰ کافر قتل کر ڈالے حضورؐ نے سنا تو فرمایا کہ ٹھیک ہے مگر یہودیوں کا قاتل یہ شخص جہنمی ہے۔ صحابہؓ حیران رہ گئے کہ یہ میں لگ گئے کہ وجہ کیا ہے۔ ۶۰ دوسرے تیسرے دن وہی شخص جنگ میں تیر کا



نشانہ بنا، صحابہؓ دوڑ کر شہادت کا شroud اور مبارکباد دینے لگے اس نے کہا کہ مبارک باد کیسی میری یہ بہادری اور حیأت شہادت کے لئے تو نہ تھی میں تو عورتوں کے طعنہ کی وجہ سے آیا کہ انہوں نے بزدلی کا طعنہ دیا تھا۔ پھر خود اپنے آپ کو نیزہ کی نوک پر گر ادیا، اور قاتل نفس بن کر دنیا سے چلا گیا۔۔۔ تو انجام اور خاتمہ ٹھیک نہیں تھا مگر اللہ نے اس کے ہاتھوں کئی کافروں کو قتل کرایا۔۔۔ تو اگر مسلمان نے دین کی خدمت چھوڑ دی تو اللہ ہمراہ جیسے کافر اور خیر کے منافق جیسے افراد سے دین کی تقویت کرانے گا۔ اگر انہوں نے بھی نہ کیا تو جمادات، حیوانات اور دیگر عناصر سے کام لیں گے کہوتر سے مکڑی اور اس کے جانے سے۔

خلافت راشدہ عدل و انصاف کا مثالی دور | القرض خلافت راشدہ کا دور جو عدل و انصاف رشد و ہدایت

اور ہر قسم کی برکات، فتوحات اور اشاعتِ اسلام کا دور تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہاں تک حکم نافذ کیا تھا کہ صرف وہ شخص دکانداری اور تجارت کر سکے گا جو فقہ اور احکامِ دین میں امتحان دیگر پاس ہو چکا ہو۔ گویا اس کے پاس مسائلِ حلال و حرام اور جائز و ناجائز سے خبرداری کی سند ہو۔۔۔۔۔ تو اس دور میں تو ہر دکان ایک چھوٹا سا مدرسہ بن چکا تھا۔ تجارت کے ساتھ

قال اللہ اور قال الرسول کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

عمر بن عبد العزیز کا تجدیدی دور | مگر اس کے بعد نبو امیہ کا دور آیا جس میں حجاج جیسے ظالم پیدا ہوئے۔ سخت مظلوم ہوتے، لوگوں

کے اموال چھینے جاتے اور امراء و حکام کے رجم و کرم پر سب کچھ تھا۔ مدار کس بند ہو گئے ایسے احکام اور احادیث جو حکومت کی پالیسی سے ٹکراتے تھے اس کی اشاعت کوئی نہ کر سکتا تھا۔ حسن بصری جیسے بزرگ جو تصوف کے چاروں سلسلوں کے امام ہیں حکومت کے در سے روپوش ہو کر ورس دیتے۔ وہ بھی اپنے ان خاص شاگردوں کو جن کے بارہ میں پورا اعتماد ہوتا۔ کسی نے کہا کہ حجاج کے بارہ میں بدو عا کریں۔ فرمایا دیکھو اس کے بعد ایک زمانہ آئینا لا

ہے جو اس دور سے بھی خراب ہوگا، اس لئے اس کے بارہ میں بددعا نہ کرو، پھر اور بھی بچتا دیکھو

**عصر حاضر حجاج کے دور سے بھی بدتر ہے** | میں خود حیران رہتا کہ حجاج کا زمانہ کیسے بہتر تھا مگر اب معلوم ہوا کہ وہ

خود ذاتی حیثیت سے تو ظالم تھا مگر دین کی دشمنی اور تحریف نہیں کرتا، دین کو بدلنا نہیں چاہتا روزانہ خود قرآن کا درس دیتا، بڑی خدمت کی قرآن کی، عراق میں سنا کہ کراچی میں ہندوؤں نے مسلمان عورت کو چھین لیا ہے، اسلام غیرت سے بے چین ہوئے۔ اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو بھیجا اور تب جا کر دم لیا کہ عبرت ناک سبق سکھایا۔ تو ان لوگوں میں جو کچھ بھی تھا، مگر دین کی تحریف کا جذبہ اور داعیہ تو نہیں تھا۔ اب تو جمہوریت جمہوریت کے نعروں میں سارے دین کو بدلنے اور اکثریت کی رائے کو شریعت پر تسلط کرنے کا دور آگیا ہے۔ اس لئے حسن بھری نے فرمایا کہ آئندہ اس سے بھی بدتر دور آئے گا۔

الغرض اس دور میں خطرہ پیدا ہوا کہ اسلامی تعلیمات، اسلامی عدل و انصاف اور اسلام کا چراغ گل نہ ہو جائے تو رب العزت نے اسی خاندان بنو امیہ میں سے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا جو حضرت عمر فاروقؓ کے نواسے ہیں اور زمانہ کی حیثیت اور غیرت فاروقی اپنے اندر رکھتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سب کچھ بدل دیا۔ اصلاح اپنے گھر سے شروع کی کابل تک بنو امیہ کی سلطنت تھی۔ مگر مملکت کے دو تہائی سے زائد زمین حکام اور اسرار کے قبضہ میں چل گئی تھی، آپ نے پہلے ہی دن خویش و اقارب کو بیع کیا اور ایسے تمام املاک کے مہینہ نامے اور رجسٹریاں چھاڑ دیں، اور کہا کہ تمہارے بزرگوں کو کن کارناموں کے عوض یہ جاگیریں ملی تھیں۔ پہلے اپنے الاٹ منٹ کے تمام کاغذات تلف کر دئے پھر سب کے۔ اپنی چھٹی بیوی جو عبدالملک کی بیٹی تھیں کے گلے سے لاکھوں روپے کا ہار اتروا کر بیت المال میں داخل کیا، اس نے کہا کہ یہ مجھے میرے والد نے دیا تھا فرمایا ٹھیک ہے مگر اس نے کہاں سے کمایا۔ بیوی نے فریاد کی کہ یہ سب کچھ لے لو مگر میرے باپ کی اس

نشانی گوشت لو، فرمایا تو اس نشانی کو چھوڑنا ہو گا ورنہ میری جدائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس نے  
 مار دیا۔ تو گھر سے اصلاح شروع فرمائی۔ پرانے ظالم امراء اور اُن سے وابستہ تمام ملازمین کو تبدیل  
 کر کے دیندار اور متقی افراد کو کلیدی عہدے دئے، اور مساجد مدارس میں طلباء کو بٹھا کر دین کی درس  
 تدریس کا کام شروع کرایا۔ ابوبکر محمد بن حزم گوہر مدینہ کو احادیث کی جمع و تدوین کا حکم دیا عام طور سے  
 لوگوں نے مرجہ کے مذہب کے مطابق یہ سمجھ رکھا تھا کہ مسلمان ہونے کے لئے بس ایمان کا دعویٰ کافی ہے۔  
 باقی جو کچھ مرنی ہو کرے۔ اسلام کا لیل لگانے سے سب کچھ مل جائے گا، ان تمام علمی، عملی اور عقیدہ کی  
 خرابیوں کی اصلاح عمر بن عبدالعزیز نے فرمائی۔ اتنی احتیاط تھی کہ ایک شخص کو گورنری کا پروانہ جاری کیا  
 مگر معلوم ہوا کہ یہ شخص حجاج کا رفیق رہا ہے۔ اس کو بلا کر پروانہ واپس لے لیا اور کہا کہ مصاحبت کو تھوڑی ہی  
 کیوں نہ ہو مگر اس کا بھی ضرور اثر ہوتا ہے تم حجاج کے ساتھ ایک دن بھی رہے ہو تو تجھ میں اس کی  
 خو آئی ہوگی۔

**ایمان کے تقاضے** | ایک عام شایہ فرمان عدی بن عدی کے واسطے سے جاری فرمایا جس  
 میں ارشاد تھا: ان للایمان شرائض الخ ایمان کے کچھ تقاضے  
 ہیں اس کو پورا کرنا ہو گا تب ایمان کامل ہوگا، ورنہ نہ ایمان کا دعویٰ کام نہیں دے گا۔ ایمان کے لئے اعمال  
 ہیں مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج وغیرہ اور کچھ عقائد ہیں، کچھ منہیات ہیں۔ اس طرح ایمان کے کچھ حدود ہیں  
 جس سے مراد سزائیں بھی ہیں جیسے حد نہ نا، حد سترہ، حد شرب، حد قذف، اور اعمال کے حدود ان کا  
 مبداء و منتہی بھی ہے اور حضور کے بیان کردہ طریقے بھی ہیں سب طرق اور احکام و قوانین اسلامیہ کی  
 رعایت لازمی ہوگی۔ امیر المومنین کی ایسے احکام اور کوششوں نے فضا بدل دی۔ خلافت راشدہ  
 جیسا دور آیا اور اللہ نے ان کے ذریعہ اسلام کی حفاظت فرمائی۔ ہم بھی آج اسلامی قوانین کی برکات  
 سے محروم ہیں۔ خداوند کریم ہمیں انگریزی قانون سے نجات دیکر عمر بن عبدالعزیز کے نقش قدم پر چلنے  
 کی توفیق دے آمین

# اسلام انسانیت کیلئے عزت و شرف و نوری کا پیغام

خطبہ جمعہ ۱۸ اگست ۱۹۷۷ء جامعہ اسلامیہ راولپنڈی ص ۱

(خطبہ مسنونہ کے بعد)

وَاللَّهُ الْعِزَّةُ وَالرَّسُولُ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ وَقَالَ عِمْرَانُ هِنِّي اللَّهُ عِنْدَ الْحَمْدِ لِلَّهِ الَّذِي أَعَزَّنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ۔

**زمانہ جاہلیت** میرے محترم بزرگو! تاریخ آپ کے سامنے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانے کو زمانہ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ یہ مختصر لفظ پوری تاریخ اپنے اندر رکھتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہونے سے پہلے دنیا کے لوگ اور خصوصاً عرب بالکل جاہل اور جاہلیت کے کاموں میں رات دن مشغول رہا کرتے تھے نہ تو دہاں ظاہری علوم تھے، نہ عرب میں کالج تھانہ سکول نہ پرائمری سکول نہ مڈل سکول اللہ تعالیٰ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيَّانِ رَسُولًا مِنْهُمْ۔ الایۃ اللہ اس قوم کو امی فرماتے ہیں اس قوم میں عقائد کے لحاظ سے کردار کے لحاظ سے جاہلیت کے بہت سے امور تھے، کردار اور عمل کے لحاظ سے



ان میں فوضیت تھی، ہر ایک گاؤں اور قبیلہ دوسرے گاؤں اور قبیلے سے متفرق تھا۔ ہر گاؤں اور قبیلے کا بڑا اپنے آپ کو خود مختار بادشاہ سمجھ رہا تھا۔ اس کے پیرداس کے لئے جانی دینے کو تیار ہو جاتے تھے۔ زندگی گزارنے کے لئے ڈکیتیاں کرتے۔ ایک دوسرے کا مال چھیننا ایک دوسرے کو قتل کرنا، لڑنا جھگڑنا اس کا شغل تھا۔ ایک میلہ لگا ہوا تھا اس میں ایک شخص اپنے خیمہ سے نکل کر باہر آتا ہے۔ اور بیٹھ کر اپنے پاؤں پھیلا کر لوگوں کو چیلنج دیتا ہے جیسا کہ آپ کے ہاں بٹو اپر داؤ لگاتے ہیں۔ تو اس نے چیلنج دیا کہ ہے تم میں کوئی مرد کہ میرے ان پھیلائے ہوئے پاؤں کو سمٹا سکے۔

ابے کوئی بات ہے کہ کہا کہ تم میں مردانگی اور بہادری ہو تو آؤ میرے پاؤں کو سمیٹ دو۔ ایک شخص نے سنا تو خیمہ سے نکل کر آیا اور تلوار اس کے پاؤں پر دے ماری اور پاؤں کاٹ کر رکھ دیا۔ اور کہا یہ لو میں نے تمہارا پاؤں سمیٹ دیا ہے۔ اس بات پر لڑائی شروع ہوئی ایک مہینہ بڑے عرصہ تک جاری رہی اور بے شمار افراد دونوں طرف سے قتل ہوتے رہے جس کی منشا صرف وہی جاہلیت کی بات ہوئی۔ ہزاروں باتیں ہیں ان کی جاہلیت کی۔ جس قوم میں اتنی سنگدلی ہو کہ اپنی بیٹی کو بچپن میں ذبح کریں اور وہ اس چیز کو عار سمجھیں کہ یہ بڑی ہوگی تو کوئی میرا داماد بنے گا۔ میری لڑکی سے شادی کرے گا تو یہ میرے لئے عار ہوگی۔ اتنا بھی نہ سوچے کہ اگر شادی بیاہ نہ ہوتا تو خود کہاں سے پیدا ہوتے۔ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔

اور بیٹوں کو بھی قتل کرتے اس لئے کہ بڑے ہوں گے تو شادی بیاہ کھانے پینے کا چکر ہوگا۔ نفیری آئے گی تو کھانے پینے کے لئے روٹی نہیں ملے گی۔ اور جب بھوک سے تڑپیں تو اب ہی انہیں قتل کر دو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً أَسَاقِ دَفَنٍ ۖ ذَٰلِكَ دَفْنُكُمْ قَتْلُكُمْ

تو جس قوم کی یہ حالت ہو اتنی سنگ دلی ہو کہ اپنے جگر گوشوں کو ذبح کرتی ہو۔

**تحریک ضبط ولادت** | جیسا کہ آج بھی خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے اسی راطلاق اور

فقر کے ڈر سے یہ کہتے ہیں کہ بچے کم پیدا کیا کرو۔ اللہ اکبر گویا خود ہی رازق ہو۔  
دیکھیے جب تک کہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ یہ تھا۔ اور واقعی معنوں میں کہ۔۔۔ وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ (زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر خدا اس کو روزی پہنچائے گا) تو کوئی کمی نہ تھی۔ آپ سب نے پاکستان کے قیام سے پہلے ایک روپے میں دس دس پندرہ پندرہ سیر گیہوں خریدا ہوگا۔ جب کہ یہ خاندانی منصوبہ بندی کی سکیم نہ تھی۔ روپے کی دو سیر مصری چینی جب کہ یہاں کارخانے بھی نہ تھے، باہر سے چینی آیا کرتی تھی۔ آج چھ روپے سیر نہیں ملتی۔۔۔ تو اصل میں خدا ہمیں تھپڑ مار رہا ہے کہ میرے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔ اب سنبھالو رزق کے مسئلے کو۔ اور یہ بھی جاہلیت کا وہی طریقہ قتل ہے قتل کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں۔

**اسلام اور عصر حاضر کے ترقیات** | اپنی اولاد کو دین سے محروم رکھو اس ڈر سے کہ کیا کھائیں گے۔ اس لئے صرف کالجوں ہی میں پڑھاتے ہو تو یہ بھی تم نے قتل کر دیا دنیا میں اسے کچھ ملازمت مل بھی گئی۔ مگر آخرت اس کی تباہ ہوئی یا نہیں انگریزی کا تمدن اور انگریزی تعلیم ہی سارا مطمح نظر رہا۔ اور ہم انگریزی زبان دانی کے خلاف نہیں ہیں لوگ کہتے ہیں کہ مولوی انگریزی زبان اور مغربی ترقیات کے خلاف ہے۔ حاشا رکلا ہم تو کہتے ہیں کہ بھائی یورپ میں بننے کا رخا ہے ہیں اسلحہ کے اس سے زیادہ مسلمانوں کو ہلنے چاہئیں۔ وہ ایٹم بم بناتے ہیں ہائیڈروجن بم بناتے ہیں، ہوائی جہاز اڑاتے ہیں سب سے پہلے تو یہ کام مسلمانوں کے کرنے کا تھا۔ مسلمانوں نے سب سے پہلے طائف کے محاصرے میں منجیق استعمال کیا جو اس زمانہ کی توپ تھی اور اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے: واعذوا للہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترهبون بآلہ اللہ وعدوکم۔ (کافروں کے مقابلہ

میں جتنی بھی تمہاری قوت ہو طاقت ہو ہتھیار جمع کرو تاکہ تمہارا اور خدا کا دشمن اس سے ڈرا سکے۔  
 نماز کے لئے پانچ وقت ہیں اسے اللہ نے خاص اوقات سے مقید کر دیا ہے۔ روزہ سال  
 میں ایک ماہ۔ حج عمر میں ایک دفعہ۔ زکوٰۃ سال بھر میں اگر نصاب پورا ہو جائے۔ وہ بھی چالیسواں یا  
 عשר یا نصف العشر دیدو۔ سب عبادات مقید ہیں۔ محدود ہیں۔ مگر یہاں تو عجیب نقطہ ہے نا استطعت  
 جتنی بھی تمہاری قوت ہے بس چلے، مطلق چھوڑ دیا۔ اور یورپ نے جو کچھ سیکھا ہے یو عباس  
 کے زمانہ میں یونانی علوم فلسفہ وغیرہ انہوں نے عربی میں ترجمہ کروایا پھر اندلس اور یورپ میں جہاں  
 مسلمانوں کی حکومت تھی اور وہاں تو اسلام کے بغیر عہد جاہلیت تھا۔

ہم نے یورپ سے صرف بُرائیاں سیکھیں | تو یورپ نے اس دور میں پڑھا۔  
 پر غلط آد کیا ہم نے اسے پس پشت ڈال دیا۔ نتیجہ انہوں نے آکر ہمارے اوپر حکومت شروع  
 کر دی اور ہم نے اُن سے صرف ان کی اخلاقی خرابیاں لے جیائی اور خدا فراموشی سیکھی۔

\_\_\_\_\_ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دور جاہلیت نام ہے اس دور کا جس میں جاہلیت ہی جاہلیت  
 تھی۔ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے تھے۔ مال چھینتے تھے، بغیر کسی منشاء کے وہ ایک دوسرے کے دلے  
 ایذا دیتے تھے۔ اسلام نے آکر یہ اعلان کر دیا کہ — انما المؤمنون اخوة — یہ  
 اتنی کروڑ مسلمان جتنے بھی ہیں جس ملک کے بھی ہیں جس رنگ کے بھی ہیں آپس میں بھائی ہیں۔ ایک  
 قوم ہیں۔ یہ ہمارے ہاں جو صوبوں کا نام لیا جاتا ہے کہ ان کے حقوق الگ ہیں اور توہین الگ  
 الگ ہیں۔ — اللہ اکبر — یہ سب اس انگریزی تعلیم کی برکت ہے۔ ہم انگریزی کے  
 ان علوم اور مضامین کے خلاف ہیں جو مسلمانوں کو افراتفری اور انتشار سکھاتے ہیں۔

انگریزیت کفر کی پہلی سیڑھی | یہ انگریزی جو ہے یہ کفر کے لئے پہلی سیڑھی بنی ہوئی  
 ہے۔ یہ ایک ہیڈ لائی ہے جس شکل کو اس کے سانچے میں  
 ڈال دیا اسے قبول کر لیتا ہے۔ تو جو چیزیں مفید ہیں وہ تو اسلام نے پہلے چودہ سو برس پہلے

اس کا سبق سکھایا، یورپ نے نہیں۔ جیسا کہ کتا کتوں سے لڑتا ہے اسی طرح یورپ آپس میں نہیں لڑ رہا یہ چین اور روس یا بھی نہیں لڑ رہے کیا یہ امریکہ دوسرے ممالک سے برسرِ پیکار نہیں کیا یہ سب مغربی ممالک کے طور طریقے نہیں۔ ہر روز انہیں سنتے ہیں کہ اتنے ٹن بم گرائے گئے، انسانی ان کے ہاتھوں تباہ ہوتی ہے یا نہیں۔ ہمارا اسلام ان باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ یہی مغربیت ہے اور انگریزی تہذیب و تسلیم جس کے ہم مخالف ہیں انگریزی زبان کے نہیں۔ مگر یہ سب چیزیں انگریزی تعلیم میں ڈال دی گئی ہیں۔

صحابہ کرام کا اخوت و ہمدردی کا عملی مظاہرہ | اسلام جب آیا تو ان لوگوں کو جو دیوانوں کی طرح ایک دوسرے کو

کاٹتے تھے، ان لوگوں نے اسلام قبول کیا تو حالت یکسر بدل گئی اور وہ لوگ جو ایک دوسرے کے مال و جان اور عزت و شرف سمجھتے تھے حالت یہ ہو گئی کہ مہاجرین جو مکہ معظمہ اور مکہ مدینہ کے کافروں کے ہاتھوں تنگ تھے اور انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو حضور اقدس علیہ السلام نے آئے والے مہاجرین اور انصار یعنی مقامی باشندوں کے درمیان مواخاۃ اور بھائی چارہ قائم کیا۔ ایک انگریز مورخ کہتا ہے کہ اسلام کی ترقی کا پہلا ہتھیار یہی مواخاۃ تھا اب بھی — اثما المؤمنون اخوة — کی تلاوت کرتے ہیں اور اب بھی ہمارا اس پر ایمان ہے۔ مگر انہوں نے عملی شکل میں وہ چیز بتلا دی جس نے مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں، رئیس ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خوف مکہ معظمہ کے باشندے تھے ایک بڑے تاجر اور مال دار تھے اللہ کے لئے انہوں نے وطن چھوڑا مدینہ منورہ آئے تو حضور اقدسؐ جو آنے والے مہاجرین کی مناسبت سے کسی انصاری سے اس کا بھائی چارہ قائم کراتے تو حضرت عبدالرحمانؓ کا بھائی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے خوشی خوشی اپنے بھائی کو ساتھ گھر لے گئے۔ کہا، بھائی یہ میرا مکان ہے تم میرے بھائی ہو تو یہ مکان آدھا آپ کا ہے۔ آدھا میرا ہے۔ یہ زمین ہے آدھی آپ کی آدھی میری۔ اور اثما کا سب سے بڑا مظاہرہ جو فرمایا وہ یہ کہ عرب جو غیور تھے اور عربوں میں غیرت بدرجہ اتم موجود تھی۔ مگر یہاں مسئلہ



اسلامی مَوَاقِف اور بھائی چارے کا آگیا تو سعد بن معاذ نے حضرت عبدالرحمانؓ سے کہا کہ میری دو بیویاں ہیں تمہاری کوئی بیوی نہیں تم اگر چاہو تو جو بیوی بھی چاہو اُسے طلاق دے دوں اور عدت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کرو۔ حضرت عبدالرحمان نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل و عیال میں برکت ڈال دے اور سب کچھ تجھے مبارک رہے مجھے بازار کار راستہ بتلا دو میں خود کام کاج کر دوں گا۔

**حضورؐ کے ذریعے مثال انقلاب** | تو وہ قوم کہ ایک ایک پائی کے لئے راستے لوٹتی اور بلاوجہ قتل کرتی اس قوم کی ایسی حالت

ہو گئی۔ میں حیران رہ جاتا ہوں کہ اسلام اور حضورؐ کی تعلیمات سے کیسا انقلاب آیا۔

جس ملک میں نہ کالج تھا نہ سکول نہ اکیڈمی تو ایمان داری سے کہو کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے کمانڈر اور جرنیل کو آج تک کسی قوم نے پیش کیا ہے۔ جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے جب حضرت خالدؓ کو کمانڈر سے سپاہی بنا دیا تو ذرا بھی حکم عدولی نہ کی فرمایا کہ الحمد للہ کہ اب تک میں لڑاتا رہا اب خود سپاہیوں کی صفوں میں لڑتا رہوں گا۔ یہ تو میری ترقی ہو گئی۔

**حضرت معاویہؓ کا قیصر روم کو جواب** | حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان اختلاف رائے کی بنا پر کچھ شکر رنجی ہو گئی تو

جب کہ دونوں کے درمیان لڑائی برپا تھی حضرت معاویہؓ کی خدمت میں قیصر روم قاصد بھیجا ہے کہ تمہاری لڑائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اسلحہ، روپے، کپڑے، غلے، دوائیوں سے آپ کی مدد کروں لیکن حضرت معاویہؓ خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اے عجمی کتے تم ہمیں لڑانا چاہتے ہو، تمہارا اس میں کیا دخل ہے۔ خدا کی قسم حضرت علیؓ جس دن اعلان کریں کہ میں قیصر روم سے جہاد کرنا چاہتا ہوں تو میدان جنگ میں ان کے لشکر کا پہلا سپاہی ہوں گا۔ قیصر روم یہ جواب پا کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اور ایک ہماری حالت ہے۔ آج ہم سے مشرقی پاکستان کے الگ کرایا۔ یہ روس ہی تو ہے۔ ہندو تو ہے۔ کوئی نئی پالیسی نہیں، دشمن ہمیشہ ہمارے احتمالات

سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور ہم ان کے آلہ کار بن جاتے ہیں۔ اور ایک صحابہؓ کی ایمان کی بختگی تھی۔

**حضرت خالد بن ولیدؓ** تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کیا کوئی قوم خالد بن ولید جیسا جرنیل پیش کر سکتی ہے، جو سر سے پاؤں تک اللہ کی راہ میں زخمی ہوئے جسم کا

کوئی ایسا حصہ نہ تھا جس پر زخم کا نشان نہ ہو اور انتقال ہونے کا وقت چار پائی پر آیا۔ تو دو باتیں فرمائیں ایک یہ کہ مسلمانو! اگر موت جہاد اور لڑائیوں میں شرکت کی وجہ سے آتی ہے تو میں ایک نمونہ ہوں کہ کون سی لڑائی ایسی ہے جس میں میں نے شرکت نہ کی ہو اور پہلی صف میں نہ لڑا ہوں مگر آج میں چار پائی پر مر رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ موت سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ یہ ایک شجاعت کا سبق دیا۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ تمام عمر کی تباہی کہ میں میدان جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے شہید ہو جاؤں۔ مگر افسوس کہ میری تمنا پوری نہیں ہو رہی، اور میری روح چار پائی پر نکل رہی ہے۔

**سَیْفُ اللہ کی شہادت پانے کا ایک نکتہ** اللہ ربّی یہ تو حضرت خالدؓ کی شانِ عبادت تھی۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ ان کی

قربانیوں کی کوئی حد نہیں ایک جہاد غالباً غزوہ موتہ میں کافروں کو قتل کرتے کرتے سات یا نو تلواریں ٹوٹ گئیں اور حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ:

خالد سیف من سیوف اللہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

— تو اب تلوار کا کام اوروں کو کاٹنا ہے۔ خود کٹنا نہیں۔ تو حضور اقدسؐ نے یہ خطاب خالدؓ کو دیا کہ ”خدا کی تلوار“ تو اگر خالد بن ولید بھی کسی میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہو جاتے تو لوگ کہتے کہ یہ تلوار تو کاٹنے کی بجائے خود کٹ گئی۔ — تو اللہ کو حضور اقدسؐ کے عطا کردہ خطاب کی لاج رکھنی تھی۔ پیغمبر کی زبان سے ایک لقب — سیف اللہ — تجویز ہوا تو خدا نے اس وجہ سے انہیں کافروں کے ہاتھوں نہ مارا۔ —

**خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم** | پھر حضرت عمر فاروقؓ جیسے عادل ماہر قانون اور حق و انصاف کو دنیا میں پھیلانے والا آج کوئی بتلا سکتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں پاکستان کا بل اندلس الغرض یورپ افریقہ ایشیا میں فتوحات ہوئیں۔ کیا ایسے حکمران اور فاتح اوروں کے پاس ہیں؟

حضرت عمرؓ نے ایران فتح کیا جس پر آج ہمارے شیعہ بھائی بیٹھے ہوئے ہیں، اور ان کے مدفن سے کھارہے ہیں۔ انہیں حضرت عمرؓ و عثمانؓ کا نام ستا گوارا نہیں۔ یہ آپ کی لاعلمی ہے۔ اگر آج ہے تو ماؤنٹ تنگ کی قدر ہے، اور مارکس کی قدر ہے۔ آپ کو اپنے اکابر و اسلاف کیا معلوم ہیں کہ ان کی سیاست ان کی شجاعت ان کا تقویٰ ان کا زہد کیسا تھا۔ صحابیت کی اونچی شان تو ایک طرف کہ وہ تو بہت اُدنیچے درجے ہیں۔

یورپ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ جیسے اکابر کی سیرت اور سیاست سے سبق لینا چاہا کہ انہوں نے کیسی حکومت کی؟ حضرت عمرؓ کے پاس لاکھوں کروڑوں کی مال و دولت آئی مگر خود فقیر رہے۔ کسریٰ کے تاج و تخت قدموں میں آئے۔

**حضرت عمرؓ اور فتح بیت المقدس** | حضرت عمرؓ کی یہ حالت تھی کہ بیت المقدس کو فتح کرنے جا رہے ہیں کپڑے پھٹے پرانے ہیں۔ ایک اونٹنی ساتھ ایک غلام باری باری سواری کر رہے ہیں۔ ایک منزل مالک سوار ہوتا ہے تو دوسری منزل تک غلام۔ بیت المقدس جو عیسائیوں اور یہودیوں کا مرکزی مقام تھا اور اب وہ لوگ مستوح بھی تھے تو شہر سے باہر میلوں استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ سونے چاندی کے تمغوں اور لباس ناخرہ میں ملبوس فاتح کے استقبال کے لئے نکلتے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح مسلمانوں کے سپہ سالار نے آگے بڑھ کر درخواست کی کہ آپ امیر المومنین ہیں، فاتح ہیں اور آپ کے کپڑے بوسیدہ اور میلے ہو گئے۔ نئے کپڑے پیش کر دیئے کہ بدل لیجئے۔ اور

آج تو ہم اگر دیے بھی گھر سے نکلتے ہیں تو دو گھنٹے کنگھی کرنے کپڑے اور سوٹ بوٹ ٹھیک کرنے پر لگ جاتے ہیں۔ مگر امیر المومنین بیت المقدس پر یعنی عیسائیت اور یہودیت پر اسلام کی فتح کا جھنڈا گاڑنے جا رہے ہیں۔ ہزاروں لوگ استقبال کے لئے ہیں۔ بظاہر شان و شوکت دکھانا چاہیے تھا۔ مگر کپڑوں پر کئی پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ان کے راہبوں اور پادریوں نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ ایک شخص اونٹنی پر سوار ہے۔ دوسرا ہمارا تھا ہے جا رہا ہے۔ تو کہا کہ ہماری کتابوں اور پیشینگوئیوں میں فاتح بیت المقدس کا جو حلیہ ہے وہ تو اونٹ پر بیٹھے ہوئے شخص پر چسپاں نہیں ہوتا مسلمانوں سے پوچھا تو کہا کہ نہیں یہ ہمارے کپڑے ہوئے شخص امیر المومنین ہے۔ چونکہ اس وقت باری خادم کی سواری تھی اس لئے غلام سوار ہے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر انہوں نے اعتراف کیا کہ اسی ہیئت اور حلیہ والا شخص ہی فاتح بیت المقدس ہے جس کی علامتیں کتابوں میں لکھی ہیں۔ الغرض کپڑے پیش ہوئے تو حضرت عمرؓ نے رو کر دٹے، تاگواری ظاہر فرمائی۔

اور فرمایا: نحن قوم اعزنا الله بالاسلام  
**مدارِ عزت صرف اسلام ہے** | دہم مسلمانوں کو اللہ نے اسلام ہی کی بدولت عزت دی۔  
 کیا عزت کپڑوں میں ہے، بنگلوں اور موٹر وں سے ہے۔ ایرکنڈیشنز سے ہے فلموں اور تصویروں سے ہے ہم لوگ تو یہی سمجھتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ عزت نہیں ساری عزت اللہ نے اسلام کی برکت سے دی ہمیں پرانے پھٹے کپڑوں میں اللہ نے فتح دی، ہم کیوں اپنی حالت کو بدلیں اور عزت اللہ نے کیسی دی، کیسا دبدبہ دیا کہ ایک دوسرے موقع پر حضرت عمرؓ نے مٹھر کر پیچھے دیکھا تو ہزاروں کی فوج جو پیچھے تھی آپ کی گردن مڑتے ہی سہم گئی، دب گئی ہیبت نافرمانی۔  
**وجاہت ربانی** | ایک موقع پر حضرت عمرؓ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہیں رو پڑے فرمایا اللہ اکبر اور فرمایا میں اپنی جوانی کے آغاز میں اس جنگل میں اپنے والد کا ایک اونٹ چراتا رہا۔ اس درخت کے نیچے آکر ٹھہر گیا کہ آرام کروں ایک دن میری آنکھ لگ گئی تو اونٹ غائب ہو گیا۔ والد صاحب تے آکر ڈانٹا، چیت رسید کی کہ ہماری ساری معیشت کا



دار و مدار تو صرف یہی اونٹ تھا تو نے اُسے گم کر دیا۔ تو اب ذریعہ معاش کیا ہوگا، فرمایا کہ آج وہی عمر ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسی مخلوق نہیں جس سے حضرت عمرؓ ڈرتا ہو۔ تو یہ ہے اصل وجہ امت اور عزت۔ ایک ہاتھ میں قرآن ہے ایک میں تلوار لیکن فتح بیت المقدس کے وقت بھی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں اپنے بزرگوں کی سیرت معلوم نہیں اور یہ کہ اسلام نے انہیں کہاں سے کہاں پہنچایا۔

**دیانت** | اور بس وقت حضرت عمرؓ کا انتقال ہو رہا تھا تو اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ تم میرے گھر بار کو بیچ کر اُس سے میرا قرض ادا کر دو تو جس کی سلطنت لاکھوں مربع میل تھی جو کسریٰ و قیصر کے تاج و تخت کا وارث بنا وہ اپنے بیٹے کو قرض پورا کرنے کے لئے جائداد بیچنے کی وصیت فرماتے ہیں۔ فرمایا اگر اس سے بھی پورا نہ ہو سکے تو میرے چچا زاد بھائیوں اور قریبی عزیزوں سے مدد لے کر قرض ادا کر دینا، بخاری شریف میں اب تک اس مکان کا نام بیت القضا ہے کیا ایسی ہستی آپ کو اوروں کے ہاں مل سکتی ہے۔

**مجدد اول عمر بن عبد العزیز** | اور اللہ تعالیٰ اسلام کو مٹاتا نہیں۔ جہاں بھی ایسی باتیں شروع ہونے لگیں کہ خدا نخواستہ اس کے فروغ سے اسلام میں اضحلال آنے لگے تو احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مجدد کو بھیج دیتا ہے جو مٹے ہوئے نقوش کو پھر تر و تازہ کر دیتے ہیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی بھی یہی شان مجدویت تھی ان سے پہلے خاندان بنو امیہ بہت ہی سخت گیر تھا۔ اور اسلامی حالت میں جب کچھ اضحلال آنے لگا تو اللہ نے اسی خاندان میں سے آپ کو پیدا کیا۔ آپ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اعلان کیا کہ اسلام صرف نام نہیں اس کے کچھ فرائض ہیں، واجبات ہیں۔ مندوبات ہیں، تقاضے ہیں، اس کو پورا کرنا ہوگا۔ یہ تھا آرڈی ننس ہمارے ہاں بھی آرڈی ننس جاری ہوتے ہیں۔ یہ پہلا آرڈر تھا۔ تمام سرکاری ملازمین جن کی تعداد ہزاروں ہوگی، کو حکم دیا کہ اہم ترین چیز میری نگاہوں میں فرانیثہ صلوٰۃ کی ادائیگی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم جاری کیا تھا کہ ان اہم امور کو ہم عندی

الصلوة فمن اقامها فقد اقام الدين ومن ضيعها فهو  
 لما سواها اضيع۔ اگر میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں اہم کام نماز کی ادائیگی ہے۔  
 اور پھر وجہ بتلاؤ، کہ تمام ملازمین۔ خلیفہ کے در سے بادشاہ کے در سے کام کرتے ہیں۔ اور حاکم و خلیفہ  
 کی حیثیت تو اللہ رب العزت مالک الملک کے سامنے کچھ بھی نہیں، تو جو سرکاری ملازم اللہ  
 سے نہیں ڈرتا، اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتا وہ کیا امیر کا حکم مانے گا، جو نماز کی پابندی نہیں کرتا  
 جو خدا سے نہیں ڈرتا تو فرائض منصبی کبھی بھی انجام نہیں دے سکتا۔ اللہ نے فرمایا: اللذین ات مکنتہم  
 فی الارض اقاموا الصلوة و اتوا الزکوٰۃ لینی مسلمانوں کی حکومت کا نشور اللہ  
 نے بتلادیا کہ اگر ہم ان کو تکنت قوت اور سلطنت دیں تو کیا کریں گے؟ اقامت صلوٰۃ۔ اللہ  
 کی تابعداری کی طرف لوگوں کو باطل کریں گے، لوگوں سے کہیں گے کہ شراب مت پیو، قتل مت کرو،  
 ڈکیتی نہ ناست کرو۔ آپس میں مت لڑو۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تخت پر بیٹھتے ہی امن  
 نشور پر عمل کر دکھایا اور آباد اجداد اور پیش رو حکمرانوں کی ایسی تمام جاگیریں اہل مالکوں کو واپس کرا دیں  
 جو انہوں نے حیر سے الاٹ کر اٹی تھیں، خود فقیرانہ زندگی اختیار کی، نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ جنگل میں بھیٹر  
 اور بکری ایک جگہ سے پانی پینے لگے اور اگر بادشاہ اور حکومت کے کارندے غملاں ہوں، خدا ترس  
 ہوں تو خدا کی قسم نہ پولیس کی ضرورت ہوگی نہ فوج کی اور جہاں نیک آدمی کے اثرات انسانوں  
 پر پڑتے ہیں۔ وہاں جنگلی جانوروں پر جنگلوں صحراؤں پر بھی نیک حاکم کی نیکی کا اثر ہوتا ہے۔ تو تمام  
 مسلمان تو لوگوں کو مالک حکمران عادل کی نیکی سے کیوں متاثر نہ ہوگا؟

ابوبکر صدیق پر حضور کا فیضان | حضور اقدسؐ کے فیض سے حضرت عمرؓ پیدا ہو گئے،  
 حضرت صدیقؓ پیدا ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا صاحب  
 اللہ فی صدری صیبتہ فی صدر ابی بکر۔ اللہ نے جو کچھ میرے سینہ میں  
 ڈالا وہ میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا۔ وہ آئینہ ہیں کمالات نبوت کے ایک شخص  
 صاف ستھرا حسین و جمیل اچھے لباس میں آئینہ کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو ایسا ہی سب کچھ

آئینہ میں آجاتا ہے۔ اور جہاں حضور اقدسؐ نے جیسے جواب دیا مثلاً صلح حدیبیہ میں تو حضرت عمرؓ نے جا کر سیدنا ابوصدیقؓ سے ذکر کیا تو وہی الفاظ آپ کے بھی ہوتے قبل از نبوت بھی حضور اقدسؐ کی شان میں جو آیا ہے کہ انک تصل الرحم وتحمل الكل و تقری الضیف وتعين على نواب الحق کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نواز ہیں، مصیبتوں میں مددگار ہیں تو یہی الفاظ اور یہی صفات ابن دغنے نے ابوبکر صدیقؓ کے بارہ میں بھی کہے کہ انک تحمیل الكل و تقری الضیف ابوبکرؓ نے ختم نبوت کی جڑیں لگا دیں۔ اور انشاء اللہ قیامت تک قائم رہیں گی۔ سب سے پہلے مدعی نبوت سیدہ کذاب سے ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کیا ہزاروں صحابہؓ شہید ہوئے، مگر ختم نبوت کی جڑوں کو عالم میں گاڑ دیا۔ اور آج تک اسوۂ صدیق ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے۔

ایک موقع پر حضرت عمرؓ عرض کرتے ہیں کہ اے ابوبکرؓ کچھ نرمی کرنی فراموش نہ کیجئے۔ فرمایا: اے عمرؓ! احیاء فی الجاہلیۃ و خواد

### فراموشی و گمراہی دینی

فی الاسلام۔ جاہلیت کے زمانہ میں تو آپ بڑے طاقتور اور جاہل تھے۔ اب کیوں کستی دکھا رہے ہو، اور فرمایا کہ حضرت اسامہؓ کے ہاتھ میں حضور اقدسؐ نے مرض وصال میں جھنڈا دیا تھا۔ اور کہا کہ تو کسری کے مقابلہ میں جا۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور ابوبکرؓ کی کیا مجال ہے کہ اس سے جھنڈا اچھین لے اور روک دے لوگوں نے کہا کہ فوج باہر چلی جائے تو دشمن مدینہ میں آگھسے گا۔ فرمایا خدا کی قسم ابوبکرؓ اکیلا یہاں رہے گا۔ دشمن کی فوج آکر میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کر دے مگر یہ برداشت نہیں کرتا کہ حضورؐ کے فیصلے اور حکم کو روک دوں اور ایک سنت میں التوا دیا تاخیر کروں تو دیکھئے اس میں بھی کتنی بڑی سیاسی مصلحت تھی کہ حضورؐ کا وصال ہو گیا۔ دشمن موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ سی آئی ڈی جا کہ خبر دیتی کہ ملک میں فتنہ ہے، حلفشہر پر پل ہے حضورؐ انتقال فرما چکے ہیں تو وہاں ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دیتی کہ جبار فوج تو سرحدات کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اور دشمن سوچتا کہ مسلمانوں میں اندرونی انتشار مچتا تو یہ لوگ ہماری سرحدات پر کیسے جمع ہو سکتے؟

— تو آج ابو بکرؓ جیسا صدیقؓ حضرت عمرؓ جیسا مادل عثمان غنیؓ جیسا زائد و قانع حضرت علیؓ جیسا  
حیدر کرار، خالد بن ولیدؓ جیسے مجاہد اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ جیسے امین کوئی پیش کر سکتا ہے۔ یورپ  
کے پڑھے ہوئے یورپ کی ڈگریوں والے کیا کوئی ان کے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ اسلامی انقلاب  
تعلیم اور حضورؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

**مسلمان کا ارشاد میرا سب کچھ اسلام ہے** | حضرت سلمان فارسی نے بڑی

گئے مگر منزل مقصود مدینہ منورہ پہنچ گئے حضورؐ کی خدمت میں مشرف باسلام ہوئے حضرت  
عمرؓ کے زمانہ میں آپ ایران کے گورنر بنے، جب ان سے پوچھا جاتا کہ آپ کا نام کیا ہے، تو  
فرماتے اسلام تمہارے والد کا نام کہتے اسلام، ملک کا نام فرماتے، اسلام تمہارے  
مذہب کا نام فرماتے اسلام — الحمد للہ الذی اعزنا بالاسلام۔

اور خداوند قدوس کا ارشاد ہے: **وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِن**  
**الْمُنَافِقِينَ لَا يَحِلُّونَ**۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ منافق جو کچھ بکیں اور شانِ نزول  
یہ تھا کہ منافقوں نے کہا کہ یہ پر دسی یہ مسافر یہ فقیر صہابہؓ ہمارے ملک میں آکر ہمیں مکہ دکھاتے ہیں اور  
شری آدمی تو ہر جگہ شرم بھیلاتا رہتا ہے تو عبد اللہ بن ابی منافق نے کہا کہ اس دفعہ ہم مدینہ واپس  
ہوئے تو ان مسافروں کو جو (نعوذ باللہ) ذلیل ہیں نکال دیں گے —

**شانِ صحابہؓ اللہ و رسولؐ کی نظروں میں** | خداوند کریم تو غیور ہیں۔ میں کہتا ہوں خدا کی قسم  
صحابہؓ کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسولؐ

کی اتنی محبت ہے کہ جہاں ان پر کوئی چوٹ پڑتی ہے۔ اللہ نے وہاں سختی سے جواب دیا ہے حضورؐ  
کا غضب جو شش میں آجاتا ہے۔ تو اللہ نے منافقوں کی بات سن کر فرمایا کہ تم ان کو ذلیل کہتے ہیں۔  
وَلِلّٰهِ الْحِزَّةُ۔ عزت کافر کرا اور منبع تو اللہ ہے و لِرَسُولِهِ دوسرے نمبر پر عزت کا مقام  
رسولؐ کا اور پھر — وَلِلْمُؤْمِنِينَ — جن کو تم ازل کہتے ہو۔ مہاجر پر دسی مساکین سمجھتے



ہو۔ اللہ نے ان کو عزت دی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ مہاجر ہیں حضرت عمرؓ مہاجر ہیں حضرت عثمانؓ مہاجر  
حضرت علیؓ مہاجر۔ میں کیا عرض کروں، ہماری تباہی کا سبب ہم خود ہیں۔

**ایک خواب** | ایک پرچہ میں ایک خواب سناٹا ہے کہ ایک بڑے دیندار آدمی نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدسؐ کی مجلس میں علماء اور دیگر لوگ بیٹھے ہیں۔ تو ایک عالم نے کھڑے ہو کر پاکستان کی حالت زار بیان کی کہ ہزاروں میل زمین کافروں نے چھین لی۔ اتنے مسلمان قید ہوئے یہ حالت ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ حضورؐ اقدسؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا کہ: ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم خدا کے دین کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا۔ اور فرمایا کہ تمہاری ذلت کی اسی حالت پر فرشتے روئے۔ مگر خدا نے انہیں امداد کرنے کی اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ دیکھو مسلمانوں نے میری نبوت کا مذاق اڑایا۔ سب سے پہلے حملہ تو مسیلمہ کذاب نے نبوت ہی پر کیا تھا۔ اور اب تک مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ میرے صحابہؓ کی توہین کی جا رہی ہے۔

**صحابہ اور اہل بیتؑ مسک** | افسوس کہ ہمارے اندر ہی ایک جماعت کی آواز ہے، شیعوں کی کہ ہمارا نصابِ تسلیم الگ ہوتا کہ

اس سے صحابہؓ اور خلفاء راشدین کا نام نکالا جاسکے۔

ہم تو اہل بیت کے غلام ہیں حضرت علیؓ کے عبد اللہ بن عباس اور حضرت عباس کے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے غلام ہیں۔ اور آج تک جو سادات ہیں چاہے ان کا عمل جیسا بھی ہو مگر سید کی تعظیم اور احترام اس نگاہ سے کریں گے کہ حضور اقدسؐ کی طرف نسبت ہے۔ ہم تو ان سب کے خادم اور غلام ہیں۔ لیکن اگر بھئی ہمارا نصاب، ہماری تعلیم، ہمارے بچے شیخین یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سیرت سے واقف نہ ہو سکے تو وہ کیا سلطنت کر سکیں گے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی سیرت سے خبر نہ ہو تو وہ کیا کریں گے۔ صرف تبرا بازی

اور لڑنا لڑانا کام رہ جائے گا۔

**ایتھار و موآخات** | الغرض اسلام کی ایک بات موآخاۃ تھی۔ اسلام لانے کے بعد وہ ایسے بھائی بنے کہ اپنے گھروں کو تقسیم کرنے لگے کہ دیوثیوں علی انفسہم ولو کان بہم خصاصة اور رسول اللہ نے فرمایا کہ

من نفس عن مسلم کربة من کرب الدنیا نفس اللہ  
عنه کربة من کرب الدنیا والاخرة تم تھوڑی سی کسی کی  
دنوی تکلیف بٹا دو گے تو اللہ قیامت کے دن میں اور دنیا میں تمہاری بڑی سے بڑی تکلیفیں  
دور کر دے گا۔ اور فرمایا: من ستر علی مسلم ستر اللہ علیہ فی الدنیا  
والاخرة۔ جس نے کسی مسلمان بھائی پر پردہ ڈال دیا اللہ دنیا و آخرت میں اس کی  
ستر پوشی کرے گا۔ اور فرمایا: واللہ فی عوۃ العبد ما دام العبد فی عون اخیه  
اللہ بندے کی مدد کرتا ہے۔ جب تک بندہ کی نیت اوروں کے بارہ میں صاف ہو۔ تو اس  
وقت اگر ہم یہ ایک سبق سیکھ لیں بھائی چارہ اور اخوت و ہمدردی کی آپس میں بھلائی اگر اس  
سبق کو اپنائیں تو حالت بدل سکتی ہے۔

**دین کی ناقدری کا نتیجہ** | ہم نے یہ سبق بھلا دیا تو آج ہمارے ملک میں بد امنی ہے۔ اور آج  
مالک مزدور زمیندار غیر زمیندار کا رخاۃ دار، دکاندار، کرایہ دار،  
باپ بیٹا شوہر بیوی کی لڑائی کیوں نہ ہوگی۔ یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ جب ملک کے باقتدار  
لوگ پالیسی بنانے والے جب اپنی پالیسی قرآن کے خلاف بنائیں گے تو خدا ان کو آپس میں  
لڑا دے گا۔ آج ہم ایک سو راج بند کرتے ہیں تو شام تک پھر سونے سو راج کھل جاتے ہیں  
اتنے قتل ہوئے اتنے فسادات ہوئے بس یہی خبریں ہوتی ہیں۔

یہ سب کچھ ہمارے دین کی ناقدری کا نتیجہ ہے۔ اور دیکھو جوتے میں اگر گندگی لگی ہو تو بُرا  
نہیں لگتا کیونکہ جوتے گندگی ہی میں پھرتے ہیں لیکن اس گپڑی اور صافہ میں ذرا سی نجاست لگ

جائے تو ہر شخص کہے گا کہ تمہارا صاف پلید ہو گیا۔ تو مسلمان اللہ کا محبوب ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ خاکِ کعبہ کی بڑی عزت ہے مگر خدا کے ہاں مومن کی حرمت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ حجتہ الوداع میں رسول اللہؐ نے آخری وصیت کے طور پر فرمایا: مسلمانوں یہ کونسا دن ہے۔ کہا عرفہ۔ پھر فرمایا کونسا مہینہ، کہا ذی الحجہ پھر فرمایا کونسا مقام ہے۔ کہا حرم شریف۔ اور اس موسم اور حرم میں تو کافر بھی ایک دوسرے کی عزت و آبرو کی بے حرمتی نہیں کرتے تھے۔ مگر آج طواف بھی کرتے ہو تو جیب کٹ جائے گی حاجیوں سے پوچھ لو۔۔۔ فرمایا حضورؐ نے کہ تمہاری عزت و حرمت مال و آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ شہر یہ مہینہ یہ دن اور یہ مقام محترم ہے۔

اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرمادے، تمام مسلمانوں کو متفق کر دے اللہ ہمیں اپنے راستہ پر لگا دے اور حضورؐ کی سنت کی پیروی صحابہ تابعین تبع تابعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

وَأُخِرْدَعَوَاتِنَا ان الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## اسلام اور اجتماعیت اسلام جوڑتا ہے توڑتا نہیں

خُطْبَةُ جُمُعَةِ الْمُبَارَكِ جَامِعَةِ اِسْلَامِيَّةِ كَثِيرُوْدِ راولپنڈی

واذکرو نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین  
قلوبکم واصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ وکنتم علی شفا  
حصرة من الناف فانقذکم منها۔  
محترم بھائیو! اسلام ایک ایسی نعمت ہے جس نے انسانوں کے منتشر شیرازہ کو آپس  
میں جوڑا اور اس نعمت کی وجہ سے اسلام کے رشتہ کی بنا پر ایک دوسرے سے ٹوٹے  
ہوئے انسان آپس میں مل گئے۔ اسلام جوڑنے کے لئے اور ملانے کے لئے آیا تھا، توڑنے  
کیلئے نہیں، باہمی اجتماع باہمی اتحاد اور ربط و تعلق باہمی کدورتوں اور نفرتوں کو محبت اور الفت  
سے بدلتا اسلام کی خاصیت ہے۔

اس لئے اسلام کی تمام عبادات میں بھی یہی  
عبادات کا اجتماعی اور معاشرتی پہلو  
اجتماعیت اور ربط و تعلق کی شان موجود  
ہے۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ ہر عبادت میں غور کیجئے ہر جگہ انسانوں کا ایک دوسرے کی خبر گیری ہمدردی  
اور مواسات کا پہلو نمایاں ہوگا۔

سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ جسے اللہ رب العزت نے مقرر کیا اور اس میں جماعت  
کی بڑی تاکید کی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ نوجوانوں  
کو بھیج کر جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کراؤں پھر نماز باجماعت کے وقت کسی کو نماز میں آگے کر کے



خود مدینہ منورہ کی گلی کو چوں میں دیکھوں۔ اور جو شخص جماعت کو حاضر نہیں ہوا اس کے مکان کو جلا دوں۔  
 — تو اتنا سخت ارادہ تھا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے بلا غدر جماعت میں حاضر نہ ہونے  
 والے لوگوں کے مکان اس لئے نہ جلائے کہ گھروں میں بچے بھی ہیں عورتیں بھی ہیں۔ نابالغ بچے تو مکلف  
 نہیں، عورتوں کا گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ تو ان کو بھی گھروں میں رہنے کا حق ہے۔ تو بچوں  
 اور عورتوں کی خاطر انہیں جلا یا نہیں۔

رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین نے اتنا بڑا ارادہ فرمایا جس سے جماعت کے ساتھ نماز کی  
 اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اکیلے نماز پڑھیں تو ایک عمل کا اجر ہے اور جماعت سے پڑھنے  
 پر اگر ایک نمازی مقتدی بھی ہو تو تیس درجے ثواب دیا جائے گا، اور عینی جماعت بڑھے  
 گی۔ تو اتنا ثواب میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔ خانہ کعبہ میں ایک نماز کا اجر ایک لاکھ نمازوں کا ہے مسجد  
 نبوی میں آپ نماز پڑھیں تو ایک نماز کا اجر پچاس ہزار نمازوں کا ہوگا۔ اور پنڈی کی اس مسجد یا  
 دوسری مسجدوں میں ایک نماز باجماعت کا اجر ۲۰ درجے ہوگا۔ اور اس میں علماء نے بہت سی  
 حکمتیں اور فوائد لکھے ہیں۔ سیاسی، اقتصادی لحاظ سے قطع نظر کر کے بھی بے شمار مصلحتیں ہیں، دین  
 ملانا چاہتا ہے، بیخوڑ نا چاہتا ہے، شیطان ہمیں توڑتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے  
 دین کو چھوڑا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے ساتھ تباہی لازمی ہے۔

**صلوۃ باجماعت کے دیگر فوائد** | باجماعت نماز میں سیاسی مقاصد کے علاوہ بہت  
 سے فوائد ہیں۔ اس میں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ

دین کا شعار بلند ہوگا۔ ہر قوم ہر تحریک ہر حکومت اپنے شعار کو جو اس کے لئے نشانیاں ہوتی ہیں  
 اس کو بلند رکھنا چاہتے ہیں، کہیں فوجوں کی نمائش ہے یا کہیں اسلحہ کی، کہیں سلامی لی جاتی ہے اور  
 تحریکوں والے بھی اپنے شعار کو اپنے جھنڈوں کو اپنے دھڑوں کو بلند اور بڑا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ  
 لوگ اسے دیکھ کر کہیں کہ یہاں فلاں جماعت کی تحریک چل رہی ہے تو اللہ کے جو شعار ہیں ان میں  
 نماز باجماعت کی بڑی اہمیت ہے اس میں اللہ کے سامنے ہم اپنی زندگی اپنی عاجزی اور اپنی غلامی و

عبدیت کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے اللہ جل مجدہ کی عظمت اور ہماری عبدیت ظاہر ہوگی ہر گھر میں چوڑوں کی طرح پڑھ لی تو کیا معلوم ہو کہ خدا کے غلام ہیں یا سرکش ہیں، تو ہر حکومت اپنے شعائر کا بلند ہونا چاہتی ہے، تو خدا کی حکومت بھی چاہتی ہے کہ میرے غلام اور عبید میرے شعائر کو بلند کریں۔

منجملہ دیگر فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ سب کی نازیں جماعت کی وجہ سے انشاء اللہ قبول ہو جائیں۔

اللہ رب العزت نے ہمارے لئے ایک قانون مقرر فرمایا ہے کہ جب آپ کا نذر سے یا کسی بالغ سے کوئی چیز خریدنا چاہیں تو بالغ اچھی اور بڑی چیز دونوں کو ملا کر بیچتا ہے۔

مگر ایک ملاوٹ تو آج کل ہم لوگ کرتے ہیں اس کا نام غش اور حقوق العباد کی اہمیت دھوکہ ہے غدار ہی ہے۔ دودھ میں پانی ملا دیا۔ ہلدی میں ملنا میٹھی

ملا دی چائے میں بھوسہ ہو۔ تو مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے یہ لوگ تو قوم اور ملک کے غدار ہیں۔ اور یہ قطعاً حرام ہے غلط چیز ہے۔ خدا کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے حقوق العباد کا احساس نہیں رہا۔

دیکھئے ہمارے اکابر اور اسلاف میں مرد تو مرد عورتوں کا کیا طرز عمل تھا حضرت عمرؓ کا یہ طریقہ ہوا کرتا تھا کہ رات کے وقت گھومتے شہر مدینہ میں بھی اور مصافحات میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے حضرت امیر المومنین کے نقش قدم پر چلتے والے امیر اور حکام عطا فرمادے۔

ارشاد ہے کہ جب تمہارے امیر بہتر اور دیندار و متقی ہوں گے۔ تو امت پھیلے پھیلے گی، ترقی کرے گی۔ ہمارے اکابر نے ہمارے سامنے کیسی چیزیں چھوڑیں۔ امیر المومنین فاروق اعظم کا ذکر آیا۔ قیصر اور کسریٰ کی بڑی بڑی سلطنتیں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قبضے میں آئیں، عقیقت کا بہت بڑا ذخیرہ آیا۔ مسجد بھر گئی، لعل و جواہر اور سونے سے۔

کہتے ہیں کہ کسریٰ کی سلطنت حضرت نوٹ سلطنت کسریٰ کی وسعت اور قدامت سے لے کر ایک ہی خاندان میں چلی آرہی

تھی۔ دنیا کا سونا اور جواہرات کسریٰ کے خزانوں میں جمع ہوتا رہا۔ چونکہ ایک خاندان نسلاً بعد نسل رہا۔ بعض نے تو کہا ہے کہ حضرت آدمؑ کی تیسری پشت سے یہ سلطنت قائم چلی آرہی تھی۔ تو کسریٰ کی

سلطنت کے مقابلہ میں آج کل کے روس اور امریکہ کی بھی کوئی پوزیشن نہیں۔ ہم نے ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم سمیت اب تک نہیں دیکھا کہ جنگ میں کسی ایک قصبہ اور ایک مورچہ پر تین لاکھ مسلح فوج جمع کر سکی ہوں اور قیصر کی فوج نے ایک قصبہ یرموک کی لڑائی میں تین لاکھ فوج جمع کی اور ایک لاکھ سے اوپر فوجیوں کو پایہ زنجیر باندھا تھا۔ کہ بھاگ نہ سکیں۔ تو جو حکومت گاؤں میں لڑنے کے لئے تین لاکھ فوج جمع کر سکے اس کی مجموعی طاقت کتنی ہوگی۔ لاکھوں مربع میل زمین ان کے قبضہ میں آئی لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کروں کہ کسریٰ کی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور دمشقناہم کل مسترق کا مصداق بن گئی۔ ایک حدیث رسول، ایک پرزہ، ایک خط مبارک حضور اقدسؐ کا جس پر گویا حد لکھی ہوئی تھی، اس کو پھاڑ دیا، اس کی توہین کی، نتیجہ یہی نکلتا تھا جو سامنے آیا۔

امراء و سلاطین کو دعوت اسلام | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے مبلغ ہیں۔  
وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا

وندید۔ اور جس طرح سورج کی حالت ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد اور جب وہ نصف النہار پر ہوا اس وقت کسی بجلی کسی چراغ اور نہ کسی چاند اور ستارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح حضورؐ کے ہوتے ہوئے کوئی اور نبی اور ہادی نہیں آسکتا۔ تو حضورؐ نے سارے عالم کو دعوت دی، امراء اور سلاطین کو بڑے بڑے سرداروں کو گرامی نامے بھیجے جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی۔ کسریٰ کے نام بھی گرامی نامہ بھیجا گیا جس میں یہ حدیث مبارک ہے:

من محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ عظیم فارس  
یہ گرامی نامہ ہے حضرت محمد رسول اللہ کی طرف سے فارس اور ایران کے امیر کسریٰ کی طرف میں تجھے دعوت دیتا ہوں اسلام کی طرف  
اما بعد فادعوك بدعاية  
آؤ اس قانون کی طرف جو امن و سلامتی اور  
السلام اسلام تسلیم۔

اسلم کا قانون ہے۔

یعنی ہم کسی کی زمین کسی کی سلطنت چھیننا نہیں چاہتے ہماری دعوت یہ ہے کہ آؤ یا ہمیں سلامتی کا قانون



اسلام مانیں۔ اگر تو اسے قبول کرے گا تو غنودہ رہے گا۔ ورنہ ملک کی جس قدر رعایا ہے بے دینی ہو گئی تو سب کا وبال تمہارے اوپر ہوگا۔ اس نے گرامی نام پھاڑ دیا۔

**اسلام کی سخت جانی** | اور دنیا میں تھانہ ہمارے سامنے ہیں کہ اسلام کے ساتھ جو ایسا سلوک کرتا ہے خدا اسے نیست و نابود کر دیتا ہے گیند کی طرح آپ اسے جتنا بھی زمین پر پھینکیں گے ماریں گے اسے ختم بھیجیں گے اتنا ہی پیاچھلے گا۔ ابھرے گا۔ پھاڑے ہوئے گائے کا اپنے سر کو توڑے گا۔ اسلام کی حفاظت کا ذمہ خدا نے لیا ہے۔ تو کسری بھی بڑا متکبر تھا، نام بھی اس کا پرویز تھا۔

**کسری پرویز، پرویز یوں کا مقتدا** | اور اس نام کے بھی عجیب اثرات ہیں، جہاں یہ پرویز ہوگا حدیث کا منکر ہوگا۔ اگر ایسا نام کسی کا ہو تو بدل دو۔ عبد اللہ وغیرہ رکھ دو پرویز نہ رکھا کرو۔ یہ شخص نو شیرواں جس کے بڑے قہقہے ہیں کا پوتا تھا۔ تو اس نے حکم دیا۔ میں کے گورنر کو جو کسری کے ماتحت تھا کہ فوراً قاصد مدینہ بھیج کر حضور کو گرفتار کر کے لے آؤ، نہ آئیں تو ان کا سر پیش کر دو اس کے دوا قاصد مدینہ پہنچے تو ان کے دل میں تھا کہ کوئی مضبوط قلعہ ہوگا۔ بڑی فوج ہوگی۔ اور معلوم نہیں حضور پر اقد کس سے کس وقت ملاقات ہوگی۔ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ حضور ایک بوڑھے چٹائی پر تشریف فرما ہیں۔

**فقراء صحابہ اللہ کی نظر میں** | چند صحابہ تھے کسی کی تنگی ہے چادر نہیں کسی کا صرف لمبا کرتا ہے کسی کی ٹوپی نہیں، چند فقراء تھے۔ جن کے بارہ میں اللہ کا ارشاد

تھا: **وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ**

یویدون وجہہ۔ حضور کو فرمایا گیا کہ جو بڑے بڑے امراء اور سرمایہ دار آپ کی مجلس میں اس شرط پر آنا چاہتے ہیں کہ ان فقراء کو مجلس سے نکال دو کیونکہ ان کے ساتھ بیٹھنا عار ہے بیماری رسوائی ہے کہ ان تنگے، بھوکوں، ملنگوں کے ساتھ بیٹھیں۔ تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ان کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں، اپنے نفس کو ان فقراء کے ساتھ جمائے رکھ جو دن رات قاص میری



رضا کی خاطر میری یاد میں مشغول ہیں یہ میری نگاہ میں ان امرار و رؤسا سے معزز ہیں اور وہ لوگ  
حقیر و ذلیل۔

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے بھی ایک دفعہ ہاجرین کے بارہ میں کہا تھا کہ  
لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل۔ یہ ہمارے  
ٹکڑے کھانے والے اب ہمارے مقابلہ پر اتر آئے ہیں۔ ابن ابی کو اس زمانہ میں  
اپنے علاقہ کا نواب کہیں یا ملک بظاہر اسلامی فوج میں شامل ہے۔ مگر ہے منافق تو کہا کہ مدینہ  
واپس ہو کر ان ہاجروں کو نکال دیں گے ان کا کھانا بند کر دیں گے۔ یہ پناہ گزین ہم جیسے معزز  
لوگوں کا سامنا کرتے ہیں؟

**شانِ صحابہ اور قرآن** | یہاں ایک بات اور سنئے کہ جہاں بھی صحابہ کرام کا ذکر قرآن کریم  
میں آیا ہے تو اللہ اسے بڑی تفصیل سے ذکر کرتا ہے جیسے  
کہ ایک محب کسی محبوب کا نام آجائے تو اس کا جی نہیں چاہتا کہ اسے چھوڑ دے، دیکھئے قرآن کریم  
میں ایک جگہ صحابہ کا ذکر کس انداز میں آیا ہے۔ فرمایا محمد رسول اللہ یہ تو حضور کی شان بیان  
ہوئی آگے حضور کے صحابہ کا ذکر شروع ہوا والذین معنا شداء على الكفار رحماء  
بينهم — تا — ا جبر اعظيما تو ساری رکوع صحابہ کی شان میں پوری ہو گئی۔  
تو صحابہ کی توہین کو اللہ نہیں چاہتا اور رسول نہیں برداشت کر سکتا۔ اور کیسے برداشت ہو گا  
جہنوں نے اپنی جان اپنا مال اپنی عزت و آبرو اپنے خاندان سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔  
اور اس قربانی کی برکت سے تو آج ہم یہاں پنڈی میں بھی مسجد میں اللہ جل مجدہ کے سامنے سرسجود  
ہیں اگر صحابہ دین نہ سیکھتے اسے نہ پھیلاتے تو ہم یہاں پنڈی میں اس مسجد کی بجائے کہیں مندر کہیں  
دھرم شالوں میں بت کے سامنے بیٹھے ہوتے — تو یہ ان کے مساعی کی برکت ہے اب  
عبداللہ بن ابی انہیں ذلیل کہہ رہا تھا۔ تو خداوند کریم نے کہا —: والله العزة ولو سوله  
واللهمنين۔ اللہ و رسول کی عزت ہے اور عزت دلے حضور کے صحابہ ہیں یہ منافق نہیں۔

فرمایا اپنے نفس کو ان فقراء اور بے کسوں کے ساتھ جمائے رکھ، دنیا دار آتے ہیں تو بہتر نہیں آتے تو ناراض مت ہو، غریبوں کو ان کی وجہ سے مت نکال، تو فرمایا اصل عزت والا اللہ ہے۔ آپ ارد گرد کروڑوں چیزوں پر نظر کریں پانی، ہوا، یہ دریا یہ ٹیکھایہ لاٹھوسپکریہ ساٹھان، یہ زمین و آسمان یہ ہمارا وجود، یہ اربوں مخلوق یہ حشرات اور بہائم سب کو خدا نے موجود کیا، سب کو کھانا ملتا ہے۔ یہ کون دیتا ہے؟ سب کے سانس کے لئے ہوا کی ضرورت ہے تو وہ انہیں کون پہنچاتا ہے؟

انبیاء کی طاقت | آج ہم کسی کے پاس چند روپے دیکھیں تو اسے موزہ سمجھنے لگتے ہیں یہ پیڑ ہے کیا؟ خداوند مالک الملک تو سارے خزانوں کا مالک ہے۔ تو عزت بھی

سب سے اول اللہ کی ہے، پھر عزت اور طاقت کا مالک رسول اور پیغمبر ہوتا ہے۔ ہم اسے کبھی پہنے ہوئے زمیں پر بوری نشین اور کمزور نہ سمجھیں ہمیں پیغمبر کی طاقت کا اندازہ نہیں ہوتا، اللہ نے انہیں بڑی قوت دی ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ہر نبی کو اللہ نے امت کے بارہ میں ایک دعا کرنے کا اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو اللہ اسے دنیا ہی میں قبول کر دے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ ان تکبرین اور جبارہ کو ختم کر دے، ختم ہوئے یا انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ فرعون کو مہبت سمجھایا اب تو اسے ٹھیک کر دے تو فوج کے ساتھ بحیرہ قلزم میں غرق کر دیا، لاش کی ایک ضرب سے سمندر تے راتے چھوڑ دئے۔ تو انبیاء کے زبان ہلانے کی دیر ہوتی ہے۔ ظالم لوگ مذاق کرتے ہیں اور نبی کو کمزور سمجھتے ہیں۔ مگر یہ ان کا صبر و تحمل اور شان عفو ہوتا ہے ورنہ اگر نبی چپکے سے کہہ دے کہ یا اللہ انہیں ختم کر دے تو ختم ہونے میں کچھ بھی دیر نہیں ہوگی علمی لطیفہ کے طور پر عرض کر دوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت عزرائیل آئے۔ اور عزرائیل کو تو آپ سب جانتے ہیں، سب کا ہمان بنے گا۔ تو انبیاء کی روح قبض کرنے کے بارہ میں خدا کا قانون یہ ہے کہ عزرائیل علیہ السلام کی بات انبیاء کے ساتھ ادب سے ہوتی ہے۔ آئے تو سلام کرے، اجازت چاہے، حاضری کے بعد عرض

کرے کہ اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔ آپ کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ دنیا میں رہنا چاہیں تو بسم اللہ میں حاضر ہوں۔ حضور اقدسؐ جب مرض وفات میں تھے تو حضرت عائشہؓ جو سر ہانے بیٹھی تھیں فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ اللّٰهُمَّ الرَّفِیقُ الْاَعْلٰی دَاۤءِیَ اللّٰہِ میں سب سے بہتر سا تھی جو تو ہے کی رفاقت چاہتا ہوں) میں فوراً سمجھ گئی کہ یہ وہی بات ہے کہ عزرائیلؑ نے حضورؐ کو اختیار دیا کہ آپ قیامت تک زندہ رہنا چاہیں دنیا کی سلطنت بھی آپ کی ہوگی اور اگر آپ ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں تب بھی آپ کی مرضی تو حضورؐ نے فرمایا: اِخْتَارَ الرَّفِیقُ الْاَعْلٰی۔ دیکھئے اللہ اپنے بندہ کی شان بھی کبھی ظاہر کر دیتا ہے۔ حضرت عزرائیلؑ کی بڑی طاقت ہے۔ دیکھئے حضرت جبریلؑ نے قوم لوط کی بیٹیوں کو جس کی آبادی لاکھوں تھی لواطت ہم غیبی کی بیماری اس قوم میں پیدا ہوئی تو ایک انگلی سے پورے علاقے یا صوبے کو اٹھا کر آسمان تک لے گئے پھر اٹا کر کے پھینک دیا۔ اسی طرح عزرائیلؑ کی بھی بڑی طاقت ہے۔ سب کو روح قبض کرنے والا ہے۔ وقت ہے نہیں میری باتیں ویسے بھی بے ربط ہوتی ہیں۔ مگر بات سے بات نکلتی ہے۔

حضرت آدمؑ کا خمیر ساری روئے زمین سے سمیٹنے کی حکمت | تو جس وقت اللہ نے چاہا کہ انسان کو پیدا کرے اس وقت اللہ نے چاہا کہ سارے کمرۂ زمین کے اجزاء اس کے خمیر میں شامل ہو جائیں اور حکمت اس میں یہ تھی کہ اولاد آدم علیہ السلام کو زمین کے مختلف حصوں اور مختلف اقلیتوں میں آباد ہونا تھا۔ اور ایک خطے سے دوسرے خطوں میں سفر کرنا تھا اس لئے تمام شہروں اور خطوں کی آب و ہوا سے موافقت پیدا کرانی تھی اس لئے حضرت آدمؑ کا جسم مبارک سارے روئے زمین کی حاصل شدہ مٹی سے بنایا گیا تو پہلے حضرت جبریلؑ کو مامور کیا کہ جا کر زمین کے چہرے سے مٹی لے لینا ہم اپنے خلیفہ کو پیدا کرنا چاہتے ہیں اور انسان کی غالب عنصر مٹی سے ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سَلٰلَةِ مِّنْ طِیْنٍ



تو حیرٹیل علیہ السلام زمین کے پاس آئے اور ساری زمین ان کے سامنے ایسی ہے کہ  
ہتھیلی میں کوئی پیسہ وغیرہ رکھیں۔ جب ارادہ کر لیا کہ ساری زمین سے مٹی سمیٹ لوں تو زمین نے  
رو رو کر خدا کے نام کا واسطہ پیش کر کے کہا کہ مجھے معاف کر مجھ سے یہ مٹی نہ لے حضرت حیرٹیلؑ  
تو اللہ تعالیٰ کے نام کے بڑے عاشق ہیں۔ ایک عاشق کے سامنے محبوب کا نام لو کہ خدا کے  
لئے مجھے چھوڑ دو تو مسلمان فوراً ڈر جائے گا۔

امام ابو حنیفہؒ کی نگاہ میں اللہ کے نام کی حرمت | ہمارے امام ابو حنیفہؒ جن کے  
مسک پر نصف دنیا سے زائد  
مسلمانوں کی تعداد چل رہی ہے، فقہاء اور قاضیوں کے امام اور استاد ہیں انہیں حکومت  
نے یہ جبرِ قاضی بنا دیا۔ سرکاری عہدہ نہیں لینا چاہتے تھے، مجبوراً لیا مگر پھر چھوڑ دیا۔ تو قضا کے  
بعد پہلا مقدمہ ان کے سامنے آیا ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا تھا دوسرے نے کہا مجھ پر  
ایک پیسہ بھی نہیں، امام نے مدعی سے گواہ طلب کئے کہا گواہ نہیں مدعی علیہ منکر تھا۔ اب شریعت  
کا قانون ایسی صورت میں منکر کو حلف دینے کا ہے۔ اللہ کو گواہ بنا کر قسم کھالے۔ وہ قسم کے لئے تیار  
ہوا۔ امام نے کہا دیکھیں جلدی نہ کریں۔ خدا کا نام لینا اتنا معمولی نہ سمجھیں، ذرا سوچو کہا میں نے سوچا  
ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ امام نے فرمایا معلوم نہیں خدا کا نام اگر سچائی سے لے تو پھر تو ٹھیک جھوٹ  
ہو تو کہیں سب پر خدا کا عذاب نازل نہ ہو جائے۔ تو فرمایا قسم مت کھاؤ مدعی سے کہا اپنا حق  
مجھ سے لے لو اور اسے چھوڑ دے دوسرے مقدمہ میں بھی ایسا کیا اور عدالت سے باہر نکل  
آئے کہا کہ میرے پاس اتنی دولت نہیں کہ لوگوں میں بانٹتا پھروں تو یہ خدا کے نام کی عظمت  
کا احساس تھا جبرائیل امینؑ کو اللہ کی عظمت کا سب سے زیادہ احساس تھا۔ خدا کا واسطہ  
سن کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر میکائیلؑ کو بھیجا، اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا، اسرائیل  
علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی سلسلہ ہوا، وہ بھی واپس گئے یہ گویا وجوہی حکم نہ تھا اختیاری  
حکم بھی تو ہوتا ہے۔



## حضرت عزرائیلؑ اور قبض ارواح | عزرائیل علیہ السلام آئے کہ تمام انسانوں کے لئے ایک ہیولی تیار کرنا ہے۔ حضرت آدمؑ کا قالب

بنا نا ہے۔ زمین نے منت کی کہ مجھ سے نہ چھپیں۔ اس لئے کہ جب انسان بنے گا اور شریعت پر اگر اس نے عمل کیا خدا کی تابعداری کی جنت میں جائے گا۔ لیکن اگر مخالفت کی تو میرے اجزاء بھی جہنم میں چلے جائیں گے مجھ میں خدا کی ناراضگی مول لینے کی تاب نہیں اس لئے زمین کو پس و پیش رہا۔ حضرت عزرائیلؑ نے ہاتھ بڑھا کر مٹی لے لی اور فرمایا خدا کا حکم خدا کے نام سے پہلے ہے، خدا کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ میں تو خدا کا آرڈر مانوں گا۔ مٹی لے گیا۔ اور چونکہ مٹی کی یہ امانت لینے والا وہ ہے تو واپس سپرد کرنے والا بھی اسی کو مقرر کیا، اب روح تو اوپر چلی جاتی ہے، جہنم کو زمین کے حوالے کرنا ہے۔

تو جس نے پہلے مٹی کے اجزاء لئے تھے اسی کے سپرد کیا کہ تم اب ارواح بھی قبض کرو۔ تو بڑی طاقت تھی کہ دو انگلیوں میں ساری زمین کا جو ہر سچو ٹالے لیکن پیغمبروں کی طاقت تو اور بھی بڑی ہے۔ اللہ نے ان کی شان دکھانی تھی۔ تو جب عزرائیلؑ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے تو اتفاق کی بات ہے مخلوق ہے اور خدا کا منشا ہی ایسا تھا وہ سلام بھول گئے، سامنے بیٹھ گئے۔ استیذان اور اختیار دینے کا طریقہ بھی ترک ہوا، بیٹھتے ہی کہا آئیے آپ کی روح قبض کر دوں جیسے کوئی کہے تجھے ختم کرتا ہوں۔ تو مؤمن کامل کہے گا کہ تو کون ہے ختم کرنے والا، وہ تو ایک اللہ کی ذات ہے۔

## حضرت عزرائیلؑ اور حضرت موسیٰؑ کا واقعہ | تو حضرت موسیٰؑ مراقبہ میں تھے عجیب

کے ہاتھوں سے۔ کسی پریشانی میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز ہو رہا ہو گا۔ عزرائیلؑ کی آواز سے مراقبہ سے چونک اٹھے ذرا سا ہاتھ اٹھا کر عزرائیلؑ کو جھٹک دیا کہ تو کون ہے قبض کرنے والا تو اس کی ایک آنکھ باہر نکل آئی، اور فرشتے انسان کی شکل میں بھی آتے ہیں، عزرائیلؑ

علیہ السلام کو اصل شکل میں دوزخ میں حضور اقدسؐ نے دیکھا عموماً حضرت وحیہ کلبیؓ یا دوسرے صحابہؓ کی شکل میں آتے رہتے۔

تو حضرت عزرائیلؑ یہ نہیں کہ لڑتے جھگڑتے، سمجھے کہ جلال کی حالت ہے اور حضرت موسیٰؑ کی جلالی شان تو عجیب تھی۔ فرعون بڑا مغرور اور بد معاش تھا۔ سارے قرآن میں دیکھیں حضرت موسیٰؑ کے ساتھیوں کو تو سولی پر چڑھا دیا، قتل کیا، بچوں کو قتل کرتا رہا، مگر حضرت موسیٰؑ کو پکڑنے کا آرڈر فوج یا پولیس کو کبھی نہ دے سکا۔ یہ ہمت نہ ہو سکی۔ حضرت موسیٰؑ کے پاس تھی ایک لاش، سوتے تو اسے سر ہانے رکھ دیتے جاگتے تو ہاتھ میں مپی لاش ایک بار جب اڑو ہا ہی کر سارے عملات کو جڑے میں لیا تو فرعون کا پا جامہ خراب ہو گیا تو اس کی یہ ہمت نہ ہو سکی کہ حضرت موسیٰؑ کے قتل کا حکم دے تو ان کی خدائی ہمت اور جلال کا کرشمہ تھا۔ حضرت عزرائیلؑ بھی اللہ کے پاس واپس آگئے اور ساری صورت اللہ کو عرض کیا، اللہ کی شان تھی اس کی آنکھ تو درست کر دی۔ اور حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عزرائیل علیہ السلام تھے کہ جو پچ گئے۔ حضرت موسیٰؑ جلال میں آئے تھے اور اس وقت وہ آسمانوں اور زمین کو بھی مٹا مارتے تب بھی سب پاش پاش ہو جاتے۔ تو اللہ نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا آپ کا خیال تو یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ آنا نہیں چاہتے، مگر ایسا نہیں، تو پھر جاسید صی طریقہ سے سلام اور استبدان کے بعد انہیں اختیار دے دیکھو کہ حضرت موسیٰؑ اپنا ہاتھ کسی بھیڑ بکری دنیہ کی پشت پر رکھ دیں جتنے ہزار بال ہاتھ کے نیچے آگئے ہر بال کے عوض ایک برس زندگی بڑھ جائے گی، موسیٰؑ نے سن کر پوچھا پھر کیا ہوگا، کہا پھر بھی خدا کے پاس جاتا ہوگا فرمایا: الآن۔ ابھی سہی، میں تاخیر نہیں چاہتا۔ تو یہ تو پیغمبر کی طاقت کی شان ہے۔

کسریٰ کی رسول دشمنی اور قاصد کا انجام | مگر کسریٰ کی خردماغی دیکھئے پولیس کو نبی کے بارہ میں آرڈر دیتا ہے پکڑ لو انہیں کچل دجیے آجکل بھی ہمارے ہاں بڑے عجیب خردماغ ہوتے ہیں۔ گورنر کے

بھیجے ہوئے افسر گئے حضورؐ کو زمین پر بیٹھے دیکھا نہ اسلحہ ہے نہ سامان نہ قلعہ مگر ہدیت اتنی طاری ہو گئی کہ ہوئے سکتے میں ہیں، رعب کی وجہ سے بات نہیں کر سکتے۔ حضورؐ نے جن کی جہان نمازی عادت تھی مصافحہ کیا اور فرمایا کہ یہاں رہیں انہیں آرام سے بٹھا دو کھانے پینے کا بندوبست کر دو اور صبح ان کو آکر ملنے کا کہا کہ اس طرح رعب بھی کم ہو جائے گا۔ دوسرے دن صبح آنے کے بعد انہوں نے مدعا بیان کیا کہ ہم تو تنخواہ دار ملازم ہیں، تا بعد از ہیں، آرڈر کی تعمیل کرنا ہے۔ مگر قماری مرضی سے کرانا چاہیں تو قبہا ورنہ تلوار سے سر کاٹنے کا حکم ہے، حضورؐ نے فرمایا کس نے حکم دیا کہا خسرو پرویز نے۔ فرمایا وہ تو فلاں تار یخ کا یا بعض روایات میں ہے کہ رات ہی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اب کس کے آرڈر کی تعمیل کرنی ہے۔ تو اس ذلت سے اللہ نے اسے سزا دی۔

**تو بہن رسولؐ کا عبرت ناک انجام** | جو بھی حدیث رسولؐ کی توہین کرتا ہے، اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ خسرو اپنی سگی ماں پر عاشق تھا چاہا کہ باپ کو بیچ سے ہٹا دوں باپ کا پیٹ چیر کر اسے قتل کر دیا۔ اللہ حبیبِ تبا ہی لاتا ہے، تو سب پر — باپ کو قتل کیا تو ڈر لگ گیا کہ کوئی بدلہ نہ لے لے۔ تو خاندان کے سارے مرد جو ملک کے اہم مناصب پر فائز تھے سب کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا۔ اب خود اس کی باری آئی باپ کو اندازہ تھا کہ بیٹا بد معاشر ہے، تو پہلے سے نہ ہر کی گولیوں کو لپیٹ کر بوتل میں رکھوا دیا اور اپنے خاص صندوق میں بند کر دیا اور بوتل پر لیبیل لگایا کہ باہ کے لئے بڑی قوت کی دوا ہے۔ بیٹے نے دیکھا تو سمجھا کہ شاید ان گولیوں کی وجہ سے باپ عیاشی کرتا تھا سب کو قتل کر کے مطمئن تھا کہ مقابلہ کا تو کوئی رہا نہیں — داد عیش دینے سونا چڑھی ہوئی نہ ہر کی گولیاں کھالیں، کھاتے ہی سمجھ گیا کہ نہ ہر کھا لیا۔ اب اس کے خاندان میں کوئی مرد تو رہا نہیں تھا۔ اس کے بعد اس کی بہن ”بوران“ تخت پر بٹھائی گئی، حضورؐ کو اطلاع ہوئی تو فرمایا جس حکومت کی سربراہ عورت ہو وہ حکومت کبھی کامیاب نہیں ہوگی — حضرت عمرؓ



نے فرمایا کہ اے اللہ اے ٹکٹے ٹکٹے کر دے۔

**فتوحات و غنائم** | تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عراق، عرب، یمن، مشرقی یورپ سب پر حکومت قائم ہوئی، تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مال غنیمت آیا لوگوں نے مشورہ کیا کہ یہ خزانے کس طرح تقسیم ہوں۔ فیصلہ ہوا کہ سب سے زیادہ حصہ حضورؐ کے خاندان کو دیا جائے، یعنی بنو ہاشم پھر امیر المومنین ابو بکرؓ کے جو رشتہ دار ہیں ان کو دوسرے نمبر پر دینا چاہیے یہ شوری والوں کا فیصلہ تھا کہ ساری برکت تو حضورؐ کی ہے کہ آج ہم تاج و تخت کسریٰ کے مالک ہیں۔ پھر حضرت صدیقؓ کی قربانیاں ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ کی امارت تو اس ترتیب سے حصے ہونے چاہئیں۔ یہ تجویز حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کی گئی، فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سب سے زیادہ حصہ حضورؐ کے قرابت داروں یعنی بنو ہاشم کو ملنا چاہیے۔ پھر حضورؐ کے جد امجد ہیں عبد مناف۔ پھر مثلاً قصی کی جو اولاد ہے۔ اس طریقے سے اوپر جاتے ہوئے اجداد کے خاندان کو ترجیح دی جائے، اول دوسرے تیسرے، غرض جو بھی کسی سے حضورؐ کا رشتہ ہے وہ محروم نہ رہ جائے۔ پھر ابو بکرؓ کا پھر عمرؓ کا خاندان ہو تو اپنا نمبر سب سے پیچھے کر دیا۔

بات ملاوٹ کی شروع تھی، وقت بھی ختم ہو رہا ہے۔

**حضرت عمرؓ اور رعایا کی نگہداشت** | تو حضرت عمرؓ گلی کوچوں میں پھر رہے ہیں۔ ایک عورت بیٹی کو کہتی ہے کہ صبح ہونے کو ہے جلدی کرو دودھ میں پانی ملا دو۔ جیسے آجکل کی ملاوٹ ہے۔ بیٹی دیندار تھی، کہا ماں تجھے امیر المومنین کا اعلان معلوم نہیں کہ ملاوٹ سے منع کیا ہے۔ ماں نے کہا بیٹی تجھے اعلان سے کیا اسے کوئی اطلاع تو نہیں ہوگی، ہم گھر بیٹھے ہیں، کس کو علم ہے۔ لڑکی نے کہا ماں تیری بات بھی مانتی ہے۔ لیکن اللہ کا حکم بھی ملحوظ رکھنا ہے اور امیر المومنین تو نہیں ہیں مگر اللہ تو موجود ہے، میں اس میں پانی نہیں ڈالوں گی۔ حضرت عمرؓ راستہ میں کھڑے تھے۔ باتیں سنیں، گھر گئے، جا کر اپنے صاحبزادوں



کو بتایا اور دیکھئے ایک غریب خاندان کی لڑکی ہے۔

**شادی کا معیار** | ظاہر ہے جب دودھ بیچ کر گزارہ کرتے تھے تو غریب ہی ہوں گے۔ یہ بھی معلوم نہیں نہ گم کیسا ہوگا۔ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں کسریٰ اور قیصر کی بعض صاحبزادیاں سلمان ہوئیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی باندیاں بیویاں بنیں۔ جہاں ایسی باندیاں تقسیم ہو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ اپنے بیٹوں کے لئے شہزادیوں کا رشتہ مانگتے تو کون انکار کرتا۔ مگر حضرت امیر المومنینؓ نے کہا کہ اس غریب لڑکی کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس سے شادی کر لو۔ بیٹے نے کہا سبحان اللہ خدا کا خوف ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ حضرت عمرؓ تیار ہو گئے۔ تو ایک تو وہ ملاوٹ تھی اور ایک ملاوٹ وہ ہے کہ قصائی گوشت بیچتا ہے تو بڑی بھی اس میں ہوتی ہے۔ یہ کھلی ملاوٹ ہے، خفیہ اور ضعیف نہیں گندم میں چنے اور جو کے بھی کچھ دانے ہوتے ہیں۔ تو قصائی سے کہیں کہ گوشت تولوں گا۔ مگر بڑی داپس کروں گا وہ کہے گا یا تو سب لو یا سب لوٹا دو۔ بڑی لے کر میں کیا کروں گا۔

**عواد الی المقصود** | الغرض قانون ایسا ہے کہ عیب دالی چیز بھی لوگے۔ یہ چھپی ہوئی بات نہیں کھلی ہوئی بات ہے۔ اسی طرح نماز یا جماعت میں جتنے لوگ شریک ہیں مجھ جیسے گناہ کار بھی ہیں، جن کی نماز اس قابل نہیں کہ قبول ہو اور نیک خدا کے مقرب بندے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ خریدار ہے ہم نیچے والے ہیں۔ ان اللہ اشتدای من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم الجنة (الایۃ) اب محض اس کے فضل و کرم سے کہ اس کے ہاں تو قانون کا لزوم ہے نہیں مگر بڑا مہربان ہے اپنے اختیار سے ہمارے لئے بنائے گئے قانون کی خود بھی پابندی کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کرتا کہ زبرد بکرا چھے لوگوں کی نماز قبول کر دے اور باقی روٹی کی ٹوکری میں ڈال دے اس کی رحمت سے یہ یقید ہے تو ایک کی وجہ سے سب نمازیں قبول کر دے گا کہ ہم نے جماعت

میں اپنی نماز کو اس کے ساتھ وابستہ کر لیا۔ اس بناء پر ہم جیسے رڈی لوگوں کی نماز بھی قبول ہوگی ایک تو دین کا نشان بلند ہوگا۔ لوگ دیکھیں گے کہ یہ اللہ کے غلام ہیں اور دین میں یہ بھی ایک عبادت ہے اس کے علاوہ اگر انفرادی نماز لائق قبولیت نہ تھی اوروں کی برکت سے قبولیت بھی ہوگئی پھر یہ کہ ایک لائٹن ہو تو روشنی دھیمی ہوتی ہے۔ دس بیس جمع کر دو روشنی بڑھتی رہے گی۔ ایک دوسرے کا اثر قبول کرے گی۔ ایک شخص کے ایمان اور نماز کی روشنی ایک داٹ ہے۔ دوسرے کی دس داٹیں دوسرے کی سو داٹیں یہ تمام نورانیت طلب جمع ہو کر اربوں داٹ تک روشنی پہنچ جائے گی۔ اور اس کے علاوہ نماز باجماعت میں صبر و تحمل کا بھی اجر ہے، گھنٹہ پہلے آئے اوروں کے انتظار میں بیٹھے ہیں یہ صبر کا مادہ ہے۔ اور ایک دوسری مصلحت یہ ہے کہ ایک دوسرے کے حالات سے بھی واقفیت ہوگی۔ عبرت اور سبق ہوگا ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی کوتاہیوں کی اصلاح کریں گے غلہ کے لوگ دن میں پانچ مرتبہ ایک دوسرے ملیں گے شہر کے آس پاس کے دیہات کے مسلمان ہفتہ میں ایک بار نماز جمعہ کی شکل یا جمع ہوں گے اور یہ سب برکات اور بھی وسیع پیمانے پر حاصل کریں گے آگے چل کر حج کا موسم آئے گا۔ تو ساری دنیا اوزار سے عالم اسلام کے مسلمان بیت اللہ کے آس پاس مل بیٹھیں گے۔ جمع ہو کر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں گے۔ ایک دوسرے سے ربط و تعلق بڑھے گا۔ حالات کی خبر گیری ہوگی تو ہر عبادت میں یہی اتحاد۔ یگانگت باہمی ربط و تعلق موجود ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا جسے ہمیں نے ابتداء میں تلاوت کیا تھا مگر افسوس کہ وقت نہیں ملا۔

**مسلمانوں کی تباہی کا سبب نا اتفاق**

دوسرے تباہ ہو رہے ہیں۔ بڑا سبب باہمی نا اتفاق ہے جو ملک میں بھی ہے گھر میں بھی باپ بیٹے میاں بیوی کے درمیان بھی ہے بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ یہ چیز جس قوم میں آجائے سمجھئے کہ اب یہ جہنم اور تباہی کے کنارے پہنچ چکی ہے۔ خداوند کریم نے اس آیت میں اسلام کی یہ نعمت ذکر کر دی کہ اے انصار و مہاجرین

یاد کریں جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اسلام کی برکت سے ایک ہو گئے، اللہ نے مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ ایک دوسرے کی عزت کرنے والے ایک دوسرے پر مال و جان قربان کرنے والے بن گئے۔ جاہلیت کی باتیں کہ میرا خاندان میری قوم میرا منصب میرا ملک سب چھوڑ بیٹھے۔ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ تم سب آدم کی اولاد ہو کسی عربی کو عجمی پر کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ خاندانی حقرا نیائی عصیت کو ختم فرمایا اللہ کی نعمت یاد کرو کہ خدا نے تمہیں ملا دیا۔ آگے فرمایا: وکنتم علی شفا حفصۃ من السناد۔ اس وجہ سے تم تباہی اور ہلاکت کے دھانے پر کھڑے تھے فنا نقذکم منہا۔ خدا نے تمہیں ان چیزوں سے نجات دی اور ہلاکت کے گڑھے سے بچایا تو اسلام کہتا ہے کہ مخالفت کی کوئی بات اپنے اندر نہ پیدا کرو۔ حکم ہے کہ ایک مسلمان دوسرے سے مذاق نہ کرے لایسخر قوم من قوم۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عنیت نہ کرے۔ ایک شخص کی بہت سی نیکیاں ہوں گی۔ حکم ملے گا کہ جہنم میں جائے، وہ حیران ہو کر پوچھے گا تو ارشاد ہوگا کہ یہ صحیح ہے کہ تم نے بڑی نمازیں پڑھیں حج کیا مگر مسلمانوں کو لڑایا تم نے، تم زبان سے ایسی باتیں نکالتے ہو جیسے بچھو ڈنگ مارتا ہے اور ایک شخص آئے گا کہ نمازیں کم ہوں گی پیش ہوگا، حکم ملے گا لے جاؤ اسے جنت میں۔ اب وہ بیچارہ حیران ہوگا کہ میں تو بڑا مجرم اور قصور وار ہوں۔ یہ کیا معاملہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے مسلمانوں میں مصالحت کی کوشش کی آج ہر ایک بچھو بنا ہڑا ہے۔ دلوں میں بے چینی اسی وجہ سے ہے، دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلا کر آپس میں متفق کر دے۔ آمین۔

والخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

# اتحاد اور اخوت اسلامی

## اسلام میں تجارت اور صنعت کی اہمیت

یہ تقریر ۳۰ اکتوبر کو اسلام آباد میں ایک صنعتی ادارہ کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے تحریر فرمائی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فاعوذ  
بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔  
قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اُخُوَّةٌ وَقَالَ  
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم وَاللّٰهُ فِی عَوْنِ الْعِبَادِ مُلَامُ الْعَبْدِ فِی  
عَوْنِ اَخِيهِ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم التَّاجِرُ  
الصَّدُوقُ الْاَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالشَّهَدَاءِ وَالطَّالِبِیْنَ  
مَحْرَمٌ بَزْرُگُو! تقریر کرنے کا تو خیال نہ تھا، یہاں آکر اجاب کی خواہش ہوئی کہ چند منٹ کچھ کہا  
جائے، میں نے آپ کے سامنے ایک آیت اور دو جملے حدیث کے بیان کئے۔

تمام رشتوں سے مضبوط رشتہ | خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ دنیا بھر کے جتنے

مسلمان ہیں سب کے سب آپس میں بھائی

ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اُخُوَّةٌ۔ بے شک تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اور

حقیقت یہ ہے مسلمانوں میں یہ جو رشتہ ہے اسلام کا، وہ تمام نسبی رشتوں سے

قوی تر ہے، مہنور! قدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام نسبی اور



ہے کسی کا کام زمینداری اور کاشت کاری، کسی کا تجارت، کسی کا صنعت کاری، کسی کا دفتری ملازمت کسی کا فوجی خدمت، الغرض نوع انسانی کی بقا کے لئے سب انسان مختلف المقاصد ہوں گے، مگر ایک دوسرے سے مربوط اور پیوست ہوں گے، اگر ایک شعبہ میں بھی کمی یا خرابی آگئی تو ”جسد قومی و ملی“ کے لئے نقصان ہوگا، تو حضور کے ارشاد کی روشنی میں دنیا کے ستر کردار مسلمان ایک ہی جسد ہیں ان اشتکی عینہ ان اشتکی کلمہ ان اشتکی رحیلہ، اشتکی کلمہ اگر ایک آنکھ یا ایک پاؤں میں بھی تکلیف آجائے تو سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

سب کچھ باہمی ربط پر موقوف ہے | پاؤں میں کاٹا چھب جائے تو آنکھ سوتی نہیں آنسو بہاتی ہے۔ زبان یا اللہ یا اللہ اور فریاد کے کلمات ادا کرتی ہے، زخمی تو ہو گیا پاؤں مگر بے آرام آنکھیں ہیں، نیند حرام ہو گئی ہے پس ہمارے بدن کا یہ جو کارخانہ ہے اس کا ہر پرزہ الگ الگ کام پر مقرر ہے مگر آپس میں روح کی وجہ سے مربوط اور پیوست ہے تو سب کے سب اعضاء ایک دوسرے کی ہمدردی میں شریک ہوتے ہیں، آنکھ میں تکلیف ہو تو پاؤں ڈاکٹر کی طرف چلنے لگتے ہیں۔ دل و دماغ ازالہ کی تدبیریں کرنے لگتا ہے، غرض تمام اعضاء اس کے ازالہ میں مشغول ہو جاتے ہیں، مگر یہ سب کچھ تب ہوتا ہے کہ سارے اعضاء کا روح اور زندگی کی وجہ سے باہمی ربط قائم رہے، مگر جب آدمی مر جاتا ہے تو ہاتھ پاؤں سر پیٹ سب اعضاء الگ الگ اور منتشر ہو جاتے ہیں، کوئی تعلق اور ربط غم درد کا باقی نہیں رہتا۔ وہی آدمی جب زندہ تھا تو سارا بدن ایک ایک عضو کا خادم تھا، مگر گویا جو عضو بھی کاٹیں دیگر اعضاء کو تکلیف اور ذرا سی پردہ بھی نہ ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ سارے جسم کو ملانے والی چیز جو روح ہے، اندر ہی تو سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ جب تک ملانے والی اور منبہبوط کرنے والی چیز روح موجود تھی تو پورا قالب ایک دوسرے سے مرتبط رہا۔ — یہی حال تمام عالم کے مسلمانوں کے جسد واحد

نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب رشتے منقطع ہو جائیں گے، صرف میرے ساتھ تیس کا رشتہ ہوگا وہ منقطع نہیں ہوگا۔

**اخوت اسلامی کے تقاضے** | تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سب مومن دنیا بھر کے جہاں کہیں بھی ہوں، بھائی بھائی ہیں اور حدیث میں ہے کہ ایک بھائی کو مناسب نہیں کہ دوسرے کو نقصان پہنچائے۔

المسلم اخو المسلم فلا یخونہ ولا ینکذ بہ ولا یخذلہ۔  
مسلمان مسلمان کا بھائی ہے پس وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ جھوٹ بولتا اور نہ اسے رسوا کرنا چاہتا ہے۔

کسی کو جائز نہیں کہ مسلمان بھائی کی اعانت، نصرت اور اس کی خدمت کو چھوڑ دے یا اس کو ذلیل کرے۔

**ستر کردہ مسلمانوں کا جسدِ قومی و ملی** | اور حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک جسدِ انسانی جیسے ہیں یہ ہمارا بدن ہے، اللہ نے اس کے نظامِ حیات اور حوائج پورا کرنے کے لئے کان، ناک، آنکھ، ہاتھ پاؤں دئے اور سب کا ایک حکم نہیں، درجہ و مرتبہ الگ الگ ہے، پاؤں سے ہم کانٹوں پر چلتے ہیں، زمین پر، مگر کیا آنکھوں سے بھی چل سکتے ہیں۔ ان کا کام تو دیکھنا اور دکھانا ہے اور برے بھلے کو معلوم کرنا ہے، یہ گھڑا ہے، یہ موٹر لاری ہے، الغرض تقیع اور نقصان پہنچانے والی تمام اشیاء کی تیز کرانا ہے، کانوں کا کام سُننا، ناک کا کام سونگھنا اور زبان کا کام بولنا اور چکھنا ہے، ہاتھ کا کام پکڑنا اور اٹھانا ہے، مختلف جوارح اور اعضاء ہیں، مگر انسانی زندگی ہر ایک کی محتاج ہے اور ایک ہی طرح کی حاجت تمام اعضاء سے نہیں پوری کی جاسکتی، پاؤں نہ ہوں تو لنگڑا ہے، کان نہ ہوں تو بہرا ہے، آنکھ نہ ہو تو اندھا ہوگا، مجموعہ اعضاء کے ملنے سے ایک قالب بن گیا، اور ہر ایک کا اپنا اپنا کام ہے، اسی طرح یہ تمام نوعِ انسانی بھی ایک بدن

اور جسم واحد کا ہے، وہ چین کا ہو یا امریکہ کا پاکستان کا ہو یا مشرق وسطیٰ کا وہ سب کے غم درد میں شریک ہوگا، کسی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا، قومیت، عصبیت، ملک و وطن اور کسی قسم کے علاقائی اور طبقاتی تقسیم کا روادار نہ ہوگا، بلکہ سچے بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کا ٹنگسا رہے گا، مگر یہ تب ہوگا کہ اس میں زندگی ہو اور روح ہو اور وہ روح صرف اور صرف اسلام اور ایمان ہے، ان کی تعداد جتنی بھی ہو ایک جسم اور ایک جان ہوں گے اور خداوند تعالیٰ وہ زمانہ جلد لائے کہ حضور اقدس کے ارشاد کے بموجب دنیا کے ہر گوشہ اور ہر گھر میں خواہ وہ گاڑے مٹی کا ہو یا بالوں اور لون کا خیمہ ہو، اللہ کے نام سے خالی نہ رہے، اور پوری دنیا ایک گھرانہ اور ایک جسم بن جائے اگر ہمارے اندر ایمان کا رشتہ قائم رہا مضبوط رہا تو چینی، جاپانی، برطانوی اور پاکستانی سب مسلمان ایک ہوں گے، ایک کی راحت سب کی راحت، ایک کی تکلیف سب کی تکلیف، ایک کا فقر سب کا فقر ایک کی غنی سب کی غنی ہوگی اور اگر یہ چیز نہ ہو اور ہم اربوں کھربوں ہو جائیں مگر اس وقت حقیقت میں ہم مردہ ہوں گے۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی اسلام کی وجہ سے  
صحابہ کا باہمی ایشارہ اور مٹوا سات پاک صاف تھی، اور حالت یہ تھی کہ جنگ یرموک کے موقع پر غالباً ابو حذیفہ کہتے ہیں کہ میرا بھائی زخمی ہوا، ترپ رہا تھا، نزع کی حالت طاری تھی جس میں شدت کی پیاس اور تکلیف ہوتی ہے۔ اس نے اشارہ کر کے پانی مانگا، میں دوڑتے دوڑتے پہنچا تو پیاس ہی دوسرا مسلمان زخمی پڑا تھا، اس نے کہا: العطش العطش مجھے پیاس ہے میں نے جب بھائی کے منہ میں پانی ڈالنا چاہا تو اس نے دوسرے ساتھی کی طرف اشارہ کیا کہ پہلے اسے دے دو، اس کے پیاس پہنچا تو میرے زخمی نے پانی کے لئے پکارا، اس نے کہا کہ پہلے اُسے دیدو، اسی طرح آخری مسلمان تک جب پہنچا تو اس کی روح پروانہ کر گئی تھی، واپس آیا تو سب کے

کی جو تفصیلت ہے یہ ساری سلطنت اس کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتی، دینا کیا ہے، اس کی تمنا مست کرو، اور خود سلیمان علیہ السلام کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے ہاتھوں سے ٹوکریاں بنتے تھے اور اس کی کمائی کھاتے، باقی سب کچھ تمام ملک کے لئے تھا، اور آپ تو پیغمبر ہمارے ہندوستان کے عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جن کی سلطنت آسمان سے ہر ات تک پھیلی ہوئی تھی اور ہندوستان اس وقت سونے کی چڑیا تھی، مگر عالمگیر کی حالت یہ تھی کہ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھا کرتے اور اس کے ہدیہ سے اپنے اخراجات پورے فرماتے، یہ کتابت یہ ٹوکریاں اور زرہیں بنانا بھی ایک صنعت ہے اور انبیاء کی سنت ہے، یہی حال تجارت کا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے قبل تجارت فرماتے تھے، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کپڑے کی، سیدنا عباسؓ عطر کی، سیدنا عثمانؓ کھجوروں کی تجارت کیا کرتے، تو اللہ نے جس طبقہ کو تجارت یا صنعت کاری کا موقع دیا، اور اس سے ان کا مقصد قوم و ملک کی بہبود اور اللہ کو خوش کرنا اور مخلوق کی اعانت اور بھلائی کرنا ہو تو حضور علیہ السلام نے لیے لوگوں کے حق میں بڑی بشارتیں دی ہیں۔ فرمایا:

التاجر الصدوق الأمين مع  
النبيين والصديقين والشهداء  
والصالحين۔  
جو تاجر کہ سچا اور امانت دار ہو اسے انبیاء  
مدیقین شہداء اور نیک لوگوں کی معیت  
نصیب ہوگی۔

حضور نے تجارت میں کامیابی کا گرہی تبلا دیا کہ یہ گمراہ دو  
تجارت میں کامیابی کا راز ہیں۔ (۱) صداقت (سچائی) (۲) اور امانت، کہ  
بیچتے وقت غیب کو تبلا دے، سچ بولے، بددیانتی نہ کرے، قول اور عہد کا پاس رکھے  
تو کامیاب ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے دوران ایفاء عہد کی خاطر  
تین دن تک ایک شخص کا انتظار کرتے رہے۔ ایسے تاجر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بڑی  
نعمتوں سے نوازیں گے پس جو شخص بھی نیت کی تصحیح کر کے مسلمان قوم، ملک و وطن کی خیر خواہی



تو ایسی دولت کو خیر اور نعم المال الصالح کہا گیا ہے۔ اگر امراء کو حصول دولت میں جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی تیز ہو جائے اور فقر و حلال ذریعہ سے اپنی ضروریات پورا کرنے کی سعی کریں تو نہ شر رہے گا نہ فساد۔۔۔۔۔ آج ہم ستر کر ڈر ہیں مگر صحیح معنوں میں دس ہزار بھی مشکل مل سکیں گے، یہ اس لئے کہ ہم اسلامی نقطہ نظر کو کسی کام میں ملحوظ نہیں رکھتے، ہماری تجارت صنعت اور ہمارا معاشرہ اور تمدن اسلامی طریقہ پر نہیں، اس لئے طبقاتی جنگ ظاہر ہو رہی ہے اگر ہم اسلام کو اپنالیں تو یہ سارے فتنے خود بخود مٹ سکتے ہیں۔ اسلام ہی تو کہتا ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ اسلام ہی کہتا ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ نوکر اور مزدور کے ساتھ اکھٹے کھاؤ پیو، وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہی پیناؤ جو خود پیتے ہو۔ پس اگر مسلمانوں کا صرف قالب ہو اور روح اسلام نہ ہو تو یہ قوم متعفن لاش ہوگی۔ اور اگر روح ہو تو سارا جسم کام کرے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



7-8

اہلبیت امیر کا معیار | اور اس طرح مسلمانوں کو حکمرانی اور حکومت کی اہلیت کا ایک معیار بتلایا گیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسے میری امت جب کہ تمہارے امیر اور حکم نافذ کرنے والے حکومت کرنے والے تم سب سب میں سے بہتر ہو۔ اور اس امت کی جب یہ شان رہے گی کہ ان کے جو امراء ہیں وہ سب میں دین کے لحاظ سے علم کے لحاظ سے تقویٰ کے لحاظ سے بہتر ہوں تو یہ امت سرخرو اور کامران و کامیاب رہے گی۔

معاشرہ کی اصلاح و فساد میں حکومت کا مقام | اور امیر ایک سرچشمہ ہوتا ہے۔ اگر چشمہ گدازا ہو اور اس چشمے سے

ہم چاروں طرف تالوں میں پانی نکالتے ہیں۔ اور وہ نالیاں اگر سونے کی بھی ہوں صابن ستھری ہوں۔ لیکن جب چشمہ کا پانی گندل ہے۔ اس میں گوبر ہے بول و براز ہے۔ اس میں بدبو ہے تو یہ پانی چشمے سے سونے چاندی کی نالیوں میں بھی لے جائیں، مگر پانی بدبو دار رہے گا غلاطت چاروں طرف پھیلے گی۔ اسی طرح امیر کی حالت ہے اگر وہ ٹھیک نہیں تو پوری رعایا پر اس کا اثر پڑے گا کہ الناس علی دین ملوکھم (لوگ اپنے حکمرانوں کے طور طریقوں کو اپناتے ہیں) تو حضور نے فرمایا کہ سرچشمہ جو ہے امر کا وہ ایسا ہونا چاہیے جس میں خیر ہو۔ اور اس کی شان یہ ہو کہ الذین ان مکنناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نہوا عن المنکر۔ جنہیں سلطنت دی وہ نماز اور زکوٰۃ قائم کریں بھلائیوں کی تلقین کریں برائیوں سے روکے اس لئے مسئلہ یہ ہے کہ امیر وہ شخص ہو جو مسلمان ہو قافل بالغ ہو عالم ہو متقی ہو۔ سیاستدان ہو۔ کسی مخلوق سے نہ ڈرنے والا ہو کہ خدا کے احکام کی تنقید میں کسی سے نہ ڈرے کسی کی رعایت نہ کرے اور جس قانون کو وہ نافذ کرنے والا ہو اسے جاننے والا بھی ہو اور ہم تو صرف نافذ کرنے والے ہی بن سکتے ہیں۔ حکم اور بنانے والے کب بن سکتے ہیں۔ وہ تو خداوند کریم

تو اب یہ ایک طالب العلمانہ سوال ہے کہ مسلمان تو مسلمان مسلمانوں کے ملک میں تو کافر بھی رہ سکتے ہیں۔ ذمی بن کر وہ رہیں تو شریعت کا حکم یہی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ تمہارے ہی حقوق ہر طرح رہیں گے۔

وما اھمکم دماءنا و  
اموالھم کا مالنا  
ان کا خون ان کا مال ان کی آبرو مسلمانوں  
کے خون اور مال اور آبرو کی طرح محترم ہے  
و اعراضھم کا عراضنا۔

ان کی عزت و آبرو کی حفاظت ہمیں کرنا ہوگی۔ حالانکہ لا الہ الا اللہ تو ان لوگوں نے نہیں کہا  
ذمی ہیں، کافر ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہے جو مدار  
نجات آخرت ہے۔ لیکن جو کافر ہمارے ملک میں رہے گا۔ اب اس کے اوپر بھی دیوانی  
فوجداری قوانین تو اسلام ہی کے نافذ ہوں گے۔ اس نے یہ بات مان لی کہ مجھ پر اب ایسے  
فیصلے شریعت اسلام ہی کے چلیں گے۔ توجب ایک کافر نے اس حد تک خدا کے قانون  
کو تسلیم کر لیا تو اگر حقیقتاً لا الہ الا اللہ نہیں کہا مگر حکماً کہہ دیا۔ اس لئے اس کی جان و مال عزت و  
آبرو کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمادی۔ اور اگر کوئی لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے خدا کی حاکمیت  
اور قانون کو تسلیم نہیں کرے گا۔ تو بظاہر حکماً مسلمان ہی کہلائے گا مگر لا الہ الا اللہ کی برکت  
اور خدا کی رعایتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ تو بہر حال بات قانون بنانے کی ہے، تو  
تقنین صرف خدا کا کام ہے کہ ان الحکم الا اللہ۔ اور ہم تو خدا کے غلام ہیں تو اب  
اس کے قانون پر چلیں گے اور اس کو نافذ کریں گے۔

حدیث توضیح و تشریح ہے | اور قانون و توضیح ہے جو حضور پر قدس  
نے احادیث کی شکل میں فرمائی۔

لتبیین للناس ما نزل الیہم۔ اور ان کے فرائض میں سے تھا۔ لقد من  
اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا منهم یتلو علیہم



نالی مٹی کی کیوں نہ ہو۔ اس میں صاف سُتھرا پانی آئے گا بیٹھا پانی ہر جگہ پہنچے گا۔ تو یہی حال امراء اور حکام کا ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ امراء تم سب میں سے بہتر ہونے چاہئیں۔ دیکھئے حضورؐ اقدس کے بعد۔

مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ کیوں منتخب فرمایا  
**معیار خلافت قرابت نہیں قربت** | بعض حضرات کہتے ہیں یعنی شیعہ کہ خلافت اس کو ملنی چاہیے تھی جس کی قرابت خاندانی تھی حضورؐ کے ساتھ۔ بھی قرابت نہیں جس کی قربت جس کا درجہ جس کی منزلت زیادہ ہو جس کے اندر قرب خداوندی زیادہ موجود ہو، اور اوروں میں بھی یہ بات تھی۔ لیکن ان میں نسبتاً زیادہ تھی تو انہی کو امیر منتخب کیا گیا۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ وکان ابو بکرؓ اعلمنا ہم سب میں بہترین علم رکھنے والے تھے۔ اور افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ابو بکر الصدیق بلاشبہ انبیاء کی عبادت کے بعد سارے انسانوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مقام اونچا ہے۔

خلافت کا معیار ایسی باتیں ہیں۔ اور جو لوگ اس معیار کو چھوڑ کر اور معیار ڈھونڈتے ہیں۔  
**جمہوریت اور کسرویت** | یا صرف یہ معیار کہ فلاں امیر کا بیٹا ہے تو بس اہلیت کے لئے کافی ہے وہ لوگ سمجھتے نہیں کہ اسلام پر کس قدر بڑا داغ لگاتے ہیں۔ دیکھئے آج کل تو جمہوریت کا زمانہ ہے۔ قیصریت اور کسرویت تو یہ تھی کہ باپ مرا خلیفہ وقت تھا۔ یا دشاہ وقت تو اب اس کے بیٹے کو چاہیے جتنا ہی بد معاشر کیوں نہ ہو اس کو دلی عہد بنادو بیٹا نہ ہو تو خاندان کی کسی لڑکی کو ڈھونڈ کر پکڑ لاؤ۔ اور اس کے تخت پر بٹھا دو۔ پرویز کسریٰ جب قتل ہوا اور اس کے بیٹے نے باپ کو قتل کیا یہ ایک لمبا قصہ ہے۔ بعض لوگوں نے اور غالباً حضرت تھانویؒ کے مواعظ میں نظر سے گزرنا ہے کہ حضرت آدمؑ کی تیسری نسل سے لیکر اس وقت تک ایک ہی خاندان کی سلطنت قائم تھی۔ تو بڑی طاقت و سلطنت تھی حضورؐ اقدسؐ نے خسروؒ پر ویز کو بھی اپنا گرامی نام بھیجا جس میں گویا ایک حدیث مبارک ہے بسم اللہ من محمد

نہ کر کے باپ کو پہلے سے بیٹے کی حالت معلوم تھی۔ تو اس نے پہلے سے ایک عذر و ق میں دوائی کے کبس میں ایک ڈبیہ رکھ دی اور زہر ملا کر کسی دوائی پر لکھا کہ یہ دوا قوت باہ کے لئے ہے۔ مفید ہے۔ اسے اندازہ تھا کہ بیٹا شوقین مزاج ہے اسے استعمال کرے گا تو اپنے کئے کی سزا پائے گا۔ شہزادہ نے وہی کیا سب خاندان کے قتل کے بعد اس نے وہ دوائی کھالی۔ کہ اب تو عیاشی کر دیں گا۔ وہ تھا زہر کھاتے ہی زہر کے اثر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ خاندان میں تخت کا وارث مروتھا نہیں۔ تو پھر اس کی بہن بوران کو تخت پر بٹھایا گیا حضورؐ کو معلوم ہوا تو فرمایا  
 لَنْ يَفْلَحَ قَوْمٌ وَلَوْ اَمَنُوا هُمْ خِساءٌ هُمْ۔ کہ ایسی قوم کبھی کامیاب نہیں ہوگی جو اپنے امور کی باگ ڈور عورتوں کے ہاتھ دیدے۔ تو قیصریت اور کسر دیت تو یہی تھی کہ خلافت و حکومت خاندان کی جاگیر بنادی جائے مرد نہ ہو تو کسی عورت یا بچے کو پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا جائے۔ اسلام نے اس چیز کو ختم کیا۔

حضرت علی خلیفہ راشد ہیں، رابع خلیفہ  
خلیفہ اول حضرت صدیق کا تدین و تقویٰ ہیں۔ مگر پہلے جو خلیفہ منتخب ہوئے وہ

حقے افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق تینا ابو بکر الصدیق — اور حالت تدین و تقویٰ اور دیانت کی کیا تھی کہ خلافت سے قبل کپڑوں کی تجارت فرماتے۔ خلافت کا بار سنبھالنے کے بعد حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ کپڑوں کی گھڑی لا دے ہوئے بازار بیچنے جا رہے ہیں تو کہا حضرت اب تو آپ پر بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ امت کا سارا کام آپ کے کاندھوں پر ہے۔ فرمایا بیوی بچوں کا بھی فکر کرنا ہے۔ ان کی معاش کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے مسجد میں جا کر حضرت عمرؓ نے اہل حل و عقد صحابہؓ کو جمع کیا، مشورہ ہوا کہ اوسط درجہ کے مہاجر صحابی کا جو یومیہ وظیفہ ہو وہ خلیفۃ المسلمین کو بھی دیا جائے کہ وہ اپنے کاروبار سے بے فکر ہو کر خلافت کا کام کر سکیں۔  
 وظیفہ کیا تھا؟ یہی آٹھ آنے یا بارہ آنے کے برابر بیوی سے پیسہ پیسہ بچا کر کئی دن بعد کہیں حلوہ بنایا پتہ چلا تو اسے بھی اٹھا کر بیت المال میں بھیج دیا اور اپنی تنخواہ یومیہ اس کے برابر

تو گندہ نجس جسم کے ساتھ ہم جنت نہیں جاسکتے قیامت کے پچاس ہزار مشقتوں کے دن سے بھی صفائی نہ ہوتی تو پھر جہنم سے صفائی کرائی جائے گی۔ دھو بی کپڑے کو گرم پانی میں جوش دیتا ہے۔ نہ ہوتا اسے لکڑی سے اور پتھروں سے مارتا ہے۔ قدموں سے پا مال کرتا ہے تاکہ میل کچیل نکل جائے۔ تو اگر دل میں رتی بھرا ایمان ہے تو پھر اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخلہ مل جائے گا۔ بہر حال حضرت ابوبکر صدیق کا یہ حال تھا جو افضل البشر بعد الانبیاء ہیں جس کو خدا نے اولو الفضل کہا ہے۔ جو محمد الرسول اللہ والذین معہ کا زندگی اور موت کے بعد اور حشر کے بعد بھی مصداق ہیں۔

**خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے حالات** | پھر حضرت عمرؓ خلیفہ بنے جس کے ہاتھ سے قیصر و کسریٰ کے خزانے تقسیم ہو رہے تھے۔ اس کا روزینہ بھی ۱۰۱۸ آنے یومیہ تھا۔ صحابہؓ چاہتے تھے کہ کچھ اضافہ ہو براہ راست جرات نہ مٹتی۔ تو ان کی صاحبزادی حفصہؓ جو ام المومنین تھیں کی وساطت سے کہلوایا کہ تنخواہ بڑی کم ہے۔ کچھ اضافہ مان لیجئے۔ حضرت عمرؓ نے سن کر نا راضگی ظاہر کی جس نے مشورہ دیا اس کا نام معلوم کرنا چاہا۔ حضرت حفصہؓ نے کہا میں نام نہ بتلانے کا وعدہ کر چکی ہوں۔ پھر پوچھا اسے بیٹی تمہارے ہاں حضورؐ کا بہترین کپڑا بہترین کھانا بہترین فرش کیا ہوا کرتا تھا۔ فرمایا مجھے اتنا یاد ہے کہ ایک دن حضورؐ نے جو اچھے سے اچھا کھانا تناول کیا تو وہ جو کی گرم روٹی پر کچھ گھی لگا ہوا تھا۔ حضورؐ نے اسے رغبت سے تناول کیا۔ کپڑے گیری رنگ کے موٹے کھدر جیسے پیوند لگے ہوئے تھے۔ سونے کا فرش زمین پر ایک دری تھی۔ میں نے ایک رات اسے دو تہہ کر دیا کہ کچھ نرم ہو جائے۔ اس پر آرام فرمایا مگر سحری کو اٹھ کر فرمایا۔ حفصہؓ تم نے یہ کیا بچھایا۔ آئندہ ایسا نہ کرنا آرام سے سو جانے کی وجہ سے رات کی عبادت مشکل ہو جاتی ہے۔

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا دیکھو حفصہؓ ان لوگوں سے کہہ دینا کہ میرے دو رفیق ہمارے لئے ایک راستہ بنا کر چلے گئے ہیں۔ اور منزل مقصود کو پہنچ گئے ہیں۔ یعنی رضا الہی اور حصول جنت

تو ڈکیر دست نہو۔ آج نہ دلیل سنتے ہیں نہ عقل کی بات۔ بلکہ صرف گنتے کا سوال ہے کہ جدھر سے اشارہ ہوا اور زیادہ ہاتھ اٹھے وہی صحیح۔ تو امت کے معاملات اہل حل و عقد اور دینداروں کے مشورے سے طے ہونے چاہئیں۔ اگر یہ حالت ہے، تو تمہارا زمین کے اوپر رہنا بہت ہی اچھا ہوا اور نہ اگر نہیں تو اسلام ملک و قوم، حضورؐ کے لئے داعی بن جائیں گے۔ آگے فرمایا، اگر تمہارے امیر تم میں سے شریر ہوں، غنڈے ہوں، لکچ بن لکچ ہوں، شرابی، زانی، رقص کرنے والے دین اسلام نماز، روزہ سے جاہل ہوں۔ اور تمہارے دولت مند تجوریاں بھرنے لگیں۔ نہ دین کے نہ قوم اور ملک کے بس اپنے نفس اور خواہشات کے اور — امورکم الی نساءکم — جو بھی معاملہ ہو اس میں بیوی کو خود مختار بنایا۔ خدا اور رسول رشتہ داروں سے تعلق میں بھی بیوی کی مرضی اور نامرضی معلوم کرے اور عورتوں کے حقوق اپنی جگہ ہیں۔ ان کی بھی قدر ہونی چاہیے۔ مگر عورت کا تابع ہونا بُرا ہے۔ تو اس حالت میں زمین کا باطن تمہارے لئے اس کے ظاہر سے بہتر ہے یعنی ایسی زندگی خیر و برکت کی باعث تھیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

✱ ————— ✱



**سیرت و اخلاق مبارکہ کی وسعت** | اور حضور اقدس کی شانِ اعلیٰ اور سیرتِ طیبہ کے لئے تو تمام عمر بھی ناکافی ہے حضرت عائشہؓ

سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کے اخلاق بیان فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا: **وكان خلقه القرآن** حضورؐ کے اخلاق کا تو سارا قرآنِ کریم ہی بیان ہے۔ قرآن کے عجائبات تو قیامت تک ختم نہیں ہوتے، تو حضورؐ کی زندگی کا ایک ہی شعبہ جو اخلاق میں قیامت تک اس کی تشریح اور تفصیل ختم نہیں ہو سکتی۔ ادارہ تعلیم الاسلام کو اللہ تعالیٰ اجر دے کہ اُس نے آپ کو یہاں جمع ہونے اور حضورؐ کی سیرت و سنت، اخلاق و عادات کا کچھ حصہ سننے کا موقع ہتیا کیا۔

**امت کی فکر میں حضورؐ کا سوز و گداز** | حضور اقدسؐ کو اپنی امت کی بے حد فکر تھی۔ امت کے لئے آپؐ نے بڑی مشقتیں

اٹھائیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضورؐ شریف لائے ذرا سا بستر پر لیٹے مگر پھر جلد اٹھے صبح تک نماز میں کھڑے رہے اور صرف ایک ہی آیت بار بار دہراتے رہے اور روتے رہے۔ **ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك غفور الرحيم**۔ اے اللہ اگر میری اس امت کو آپؐ سزا دیدیں تو تیرے ہی بندے ہیں۔ مجرم ہیں اس کے لائق ہیں۔ مگر تیرے ہی در کے بنیران کا آسرا دوسرا نہیں۔ تو جیسے چاہے ان کے بارے میں تجھے حق ہے۔ لیکن اگر تو انہیں بخش دے تو تو مہربان اور بخشنے والی ذات ہے۔ حضورؐ کی اس فکر و مشقت اور

**حضورؐ کی دُعاؤں کا اثر اور مجددِ اولِ عمر بن عبد العزیزؒ** | دعاؤں کا نتیجہ امت کے

حق میں ہر دور میں ظاہر ہوتا رہا۔ مسلمانوں کے اندر اللہ تعالیٰ ہر دور میں مجدد مبعوث فرماتا رہا، اور پہلے مجدد جو گذرے ہیں سیدنا عمر بن عبد العزیزؒ ان کی حالت خلافت سے قبل یہ تھی کہ بڑے بڑے رؤساء اور امراء دھوبی کی منت سماجت کرتے تھے کہ جس ٹمکے میں عمر بن عبد العزیزؒ کے کپڑے دھوئے جائیں ان میں ہمارے کپڑے بھی شامل کر دئے جائیں تاکہ وہ نایاب اور بیش

## فاروق اعظمؓ اور رعایا کی خبر گیری اور خوفِ جوابدہی | حضرت عمرؓ رات کے وقت گھر سے نکل کر مدینہ

کی گلیوں میں گھومتے پھرتے کہ رعایا کی کیا حالت ہے۔ ایک رات دیکھا کہ شہر سے باہر ایک بوڑھی عورت خیمہ سے باہر پریشانی بیٹھی ہے اور کچھ پکا رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس وقت کیا پکاتی ہے۔ کہا کیوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا انسانی حقوق اور ہمدردی کے تقاضا سے آپ کا احوال پوچھتا ہوں تو اس نے بتلایا کہ میرے بچے بھوک سے ہلک رہے ہیں۔ میں اس طرح خالی ہڈیا کے نیچے آگ جلا کر انہیں مہلا رہی ہوں کہ اس طرح انہیں کچھ تسلی ہو اور وہ سو جائیں اس بڑھیا نے کہا کہ مجھے حضرت عمرؓ سے ملنا ہے اور قیامت کے دن اس سے باز پرس بھی کروں گی کہ میرے بچے بھوکے پھرتے رہے اور آپ نے ان کی نگرانی کی۔

حضرت عمرؓ یہ سن کر کانپ گئے خوفِ خدا اور فکرِ محاسبہ سے لرز گئے اور فرمایا کہ اے بڑھیا تو نے عمر کو اپنی حالت سنائی ہے۔ کہا نہیں۔ تو فرمایا عالم الغیب تو فقط اللہ کی ذات ہے۔ اس میں عمرؓ بیچارے کا کیا گناہ ہے۔ پھر قیامت کے دن اس کے گلے میں کیوں پڑو گی تو اس نے جواب میں کہا کہ جب وہ حاکم بنا بیٹھا ہے تو اس کا فرض ہے کہ ہماری حالت معلوم کرتا پھرے اور رعایا کی حالت دریافت کرتا رہے، اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اُسے استعفیٰ دینا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ گھر واپس ہوئے گھر سے کھانے پینے کی چیزیں خود اٹھائیں اور بڑھیا کے پاس روانہ ہوئے۔ حضرت اسلم نامی غلام ساتھ تھے انہوں نے بوجھ اٹھانا چاہا تو فرمایا کہ نہیں قیامت کے دن تجھ سے نہیں بلکہ مجھ سے حساب لیا جائے گا۔ اور مجھے جواب دینا ہوگا۔ تو جب ایسا ہو تو میں خود اپنی یہ خدمت پیش کر سکوں۔ یہ عمرؓ ہیں! جن سے قیصر و کسریٰ کانپتے تھے جن کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا کہ میرے بعد اگر نبی آسکتا تو عمرؓ نبی ہوتے۔ لیکن نبوت مجھ پر ختم ہے اور فرمایا کہ جس راستہ سے عمرؓ گذرتے ہیں شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ ایسی اونچی شخصیت تھے۔ بڑھیا کے پاس سامانِ لادے ہوئے پہنچے۔ سب کچھ پیش کر دیا۔ خود ہانڈی چولہے پر بڑھائی آگ جلاتے

ہے مگر اٹھا نہیں سکتی حضورؐ نے یہ بوجھ اٹھایا اور اس کے مکان تک لے گئے۔ بڑھیا بڑی خوش  
تھی اور جاتے وقت کہا کہ ایک نصیحت کرتی ہوں کہ تم بے حد شریف اور رحمدل جوان ہو اس  
لئے یاد رکھنا کہ کہیں یہاں شہر کے ایک نوجوان کی باتوں میں نہ آ جاؤ۔ جس نے نئے دین کی  
بنیاد رکھی ہے اس کے پاس بھی نہ جانا۔ آپ نے فرمایا وہ تو میں ہی ہوں۔ اس نے سُن کر  
کہا اچھا وہ اتنا بلند اخلاق والا انسان ہے، فوراً ایمان لے آئی۔ یہ تھے سرور کائنات اور ان  
کے اخلاق عظیم۔ تو یہی حالت اس امت کے مجددِ اول حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کی بھی تھی اور ہر  
ہر کام میں یہی احساس غالب تھا کہ حضورؐ جب مدعی ہوں، اللہ تعالیٰ مطالب ہوں بندوں کے  
حقوق کا۔ تو مجھے کون بچا سکے گا۔

### خلافت کے بعد پہلا کام دین کی حفاظت

جو حکم جاری کیا وہ بھی تھا کہ اگر میرے اقتدار کے زمانے میں حضورؐ کی ایک سنت بھی زندہ ہو  
جائے اور اس کے بدلے امیر المؤمنین کا جہم ریزہ ریزہ ہو جائے تو عمر کا میاں ہے کہ اس کے زمانہ  
میں ایک سنت زندہ ہو گئی۔

آج بھی ہر طرف سے اسلام کے نعرے لگتے ہیں کہ اسے جاری کر دیں گے۔ جاری تو  
کرتے نہیں البتہ جھاڑو کر دینا چاہتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری سلطنت اور  
خلافت کی حفاظت کی جائے بلکہ اعلان کیا کہ ان صلوٰتی و نسکی و معیای و مساتی  
اللہ رب العالمین۔ میری جان و مال اور عبادت، زندگی اور موت سب اللہ رب العالمین  
کے لئے ہے۔

### حضورؐ کی دعاؤں کی برکت

حضورؐ خاتم النبیین تھے فکر لگی تھی کہ میری امت پر دولت  
عیاشی فحاشی، حکومتوں اور ازموں کے فتنے آئیں گے،  
حفاظت کی کیا صورت ہوگی تو اللہ نے انتظام فرمایا کہ اس دین کی حفاظت کے لئے ہر صدی



اللہ کی غیرت نہ لے گا اور نہ کیا کہ میرے نبی کے لباس کی مشابہت کرنے والوں کو دولتِ ایمان سے محروم رکھوں۔

**اتباع رسول کا نتیجہ مغفرت و محبوبیت** | تو حضورؐ کی ذرا سی مشابہت اور اتباع کا بھی یہ نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں

کو محبوب بنا لیتا ہے۔ اللہ نے حضورؐ کے ذریعہ اعلان کروایا۔ قل ان کنتم تحبون الله فامتبعونی یحببکم الله۔ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہو تو حضورؐ کی اتباع کرو اس طرح اللہ خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔ محبت کے محبوب بن جاؤ گے۔ اگر تمہیں کسی بچے سے محبت ہو اور وہ گم ہو جائے یا فوت ہو جائے تو جو بچہ عادات اور اطوار اور رنگ ڈھنگ میں اس سے مشابہ ہو اس سے بھی والدین محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور دل میں محبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں اسے گود میں لیتے ہیں کہ یہ میرے بچے جیسا بچہ ہے۔ تو انبیاء جو اللہ کے محبوب ہیں اگر ان جیسی زندگی اختیار کر لو گے تو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور تمہاری ایسی حرکات اور گناہوں کو بھی معاف کر دے گا جو محبت نہ ہونے کی صورت میں قابلِ معافی نہ تھے۔ اور دیکھو بچہ والدین کو محبت ہوتی ہے تو کبھی وہ داڑھی میں ہاتھ ڈالتا ہے اور کبھی کیا کرتا ہے مگر والد کو غصہ کی بجائے پیار آتا ہے، اور اسی طرح جب اللہ کی محبت حضورؐ کے اتباع کی برکت سے حاصل ہو جائے گی تو وہ ہمارے سارے گناہ اور زیادتیوں کو بھی بخش دے گا۔ ویخفی بکم ذنوبکم

**اتباع سیرت و سنت کیوں ضروری ہے** | اللہ کی رضا مندی کے لئے نبیؐ کی سیرت اور سنت کو اسوہ بنانا

کیوں ضروری ہے۔ اس لیے کہ جس طرح انسانی جسم کی بصارت کے لئے آنکھ کی ضرورت ہے مگر آنکھوں سے فائدہ تب ہو گا کہ چاند سورج چراغ بجلی کی بیرونی روشنی بھی ہو اگر اس وقت یہ بجلی فیل ہو جائے تو آنکھیں بے کار ہوں گی، اور ہم ٹکریں مارتے پھریں گے۔ یا کسی



صحابہ کی بے نظیر محبت | صحابہ کو حضورؐ سے محبت ایسی تھی جس کی نظیر تاریخ پیش نہیں کر سکتی ابو بکرؓ نے محبت میں کیا کچھ نہیں دکھایا۔ غارِ حرا کی ایک رات

کی قربانی ساری امت پر بجا رہی ہے اور اطاعت ایسی کہ بدر کے موقع پر حضورؐ سے کہا کہ ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ سے یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں بلکہ اگر آپ ہمیں آگ اور مندروں میں کودنے کا حکم دیں گے تو بے دریغ کود پڑیں گے۔

اس وقت ہماری قوم ایک اہم اور نازک موڑ پر ہے۔ اگر ہم نے اس مرحلہ پر بھی حضورؐ کی سیرت مطہرہ کو اپنا اسوہ بنایا اور ہر شخص نے خواہ رعایا میں سے ہو یا حکام میں سے اپنی ذمہ داریوں کا احساس اور اللہ کے ہاں محاسبہ کا شعور پیدا کیا۔ تو انشاء اللہ ہم سب اس امتحان سے سرفراز ہو کر نکلیں گے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



اللہ نے دی، اس کا پٹرول یعنی تھوک خدا نے دیا۔ رکوع سجدہ سے شکر ادا کروں تو پیشانی اور  
اعضاء آپ نے دئے، آپ تو فقیق نہ دیں تو جھک نہیں سکتا رکوع سجدہ نہیں کر سکتا جیسا  
کہ بڑھاپے اور بیماری میں سجدہ نہیں ہو سکتا، جو سانس نیچے جاتا ہے اس سے زندگی ملتی  
ہے، باہر نکلتا ہے تو اندر کی الٹیشیں نکلتی ہیں۔ تو دوسانسوں کی قدر و قیمت نہیں پوری  
ہو سکی ہیں۔ احساس ہی نہیں اور مدارِ حیات بے شمار نعمتوں سے فائدہ لے رہے ہیں تو  
حضرت موسیٰؑ نے عجز اور قصور وارگی کا اعتراف کیا کہ کونسا طریقہ شکر ادا کرنے کا اختیار  
کہ دوں، عبادت، کلماتِ طیبہ، مالی عطایا اور اتفاقِ مال کا شکریہ ادا کروں تو یہ سب  
بھی آپ کا دیا ہے۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی چیز دی۔ بلا مقصد جیب کی طرف بھی آپ  
کی توفیق سے بڑھا تیری ہر یابی نہ ہوتی تو کیا کر سکتا۔

**انفاق فی سبیل اللہ** ہم لوگ دیتے نہیں یہ دینے کا مسئلہ حضرت علیؑ سے پوچھیں  
جس کی تعریف میں آیت نازل ہوئی کہ ویطعمون  
الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیمًا وازسیراً۔ حضرت علیؑ خزائن بیت المال  
کا بانٹ دینے کے بعد چار دیکر دو رکعت شکرانہ کے ادا فرماتے کہ امانت  
حق داروں کو پہنچ گئی۔ یا اللہ! آپ نے میرے ذریعہ سے تقسیم کر دیا۔ میں اس کا شکر  
گزار ہوں اپنے لئے بیت المال سے ایک جبرہ لیتے اور خلافت سے پہلے حضورؐ کے زمانہ  
میں کھانا کھانے بیٹھے کہ مسکین نے آکر مانگا دوسرے دن تقسیم تے تیسرے دن قیدی نے آپ  
اسی طرح اٹھا کر دیدیتے، خود کو بھوکا اور پیاسا بھی تھی۔ بہر حال نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا  
بھی ضروری ہوتا ہے۔ جتنا مقام اونچا ہوتا ہے اتنی ہی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ اتنا  
امتحان بھی سخت ہوتا ہے۔

**نعمتوں کی بے قدری** آج ہمیں اللہ نے حکومت دی مسلمان برسرِ اقتدار ہوئے  
مگر اب تک جتنے بھی برسرِ اقتدار آئے تو حدود اللہ کی

سب سے زیادہ پھر بدریہ میں صحابہؓ کی، اس طرح درجہ بدرجہ صحابہؓ کے مراتب کے لحاظ سے وظائف مقرر تھے، اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اللہ اتنی فراخی لے آیا کہ ہر بالغ کے لئے باقاعدہ وظیفہ ہوتا پھر ایسا وقت آیا کہ دودھ سے منقطع ہوئے ہر بچے کی بھی تنخواہ لگ جاتی، ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کو گشت پر کسی کو چمے میں پھر رہے تھے۔ ایک بچے کے رونے کی آواز آئی آپ بچے کا رونا کب برداشت کر سکتے تھے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کی والدہ نے مدتِ رضاعت سے پہلے بچے کا دودھ چھڑوا دیا ہے کہ حکومت اس کا وظیفہ مقرر کر دے گی۔ حضرت عمرؓ کو دکھ ہوا اور کہا اُسندہ بچے کی ولادت کے ساتھ ہی اس کا وظیفہ جاری ہو گا۔ اور جہاں دین آئے وہاں دینا خود بخود خادم بن کر آتی ہے، ہم نے دین سے پیٹھ پھیر لی تو ہم سے رزق بھی دور بھاگتا گیا۔ اور ہم سے اللہ کی ہر نعمت چھین رہی ہے۔

دنیا دین کی تابع ہے | حضرت مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے بانی

ہیں ایک دن مسجدِ تھپتہ میں بیٹھے ہیں طلبہ کے ساتھ۔ ایک نواب دعائے مانگنے آیا۔ پھر جاتے وقت خدمت میں ایک تھیلی پیش کی اور کہا کہ یہ آپ کی ضروریات کے لئے ہیں، فرمایا مجھے ضرورت نہیں، کہا کسی مصرف خیر میں خرچ کر دیجئے۔ فرمایا مجھے کیوں دیکھ لیتے ہیں، نیکی کا کام ہے، خود کرو اور لطیفہ یہ بھی کہا کہ دیکھو اگر مجھ میں انفاق کی اہلیت ہوتی تو خدا مجھے دیدیتا جب خدا نے تجھے دیا تو اب وسائل کیوں ڈھونڈتے ہو، جاؤ اپنی مرضی سے خرچ کر دو۔ الغرض قبول نہ فرمایا۔ نواب صاحبِ رخصت ہوئے تو مسجد سے باہر جہاں حضرت مولانا کی جوتیاں تھیں تھیلی کو اس میں بھر دیا۔ اور چلے گئے۔ مولانا دیکھ کر سے فارغ ہو کر جب جوتے پہننے لگے تو جوتوں میں اشرفیاں بھری تھیں، طلبہ کو بلایا اور کہا کہ دنیا ایسی تعبیرت چیز ہے کہ تم پیچھے بھاگو تو یہ دور بھاگتی ہے۔ اور جب تم اس سے دور بھاگو تو وہ قدموں میں جوتوں میں آتی ہے، فاحشہ عورت کی طرح ہے۔

ذکر اللہ تسخیر کائنات کا ذریعہ | صحابہؓ کرام پر اللہ نے دولت خزانے آسمانوں اور زمینوں کے خزانے کھول دیئے تھے ان کے ایک

۱ | ایک موقع پر حضرت عمرؓ سفارش نہیں فرما سکتے تھے حضرت صدیقؓ  
**حدود اللہ میں مساوات** نہ کر سکے مگر نبی مخزوم کو یہ قربت معلوم تھی کہ حضرت اساتذہ حب  
 رسول اللہ ہیں۔ یہ اگر حضورؐ کی خدمت میں عرض کر دیں کہ اس دفعہ فلاں جرم کو معاف کر دیں۔ حضرت اساتذہؓ  
 فوجوان تھے وہ ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ جیسی سمجھ تو نہیں رکھتے تھے حضورؐ کے پاس جا کر سفارش کر دی۔  
 حضورؐ کو بڑا ناگوار گذرا اور فرمایا: اِنِّیْ حَدَّیْ حُدُودَ اللّٰهِ۔ خدا کی حدود میں سفارشیں ہونے لگیں۔  
 حکومت اور اقتدار تو اللہ کا امتحان ہے۔ جیسا کہ یہ پاکستان بھی ہم پر اللہ کا امتحان ہے۔ اور اس لئے حکمران  
 مارتے ہیں کہ ہم اس بجا قرہ مستقیم پر چلتے ہیں۔ یا اسے چھوڑتے ہیں۔ تو حضورؐ نے حفرة اساتذہ سے  
 فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کر لیتی (اللہ تعالیٰ ایسے عمل سے محفوظ رکھے، اور محفوظ تھی، وہ بھی ایسا  
 جرم کر بیٹھتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹتا، اسلام میں یہ نہیں کہ یہ بڑا آدمی ہے نواب ہے، بڑے خاندان کا فرد  
 ہے۔ بادشاہ یا وزیر اعظم کا مقرب ہے تو اس پر کوئی قدغن نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ اَفْتَوْنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ  
 وَتُکْفَرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ یہ کونسا ایمان ہے، کہ بعض مائیں بعض نہ مائیں، ایک شخص روزہ نہیں رکھتا، افطار بڑے  
 اہتمام سے کرتا تھا۔ لوگوں نے اس روزہ خور سے کہا کہ بھی یہ کیا صورت ہے۔ کہا کہ کافر تو نہیں کہ روزہ بھی  
 نہ رکھوں اور افطاری بھی نہ کروں مسلمان ہوں تو کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ ہمارے ان یاروں کو بھی جہاں اسلام  
 میں فائدہ نظر آتا ہے۔ اسلام پیارا ہو جاتا ہے۔ اور جہاں تکلیف ہے، وہاں دور سے سلام کر دیتے ہیں۔  
 مسلمان کی کامیابی تو اس میں ہے کہ معصیت اور نافرمانی بالکل چھوڑ دے، اور مکمل طور پر اسلام کے راستہ  
 پر روانہ ہو جائے: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً: اور مضبوطی سے اسلام کی رسی تھام  
 لے۔ پھر انشاء اللہ کائنات اس کی تابع ہوگی، بادل اس کی مرضی پر برسیں گے، زمین غلہ اگلے گی۔  
 ہر چیز موافق طبع بن جائے گی۔ اس کے علاوہ اور جو بھی راستہ اختیار ہوگا واللہ العظیم۔ کچھ بھی  
 نہیں ہوگا۔ اسلام کے علاوہ اس امت کی فلاح کا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔



کسی فانی چیز پر غرور نہ کریں | میرے محترم بزرگو! ہمیں شیطان ابلیس کی طرح علم پر دولت پر کسی چیز پر غرور

نہ ہونا چاہیئے۔ حکومت پر غرور نہیں ہونا چاہیئے۔ دولت قارون کے پاس تھی، فتنابہ و بدادۃ الارض۔ دولت سمیت خدا نے اسے زمین میں غرق کر دیا۔ حکومت فرعون کو ملی تھی، نمرود کو ملی تھی، شداد کی تھی جس نے دنیا میں جنت بنا رکھی تھی۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوا؟ نہ حکومت کام آئے گی، نہ دولت، نہ علم اور عبادت۔ جس میں غرور اور عجب آجائے، جس عبادت میں تکبر آجائے، جس علم میں غرور ہو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ نہ دنیا کا نائدہ نہ آخرت۔

مدارہ کامیابی آخرت | ارشاد ہے: تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يَرِيدُونَ عِوَا فِي الْأَرْضِ وَلَا فساداً۔ دنیا میں تو

یہ ہے کہ جس کے پاس دولت ہو، قوت ہو، توپ و تفنگ ہو، طاقت ہو تو دنیا میں وہ اچھا رہا۔ لیکن یاد رکھیے، آخرت کا گھر جہاں ہم سب کو جانا ہے، وہ اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے جو او سچائی کو غرور کو نہ چاہے۔ جو شخص کہے کہ میں تو علم میں بڑا ہوں، بڑا بادشاہ ہوں۔ میرے پاس طاقت ہے، دولت ہے جو اس گھمنڈ میں آگیا، تباہ ہوا۔ آخرت کا گھر تو اس کو ملے گا جس نے او سچائی تو کیا بڑائی کا ارادہ بھی نہ کیا ہو، اللہ کی نگاہ میں یہ سامنے گدڑیوں میں بیٹھے ہوئے فقراء اور مفلوک الحال مسلمان اگر انجام ایمان سے ہو، بادشاہوں سے نوابوں سے جرنلوں سے معزز و برتر ہوں گے۔ اگر خدا خواستہ خاتمہ ایمان پر نہ ہوا تو یہ سب شان و شوکت ہیچ ہے۔

تکبر کی مذمت | اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے، فرماتے ہیں: الصبرياء رداۃ۔ بزرگی اور تکبر میری چادر ہے۔

جب دوسرے مسلمان کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ گویا جنت کی ہواؤں سے لدے پھندے درخت اس کے منہ تک اُتے ہیں بہر حال اس علاقہ کے قصبات اور شہروں میں اور مبالغہ نہ ہو گا کہ سارے ملک میں لوگوں نے ناچیز کے لیے اجتماعی و انفرادی دعائیں مانگیں۔ ختم قرآن کیے، نوافل ادا کیے اور مجھ ناچیز گناہگار کی صحت کے لیے دعائیں مانگیں۔ تو یہ میرے ادبران سب کا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کے درجوں کو بلند فرمادے میں سب کے لئے ہر نماز کے بعد خصوصیت سے دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! ان سب کے ساتھ بھلائی فرما جو دارالعلوم اور ناچیز کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ جو خدا کے دین کے علم کی قدر کر رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب تم دین کی قدر کرو گے تو خدا تمہاری قدر کرے گا۔ اللہ بڑا غفور ہے۔ ہم اس کے مکان، اس کے گھر، اس کی مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں ہوں تو وہ ہمارے گھروں کو بھی دنیا و آخرت میں آباد کرے گا۔

میرے بزرگو! سینہ کی کمزوری کی وجہ سے زیادہ کہنے کی ہمت نہیں، دوچار باتیں ضروری عرض کرتا ہوں۔

**اللہ سے مومن کا عہد و میثاق** | اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں مسلمان کی صفت بیان کی ہے کہ مسلمان وہ

ہے جو امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ جو وعدے کو نبھائے، جو وعدے کا پکا ہو، جو امانت میں خیانت نہ کرے۔ آپ کو معلوم ہے اور تفصیل کا وقت نہیں مگر جب ہم سب کی ارواح اللہ نے پیدا فرمائیں تو اللہ نے پوچھا تم کس کی عبادت کرو گے؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تمہارا رب کون ہے؟ حضرت آدمؑ کی پشت سے اولاد آدم کی ارواح کو نکال کر ان سے دریافت کیا: الست بر بکم۔ تمہارا پالنے والا تمہارا خالق، تمہارا رازق ہوں کہ نہیں؟ سب نے اقرار و اعتراف

ملفوظ رکھ کر فیصلہ کر لیتے تو آج ہمیں اتنا بُرا دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ آپ نے مجھ جیسے کمزور اور ناتوان کو ووٹ دے کر اس وعدہ کی تجدید کی اور عمل کر کے دکھایا اور الحمد للہ کہ ایسے مسلمانوں کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔ آئین بنتے وقت گو یہ باتیں حکومت چاہتی نہیں، عوام کو بے خبر رکھا جاتا ہے مگر وہ سب ترامیم اسمبلی کے ریکارڈ میں محفوظ ہوں گی۔ مگر علماء نے اسلام کے لیے ہر ہر دفعہ میں ترامیم پیش کیں۔ سب سے پہلے تو آئین کی بسم اللہ ہی سوشلزم پر رکھی گئی تھی۔ لڑتے جھگڑتے اسے ختم کر آیا گیا۔ اب سارے آئین میں سوشلزم کا لفظ نہیں ملے گا۔ اس لفظ کو اڑا دیا گیا۔ تو عرض یہ ہے کہ ہم نے اللہ پاک سے وعدہ کیا کہ ہم صرف اسلام کو چاہتے ہیں۔ بس یہی وعدہ اور میثاق تھا تو آج بھی ہم اس عید گاہ میں وعدہ کریں کہ ہمارا اعلان ہے، وعدہ ہے کہ ہم نہ سوشلزم چاہتے ہیں نہ سیکولرزم اور نہ دوسرے ناموں کے کسی چیز کو۔ ماسوائے اسلام کے نہیں چاہتے۔ ٹھیک ہے نا؟ (آوازیں، بالکل ٹھیک ہے ہم وعدہ کرتے ہیں)

**قیام پاکستان کے وقت عہد و مواعید** | پاکستان بناتے وقت مسلمانوں نے یہی وعدہ کیا تھا۔ بڑے

بڑے خزانے آٹے، کدو، کدو کی کھجور، اس ملک میں اسلام کا نام و نشان بھی نہ ہو لیکن خدائے تعالیٰ نے ان لوگوں کو مٹا دیا وہ مٹ گئے لیکن پھر بھی بعض اوقات اور پچھلے دنوں خاص طور سے حکومت کے قلعے میں محصور ہو کر پولیس اور فوج کے گھیرے میں بیٹھ کر حکومت کے کچھ کارندے کہتے ہیں کہ ہم یہاں سوشلزم لائیں گے اسلامی سوشلزم لائیں

۱۔ اُس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب حفیظ رحمان اور وفاقی وزیر شیخ رشید وغیرہ کے ایسے بیانات آنے لگے تھے۔ سرخ سویرے اور سرخ سوشلزم کی باتیں اسمبلیوں میں ہونے لگی تھیں اس کی طرف اس دوسری بات میں اشارہ ہے۔ (مرتب)

سُہرے ناموں میں اسے لپیٹا کہ عزتِ نفس اور آزادی رائے مل جائے گی، حقوق ملیں گے۔

**عزتِ نفس آزادی رائے اور اسلام** | تو کیا اسلام نے عزتِ نفس اسلام نے آزادی رائے،

اسلام نے رعایا کے حقوق، اسلام نے حکومت کے، ماں باپ کے، اولاد کے، ماتحتوں کے حقوق بیان کیے یا نہیں یا اس میں کچھ کمی ہے، جو تم سوشلزم سے اسے پورا کرتے ہو جنوراقدس سے غالباً عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اے بیت اللہ! واللہ تیری بڑی شان ہے۔

واللہ ما اعظم عند اللہ تو بڑی پیاری ہے، بڑی پیاری ہے  
واللہ ما اجل عند اللہ خدا کو اور بڑی شان ہے خدا کی نظروں میں  
تیری بڑی شان ہے۔ خانہ کعبہ کی۔ مگر ایک مومن کا نفس اور اس کی جان خدا کے نزدیک تم سے بھی زیادہ محترم ہے۔

آج کہتے ہیں عزتِ نفس، عزتِ نفس! خدا معلوم عزت سمجھتے کس چیز کو ہیں؟  
لاکھوں انسانوں اور مسلمانوں کو نہ تیغ کر کے عزت حاصل کرتے ہیں۔

**احترامِ آدمیت** | اسلام کہتا ہے کہ تم نے اگر کسی ایک مسلمان کو بھی قتل کر دیا تو گویا ساری مسجد میں تم نے ڈھا دیں۔

حرمین الشریفین کو تم نے گرا دیا۔ آسمانوں، زمینوں اور عرش و کرسی کو گرایا تم نے مسمار کر دیا اور کائنات کو ایٹم بم سے گرا دیا۔ اتنا گناہ جو کرے گا اس سے قاتل کا گناہ بڑھ کر ہے۔

میں عرض کروں کہ یہ آزادی رائے، آزادی رائے، آزادی رائے کے سُہرے کس مقصد کے لیے لگائے جاتے ہیں۔ کون سی آزادی رائے کہ جو برا بھلا



ان پر نظر پڑ جائے۔ ایک تو یہ احترام ہے اور ایک حالت بدقسمتی سے یہ ہو گئی کہ اب ان ماٹوں کی فلمیں بنائی جا رہی ہیں۔ آج سے کچھ عرصہ قبل فجر اسلام ایک فلم آئی، میں نے اسمبلی میں کھڑے ہو کر واویلا کیا۔ لیکن ہم جیسے غریب اور نحیف آواز کو کون سنتا ہے۔ پھر اب اطلاع آئی ہے کہ نہ صرف کافروں نے بلکہ اپنوں نے بھی تعاد رکھا۔ لیبیا کے سفیر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ خدا کے لیے تم لوگ اسے رک دو۔ ایسے کافروں کو اپنے ہاں سرائتیں کیوں دیتے ہو؟ کہا، تمہارے جذبات میں حکومت کو پہنچا دوں گا۔ وہ فلم بن رہی ہے نام ہے ”محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“۔

**ناقابل برداشت فلمیں** | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے بارے میں فلم برداشت کرنا مسلمانوں

کے لیے ناممکن ہونا چاہیے۔ یہ جو آج عید کے دن سینماؤں میں جاؤ گے اور یہ کنجریاں، یہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں، بد معاش اور خبیث لوگوں کے مراکز سینما ہاں کیا اب ان میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر فلمیں لگائی جائیں گی؟ نعوذ باللہ! نعوذ باللہ! نعوذ باللہ! میں تو کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت تک زندہ ہی نہ رکھے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تصویریں کو فلموں میں ناچ گھروں میں پیش کیا جائے۔

میں مسلمانوں سے عرض کروں گا کہ پہلے بھی مسلمانوں کی بیداری کی وجہ سے ایسے ارادے خاک میں ملا دیئے گئے تھے اور اب بھی یہ جو فلم کر ڈروں ڈالروں سے اور کافروں کی مشترکہ کوششوں سے بن رہی ہے۔ تو کیا تم لوگ اس کو برداشت کر لو گے؟ واللہ ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ ہم لیبیا کی حکومت سے بھی اپیل کرتے ہیں اور اپنی حکومت سے بھی عرض کرتا ہوں کہ خدا کے

باب،

حقوق العباد

معاشرت و معیشت

پاک و صاف ہوں اس لئے غسل اور وضو کیا جاتا ہے۔ اور وضو سے جس طرح ظاہری جسم صاف ہوتا ہے، اسی طرح معنوی نجاسات گناہ صغیرہ بھی اس سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ مضمضہ کرنے سے منہ کے گناہ اور استنشاق کرنے سے ناک کے گناہ، پھرہ دھونے سے آنکھوں کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور ہاتھ پاؤں دھونے سے ان اعضاء کے گناہ گر جاتے ہیں۔ تو جو شخص اچھی طرح اور ثواب کی نیت سے وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ کہہ دے اور وضو کی مسنون عائیں پڑھ لے تو حدیث میں آتا ہے کہ اس وضو کی برکت سے اللہ تعالیٰ گناہوں سے اسے صاف ستھرا کر دیتا ہے، اسی طرح کپڑوں کا حکم ہے کہ نماز کی حالت میں پاک صاف ہوں و ثیاب لیظ مظهر (اور کپڑوں کو پاک صاف رکھ)۔

امام شافعیؒ کا مسلک تو یہ ہے کہ سوئی کے سرے کے برابر نجاست بھی کپڑے پر نہ ہونی چاہیئے۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قدرے تخفیف ہے کہ درہم کی مقدار سے کم ہو تو معاف ہے، پھر بھی کپڑے کا پاک ہونا لازمی ہے۔

پھر یہ معاملہ دنیاوی شان و شوکت رکھنے والوں سے ملاقات اور صرف نماز کی حالت پر موقوف نہیں، بلکہ جب قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہماری حقیقی حاضری ہوگی اور اللہ کی رحمتوں کا جو مورد ہے یعنی جنت، اس میں بھی پلیدہ جسم کے ساتھ ہماری حاضری نہیں ہو سکے گی۔

**برخ میں بھی جسمانی طہارت کی تحقیق ہوگی** | قبر عالم آخرت کا پہلا دروازہ ہے اور جب قبر میں انسان داخل ہوتا ہے تو دلائل بھی تفتیش اور تحقیق وضو، اور طہارت کے بارے میں ہوگی گویا قبر میں پہلا سوال وضو کے بارے میں ہوگا اور اگر اس کا جسم دنیا میں بول و براز سے آلودہ رہا ہوگا تو اس جسمانی نجاست سے قبر میں معذب ہوگا، اور ظاہر ہے کہ بے نماز شخص کو لول و براز اور گائے بیل کے پیشاب سے بچنے کی کیا پرواہ ہوتی ہے تو اس کا وبال قبر ہی سے بھگتنے لگے گا، احادیث میں آتا ہے کہ

مدینہ طیبہ میں حضور اقدسؐ کا گزرد و تازہ اور نئی قبروں کے قریب سے ہوا یہ صحابہؓ کی قبور

داغا جائے گا، اگر قبر کے عذاب سے نجات کے یہ دھبے نہ دھل سکے تو جہنم کی آگ سے اسے صاف کر دیا جائے گا۔ اگر صاف ہوا تب جنت میں داخلہ کے قابل ہوگا، قرآن مجید میں ایسے مال و دولت سونا اور چاندی کے بار میں جس میں سے اللہ کے حقوق ادا نہ کئے گئے ہوں حرام طریقوں سے کمایا گیا ہو، مخلوق خدا کو اس سے فائدہ نہ پہنچایا گیا ہو۔

عذاب جہنم سے تطہیر  
کہا گیا ہے کہ ایسے سونے اور چاندی کی بڑی سلاخیں آگ میں سرخ کر کے ان کے پھروں اور جسم کے دیگر اطراف کو داغا جائے

گا۔ مقصد اس سے وہی تطہیر ہوگی کہ پلید اور نجس گوشت جل جائے جو ایسی دولت سے بنا ہے، دنیا میں بھی اگر کپڑوں سے نجاست اور میل کچیل ہٹاتے ہیں تو اسے آگ پر کھولتے ہوئے پانی میں ڈالتے ہیں پھر کڑی سے یا پتھروں سے اسے مارتے ہیں تب کہیں زیب تن کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح باطنی نجاست کی تطہیر کا سلسلہ قبر ہی سے شروع ہو جائے گا، داغ دھبے مسٹ گئے تو بہتر فورۂ قیامت کے دن کے شدائد سے اسے صاف کرایا جائے گا، وہ دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہے، اور سورج جو اب کروڑوں میل دور ہے اس وقت ایک میل کی مسافت پر ہو جائے گا، گرمی کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی گھٹنوں کے برابر کوئی ناف کوئی پیشانی تک پسینہ میں غرق ہوگا، اگر ایسے شدائد پر بھی اس کی نجاستوں کی تلافی نہ ہوئی تو پھر جہنم میں اسے غوطے دئے جائیں گے۔ اگر دل میں ایمان کی روشنی ہو تو جہنم میں جلانے کے بعد اسے نکال کر جنت بھیج دیا جائے گا۔

دنیا میں اس کی مثال  
اس کی مثال دنیا میں دیکھو اگر کسی فولادی لوہے پر زنگ لگ گیا ہو تو اسے آگ میں جلا جلا کر اور محفوظ سے مار مار کر صاف کر دیا

جاتا ہے۔ پھر جب ٹھنڈا ہو جائے اور زنگ بالکل دور ہو چکا ہو تو خالص اور کھرے لوہے سے اور بناتے ہیں۔ اگر ٹھیک نہ ہوا ہو اور غل و عش باقی ہو تو پھر اسے بھٹی میں ڈالتے ہیں، اگر پورے طور پر زنگ اسے کھا چکا ہو، آکر پار ہو چکا ہو، اور کام کا لوہا اس میں باقی نہ رہا ہو تو اسے پھر پھٹی کے منہ میں ہی پھوڑ دیتے ہیں، اور انگاروں کے ساتھ جلتا رہتا ہے۔ یہی مثال انسان کی ہے اگر اس



وقت نہیں دیا تھا، آج انہوں نے راستہ میں دیکھ کر دیدیا حضرت صدیقِ نہایت پریشان ہوئے کہ یہ تو مشتبہ کماٹی تھی کہ جادو سحر کے ذریعہ حاصل ہوئی تھی، اب اسے واپس لگنے کی کوشش شروع کی مگر نہار منہ ایک ہی لقمہ کھایا تھا قے کب ہو سکتا، نہایت تکلیف اٹھائی ہر طرح کی کوشش کی، پیٹ بھر کر پانی پیا اور حلق میں انگلیاں ڈال کر بالآخر وہ ایک لقمہ قے ہوا، لوگوں نے کہا کہ حضرت ایک لقمہ کی خاطر اتنی اذیت اٹھانے کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا کہ یہ تو اللہ کا کرم تھا کہ کھائی ہوئی چیز باہر نکلی، ورنہ اگر اس میں میری جان بھی جاتی تو پرواہ نہ تھی، کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو گوشت حرام کھانے سے بن جاتا ہے وہ آگ سے جل جانے کے مستحق ہے۔ لا یدبولحم ثبت من سحت الا کانت النار اولیٰ بھ۔ (الحديث)

**ناپ تول میں دھوکہ** | محترم بھائیو! آج ہم مسلمانوں کو ان باتوں کا ذرا بھی احساس نہیں، نہ حرام سے بچنے کی پرواہ ہے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں یہ خرابی تھی کہ ناپ تول میں دھوکہ دیتے تھے۔ ترازو مارتے تھے، اللہ نے اس جرم کی وجہ سے ایک بادل ان پر بھیج دیا جس سے آگ برسی اور ساری قوم آگ سے تباہ کر دی گئی۔ آج مسلمان بھی اس گناہ میں مبتلا ہیں، ڈنڈی مارنا تو کوئی گناہ معلوم نہیں ہوتا، خداوند تعالیٰ نے ہمیں بار بار تنبیہ کی ہے کہ اس گناہ سے بچتے رہو۔

واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔ اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے مت گھٹاؤ تول کو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے ہلاکت اور بربادی ہے اور انہیں ذرہ ذرہ

کا حساب دینا ہے۔

خرابی ہے گھٹانے والوں کی وہ لوگ جب ماپ کر لیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں اور جب ماپ کر دیں ان کو یا تول کر تو گھٹا کر دیں، کیا خیال نہیں

ویل للمطففین الذین اکتابلوا علی الناس یتوفون واذا کالوهم اوزنوا هم

نے مال فروخت کر دیا، واپس ہو کر حضرت امام کو تفصیل بتلا دی کہ فروخت ہوا اور غالباً تیس ہزار تک اس میں نفع ہوا، امام نے پوچھا کہ کیا تو نے خریدار پر عیب ظاہر کر دیا تھا؟ اس نے کہا میں تو قطعی بھول گیا اور بڑی مذمت ظاہر کی، امام صاحب نہایت خفا ہوئے وہ سارا نفع خیرات کر دیا، اور اس شریک کار سے شرکت کا معاملہ اسی وقت ختم کر دیا۔

حضرت مالک بن دینار بڑے صوفی عابد اور محدث گذرے ہیں، فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی پر نزع کی حالت تھی بوقت وفات میں ان کے پاس گیا، نہایت اضطراب اور پریشانی میں تھا، مالک بن دینار نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میرے سامنے آگ کے دو پہاڑ ہیں اور مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ انہیں عبور کروں۔ پوچھا یہ کس چیز کے پہاڑ ہیں کہا کہ میں نے دکانداری کرتے ہوئے دو باٹ رکھے تھے، ایک پر خریدتا تھا، اور دوسرا جو اس سے کم تھا اس سے فروخت کیا کرتا۔ اب وہ دونوں باٹ تول کے پتھر ان پہاڑوں کی شکل میں میرے سامنے ہیں۔ اب میں ان پر کیسے چڑھوں اور کیسے عبور کروں۔

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی پر سکرات موت طاری تھے اور تلقین کے باوجود کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا، میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ جب کلمہ زبان سے پڑھنے لگتا ہوں، تو میری دکان کی حرازد کی ڈنڈی زبان کو سختی سے دبا کر اسے روک دیتی ہے اور کلمہ پڑھنے نہیں دیتی۔

تو بھائیو! ان گناہوں کا اثر موت کے وقت ظاہر ہونے

## حرام کمائی کے اثرات

لگتا ہے اور ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے، بعض اوقات اہل اللہ

اور عارفین پر ان چیزوں کا انکشاف ہو جاتا ہے، اور اس کی مثال تو حضور اقدس کے زمانے میں بھی موجود ہے ایک صحابی سے اس کی والدہ ناراض تھی، اس کی موت کا وقت آیا حضور اس کے پاس تشریف لے گئے، کلمہ کی تلقین فرمائی مگر اس کی زبان کلمہ پڑھنے سے گنگ ہو جاتی تھی، حضور کو وجہ معلوم تھی، اس کی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ میں آپ کے اس بیٹے کو آگ میں ڈالنا چاہتا ہوں، لکڑیاں

## معاشی اور معاشرتی کا راز

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا اثر یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ ایسے شخص کی زندگی بڑھا دیتا ہے، تقدیر پر مہرِ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ہر نظام ظاہری باطنی اسباب سے وابستہ ہے مگر تقدیر معلق کی وجہ سے (جو بدل سکتی ہے) اس کی زندگی بڑھ جاتی ہے تو تم میں سے کون نہیں چاہتا کہ زندگی میں برکت ہو۔ اولاً عزیز و اقارب کا حق ہے، پھر رپوی اور اہل محلہ کا کہ ان سے بھلائی کرو پھر گاؤں کا اور سارے علاقے کا، اگر سب ان حقوق کی پاسداری کرنے لگیں تو پھر دیکھیں کہ خدا اپنے رزق کے خزانے تم پر کھولتا ہے یا نہیں، اگر تم ہر ایک کو کچھ دے نہ سکو تو کم از کم ہر مسلمان کے خیر خواہ ضرور بنو، خوش خلقی بھی بڑی چیز ہے۔ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص مرا تو فرشتوں نے پوچھا کہ تُو نے کوئی بھلائی بھی کی ہے یا نہیں؟ سوچ کر کہنے لگا کہ ہاں میں خدام، نوکروں اور ماتحتوں کی غلطیوں سے چشم پوشی کرتا رہا، اگر ایک شخص دے سکے کہ باوجود مجھے اپنا قرض نہ دیتا اور مہلت مانگتا تو اُسے مہلت دے دیتا کہ چلو جب ہو جائیگا تو دے دے گا۔ دکان میں لوگوں سے حسن خلق اور نرمی کا برتاؤ کرتا رہا، صرف یہی بھلائی نہیں نے کی ہے، خدا نے اُسے بخش دیا کہ میرے بندے نے لوگوں کے ساتھ عفو اور درگزر کا برتاؤ کیا ہے تو میں بھی اس سے عفو کرتا ہوں، مقولہ ہے کہ "تا جریم حاکم گرم" تو کامیابی اس طریقے سے ہوگی، حاکم اگر مجرموں کے حق میں گرم ہو تو وہ ڈرتے رہیں گے اور تمام خراب لوگ سہمے رہیں گے اور تجارت میں نرمی اور خوش خلقی برتو گے تو کامیابی ہوگی، حضور اقدس نے فرمایا کہ خدا میرے اُس اُستی پر رحم کرے جو خرید و فروخت (بیع و شراہ) کے وقت نرمی اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرے اور منہی خوشی سے معاملہ کرے۔ چاہے گا کہ سختی سے کیوں نہ پیش آئے۔ اسی طرح اس شخص پر جو قرض مانگنے میں بھی نرم ہو۔ رحمہ اللہ امرًا سمع اذا اشتراى واذا باع واذا اقتضى (الحديث) اس کا فائدہ دنیا میں بھی خدا دے دیتا ہے کہ تجارت بڑھ جاتی ہے اور آخرت میں بھی بخشش اور عفو و کرم کی شکل میں۔



اسلام ہی حقوق اللہ رکھتا ہے، جن کی ادائیگی فرض ہے۔ مثلاً پنج وقتہ نماز، روزہ رکھنا، حج کرنا، زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

**حقوق العباد سے لاپرواہی** | اس طرح بندوں کے بھی ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ اور اللہ کے بندوں سے بھی ہمدردی کرنا لازمی

ہے۔ مگر آج ان حقوق سے بالکل بے پروائی برتی جا رہی ہے۔ دنیا ایک جہنم کدہ بنی ہوئی ہے۔ ہر طرف زیادتی، ظلم و تعدی، حق تلفی اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے، قومی جنگ، صوبائی جنگ، انفرادی اور اجتماعی جنگ ہر طرف لڑائی ہی لڑائی ہے۔ امن و سکون کی مقدار بہت کم رہ گئی ہے۔ گویا آج کا انسان اس سے آگاہ ہی نہیں کہ ایک انسان کا دوسرا انسان پر کیا حق ہے؟ اور اگر ہے تو شاید اسے شریعت کا جزو ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ حقوق اللہ کی طرح بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی ایمان کا لازمی جزو ہے۔

**حضورؐ کی نگاہ میں بعض حقوق العباد** | عبد اللہ بن سلام جو یہود کے بہت بڑے محقق عالم تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔

حضورؐ اقدس جب مدینہ شریف لائے تو حضورؐ کا نورانی چہرہ دیکھ کر کہا کہ یہ شخص قطعاً جھوٹا نہیں، سچا ہے، نبی آخر الزمان ہے۔ آپ حضورؐ کی شریف آوری کے وقت اپنی زمین پر کام کے لئے گئے تھے۔ جب معلوم ہوا کہ حضورؐ آپ کے ہیں، تو دوڑ دوڑ کر آئے، حضورؐ کو مجلس میں بیٹھے دیکھا تو حضورؐ فرما رہے تھے: افسو السلام اے میری امت ایک دوسرے کو سلام کہو۔

**سلام کی جامعیت** | السلام عظیم کتنا پیارا جملہ ہے جس میں سلامتی کی دعا ہے سلامۃ نازلۃ من اللہ علیکم

تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کی سلامتی ہو۔ یہ دین و دنیا، آل و اولاد، مال و دولت، جائداد، تجارت، زراعت، عزت و آبرو ہر چیز کی سلامتی کے لئے ہے۔ اور ترغیبی کلمات میں



سبق کتنا عمدہ دیا کہ آتے ہی وہ اعلان کرتا ہے کہ میری طرف سے تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی، دو چار لمحے بیٹھنا بھی تمہاری خیر خواہی میں ہوگا۔ جاتے وقت پھر سلام کہتا ہے گویا جو باتیں مجلس سے مخصوص تھیں اس میں بددیانتی نہ کروں گا۔ امانتِ مجلس کا لحاظ رکھوں گا تو آتے جاتے دونوں وقت وعدہ کیا کہ مجھ سے غیبت، چغلی یا بدخواہی کی توقع نہ کرنا، سامنے بھی اور پیچھے بھی سلامتی ہے تم پر۔

تو سارے دنیا کے مذاہب اور معاشرتی تحریکیں ایک طرف اور اسلام کے امن و سلامتی کی رعایت کے قوانین اور آداب ایک طرف — ہاں سلام کے لئے بھی آداب ہیں بعض اوقات اس سے مخصوص ہیں خطبہ، اذان، نماز، ملاوت، یادگیری اہم عبادت میں مشغول ہو تو غبارِ غم ہونے تک سلام نہ کہو۔ ہر چیز کا ایک موقع ہوتا ہے مگر عام اوقات اور حالات میں بڑے چھوٹے پر سلام پھیلا دو۔

اس معاہدہ کی رعایت لازمی ہے | تو جب ہم نے کسی سے ملتے ہی اس کی سلامتی کا عہد کیا تو پھر اسے ہاتھ

پاؤں، زبان اور دیگر اعضاء سے ضرر اور تکلیف پہنچانا کب جائز ہو سکتا ہے — سلام کی رعایت لازمی ہوگی صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں، بلکہ فرمایا: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ مسلمان تو وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے ضرر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں — تو صرف اسلام اور مسلمان کے نام کی رعایت اور نگہداشت ہی سے تمام خاندانی، ملکی اور انفرادی ٹھیکڑے ختم ہو سکتے ہیں۔

حضور نے فرمایا: المؤمن من امنه الناس علی | امن اور مومن | دماءہم و اموالہم۔ مومن وہ ہے جس سے کسی کو بھی اپنے مال و جان کے بارے میں خطرہ نہ ہو کہ وہ چوری کرے گا یا نقصان پہنچا دے گا۔ مومن

نے انہیں اپنے گھروں پر جگہ روٹی سالی جائداد، تجارت سب کچھ میں شریک کر دیا جتنی وسعت تھی اتنا ہی اوروں کو کھلایا، پلایا حضرت عبدالرحمن بن عوف کو حضرت سعد نے پیشکش کی کہ میری ساری دولت برابر بانٹ لو۔ اور میری دو بیویوں میں سے جس کو چاہو طلاق دے کر تمہارے عقد میں دے دوں گا۔ آج بھی اگر ہمارے امراء اور اہل ثروت کی یہ حالت ہوتی تو بھوک کی وجہ سے شر و فساد کیوں پیدا ہوتا۔

**صلہ رحمی** حضورؐ نے آگے فرمایا: وصلوا لادحام باہمی صلہ رحمی کرو، خیرات صدقات کو دیا تو ایک حصہ اپنوں کو دیا تو ایک کے بدلے دو حصے اجر ملے گا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو صلہ رحمی کا بدلہ صلہ رحمی سے دیتا ہے بلکہ رشتہ دار اگر قطع رحم بھی کرے تب بھی یہ صلہ رحمی کرتا رہے۔ فرمایا: لا یدخل الجنۃ قاطع۔ قطع رحم کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

**نرم گفتاری** آگے فرمایا: وصلوا باللیل والناس نيام۔ رات کو جب کہ لوگ سوئے ہوں تنہد کیا کرو۔ حضورؐ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ جنت میں اپنے اپنے بنگلے ہیں، لعل و جواہر کی طرح شفاف، کہ اندر سے باہر اور باہر سے اندر سب کچھ نظر آتا ہے۔ یسری ظاہرہا من باطنہا و باطنہا من ظاہرہا۔ یہ کس لئے ہیں۔؟ فرمایا لسان الان الکلام۔ جو دوسروں کے ساتھ نرمی سے بات کرے۔ نہ کہ ایک بات اور دوسری لڑائی۔ مسلمان کا دل نرم گفتار سے خوش ہو جائے گا۔ سخت اور درشت لہجے سے دلوں کو ٹھیس ہوتی ہے۔ اگر مجبوری بھی ہے تو نرمی سے معذرت کرے۔ و اطعم الطعام اور اس جنت کا مستحق وہ ہے جو لوگوں کو طعام کھلائے۔

**حدیث کی تشریح** ابتدا میں جو حدیث سنائی گئی، اس میں حضورؐ اقدسؐ نے حقوق العباد اور مسلمانوں کے معاشرتی تعلقات کی اہمیت

**پردہ پوشی** | آگے فرمایا: من استدعی مسلم فی الدنیا۔ الخ اگر کسی نے غریب کے تنگے بدن کو کپڑا پہنایا تو اللہ اسے جنت کی خلعت پہنا دے گا۔ یا کسی مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کی اور نیت اصلاح کی تھی، تو تبار العیوب اس کے عیوب کو چھپا دے گا۔ آج ہم دوسروں کی پردہ دری کے درپے ہیں۔ اس لئے ہمارے عیوب بھی نمایاں ہیں۔ اگر پردہ پوشی کرتے تو ہمارے عیوب پر بھی پردہ رہتا مسلمان کو مسلمان کی آبرو پر دست اندازی نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اس پر پردہ ڈالنا چاہیے آج ہماری مجالس، اجتماعات اور پورا پریس اور سیاسی محفلین ایک دوسرے کی پردہ دری اور بے حرمتی سے بھری ہوئی ہیں۔ اور فاحشہ کی اشاعت بڑھ چڑھ کر کی جاتی ہے۔ مسلمان کی شان تو یہ تھی۔ فرمایا حضورؐ نے: المسلم اخو المسلم لا یخونہ ولا یمکذبہ ولا یخذلہ کل المسلم علی المسلم حرام عرمنہ ومالہ ودمہ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ اس سے خیانت کرتا ہے، نہ جھوٹ بولتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے۔ مسلمان کو مسلمان کی عزت و آبرو و مال اور جان سب حرام ہیں۔

**پردہ دری کے نتائج** | الغرض اوروں کے عیوب پر پردہ ڈالنا چاہیے حضرت ماعزؓ کو کسی نے زنا کے اعتراف کا مشورہ دیا تو حضورؐ نے فرمایا: لو سترتہ علیہ لکان خیرا۔ حد کے قیام سے پردہ ڈالنا اچھا تھا البتہ کسی تعصب، فرقہ بندی، پارٹی بازی اور اقرباء پروری کی وجہ سے عیوب میں تعاون کرنا اچھا نہیں۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور ایسا کرنا عدوان میں تعاون ہوگا اور اگر مقصد پردہ پوشی ہو تو بہت اچھا ہے۔ ایک شخص حیا کی وجہ سے اپنا گناہ چھپانا چاہتا ہے۔ جب بے پردہ ہو گیا اور معاشرہ میں بدنام ہو گیا تو وہ بیباک ہو کر سب کچھ کرنے لگے گا کہ عزت اور آبرو تو چلی گئی اب کیا شرم ہے اس کے

# اسلام اور عورتوں کے حقوق

قومی اسمبلی میں عورتوں کے حقوق پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی تقریر۔

۱۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی کے غیر سرکاری دن پر بیگم نسیم جہاں رکن اسمبلی نے خواتین کی حیثیت متعین کرنے کے لیے ایک کمیشن کے قیام سے متعلق اپنی قرارداد پیش کی محرکہ کی تقریر کا خلاصہ عورتوں کے حقوق کے نام سے آزادی کا مطالبہ کرنا تھا۔ اس طرح اسمبلی میں عورت کے معاشرہ میں مقام اور ترقی پسندی اور آزادی کی حسن و قبح زیر بحث آئی۔ اس دن شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی تقریر سب سے مفصل اور دل چسپ اور اعتدال پر مبنی قرار دی گئی۔ حضرت مدظلہ نے اپنی تقریر میں کہا:

محترم سپیکر صاحب! میں بیگم صاحبہ کی قرارداد پر مختصراً کچھ عرض کروں گا۔ اسلام نے عورتوں کو جو عزت دی ہے، کہیں اور اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ بھی زمانہ تھا کہ جب لڑکی پیدا ہو جاتی تھی تو یہ چیز ثمر مندرگی اور ذلت کی بات سمجھی جاتی تھی۔ اس کا چہرہ شرم کے مارے سیاہ پڑ جاتا تھا۔ اسلام نے آکر ہمیں بتایا کہ جس کی لڑکی پیدا ہو یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور شکرانہ میں ایک دنیہ عقیقہ کرے۔ اس کے بعد بچی، بہن اور بیٹی کا پالنا بھی



نہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تیری مرضی کے بغیر نکاح تیری مرضی پر موقوف ہے۔ اگر ناذکراؤ تب بھی نہ چاہو تب بھی مرضی ہے۔ عورت نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اب والد ہی کا نکاح منظور ہے۔ مجھے اُن پر بدگمانی نہیں۔ محض یہ معلوم کہ ناسزا کیا ہے اپنے نفس پر اختیار نہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ مرضی کو کتنا دخل ہے۔ الغرض نکاح کے بعد روٹی، کپڑا، مکان یہ سب کچھ شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ وہ روٹی کپڑا اپنی حیثیت کے مطابق دیگا۔ یہ نہیں کہ دس ہزار کھائے تو ساری دولت داشتاؤں پر خرچ کرے۔ بیوی بچوں کا پوچھے بھی نہیں۔ اگر استطاعت ہے تو پلاؤ مرغ کھلائے گا۔ نکاح کے بعد اس کا سکونت گھر شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ ملکیتی نہ ہو تو نہ ہو۔ پھر وہ بیوی گھر کا ملکہ ہے۔ شریعت کے مطابق اگر شوہر غنی ہے تو بچے کے دودھ کے لیے دایہ بھی مہیا کرے گا۔ اگر ماں نہ دینا چاہے تو دودھ پلانے والی لاکر اس کی تنخواہ شوہر برداشت کرے گا۔

گھر کا کام کاج بھی بیوی پر لازم نہیں۔ اگر اپنے تبرع اور احسان کے طور پر کرے تو بہتر ورنہ شوہر اگر استطاعت رکھتا ہے تو بیوی کے لیے گھر بلوکام کے لیے ملازم رکھنے کا بھی پابند ہے۔ یہ سب اسلام کے احسانات ہیں اور ہر قسم کے حقوق اسلام نے عورتوں کو دے دیئے۔

ہم نے یورپی تہذیب کی تقلید میں اور جہالت کی وجہ سے اسلام کو ہٹا سمجھ لیا ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ حقوق الگ چیز ہیں اور اس نام پر آزادی اور ترقی پسندی الگ چیز اسلام عورتوں کو بے پردگی کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ خطرات سے مقابلہ ہے۔

آپ دودھ، گوشت بلی کے سامنے رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## کامیاب و بامراد زندگی

یہ تقریر ایک مخلص اور صالح شخص کے جنازہ پر کی گئی

(خطبہ سنونہ کے بعد) محترم بزرگوار! ایک انسان وہ ہے جس کی زندگی اپنے فائدہ کے لئے ہو ہر شخص اپنا گھر بناتا ہے، جائداد بناتا ہے، اپنی ذات کی ترقی اور بقا کے لئے کوشش کرتا ہے۔ ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو اپنے کنبہ اور برادری کا خیال رکھتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، احسان اور ہمدردی غیر دل سے بھی موجب اجر و ثواب ہے مگر رشتہ داروں کے ساتھ دواجر اور ثواب ہیں تو بعض افراد اپنے کنبہ اور خاندان کے مفاد کو ڈھونڈتے ہیں۔

اور ایک شخص ایسا ہوتا ہے جو کل مخلوق اور تمام مسلمانوں کے مخلوق خدا سے ہمدردی کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ یہ بہت اونچا مقام ہے، حدیث میں آتا ہے:

الخلق عیال اللہ فی الارض  
فاحبهم الی اللہ احسنهم  
الی عیالہ۔

ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے پس اللہ کو  
وہ شخص زیادہ پسند ہے جو اس کے عیال  
کے ساتھ اچھا ہو۔

یہ ساری مخلوق اللہ کے ہاتھ کی صنایع اور کاریگری ہے اور اگر کسی سے ہمیں مجازی محبت بھی ہو تو اس کے ایک ایک خط اور ایک دستخط سے بھی محبت کی جاتی ہے کہ دوست کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ مخلوق بھی اللہ کی دستکاری ہے

بلکہ وہ جگہ جہاں وہ نماز پڑھتا تھا، تہجد پڑھتا تھا، اشراق پڑھتا تھا، تلاوت کرتا تھا وہ سب مقامات اس کی جدائی پر روتے ہیں۔ نہ صرف زمین بلکہ آسمان کے وہ دروازے بھی جن سے اس کے اعمال صالحہ اوپر جاتے ہیں وہ بھی گریہ کنایا ہوتے ہیں کہ اس شخص کے اعمال خیراں کیوں نہیں آتے، بندگیوں ہو گئے۔ کفار کے بارہ میں آتا ہے کہ ان کی تباہی پر نہ آسمان روتے ہیں نہ زمین۔ **فما بکت علیہم السماء والارض** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ عباد صالحین کی جدائی پر سب روتے ہیں۔

**فانی اور باقی** | بھائیو کامیاب زندگی یہی ہے کہ مقصد کو پہچان کر زندگی گزار دی جائے اور رب العزت کی قسم زندگی کا مقصد صرف عبادات اور ہمہ وقت اسے اللہ کی تابعداری میں گزارنا ہے۔ زندگی تو ختم اور فانی ہونے والی چیز ہے۔ ہم اور آپ سب جائیں گے۔ کوئی کسی میت کے ساتھ لحد میں دفنایا نہیں جاتا، دفن بھی ہو جائے تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ سب کچھ یہاں رہ جائے گا۔

ما عندکم ینفذ وما عند اللہ باقی۔ یہ صحت جائداد، جوانی، علم، مال و دولت، خویش و اقارب سب کچھ یہاں رہ جائے گا و ما عند اللہ باقی۔ اور اللہ کے خزانے میں جو اعمال و افعال، اقوال جمع کرائے اور ردابط پیدا کئے وہی کام آئیں گے۔ قبر میں دائیں جانب نماز چوکیدار بن کر کھڑی ہو جائے گی۔ سر ہانے قرآن مجید آجائے گا بائیں جانب روزہ ہوگا۔ اور قدموں کی جانب تہجد یا صدقہ آجائے گا۔ اور یہ ایسا ہے کہ کسی کو پولیس گرفتار کرنا چاہے اور کسی وقت اس کو خدمات کے تمنغے اور سٹیفنڈ ملے ہوں تو اسے دیکھ کر پولیس معذرت خواہ ہو جاتی ہے کہ اس کے پاس تو ایسا پروانہ ہے بادشاہ کا اسی طرح قرآن خدا کا پروانہ ہے۔

**قبر کی منزل** | قبر ہر روز صدا دیتی ہے کہ:

انا بیت الغربة میں وحشت اور تنہائی کا گھر ہوں۔

دیا جائے گا۔

### حضور سے نسبت

بھائیو! ہمارے دلوں میں وہ عشق نہیں جو ہونا چاہیے اگر آج بھی ہمیں کہا جائے کہ اس دیوار یا پہاڑ کے پیچھے تمہیں حضور کا دیدار کرایا جاتا ہے تو اس کے بدلے ہزار جان و مال اور سب کچھ قربان کرنے کے لئے حضور کا ادنیٰ اتنی تیار ہو جائے گا۔ تو جب قبر میں حضور انور کا دیدار ہوتا ہوگا تو کتنی تسلی اور سکون مل جاتا ہوگا۔ اب جو بد بخت ہوں گے حضور سے اپنا تعلق قائم نہیں کریں گے۔ اپنا رشتہ کاٹ لیں گے تو وہ کب صحیح جواب دے سکیں گے اور جن کی صورت و سیرت علیہ سب کچھ حضور کی سنت کے خلاف ہوگا تو اسے دیکھ کر کتنے خفا ہوں گے۔ بہت سے بد قسمت ہیں کہ مرتے دم تک اور مرنے سے ذرا پہلے بھی اپنی ڈاڑھی منڈوا دیتے ہیں اور کشیو کرتے ہیں اور پورے اہلیہ سنت کے خلاف لے کر قبر میں پہنچتے ہیں۔ ایسے لوگ حضور کا سامنا کیسے کریں گے۔ نہ صورت سنت کے مطابق نہ لباس نہ عادات و اطوار نہ افعال و اقوال۔

الغرض حضور کی زیارت سے ساری وحشت اور پریشانی دور ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی سے سنا کہ ”یا اللہ“ انہیں اتنا لطف آیا کہ دوبارہ اُسے اللہ کا نام بلند کرنے کا کہا اس نے کہا جان و مال اور ساری متاعِ نذرانہ میں پیش کر دو تب کہوں گا۔ فرمایا سب قبول ہے مگر ایک بار پھر اللہ کا نام لو۔ بہر حال جس نے عالمِ آخرت کی تیاری کی وہ بامراد اور کامیاب ہے۔ ہر وقت اللہ سے طلبِ مغفرت ضروری ہے۔

دُنیا تو مصیبتوں کی جگہ ہے ہم طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کے کچھ اسباب

### مصیبت کا سبب اور علاج

ظاہری ہوتے ہیں، کچھ حقیقی، رحمِ مادر میں ہماری زندگی تکالیف اور آلام سے خالی تھی، تو اس لئے کہ اس سے پہلے اور وہاں گناہوں کا صدور نہیں ہوتا تھا جس بصری کو لوگ



جیسے کہ آج کل کے روشن خیال کہتے ہیں کہ یہ تو عقل کے خلاف ہے اس کی حکمت و فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا۔

تو ابلیس نے غور کیا، ہمارے جدِ امجد حضرت آدمؑ سے ایک بات سرزد ہوئی مگر رونے لگے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنْ كُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ اللہ کو عاجزی پسند ہے تو رجوع بالرحمۃ ہوئی اور سب کچھ معاف کر دیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

”اے بندے تیرے گناہ اگر آسمان تک بھی پہنچ جائیں مگر دل میں ندامت ہوئی۔ اشکِ ندامت بہائے تو وہ سب بخش دیتا ہے“

تو استغفار بڑی چیز ہے شیطان مردود ہوا تو بجائے استغفار کے چلنچ دیا کہ اس انسان کی وجہ سے مجھے مردود کر دیا تو اب ہر طرح سے اسے گمراہ کروں گا۔ ثُمَّ لَا تَنفَعُهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ۔ چو طرفہ اس پر حملہ کروں گا۔ آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اور اسے نافرمانی میں مبتلا کروں گا۔ مختلف طور پر اسباب گمراہی کے ہتیا کروں گا۔

اس آیت میں چاروں طرف کا ذکر تو ہے مگر اوپر گمراہی کے چو طرفہ اسباب سے مبارکی کا نہ کہا کہ لَا تَنفَعُهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ اس لئے کہ اوپر کا راستہ رحمتِ خداوندی کے لئے کھلا ہے جیسا کہ افلاطون نے حضرت موسیٰؑ سے سوال کیا کہ آسمان چو چاروں طرف سے محیط ہے اگر یہ کمان بن جائے اور تیرا انداز اللہ ہو جو ہر طرف سے آفات و شدائد کے تیرے سامنے تو بچنے کی صورت کیا ہوگی؟ حضرت موسیٰؑ نے فوراً کہا کہ تیرے چلانے والے کے دامن میں آ جاؤ۔ چاند ماری کرنے والے کی نعل میں کھڑے ہو جائیں تو زردیں نہیں آؤ گے۔ گویا کہا کہ اس کا دامن پکڑ لو تو بچ جاؤ گے۔

دین کے تابع نہ کر دے۔

خواہش جو بھی ہو اس کے بارے میں حضورؐ کی شریعت سے پوچھنا ہوگا۔ رمضان شریف میں چائے پی سکتا ہوں، روٹی کھا سکتا ہوں، بھوک لگی ہے۔ سب کچھ موجود ہے مگر خواہش پر پابندی ہے۔ شریعت نے اجازت نہیں دی۔ اس طرح احتیاج ہے، ضرورت ہے مگر پرایا مال ہے اس لئے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ خواہش کو شریعت کے تابع نہ بنائے تو ایمان کا دعویٰ غلط ہے۔ ابن المنفق صحابی ہیں کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کا ذکر سنا، سننے کی تین تہی چ پر گیا۔ اس لئے کہ حضورؐ تشریف لے گئے تھے۔ منیٰ میں تلاش کیا مگر حضورؐ کو نہ دیکھ سکا لوگوں نے کہا عرفات میں دیکھ سکو گے۔ وہاں لوگ ارد گرد جمع تھے، دھکم پیل میں پہنچا۔ کسی نے ٹوکا کہ ادب سے کام لو حضورؐ موجود ہیں کہ یہاں تو رفع صوت بھی ضبط اعمال کا سبب ہے۔ حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ اعراب میں سے ہے۔ پھوڑ دواسے کہ آجائے۔

**حضورؐ کی چار نصیحتیں** | اگر حضورؐ سے پوچھا کہ جنت کیسے ملے گی، اور جہنم سے کیسے بچوں گا حضورؐ نے فرمایا دیہاتی عقل مند ہے۔ سوال مختصر ہے مگر بہت گہرا ہے فرمایا: (۱) شرک مت کرو کہ سب کچھ اس عالم میں اللہ کی طرف سے ہے۔ احبدا واثلہ ولا تشرک۔ اس کی ذات، افعال، اعمال، کمالات میں کوئی شریک نہیں۔

(۲) دوسری بات یہ فرمائی: اقم الصلوٰۃ۔ نماز کسی وقت معاف نہیں ہوتی بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ کر پڑھ سکو تو اشارہ سے پڑھ لو۔ اس کی معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بیماری بھی ہو تب بھی اس کے بے شمار نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اب اگر مالک کا در پھوڑ دو تو کہاں جاؤ گے۔ نماز تو اللہ کے در پر حاضری اور سلامی ہے۔ قالب اور قلب دونوں سے عاجزی ہے، اللہ کی طرف رجوع ہے، اس پر مال و دولت خرچ نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی نہ کر سکو تو دعویٰ ایمانی کیسے کرتے ہو؟

(۳) تیسری چیز زکوٰۃ یعنی مال سے حق اللہ کی ادائیگی کی تاکید کی۔

222

۲۸۲



اور یہ چیز بھی آپ دُشمن میں رکھیں کہ جس چیز کی خبر جس قدر  
**مدار حیات نعمتوں کی فراوانی** ضرورت زیادہ ہے اور جتنی وہ مدار حیات ہے اس کو

اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی آسان کر دیا ہے۔ اور جو چیزیں بے مطلب اور بے مقصد ہیں وہ گمراہ اور  
 ہنگامی ہوں گی تو ہوا جو مدار حیات ہے اس پر کسی کا کنٹرول سوائے رب العزت کے نہیں اور  
 ہمیں ہر وقت نیند میں بیداری میں، جتنی ہوا کی ضرورت ہے ہم بلا مشقت و ارادہ کے اسے  
 حاصل کرتے ہیں بغیر کسی دقت کے اُسے آسان کر دیا کہ مدار حیات ہے۔ اس کے بغیر چند منٹ  
 بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ پھر پانی کو اللہ رب العزت نے آسان کر دیا گلگت اور کانان  
 کے پہاڑوں پر بارش کو برسایا اور وہاں چلتے اور دریا سپدا کئے کچھ پانی اللہ رب العزت نے  
 زمین پر بہایا یا نہروں دریاؤں کے ذریعہ چلایا اور چونکہ انسان کی زندگی میں کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے  
 کہ اوپر سطح پر پانی نہ مل سکے خشک ہو چکا ہو، گدلا ہو، گرم ہو، سڑ چکا ہو تو اسی پانی کو اللہ تعالیٰ نے  
 زمین کی رگوں میں اندر جاری کر دیا۔ تو جہاں نہر دریا نہ ہو چشمہ نہ ہو وہ کنوئیں کھود کر تازہ پانی حاصل  
 کر سکیں گے۔ چونکہ پانی دوسرے نمبر پر مدار حیات ہے۔ ایک دن دو دن اس کے بغیر تو آپ گزار  
 سکیں گے مگر بالآخر تڑپ تڑپ کر پیاس سے مر جائیں گے۔ اس لئے اس کے حاصل کرنے میں  
 کچھ مشقت تو کرنی پڑتی ہے۔ مگر بغیر اجرت کے مل جاتا ہے۔ اسی طرح مثلاً زمین کے اوپر چلنا پھرنا  
 ہے۔ اس کو اللہ نے آسان کر دیا، مفت کر دیا۔ پیادہ چلنے والے کے لئے اب تک کوئی ٹیکس  
 نہیں کہ سڑک پر جانے کا ٹیکس دو اور موٹر اتنی اہم نہیں۔ تو جو اسے چاہے گا تو ٹیکس داخل کرتا ہے  
 گا۔ اس لئے کہ موٹر مدار حیات نہیں۔ ہاں پاؤں سے چلنا ضروری ہے۔ تو اب تک الحمد للہ اس پر  
 کسی کا کوئی کنٹرول نہیں کہ اتنے قدم لئے ہیں۔ تو سو روپے ٹیکس دو۔

حرارت بجلی اور روشنی کی ضرورت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس  
**تسخیر کا منت** کے لئے آفتاب کو مسخر کر دیا، ستاروں کو مسخر کر دیا۔ چاند  
 کو مسخر کر دیا کہ وہ بجلی اور روشنی انسان کو تہیا کریں اور میں نے مسخر کا لفظ قرآن مجید سے

مسلمانوں کی دنیا میں قائم ہیں۔ انڈونیشیا، ملائیشیا، سعودی عرب، افغانستان، کولمبو، عراق، کویت، شام، الجزائر، کولمبو، پاکستان، کولمبو، افریقہ میں کتنی ریاستیں ہیں جو آزاد ہیں اللہ تعالیٰ ان حکومتوں کو قائم دائم رکھے اور اتحاد پیدا فرماوے۔ تو انگریز کے دور میں ہم یہ کہا کرتے تھے کہ ہم مجبور غلام ہیں۔ ہمیں انگریز دین پر چلنے نہیں دیتا۔ اور غلام کی زندگی کیا ہوتی ہے؟

مظلومیت کی زندگی تھی مگر آج تو ہم خود مختار ہیں۔ آزادی ہے، مشرقی ایشیا سے لیکر اندلس تک جائیں۔ مغرب میں جائیں یورپ افریقہ میں جائیں کتنی ریاستیں ہیں سلطنتیں ہیں ایسا ڈور تو بدلتوں بعد مسلمانوں پر آیا ہے۔ آج ہم اگر اس سے فائدہ نہیں لے سکتے تو خدا نے تو ہمیں موقعہ دیدیا ہے۔

قدرتی وسائل اور دولت کی فراوانی | آج جتنی دولت مسلمان کے پاس ہے اتنی دولت

دیکھا کہ سعودی عرب نے اپنا سونا امریکہ سے نکالنا چاہا تو وہ چلانے لگا۔ سونا ہمارا ہے۔ مگر یورپ کے بنکوں میں پڑا ہوا ہے وہ اپنی تجارت اس سے کرتے ہیں۔ مگر دولت تو ہماری ہے۔ آج یورپ والے کہتے ہیں کہ عنقریب مسلمان ریاستیں دولت میں تمام دنیا میں پہلے نمبر پر آجائیں گی۔ پٹرول مسلمانوں کے پاس، سونے چاندی فولاد کے ذخائر مسلمانوں کے پاس ایک سعودی عرب میں اللہ نے کتنے خزانے رکھے وہاں سے صرف پٹرول نکالا جا رہا ہے، سونا نہیں۔ اس لئے کہ وہ پٹرول کی آمدنی کو سنبھال نہیں سکتے کبھی ایک کو کبھی دوسرے ملک کو دے رہے ہیں۔ امانت کو دار ہے ہیں تو وہ اگر سونا چاندی نکالنے لگیں تو خرچ کیسے کریں گے؟ مسلمانوں کے پاس کتنا وسیع و عریض رقبہ ہے اور ذخائر اور معدنیات سے مالا مال ہے۔ تو خدائی نعمتوں کی تو ہم پر حد نہیں۔

سائنس اور صنعت کی روح بھی | آپ کہہ سکتے ہیں کہ یورپ کے پاس تو سائنس

مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے | ہے۔ ہمارے پاس سائنس نہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ سائنس کے جتنے آلات اور شینیں ہیں، چاہے ایٹم بم ہو یا مائیکروویو۔ چاہے وہ آسمان کے تاروں تک پہنچ جائیں وہ زمین کے گرد فضاء میں گھوم رہے

الناس فآواکم وایداکم بنصرہ  
 ووزکم من الطیبات لعلکم  
 تشکروا۔  
 ہمیں اپک لیں گے۔ پس اللہ نے تمہیں  
 ٹھکانہ دیا۔ اور اپنی مدد سے تائید کر دی۔ اور  
 پاکیزہ نعمتوں سے نواز آتا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔  
 اور مستضعفین بھی ایسے تھے کہ اس علاقہ اور ملک پر کوئی قبضہ نہیں کرنا پاتا تھا کہ اسے قبضہ میں لیں  
 تو انہیں تو کچھ دینا ہی پڑے گا۔ کچھ وصول تو ہوگا نہیں۔ قیصر و کسریٰ مقوقش اور نجاشی نے ہاتھ نہیں  
 ڈالا سمجھتے تھے کہ یہاں کی آمدنی تو ہے نہیں، جزیرۃ العرب کے ننگے بھوکے باشندے  
 انہیں تو دینا ہی ہوگا۔

قلت تعداد واسباب کے باوجود نصرتِ خداوندی | تو حضورِ اقدس کے  
 تشریف لے جاتے

وقت دنیا میں میرے خیال میں ساری تعداد ۴۰ لاکھ کے لگ بھگ تھی ایک پشاور راولپنڈی  
 کی تعداد بھی اس سے زیادہ ہوگی۔ یہ تو تھا کل اثاثہ مسلمانوں کا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کی شامل  
 حال تھی۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ ان تنصروا اللہ ینصروکم۔ تم دین کی مدد کے لئے  
 اللہ کے دین کے لئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ وہ چو طرفہ کافر ریاستوں میں گھرا ہوا  
 جزیرۃ اور بہت تھوڑے مسلمان۔ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ دنیا میں پھیل گئے۔ ایک یرموک  
 جیسے دریا اور مختصر سی جگہ میں قیصر روم نے تین لاکھ فوج مقابلہ میں کھڑی کر دی، تیس ہزار آدمیوں  
 کو پاؤں میں بیڑیاں پہنا دی گئیں کہ بھاگنے کا تصور بھی ختم ہو۔ طبری نے کہا ہے کہ ایک لاکھ سے  
 زائد آدمی قتل ہوئے آج امریکہ اور روس ایک گننام سے محاذ پر تین لاکھ فوج جمع نہیں کر سکتی۔  
 اس سے آپ قیصر کی قوت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو قیصر یرموک میں تین لاکھ فوج جمع کر سکتا ہے۔  
 پورے ملک میں پھیلی ہوئی طاقت کتنی ہوگی مسلمانوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ تیس تیس  
 ہزار تھی لیکن وہ لوگ اللہ کے لئے لڑنا کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اللہ کے دین کی نصرت کی خاطر  
 جانیں پیش کیں تو خدا ہر جگہ فتح ہی فتح دیتا ہے۔



ہمارا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم یہاں تمہاری مال و دولت پھینٹتے نہیں آئے ہم تم سے صرف یہی چاہتے ہیں کہ جس مالک نے ہمیں اور تمہیں بھی پیدا کیا ہمیں صرف اسی کے سامنے سرسجود ہونا چاہیے۔ پس ہمارا معاملہ لین دین کا نہیں جب وہ لوگ سمجھ گئے کہ مسلمان رکنے والے نہیں تو رستم دھکیوں پر اترا۔

مسلمانوں کے جرنیل حضرت سعد بن  
تم شراب میں مست ہو اور میرے ساتھی  
خدا کے عشق میں سرشار

بہت کچھ کہا مگر تم پر اثر نہیں ہوتا تو یاد رکھو میرے ساتھ ایسے ساتھی ہیں یہ بھوکے پیاسے آپ کو نظر آنے والے یہ خدا کے عشق میں مست ہیں۔ جیسے تم غمی لوگ شراب پی کر مست ہو جاتے ہو شراب کے اوپر مرتے ہو یہ میرے ساتھی شہادت کی موت بھرتے ہیں۔ جذبہ تھا۔ چنانچہ دکھایا اور آپ کو معلوم ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر حضور اقدسؐ کے صحابہ کی تعداد ۱۲۴ ہے، سات کمانیں آٹھ تلواریں ہیں اور مقابلہ میں ایک ہزار مسلح طاقتور فوج ابو جہل کے کمانڈ میں کھڑی ہے۔ حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کیا ہم لڑیں تمہارا جی تو متردد نہیں ایک صحابی حضرت مقدادؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہو آپ کو کہیں گے کہ اذہب انت وربك فقاتلانا ہمتا قاعدون۔

بنی اسرائیل کی سرتابی  
جب بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے کافروں سے  
جہاد کا حکم دیا کہ باپ دادا کے ملک کو اسلامی ملک بنادو

تو کہنے لگے کہ تو اور تیرا خدا لڑتا رہے۔ تو لڑیں ہم تو یہاں بیٹھتے ہیں انا ہمتا قاعدون ہم تو کھڑے بھی نہیں رہ سکتے کھڑے تھے تو بیٹھ گئے تو جانے اور تیرا خدا جانے حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں کہ یا اللہ میں اب کیا کروں قوم کی تو یہ حالت ہے۔ میرا تو اپنے نقص اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر اختیار ہے۔ حکم ہو تو لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ حلیم ہیں مگر بنی اسرائیل



ولا تنزروا ذرۃ ذرۃ اخری — یہ قیامت کے دن کا معاملہ ہوگا باپ کے گناہ سے بیٹے کو سزا نہیں دی جائے گی۔ بھائی کی وجہ سے بھائی کو، اگر کسی شخص کو سارے رشتہ دار دوست احباب کہہ بھی دیں کہ میرے اس بوجھ کو ذرا سا اٹھا دو میری کچھ مدد کرو تو کوئی امداد کے لئے نہیں آمادہ ہو سکے گا۔ وان تدع مثقلة الى حملها لا يحمل منه شیئاً ولو كان ذا قربی — یہ قیامت کا قانون ہے۔

دنیا میں مجرم کی وجہ سے غیر مجرموں پر وبال | اور دنیا کے اندر حکومتوں کا بھی قانون اس کے دوست احباب اور رشتہ دار بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی مجرم کو پولیس نے پکڑ لیا تو وہ تلاش کریں گے کہ اس کے دوست احباب کون ہیں اس نے رات کہاں گزاری تھی۔ فرض کیجئے کہ کسی دوست نے رحم اور شفقت سے کام لیکر اسے رات رہنے کی جگہ دی کہ سردی ہے۔ باہر مر جائے گا۔ جگہ دیدی، لیکن صبح جب وہ مسافر جا کر کوئی بڑا جرم کر بیٹھا تو اب پولیس والے آکر رات کی جگہ دینے والے کو بھی ہتھکڑی ڈال دیتی ہے۔ کہ تم بھی شریک ہو، تمہارا بھی اس کے ساتھ مشورہ ہے۔ اس کے بھائی اس کے باپ کو بھی حراست میں لے لیتے ہیں۔ پورے خاندان کی بے عزتی ہو جاتی ہے۔ آگے ہائی کورٹ میں جا کر مسئلے کی اور مقدمے کی نتیجہ ہوگی تو اصل مجرم کو سزا دی جائے اور لوگ چھوٹ جائیں گے۔ مگر فیصلے تک سب رشتہ دار اور جاننے والے مصیبت میں ہو جاتے ہیں۔ گناہ ایک نے کیا اور اس کی وجہ سے پوری قوم اور خاندان پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کا وبال اس کے بوجھ اور دلوں پر بھی پڑ گیا کہ کوئی نہ کوئی کوتاہی سب سے ہوئی ہوگی۔

قوم موسیٰؑ میں اس کی مثال | بنی اسرائیل کی ایک بڑی قوم تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بارش بند ہوئی حضرت موسیٰؑ ساری قوم کو باہر میدان میں لے گئے کہ استفادہ کی دعا مانگیں کہ یا اللہ فضل فرما، قحط کو دور کر دے، بارش برسا ہمارے گناہوں

میں آتا ہے کہ لا یدخل الجنة تتام او قساط۔ چلی کھانے والا شخص جنت میں نہیں جائے گا۔ بخبری کرنے والا نہیں جائے گا۔ دیوار کے پیچھے کان لگا کر باتیں سنتے والا کہ اسے اوروں تک پہنچا دے یہ لڑانے والا ہے یہ ملک اور قوم کو تباہ کرنے والا ہے۔

مسلمان ملاتا ہے لڑاتا نہیں | مسلمان تو وہ ہے جو ملانے والا ہو لڑانے والا مسلمان نہیں ہوتا۔ مسلمان کی تعریف تو یہ ہے کہ: المسلم

من سلم المسلمون من لسانه ویدہ۔ مسلمان وہ ہے جس میں سلم ہو صلح ہو، آشتی ہو اور جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے جو کہتا ہے پہلے سوچتا ہے کہ اس بات سے کسی کی دلازاری، کسی کی تذلیل تو نہیں ہوگی کوئی مجھے جھوٹا تو نہیں کہے گا کوئی خلاف واقعہ تو نہیں کوئی خلاف عقل چیز تو نہیں، کوئی اس سے مذاق تو نہیں کرے گا۔ تو پہلے تو لو پھر لو مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ پاؤں اور زبان کی ضرر سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

خير الناس من ينفع الناس۔ بہترین انسان وہ ہے جو مخلوق کو نفع پہنچائے ہمیں تو یہ سبق دیا گیا کہ راستے میں جو ضرر پہنچانے والی چیز ہے تو اسے بھی ہٹا دو اور یہ ایمان میں داخل بات ہے۔ وادناها ماطلة الاذی عن الطریق۔ قدم رکھتے ہوئے بھی خیال رہے کہ تمہارے قدموں کے نیچے چیونٹی نہ آئے اس کا بھی سوچے۔

الغرض تو وہ بنی اسرائیل شخص مسلمانوں کو لڑانے والا تھا جسے ہم سیاست سمجھتے ہیں۔ اس کو بہادری سمجھتے ہیں۔ ہر فرق کو اپنا دوست کہے اور ہو کسی کا بھی دوست نہیں صرف اپنے پیٹ کا دوست ہے۔ بظاہر سب سے نبھاؤ ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اس کے مزاج کی باتیں ہیں اپنی بڑائی مخاطب کی بڑائی اور دوسروں کی حقارت یہ چیلچوروں کا کام ہے۔ تو وہ شخص چالیس سال سے چیلچوری کر رہا تھا۔ خدا نے ہمت دی پھر عذاب نازل کیا۔ ساری قوم پر بارش بند ہو گئی تو خداوند کریم نے فرمایا کہ اے موسیٰ اس کو یہاں سے نکال دو معلوم ہوا برائی کرنے والے کو

اور پھر ایک کی توبہ کی وجہ سے عذاب رفع بھی ہوا۔ اور پھر حضرت موسیٰ نے اس شخص کا نام پتہ دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس جرم اور گناہ یعنی چغل خوری سے میں روکتا ہوں تو خود اس کی چغل کیسے کروں اور کیسے اپنے بندہ کی پردہ دری کروں تو نام نہیں بتلایا۔

صرف اپنا نہیں اوروں کا کہ دار بھی درست کرنا ضروری ہے | ابو بکر رضی اللہ عنہ

اللہ عز و جل نے ایک دفعہ فرمایا: اے لوگو اس آیت کی وجہ سے کسی غلط فہمی میں نہ پڑنا۔  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَضُرَّكُمْ مِمَّنْ لَئِذَا  
 هَمَّتْ دِيَارُهُمْ أَنْ يَبْنُوهَا أَوْ أُسُودُوا عَلَيْهَا نَادَوْا مُجْرِمِينَ يَنْظُرُونَ  
 إِلَيْهَا مِنْ مَّوْجٍ مَدِيدٍ ۚ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ الْآيَاتُ أَنْ لَوْ كَانَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهٌ  
 لَمَا نَادَوْنَاهُ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّ إِلَهُكُمُ اللَّهُ يَذَرُ الْفَاسِقِينَ

آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے۔ اور آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی قبر میں دفن ہوگا۔ ہمیں اس سے کیا کہ نماز پڑھے نہ پڑھے، گھر کے لوگ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ ہمارا بھائی جو اکیسلا ہے تو کھیتا رہے۔ وہ اپنی قبر میں اپنی قبر میں جاؤں گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث سنی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ دیکھو جو ظالم ہوگا تمہارے اندر اس کے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ لو روک لو اس کو ظلم سے اور نہایت سختی سے اس کو ظلم سے روک دو ورنہ اگر تم نے اس کی پرواہ نہ کی قاتل کو قتل سے ظالم کو ظلم سے نہ روکا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایسے عذاب آئیں گے کہ تم ہاتھ اٹھا اٹھا کر روو گے کہ یا اللہ یہ عذاب ہم سے اٹھا دے لیکن تمہاری دعائیں بالکل قبول نہ ہوگی۔ اس لئے کہ تم نے ظالم کو ظلم سے نہیں روکا۔ گویا حضرت ابو بکرؓ نے بتلادیا کہ لا یضرکم تب ہے کہ اذا ہتدیتم۔ جب تک تم سیدھی راہ پر چلتے رہو گے اور اہتداء مسلمانوں کا یہ نہیں کہ صرف اپنا کردار ٹھیک کر دے بلکہ دوسروں کے کردار کو بھی درست کر لے تب سلیخ کرنا دغ و غیبت کرنا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا یہ اہتداء میں شامل ہے۔

راستہ پر جاتے ہوئے تھک گئے۔ ایک درخت کے سائے میں استراحت فرمایا۔ تو ایک چوہنی نے آکر انہیں بری طرح کاٹ دیا۔ نیند سے اٹھ بیٹھے، ساتھی بھی ساتھ تھے فرمایا مسافر یہاں ٹھہرتے ہیں۔ یہ چوہنی تو بڑی مضرب ہے۔ مسافروں کو تکلیف دے گی۔ فرمایا اس کے سارے سوراخ کھود کر ختم کر دو۔ جلا دو اسے سارے سوراخ کو جلا دیا گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔ **هَلَّا نَمُوتُ وَاحِدَةً**۔ تجھے تو ایک چوہنی نے کاٹا تھا تو نے تو ساری چوہنیوں کو یہاں سے بے گھر کر دیا۔ مار ڈالا۔ ایک تو یہ جواب تھا کہ بچھو سے بچھو ہی پیدا ہو گا۔ ایک بچھو نے آپ کو کاٹا آپ سارے کے سارے بچھو قتل کرتے رہتے ہیں کہ سب کی طبیعت میں نیش زنی ہے۔ ایک سانپ نے کاٹا مگر جو بھی سانپ ملے سب کو قتل کرتے ہیں کہ سب کی طبیعت ایک جیسی ہے۔ ایک کو موقع کاٹنے کا ملا اوروں کو ملا نہیں ورنہ مزاج سب کا یکساں ہے۔ پھر اس کے علاوہ یہ دنیوی قانون ہے کہ گنہگار کی وجہ سے غیر مجرم بھی عذاب میں آ جلتے ہیں۔

**مسلمانوں کے باہمی اختلافات بھی عذاب کا نمونہ ہیں** | بھائی آج ہمارے مصائب اور تکالیف کے ذمہ دار

ہم خود ہیں مسلمانوں کا آپس میں تشدد و افتراق۔ ایک دوسرے کی ٹانگیں کاٹنا یہ بھی ایک عذاب ہے اور ساری قوم اس کی لپیٹ میں ہے۔ اور حضور نے دعا فرمائی کہ یا اللہ میری امت ساری کی ساری کافروں کی غلام نہ بن جائے اللہ نے قبول کر دینی پھر دعا کی کہ یا اللہ میری ساری امت کو ساری امت قحط سے مسخ سے قذف سے ہلاک نہ ہو۔ یہ بھی قسبوں ہو گئی۔ پھر دعا کی یا اللہ میری امت آپس میں د لڑے۔ فرمایا یہ دعا نہ کرو جب یہ بد عمل ہو جائیں تو ایک دوسرے کی گردن کاٹیں گے کچھ نہ کچھ مزا تو انہیں دنیا میں ملتی ہی ہے۔ تو آج امت کا باہمی مخالفت اور ایک دوسرے کے گلے کاٹنا ایک دوسرے کی توہین و ذلیل بارسش نہ برسنا گرانی، یہ سب عذاب ہیں۔ اور ہر شخص کو بیان میں منہ ڈال کر سوچ سکتا ہے۔ گھر میں جا کر جائزہ لے سکتا ہے۔



اُنڈہ قصد ہو کہ گناہ کے نزدیک بھی نہیں جاؤں گا۔ تو وہ معاف کر دے گا۔ مگر ہم تو اس کی طرف بھٹکتے بھی نہیں اور سمجھتے ہیں کہ چلو بخش دے گا۔ وہ غفور الرحیم ہیں، چلو بخش دے گا۔ مگر وہ تو اس کی مرضی پر ہے، یہ کیا ضروری ہے کہ بخش دے ایک پیالہ زہر کا تھا رے سامنے کوئی رکھ دے کہ بھٹی پی لو اللہ کا نام لے کر وہ ہر بان اور غفور الرحیم ہے۔ بچا دے گا۔ تمہیں تندرست رکھے گا۔ بھائیو! پھر یہ زہر کا پیالہ پی لو گے۔ ہزاروں دفعہ کہہ دو کہ خدا غفور الرحیم ہیں، پی لو، مگر کبھی نہیں پئے گا۔ لیکن جب گناہ کا مسئلہ آئے تو چلو خدا ہر بان ہے، سب کچھ کر لو۔ تو بھائیو! ٹھیک ہے خدا کی رحمت سے ناامیدی نہیں مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ تو اس کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ تب اس کی رحمت متوجہ ہوگی۔ یا اللہ اس پوری امت کو مہلایوں سے مالا مال کر دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

✦ ————— ✦

علاج تجویز فرمایا ہے۔ اور وہ ہر کسی کی حالت کی بہتری اور بھلائی اس کے اعمال اور اخلاق پر موقوف ٹھہرتی ہے۔ مال و دولت کی ترقی اور دیگر اسباب ظاہریہ کے حصول سے ان امراض کا ازالہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس بات سے ہوگا کہ اپنی زندگی اللہ کی مرضی اور قانون کے مطابق کر دی جائے جب تک ہم اللہ کے قانون کو مضبوطی سے نہیں تھامیں گے اور اپنے اعمال اخلاق کردار اور ذہن و فکر اور خیالات و نظریات کو اللہ کی مرضی پر نہ ڈھالیں گے تو امراض بڑھیں گے اور بڑھتے رہیں گے۔

**حضور کی قبل از نبوت زندگی بھی اُسوہ ہے** | شریعت اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

مطابق زندگی گزارنے میں دنیا کی بھی بہتری ہے اور آخرت کی بھی بھلائی ہے۔ حضور کی زندگی تو ایسی تھی کہ نبوت سے قبل کی زندگی کو بھی آپ کی کامیابی اور سرخروئی کا پیش خیمہ سمجھا گیا تھا جب ابتداء وحی کا نزول ہوا اور آپ گھر تشریف لائے تو وحی کے ثقل اور ساری دنیا کو ہدایت کی ذمہ داری کے بوجھ سے دبے جا رہے تھے۔ آپ کی شان تو یہ ہے کہ: **وَمَا أَدْرَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ** ہم نے آپ کو ساری مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

تو یہ ایک عظیم ذمہ داری تھی جو آپ کے سپرد ہوئی تھی۔ ہم اپنے محلہ اور اپنے گھر کی کسی خلاف شرع بات اور رسم و رواج کو نہیں بدل سکتے اپنی اولاد اور آقارب کی اصلاح مشکل ہوتی ہے اور حضور جب مبعوث ہوئے تو ساری دنیا میں شرک کفر اور جہالت کا دور دورہ تھا تو فکر ہوا کہ ایسی بڑی ذمہ داری سر پر اُڑی ہے اور خلعت بھی ایسی نبوت کی عطا فرمائی گئی جو ختم نبوت ہے اور قیامت تک سارے عالم کی اصلاح و رہنمائی کا فریضہ سر پر ڈالتی ہے تو تشویش تھی کہ اتنا سخت کام مجھ سے پورا ہو سکے گا یا نہیں اور فریضہ کی ادائیگی میں مکمل طور پر کامیاب ہو سکوں گا یا خدا نخواستہ دوسری کوئی صورت

ہوئے اور پریشان بھی کہ بنی بنائی سکیم ناکام ہو رہی ہے اٹھ کر پیچھے بھاگ دوڑے کہ شکار ہاتھ میں آکر جا رہا ہے جلدی سے اٹھے تو خود ہی اسی کنویں میں گر پڑے۔ ”چاہ کنڈہ را چاہ دیش“ حضورؐ نے اس کی چیخ و پکار سنی تو واپس ہوئے، اپنی چادر اور رستی وغیرہ کو لٹکایا اور ابوہل کو اس گڑھے سے نکال دیا۔ یہ اخلاق نبویؐ تھے۔

صلہ رحمی کیوں موجب اجر ہے | لوگ اجنبی اور غیر رشتہ دار لوگوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں کہ وہ احسان مانتا ہے مگر رشتہ دار سارے احسانات اور حسن سلوک کا سبب رشتہ کو سمجھتا ہے اور احسان کرنے والے پر اپنا حق سمجھتا ہے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ میرے باپ یا دادا کا مال تھا، اس نے قبضہ کر رکھا تھا۔ مجھے دیا تو کیا ہوا۔ تو احسان کے جواب میں نہ شکریہ نہ دعا نہ بدلہ، ایسے مواقع پر انسان کی طبیعت احسان کرنے سے روکتی ہے کہ دوسرا تو مانتا تک نہیں اس لئے ذوی القربیٰ سے احسان بڑا مجاہدہ اور بہت زیادہ موجب اجر ہے اور اس لئے اس کی تائید حضورؐ نے بہت فرمائی ہے۔ آگے حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے یہ بھی فرمایا کہ تقری الضیف آپ مہمان اور مسافروں کی مہمانداری فرماتے ہیں۔ وتعیین علی نوائب الحق مصائب میں مدد کرتے ہیں۔ اور مصائب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ کسی مصیبت کو خود اپنے اوپر لا دیا جائے۔ مثلاً چوری ڈاکہ جو اکر نے لگا ہے اور پکڑا جائے، دوسرے یہ کہ اس میں اس کی تندی نہ ہو اور قدرت کی طرف سے آجائیں۔ سیلاب طوفان یا دیگر آفات سماوی۔ تو ایسے مصائب میں لوگوں کی مدد کرنا حضورؐ کا شیوہ تھا۔ اس میں حضورؐ کے قبل از نبوت زندگی اور سیرت پر بھی روشنی پڑ گئی اور یہ کہ جب ایسی پاکیزہ زندگی گزاری جائے گی۔ تو دنیا میں کامیابی ہی کامیابی ہوگی۔

راحت اور کامیابی کا راز | الغرض کامیابی کا راز عبادت اور اخلاق و اعمال صاحب شریعت کی پیروی میں ہے۔ اور مصائب

تینوں عامی لوگ تھے، نہ قطب نہ ابدال نہ غوث نہ ولی نہ عالم مگر ایسے سخت حالات میں گھر کر بڑی اچھی تدبیر سوچھی اور ہمارے ہاں اب بھی بڑے بوڑھے لوگ سخت وقت کے لئے دس بیس روپیہ پس ماندہ رکھتے ہیں کہ کام آسکیں گے۔ اور اگر کوئی لگانے پر مجبور کر دے تب بھی کہتے ہیں کہ نہیں سخت وقت میں کام دیں گے۔

**مراقبہ** | تو ایسے ہی ہر مسلمان کو رات کے وقت جب لحاف اوڑھ کر سونے لگتا ہے تو سوچنا چاہیے کہ میرے پاس عمل کا ایسا سرمایہ کونسا ہے جسے نازک وقت میں اللہ کے دربار میں وسیلہ بنا سکوں گا۔ بیس میں کچھ ہے بھی یا بالکل خالی ہے کسی چیز سے سخت وقت گزار دے گا۔ بہر حال ایک نے والدین سے نیکی اور حسن سلوک کے عمل کو پیش کر دیا کہ ایک دفعہ سخت آزمائش میں رات بھر والدین کی خدمت کو اولاد پر ترجیح دی اور جاگتا رہا۔ اس دعا سے چٹان کا ایک تہائی حصہ نیچے سرک گیا۔ تازہ ہوا آنے لگی۔ دوسرے شخص نے جوانی، محبت اور شہید کالیف کے بعد محبوبہ سے مل جانے کی صدمہ میں اس کی نصیحت اور منع کرنے پر بڑے ارادہ کو چھوڑ دیا تھا، اس کی آواز سنی کہ اللہ سے ڈرو اور زنا مت کرو۔ تو قدرت کے باوجود ہٹ گیا۔ اس عمل کے طفیل دعا مانگی، پھر ایک تہائی اور سرک گیا پھر تیسرے شخص نے دعا مانگی جس نے کسی مزدور کو اجرت نہ دے سکے کی صدمہ میں اس کی اجرت کے اناج کو زمین میں یو یا کاٹا یہاں تک کہ کئی سال میں بڑھتے بڑھتے وہ معمولی اجرت بہت بڑی مال و دولت کی شکل میں جمع ہو گئی۔ اور مزدور حیب آیا تو حیرت میں رہ گیا۔ اس عمل کے صدقے سے اللہ سے دعا مانگی تو یکدم باقی چٹان بھی راستہ سے ہٹ گئی۔ اور یہ سب زندہ سلامت نکل گئے۔

**اعمال صالح کی تاثیر** | تو یہ سب کام اللہ کی رضا کے لئے تھے۔ گویا مشینوں اور کریںوں کا کام ان اعمال صالحہ نے دیا حدیث میں ہے کہ قبر میں ٹائیں طرف نماز، بائیں روزه، سر ہانے قرآن مجید، قدموں کی طرف صدقہ اور خیرات سپرد ڈھال



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## نازیانہ عبرت —

(سقوطِ بیت المقدس کے بعد پہلا خطبہ)

مسلمانوں کی شکست شامتِ اعمال ہے

خُطْبَةُ جُمُعَةِ الْمُبَارَكِ

(خطبہ منورہ کے بعد) سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ  
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا  
حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔  
محترم بزرگو! اس وقت تمام دنیا کے مسلمان ایک غلیم آزمائش میں مبتلا ہیں ایک  
بڑے اور نازک امتحان میں۔

مسلمان کفار کے نرغہ میں ہیں۔ بالخصوص مقاماتِ  
راہِ چلتے شرمِ محسوس ہوتی ہے | مقدسہ اور عرب علاقوں پر یہود کے قبضہ سے  
ایک عجیب حالت پیدا ہو گئی ہے۔ میں تو دو چار دنوں سے راستے پر چلتے شرمِ محسوس کرتا  
ہوں۔ اور سوچتا ہوں کہ کیا ہمیں خدا کی زمین پر چلنے اور اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا  
حق ہے؟ آج ہم خون کے آنسوؤں سے بھی روئیں تو اس غم کا تدارک نہیں ہوگا۔ مسلمانوں  
کے لئے سب سے بڑی چیز مذہب، اسلام خدا اور رسول کی عزت و آبرو ہے مسلمان  
تو تمام دنیا کو خدا کے قانون کے اجراء اجبار دین اور اسلام کا جھنڈا سر بلند کرنے کیلئے

انہوں نے کمزوری اور بے ہمتی کی اور مقابلہ نہ کر کے تو ساتھ والے ملک کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ یہاں تک ساری دنیا کے مسلمانوں پر ایک اپنچ زمین اور ایک مسلمان عورت کا کافر کے قبضے میں چلے جانے سے جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ اور کوئی بھی صورت میں سب سے مواخذہ ہو گا۔ کل عالم کے مسلمان مجرم اور گنہگار ہوں گے۔ البتہ اگر کافروں سے لڑنے والے ملک میں قوت مدافعت ہو تو سب پر فرض نہ ہو گا۔

**ساری دنیا کے مسلمان ہم وطن ہیں** | مسلمان کے لئے سارا وطن ایک ہے، وہ قیود و حدود کا پابند نہیں ہوتا، اس کا معاہدہ صرف اللہ سے ہے اور روئے زمین کے ایک سرے کے مسلمانوں کی مدد کے لئے دوسرے سرے کے مسلمانوں کو بیدار ہونا چاہیے۔ یہ فرنگی کی چالیں تھیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو الگ الگ کر دیا یہ ایران اور پاکستان ہے۔ یہ افغانستان ہے۔ وہ مصر و شام اور سعودی عرب اور اردن ہے۔ مسلمان سب ایک ملک کے باشندے اور ایک ہی مرکز سے وابستہ ہیں۔ اس کی مثال جسد واحد اور ایک جسم کی طرح ہے۔ کہ آنکھ کو تکلیف ہو تو ہاتھ اور کان تمام جسم کو صدمہ ہو گا۔ جس طرح دل ہاتھ پاؤں، کان، آنکھ سب ایک مرکز کے تحت ہیں۔ اور سب ایک بدن کے اعضاء ہیں اسی طرح مسلمان ایک ہی لڑی لا الہ الا اللہ میں پروئے گئے ہیں۔ اور ایک خدا کے غلام اور ایک رسول کی امت ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: المؤمنون کجسد واحد اذا اشتكى بعضہ اشتكى کلہ۔ یعنی مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں جب بعض حصوں کو تکلیف ہو تو سارا جسم پریشان ہوتا ہے۔

**اسلام دشمنی اور حق کی مخالفت یہود کی پرانی تاریخ** | آج جب یہودیہ ذلیل دشمن زندہ ناتا ہوا آ رہا ہے۔ یورپ کی مدد سے وہ دنیا بھر کی آواز کو ٹھکراتا ہے۔ یہ ان کی پرانی تاریخ ہے۔ آج تک حق کے مخالفت اور انبیاءؑ کے دشمن رہے۔ روایت ہے کہ ایک ایک دن ہیں انہوں

کے ذریعہ انہیں موت کی تیند سلا دیا جائے۔ ایک یہودی نے لکھا ہے کہ مسلمان عورت اور مال سے مجبور ہے۔ یہ مختلف ممالک میں دین کی تحریف و تجدد اور سود و شراب اور زنا کو حلال قرار دینے کی جو کوشش ہو رہی ہیں، ان کی پشت پر یہی یہود اور مغربی اقوام ہیں۔ غرض فسق و فجور سب کا سرچشمہ یہی یہود اور مغربی اقوام ہیں۔ حضنور کی پیشگوئی ہے کہ جب ایسا وقت آجائے کہ تم دنیا اور مال و دولت کے غلام بن جاؤ اور موت سے بھاگنے لگو۔ تو تمہاری مثال سمندر کے بھاگ کی طرح ہوگی کہ پانی کا بہاؤ اسے جدھر چاہے لے جائے، اس وقت قومیں ایک دوسرے کو بلائیں گی کہ آؤ مسلمانوں کو ہر طرف سے ختم کر دیں۔ کہیں پاکستان پر حملہ اور کہیں عرب پر حملہ یہاں تک کہ ہمارے اس ضعف اور ذمہ داریوں سے عقلمندی کی وجہ سے قبلہ اول بیت المقدس بھی ان کے قبضہ میں چلا گیا۔

**مسجد حرام** | بھائیو! اس روئے زمین پر تین مقدس مساجد ہیں۔ جو تمام روئے زمین سے بہتر ہیں۔ (۱) بیت اللہ الحرام جس کی طرف رخ کر کے پانچ وقتہ نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ خدا نے اسے اتنی فضیلت دی کہ اگر کوئی شخص نماز تمام آداب و مستحبات اور خشوع و خضوع سے بھی پڑھ لے مگر رخ قبلہ سے قصداً موڑ لیا۔ تو امام شافعیؒ و مالک کے نزدیک کافر ہوا۔ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ینحششی علیہ الکفر اس پر کافر ہونے کا خطرہ ہے۔ غرض تمام لوگوں کی عبادت قبول نہیں ہوگی جب تک رخ خانہ کعبہ کی طرف نہ ہوگا۔ انا اول بیت وضع للناس۔ عبادت کا اولین گھر جسے لوگوں کے لئے مکہ مکرمہ میں قائم کیا گیا۔ دنیا کی آبادی سے قبل خداوند تعالیٰ نے بیت اللہ کا خطہ پیدا فرمایا۔ اور جب تک یہ رہے گا حجاج حج کرتے رہیں گے۔ دنیا آباد رہے گی۔ اور جب اسے ڈھا دیا گیا۔ جیسا کہ قیامت کے قریب ایسا ہوتا ہے (خداوند تعالیٰ وہ وقت ہماری زندگی میں نہ لائے) تو سارا عالم تباہ ہو جائے گا۔ اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ اس میں ایک نیکی اور ایک نماز ایک لاکھ کے برابر ہے۔

عبادت کی نیت سے صرف تین مساجد کے لئے سفر جائز ہے مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد

**قانون فسخ و شکست** | قدرت کا اٹل قانون ہے کہ جب ایک قوم سرکشی اور نافرمانی میں حد سے گزر جائے تو خدا اسے ضرور سزا دیتا ہے۔ تقریباً دو ہزار سال قبل جب یہود کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو خدا نے بخت نصر کو ان پر تسلط کر دیا۔ وہ بابل سے آیا اور یہودیوں کا یہاں سے قلع قمع کیا۔ عورتیں باندیاں اور مردوں کو غلام بنایا۔ خداوند تعالیٰ غفور الرحیم ہے جب انہوں نے توبہ کی تو خداوند تعالیٰ نے انہیں پھر یہاں کے معابد میں عبادت کا موقع دیا۔ اور جب پھر انہوں نے شر و فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انطو کس کو مسلط کر دیا۔ جس نے ان کی جڑ نکالی، اور آج جب یہود نے برطانیہ اور امریکہ کی مدد اور سازش سے بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ تو ہماری انتہائی غفلت اور بد اعمالی کا نتیجہ ہے۔ ہمارے دارالعلوم کے ایک استاد نے جو پچھلے دنوں وہاں سے آئے ہیں، چشم دید حالات بیان کئے کہ اتنے بڑے شہر میں مسجد اقصیٰ جیسی مقدس مسجد میں نمازیوں کی تعداد تیس، چالیس سے بھی کم ہوتی ہے۔ ایک صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ اس جنگ میں یہود نے اپنے مذہب کے مطابق دو دن قبل روزے رکھ کر لڑائی لڑی اور ہمارے مسلمان ناچ گانوں میں مصروف تھے۔ — ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا ما بانفسهم۔

بے شک خداوند کریم نے مسلمانوں کی نصرت اور امداد کا وعدہ کیا ہے۔ مگر ساتھ ہی ان کنتم مؤمنین کی شرط بھی لگائی ہے، کہ اگر تم سچے مومن بنو، عربوں کے پاس اسلحہ موجود تھا۔ مگر ایمان کی دولت کمزور ہوئی اور نتیجہ —

ہرچہ بر راستہ انداست۔

دولت کی فراوانی اور عیاشی کا تو یہ عالم کہ ایک دوست نے بیان کیا کہ ڈرائیور کے



اور جو قوم نعمتوں کی بے قدری کرے خدا اُسے سزا دیتا ہے بیشک کین مکہ نے ہزار سال تک بیت اللہ کی بے قدری کی اس کے اندر بت رکھے، خدا نے انہیں ہمیشہ کے لئے اس سے محروم کر دیا اور اپنے فضل سے وہاں سے توحید کا غلغلہ بلند کیا۔ اب بھی مسلمان سنبھل جائیں تو خدا کی رحمت شامل ہو جائے گی۔ ورنہ آئندہ آنے والے خطرات کا حد و حساب نہیں ہوگا۔

**یہود کے عزائم اور ہمارا فرض** | یہود اس پر بس نہیں کریں گے۔ ان کے عزائم یہ ہیں کہ اردن اور بحیرہ احمر پر قبضہ کرنے کے بعد

اس راستے سے مدینہ طیبہ اور خیبر کو بھی اپنے ارادوں میں شامل کر لیا جائے۔ یورپی غیر مسلم ان کی پشت پر ہیں۔ صلیبی جنگوں اور سلطان صلاح الدین ابوبی کے عہد کے مسلمانوں کا انتقام لینا ان کے مقاصد زندگی میں سے ہے۔ آج ہمارا فرض ہے کہ اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اس جہاد میں حصہ لیں۔ یہود کے ساتھ کسی چیز کی کمی نہیں۔ اسلحہ، روپیہ، اور غلہ بحیاب ہے صرف امریکہ میں ایک دن میں اربوں روپے اور کروڑوں ڈالر چنیدہ کفار نے ان کے لئے جمع کیا۔ ہم یہ نہ تو کر سکتے ہیں کہ عربوں کی مالی امداد کریں۔ امریکہ اور برطانیہ اور جو بھی مسلمان کی مخالفت کرتا ہے، اُن سے ہر قسم کے تجارتی اور اقتصادی تعلقات توڑ دیں، ان سے بائیکاٹ کر دیں۔ اور بڑی بات یہ کہ اپنی زندگی کو غیر ملکی تہذیب و تمدن اور یورپی تطریات اور تعلیم سے صاف کر دیں۔ اولاد کو انگریزی اور انگریزوں کے مشنری اداروں سے بچائیں۔ سوال یہ ہے کہ جب ہماری زندگی بدلتی نہیں، نماز ہے نہ روزہ، نہ فلم بینی اور فحاشی سے توبہ تھیٹر اسی طرح چل رہے ہیں، ہر شخص اپنی بد عملی میں سرگرم ہے تو پھر بادی کا شکوہ کیوں کرتے ہیں۔ جب قربانی، ایثار اور جہاد سے مسلمان کترائے گا تو ہلاکت کے گڑھے میں خود بخود گر جائے گا۔ یہ تمہارے بنگلے، موٹریں، ریشمی کپڑے، رد مال اور بے حساب اشیاء تمہیں ہرگز نہیں بچائیں گے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ہماری ذلت اورستی کا واحد علاج

صحابہ جیسی قربانی اور ایثار کی ضرورت  
مسجد اقصیٰ کا سانحہ غزوہ تبوک کے رشتہ میں

خُطْبَةُ جُمُعَةِ الْمُبَارَكِ ۶ رَجَبِ ۱۳۸۹ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم الله الرحمن الرحيم  
يا ايها الذين آمنوا مالكم اذا قيل لكم انفروا في  
سبيل الله انا قلتم ان الارض ارضنا ثم ما اخرجنا منها  
من الاخرة فما متاع الحياة الدنيا في الاخرة الا  
قليل الا تنفروا يعذبكم عذابا أليما ولا يستبدل  
توما غيبيكم ولا تنفروا شيئا۔ والله على كل شيء قدير  
الا تنفروا فقد كفر الله اذ اخرجنا الذين كفروا  
ثاني اثنين اذ هما في الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن انك  
الله معنا۔ فانزل الله سكتته عليه وايده بجنود لم  
تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة  
الله هي العليا والله عزيز حكيم۔

ترجمہ آیات: اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اس کی

نہیں مل سکتی۔ وہاں کی صراحی میں پانی ڈال کر رکھ دو تو دس پندرہ منٹ کے بعد برف سے زیادہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے، یہ وہاں کی آب و ہوا کی تاثیر اور برکت کا ظہور ہے۔ الغرض کاشت کار تو سال بھر اس موسم کے انتظار میں ہوتا ہے، کہ فصل پکے گا، اور ساری حاجات پوری ہوں گی۔ ایسے وقت میں اگر کاشت کار ذرا سی غفلت کر دے تو سارا سال برباد ہو جاتا ہے۔ پھر حد سے زیادہ گرمی۔ ہم تو اس ستمبر کے مہینہ میں بھی میل بھر سپرل نہیں چل سکتے۔ اور وہاں تو مدینہ سے شام تک سارا علاقہ پہاڑی ہے نہ سڑک تھی نہ سواری نہ چھتری وغیرہ سے سایہ کا انتظام۔ الغرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حیب معلوم ہوا کہ یہودی اور عیسائی یہاں آکر ہمارے گھر کو میدان جنگ بنا چاہتے ہیں، تو سوچا ہم خود ان کی طرف کیوں نہ بڑھیں اور جنگ ان کی سر زمین میں ہو۔ پھر دشمن کی فوجی طاقت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ وہ ایک یرموک کی جنگ کے موقع پر ۳۰ لاکھ فوجی میدان میں لایا جس میں ساٹھ ہزار سپاہی تو پابز خیر صنفِ اول میں ایک دوسرے سے باندھے ہوئے تھے کہ کوئی بھاگتا بھی چاہے تو بھاگ نہ سکے۔ سامانِ جنگ سپاہیوں۔ اور وسائل کی ان کے پاس کمی نہیں تھی، ایسے موقع پر جنگ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر حیب کہ موسم بھی شدید گرمی کا ہوا اور اپنے شہر سے ایک مہینہ کی مسافت پر دوسرے ملک کو میدان جنگ بنادیا جائے۔ آج روس اور امریکہ ہماری مدد اسی خاطر کرتے ہیں کہ حیب جنگ ہو تو ملک کو میدان جنگ بنادیں اور خود نیچے رہیں۔ ایسے وقت میں اپنی فضلوں کو چھوڑنا اور گرمی اور مصیبتوں کا برداشت بڑے حوصلہ و ہمت کا کام تھا۔

صحابہ کرامؓ تو واقعی اپنے مال و جان کو اللہ کے نام پر فروخت کئے ہوئے  
**جان و مال کا سودا** تھے۔ اور اس آیت کے مصداق تھے کہ: ان الله اشترى

من المؤمنين انفسهم و اموالهم بآن لهم الجنة۔ (میں نے تمہاری جان اور مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں، یہ تمہارے نہیں میرے ہیں) اگر کسی کا عقیدہ ہو کہ یہ مال فلاں شخص کا ہے میرا نہیں تو جس وقت وہ طلب کرے گا، بخوشی دے دیگا۔ دارالعلوم کے طالب علم حیب فارغ ہو کر جاتے ہیں تو مدرسہ کی دی ہوئی کتابیں واپس لے لیتا ہے اور کسی کو انکار نہیں ہوتا

ہی میں لڑتے ہیں۔ آج جو حالت ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ اللہ غفور الرحیم ہے کہ ہمیں جہالت دیتا ہے، ایک دوسرے صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے دوسو "ادقیہ" پیش کیا۔ اور ایک ادقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ حضرت عاصم بن عدیؓ نے غالباً ایک سو سو کچھ جو اس وقت کا قیمتی غلہ تھا پیش کر دیں۔ ایک سو ساٹھ صاع ہوتا ہے حضرت عثمان غنیؓ نے سامان سے لہے ہوئے تین سو اونٹ پیش کر دیئے جو تجارت کے لئے تیار کئے گئے تھے، اعلانِ جہاد ہوا تو سب کے سب حضورؐ کے سامنے پیش کر دئے اور ایک روایت تو نو سو اونٹ اور ایک عقیل ہزار دینار کی بطور چترہ پیش کی۔ حضورؐ اقدس فرماتے ہیں: ما حضر عثمان ما عمل بعد ہذا عثمانؓ نے اتنی بڑی قربانی دی، اس تنگی کے وقت کہ اس کے بعد بالفرض وہ کوئی عمل نہ کرے تو اسے کوئی ضرر نہیں، یہ جنتی ہے۔ اللہ نے اس عمل سے انہیں بخش دیا مگر حضرت عثمانؓ نے اس کے بعد بھی زندگی بھر اسلام کی خدمت کی۔ بارہ سال تو مسلمانوں کی خلافت کی خدمت انجام دی کابل تک فتوحات ہیں۔ یہ حضرت عثمانؓ کی برکت ہے۔ جو یہاں مسلمان بیٹھے ہیں۔ تبوک کی قربانی اور بے مثال عمل کے موقع پر حضورؐ نے بشارت دی اور فرمایا: "اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا"۔

ایک ایسا صحابی ابوخیل جناب بھی تھا جو غریب تھا مگر اللہ کی راہ میں مدد کرنے کے لئے بے چین تھا کہ میں بھی کچھ پیش کروں۔ عشاء کی نماز پڑھ کر یہودیوں کے باغات کی طرف نکلا، باغ کی دیوار سے جھانکنے لگا، باغات پرندہ سے پانی نکال کر میراب کئے جاتے تھے، یہودی نے سمجھا کہ بدو ہے مزدوری کی تلاش میں نکلا ہے پوچھا: او بند و محنت کرو گے۔ کہا: ہاں۔ تو اُس نے کہا: آؤ ایک ڈول کے بعد ایک چھوٹا مزدوری ڈول گا۔ یہ خوشی خوشی رات بھر عبادی ڈول کھینچ کر پانی نکالتا رہا، یہودیوں کا بجل تو مشہور ہے۔ یہ جب ایک ڈول نکالتا تو یہودی ایک کچھو رتہ کے ہاتھ پر رکھ دیتا۔ صبح تک ایک صاع یعنی دو سیر گیارہ چھٹانک کچھو راس نے مزدوری میں کمائے اور نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں نہایت عجز اور محبت سے پیش کر دیتے کہ میرے بس میں یہی ہے اے اللہ کی راہ میں قبول فرما دیں تو میری



خاتمہ ایمان پر نصیب ہو۔ خصوصاً سیدنا ابو بکر صدیقؓ جیسے صحابہؓ جن کی معیت اور صحابیت قرآن سے ثابت ہے۔

الغرض صحابہ کرامؓ نے ایسی قربانیاں پیش کیں، اور ایسے نازک موسم اور حالات میں، مگر منافقین نے یہاں نہ بنائے، بیوی بچوں کی بیماری، گھر کی تنہائی اور ایسے ایسے عذر تراشے کہ سن کر حیرت ہوتی ہے جو لوگ بے حیا ہو جائیں ان کی ڈھٹائی کی حد نہیں ہوتی۔ یہی حال منافقین مدینہ کا تھا۔ نام مسلمانوں کی فہرست میں تھا کہ جب تقسیم کا وقت آیا تو ہر ایک آگے بڑھتا، مگر سختی کے مواقع پر یہاں نہ تراکش لیتے

چند ایک صحابی واقعی مجبوری کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، مومن اور پکے حضرت ابو خثیمہؓ | مسلمان تھے، رہ تو گئے مگر چین اور سکون کب ہو سکتا تھا۔ ابو خثیمہؓ ایک صحابی ہیں۔ قافلہ روانہ ہوا تو ان کا خیال تھا کہ اس کے پہنچنے میں تو سوا مہینہ لگے گا، میں آرام سے کام کاج سمیٹ کر پہنچ جاؤں گا، تو وہ رہ گئے، ایک دو پہر کو اپنے باغ میں آئے مٹھنڈی چھاؤں تھی، بیوی نے پانی پھرک دیا تھا پیٹھے کے لئے مٹھنڈا پانی موجود تھا۔ عربوں کا دستور تھا کہ باغ پک جانے پر بیوی بچے سب کو باغ میں لے جاتے اور وہاں رہتے تو ان کی بیوی ان کے انتظار میں بن سنور کر بیٹھی تھی۔ ابو خثیمہؓ اس شدید گرمی میں بچوں کے پاس آئے، بیٹھ گئے اور سوچنے لگے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ابو خثیمہؓ تم کیسے مسلمان ہو، تم یہاں آرام سے بیٹھے ہو اور حضورؐ اقدسؐ اور صحابہ کرامؓ معلوم نہیں کس پہاڑ اور کونسی گھاٹی اور پتے ہوئے صحراؤں کو عبور کر رہے ہوں گے۔ یہ تو اسلام کا تقاضا نہیں کہ میں تو آرام سے رہوں۔ بے چینی بڑھ گئی اور سیٹھ اٹھ کھڑے ہوئے اور روانہ ہو گئے۔ نہ کھانا نہ پانی نہ بیوی بچوں سے مخلوط ہوئے، ہانپتے کانپتے اکیلے سفر طے کیا، حضورؐ اقدسؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے میدان میں ہیں، دُور سے گردوغبار نظر آیا تو حضورؐ نے فرمایا: کن یا خثیمہ۔ یعنی یہ آنے والا اگر ابو خثیمہؓ ہو تو کیا اچھا ہوگا۔ چنانچہ ابو خثیمہؓ آئے اور حضورؐ سے ملاقات ہوئی۔

کیا زندگی کا مقصد کھانا پینا اور لذائذ سے متمتع ہونا رہ گیا، اللہ نے فرمایا کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے مگر آخرت کے مقابلہ میں یہ سب کچھ بیچ ہے۔ قِصَامُ مَتَاعِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ الْاَقْلِيلُ۔ جب سب کچھ ہاتھ سے چلا جائے تو احساس ہوگا، ایوب خان نے دس سال حکومت کی اب اس سے پوچھو تو کہے گا کہ چند منٹ بھی اچھے نہیں گزرے۔ ہر لاکھ تہی کروڑ تہی سب کچھ چھوڑ کر مرے گا۔ سکندربزوالقرنین کی طرح ساری دنیا کی سلطنت بھی مل جائے تب بھی جاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کا وقت آیا تو عزرائیل علیہ السلام نے آکر پیشکش کی کہ چاہو تو ایک بھیڑ کی پشت پر ہاتھ رکھ دو جتنے بھی بال ہاتھ کے نیچے آئیں اتنے سال تم اور زندہ رہ سکتے ہو۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا کہا موت۔ تو فرمایا کہ الا آن۔ پھر ابھی کیوں نہیں۔؟ تو دنیا کی بادشاہت، بنگلہ، موٹر، صحت، جوانی دولت کوئی شے نہیں۔ آخرت حاصل کرو۔

**ترک جہاد پر وعید** | یہ تو ترغیب تھی آگے اس کی ترہیب اور الارم ہے۔ الا متصروہ  
 نہ کیا تو یعد بکم عذاباً اباً الیما خدا تمہیں سخت ورناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ اللہ ہمیں عذاب سے بچا دے، یہ زلزلے، سیلاب، قحط میں مبتلا آپس کی مقدمہ بازی باریبیٹ اور جنگ و جدال سب عذاب کی نشانیاں ہیں۔ آگے فرمایا: اگر تم اس لام اور مذہب کے لئے اٹھ نہ کھڑے ہوئے تو یستبدل قومًا تمہاری جڑ ہی کاٹ دے گا۔ دوسری قوم تمہارے بدلے دین کے لئے کھڑی کر دے گا۔ ولا تصروہ شیئاً الا سلام کی خدمت سے تم نے منہ موڑ دیا تو کیا اسلام کمزور ہو جائے گا؟ کیا حق تعالیٰ اس کی شان رسالت اور خدات جلیلہ میں فرق آجائے گا۔؟ بالکل نہیں۔ تم اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے وہ اوروں کو کھڑا کر دے گا، اس کی سلطنت میں کیا کمی ہے۔ واللہ قویٰ عزیز۔ وہ قادر ہے، غالب ہے، تمہیں موقع دے رہا ہے،

اللہ نے ہمیں اسلام کی وجہ سے عزت دی۔ ایک وہ تھے اور ایک ہم ہیں کہ اتنی سلطنتیں ہاتھ میں ہیں، مگر ذلیل سے ذلیل قوم اٹھ کر ہزاروں مربع میل زمین ہم سے چھین رہی ہے۔ بیت المقدس اور شام کا اکثر حصہ گیا مگر مسلمان ٹس سے کس نہ ہوا۔ بلکہ ایک دوسرے پر غرہاٹے اور چنگھاڑنے لگا۔ آپس کا اختلاف اور بھی بڑھا۔

**مسجد اقصیٰ کی آتشزدگی** | کسی نے غیرت نہ کی سب مجرم ہوئے تو خدا نے دوسرا چھوڑ دیا کہ شاید اب انہیں غیرت آجائے، تو مسجد اقصیٰ کو یہود نے آگ لگا دی کہ اب بھی غیرت آتی ہے یا نہیں، یہ تو اللہ کا گھر ہے، اپنے گھروں کے لئے تو مرتے مارتے ہو مگر اللہ کے گھر پر بھی غیرت کرتے ہو یا نہیں مسلمانوں کے قبلہ اول کو یہود نے سازش سے جلا دیا۔ یاد رکھیں اللہ بے نیاز ہے تقسیم ہند کے وقت ہزاروں عورتیں سکھ لے گئے لاکھوں مرگئے اس کی بادشاہت میں کیا کمی آئی اسے ہماری حالت معلوم ہے، مگر ہمارا ایمان آزمانا اور دنیا کے سامنے تلوانا چاہتا ہے۔ اسلام اور اسلامی ملک پر غیرت نہیں، وطن وطن چھوڑیے یہ مہمل نقطہ ہے۔ بلکہ دیکھو کہ مذہب اسلام اور اللہ کی زمین پر غیرت کرتے ہو یا نہیں؟ یہود نے ہمارا قبلہ اول جلا یا تاکہ ہماری مرکزیت ختم ہو جائے، وہ ہماری غیرت کو چیلنج کر رہے ہیں، ان کی پشت پر سارا امریکہ اور دیگر کفار امداد کے لئے کھڑے ہیں۔ ان کے مذہب واحدہ۔ ہمارے خلاف سب ایک ہیں، انہوں نے ہماری عبادت گاہ قبلہ اول کی ایسی بے حرمتی کی جو کوئی قوم نہیں کرتی، ہمارے ملک میں بے شمار معابد ہیں مگر ہمارا مذہب کفار کے معابد کا بھی تحفظ کرتا ہے۔

ہماری مثال اس چرخی کی طرح بن گئی ہے جو لحاف اوڑھے ہو اور کسی طرح جھنجھوڑنے سے بھی نہیں اٹھتا، اور مسجد اقصیٰ کو آگ لگانا ایسا ہے کہ اس چرخی کے لحاف کو آگ لگا دی جائے۔ یہ تو کسی طرح اٹھتا نہیں، شاید اس طرح بیدار ہو جائے۔ اب بھی نہیں اٹھے گا تو لحاف ہی میں جل جائے گا۔

آئے گا جب کہ ہر بیت و بر و مدر سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہونے لگے گی۔ لیکن اگر ہمارے لیڈروں کو یہ فکر رہا کہ فلاں کو تمغہ مل جائے گا، فلاں کی شہرت ہوگی، فلاں بڑا بن جائے گا تو پھر کامیابی مشکل اور تباہی پھیننی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو نتیجہ آور بنادے اور ہم سب کے ایمان سلامت رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ





تربت سے یہ چیز حاصل نہ ہوتی۔۔۔۔۔

## سبق :

**سوال :** اس جہاد سے پاکستان اور اہل پاکستان کو کیا سبق ملا اور کیا فوائد حاصل ہوئے ؟

**جواب :** اس جہاد نے پاکستان کو ایک ہی سبق دیا کہ اس ملک اور قوم بلکہ ہر اسلامی ملک کی حفاظت صرف اسلام اور اسلامی جذبات و احساسات اور مومنانہ کردار ہی سے وابستہ ہے ، یہاں مختلف قبائل اور علاقوں کے باشندوں کو صرف اسلام کے رشتہ نے دشمن کے مقابلہ میں بنیان مہم جو بنادیا تھا۔۔۔۔۔ مراکش اور انڈونیشیا میں رہنے والے مسلمانوں کے دل کی دھڑکنیں صرف اسلام کی وجہ سے پاکستان کے لئے دھڑک رہی تھیں خیر اور چالنگام نے اسلام ہی کے رشتے سے اپنی قسمت ایک دوسرے سے وابستہ کی تھی۔ ایسے وقت میں حقیقی اور مؤثر مددگار صرف مسلمان ہی ثابت ہوئے خواہ وہ مصر و شام میں بستے تھے یا سعودی عرب اور ایران میں یہ حقیقت ایک بار پھر آشکارا ہو گئی کہ اہل کفر و نفاق سب ملت واحدہ کے اجزاء و اعضاء ہیں۔ اور مسلمانوں کی دشمنی اور ان کی شکست کی نواہش ان کی فطرت میں رچی ہوئی ہے، خواہ ان کا تعلق مشرق سے ہو یا مغرب سے۔

## کفرانِ نعمت :

**سوال :** جہاد متبر نے ہمیں جو سبق دئے کیا ان کی بناء پر ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی آئی ہے ؟

**جواب :** افسوس کہ اس بارہ میں یہاں کی اکثریت بالخصوص ارباب اختیار و اقتدار نے خداوند کریم کے احسانات اور نعمتوں کی ناشکری اور ناقدری کا مظاہرہ کیا زیادہ سٹولیت ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھ میں زمام کار ہے، ان کا فرض تھا کہ جنگ سے پیدا شدہ اسلامی جذبات کو نہ صرف محفوظ رکھنے کا انتظام کرتے بلکہ اس کی پرورش کرتے۔ یہاں تک کہ جذبات دینی کی حرارت سے پگھلا ہوا مادہ فطرت پوری طرح مومنانہ ڈھانچہ میں ڈھل جاتا۔ منکرات اور فواحش سے پورا معاشرہ کلی طور پر پاک کر لیا جاتا اور طیبات و معروفات کی برکات سے

اور فکری تربیت اس پہنچ کر کرتی ہے کہ وہ فتح، ذلت، شکست اور کامرانی کو خداوند کریم کی کرشمہ سازی کا نتیجہ سمجھنے لگیں، اور یہ کہ فتح اور شکست دونوں کے کچھ اسباب ہیں اور ذلت و سرخروئی دونوں کو خدا نے اپنے اپنے سبب سے وابستہ کر دیا ہے۔ قوم نے جس راہ اور جن اسباب کو اپنا لیا اسی کا ثمرہ اور نتیجہ پائے گی۔ اس بارہ میں خداوند کریم کے چند واضح ارشادات تو قوم کے ہر فرد کی نگاہوں کے سامنے رہنے چاہئیں۔

- ۱۔ ان ینصروکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن الذی ینصرکم من بعدہ۔
  - ۲۔ ولا تقہتوا ولا تخزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔
- اگر خداوند تمہاری مدد کرنا چاہے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ اور اگر تمہیں رسوا کرنا چاہے تو کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اس کے سوا۔
- کمزور اور سست مت بنو اور غم مت کرو اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب ہو گے۔

نیز ص ۵۱ آیت تو اور بھی کھلے طور پر اسبابِ فتح اور یہ کہ ہماری تیاری کس پہنچ پر ہونی چاہیے، پر روشنی ڈال رہی ہے۔ یہ چند ایسے اصول ہیں جنہیں اپنا کر ہر دور میں مسلمان فتح و کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

- |                                   |   |
|-----------------------------------|---|
| یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم     | اے ایمان والو جب تم مقابلہ کر دہو             |
| فئلاً فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً | فوج سے تو ثابت قدم رہو اور بہت                |
| لعلکم تفلحون واطیعوا اللہ         | یاد کرو اللہ کو تاکہ تم مراد پاؤ اور حکم مانو |
| ورسولہ ولا تنازعوا                | اللہ اور اس کے رسول کا اور آپس میں            |
| فتفشلوا و تذهب                    | مت جھگڑو۔ پس نامرد ہو جاؤ گے اور              |
| دیحکم واصبروا ان اللہ             | تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر و بیشک       |
| مع الصیرین ولا تکتبوا             | اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور            |
| کالتذین خرجوا من                  | مت ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے             |

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# شرم ناک شکست

۷

## اسباب اور علاج

عید الاضحیٰ کے موقعہ پر یہ تقریر عید گاہ اکوڑہ خٹک میں  
ہوئی۔ حاضرین کے تعداد چھ ہزار کے لگ بھگ تھی۔

(خطبہ سنوہ کے بعد)

وَكَايْنِ مِنْ نَبِيٍّ قَاتِلٍ مَعَهُ دَبْيُونُ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا  
لَمَّا صَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا  
وَاللَّهُ يَحِبُّ الصَّادِقِينَ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا  
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ  
أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔

محترم بزرگوار! آج کسی خاص موضوع پر تقریر کا مقصد نہیں۔ نہ بوجہ علالت اتنی  
ہمت ہے صرف دعا کی خاطر یہاں بیٹھا ہوں۔ اور چپ منٹ تک کچھ عرض کروں گا تاکہ  
آئیے والے شریف لے آئیں۔

ذلت و رسوائی کے ماحول میں عید | محترم بھائیو! آج جس ماحول میں ہم عید الاضحیٰ منا رہے  
ہیں ہمارے دل مجروح ہیں، آنکھوں سے اگر خون

پاکستان اور اسلام کے حامی ہونے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہیں اور ان کے سینوں کو نیزوں سے چھیدا جا رہا ہے۔ ایسی حالت میں ہماری حالت گویا وہ ہو گئی ہے۔

**حُبِ دنیا و کراہیتِ موت** | جس کو حضور نے اشارہ فرمایا کہ اے میری امت تم پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا کی قومیں ایک دوسرے کو تہاڑے اور پراپسے بلائیں گی جیسے دسترخوان پر بلایا جاتا ہے۔ جیسا کہ آج دنیا کی قومیں آپس میں ہماری بربادی کے منصوبے بناتی ہیں۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم اس وقت بہت قلیل ہوں گے۔ بدر کے موقع پر تو ۳۱۳ تھے ساری کفر کی طاقت مقابلہ میں جمع ہو چکی تھی۔ تو کیا جب مسلمان ملکوں کو ہٹا جائے گا تو ہم بہت کم ہوں گے۔ فرمایا نہیں تمہاری تعداد بہت بڑی ہوگی۔ کیا ۱۲ کروڑ تعداد معمولی ہے۔ اگر کیا ہو کر تھوکیں بھی تو ایک دریا بن جائے مگر وہ جذبہ نہیں رہا بلکہ حضور کے ارشاد کے مطابق حُبِ دنیا اور موت سے نفرت ہم میں آچکی ہے۔ محبتِ دنیا کی وجہ سے سب کچھ پیچھے ڈال دیا ہے۔ اللہ کے دیں کے لئے قربانی کا جذبہ کہاں رہ گیا ہے۔ دینادی اغراض اور خود غرضیوں کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔

**صحابہؓ کا جذبہ تسلیم و انقیاد** | مومن جب لڑتا ہے تو ایسے جذبہ سے کہ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور جنگ کی نزاکت بتلا دی۔ حضرت مقداد بن اسودؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں۔ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جہاد کے موقع پر کہا کہ اذهب انت و دبك فقاتلا انا همنا قاعدون۔ تو اور تیرا رب جا کر لڑے۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے نہیں۔ بلکہ ہم تو آپ کے دلہنے باہنے آگے پیچھے چوطرفہ لڑیں گے۔ الغرض سات کمان آٹھ تلواریں اور دو گھوڑے ستر ادنیٰ کل جنگی سامان ہے۔ مقابلہ ہے ایک ہزار مسلح فوج کے ساتھ مگر جذبہ اور ایمان ایسا تھا۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے فرمایا یا رسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اگر آپ ہمیں برك الغماد تک کہیں تو ہم جانے کو تیار ہیں۔ آپ کو اختیار ہے



کہتا رہا کہ ۵

ولست ابا لی حین اقتل مسلماً      بایۃ شق کان فی اللہ مصرع  
وذلك فی ذات الالہ وان یشاء      یمبارک علی اوصال شلو مسرع  
اللہ کے حکم کی تعمیل میں میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو یا میں تو کیا پاک۔ ۵ وہ چاہے تو ان ٹکڑوں  
پر اپنی برکتیں نازل کر دے گا۔

**جذبہ شہادت** | حضرت عمرو بن جوح صحابی ہیں، لنگڑے ہیں، ان کے چار بیٹے غزوہ احد  
میں شریک ہیں مگر باپ بھند ہے کہ میں بھی جاتا ہوں۔ بیٹوں نے جا کر  
حضور سے عرض کی کہ ہم سب موجود ہیں۔ آپ معذور ہیں مگر پھر بھی جہاد میں جانا چاہتے ہیں۔ باپ  
نے کہا: انی احب ان اطأ الجنة بعرجتی هذه یا رسول اللہ میں لنگڑے  
پاؤں کے ساتھ جنت کی زمین پاٹمال کرنا چاہتا ہوں۔ قربان جائے حضور اقدس کی شفقت سے  
کہ حضرت عمرو بن جوح سے فرمایا، واقعی تو معذور ہے اور جہاد جانے پر مکلف نہیں اور بیٹوں  
سے کہا کہ کیوں اسے روکتے ہو، شاید اسی طرح شہید ہو کر سیدھا جنت پہنچ جائے الجنة  
تحت ظلال السیوف۔ جنت تلوار کے سایوں میں ہے ایک شخص اسلام لایا۔ فرمایا  
نہ میں نے نماز پڑھی ہے، نہ کوئی اور نیک عمل کیا ہے، سوائے کلمہ کہنے کے۔ اب میں سیدھا جنت  
کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ فرمایا، شہادت پا کر۔

**قوم کی بے حسی اور بے حیثیتی** | تو کیا ہندوؤں سے لڑائی میں ہمارے ہاں بھی ایسا جذبہ تھا  
آج ہمارے ایک لاکھ بھائی ہندوؤں کی قید میں ہیں۔ مگر ہم  
یہاں ریڈیو پر گانے سن رہے ہیں۔ رقص و سرود کا بازار گرم ہے۔ میں کچھ عرصے سے نظر کی کمی کی  
وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ سارے اخبارات بے حیائی سے بھرے ہوتے ہیں۔ اخبار نہیں  
پڑھتا۔ جنگ کے زمانہ میں اخبار اٹھاتا کہ شاید ان دنوں تو سینماؤں کی فحش تصاویر نہ ہوں گی مگر  
دیکھا کہ ان دنوں بھی کم نہ تھیں، یہ ہے ہماری غیرت اور حیثیت کہ مستضعفین من

دیکھئے ہمارے ذمہ بہت بڑا فریضہ ہے۔ تھوڑے سے خطہ کو بھی کافر چھپیں لے تو جہاد فرض ہو جاتا ہے، تو ایسے وقت میں ہمیں کتنا بڑا فریضہ ادا کرنا چاہیئے و ما استکانوا نہ وہ دیتے ہیں، نہ ہم روکس سے دیں گے، نہ بھارت اور برطانیہ سے دیں گے، بلکہ اللہ پر بھروسہ رہے گا۔ مگر ہم تو اب یا کس کی حالت میں ہیں۔ امیدوں کو توڑ چکے ہیں جبکہ اللہ کی راہ میں پُر امید رہنا ضروری ہے۔

ایسے وقت  
نصرت خداوندی کے لئے طلبِ اہلیت ضروری ہے | کیا کہنا چاہیئے

دبنا اغفر لنا ذنوبنا اے اللہ ہمارے گناہوں کو بخش دے شامت اعمالِ ماصورتِ نادر گرفت۔

عین لڑائی کے دوران بھی مساجد خالی رہیں، نمازیوں میں اضافہ نہ ہوا۔ کسی نے سنگسنگ ذخیرہ اندوزی، بلیک اور بھڑا، زنا، شراب نہ چھوڑی۔ حسد و بغض اور باہمی عداوت و اختلاف ترک نہ کیا کسی نے انسابت الی اللہ اختیار نہ کی۔ اللہ کے مجاہدوں کا تو یہ شیوہ نہیں ہوتا وہ تو اللہ کے سامنے رو رو کر کہتے ہیں، اے اللہ ہمارے گناہ بخش دے و اسرافنا فی امرنا اور جو کچھ زیادتی ہم سے ہو چکی ہے۔ اللہ اسے معاف کر دے و ثبتت اقدامنا اور ہمارے قدموں کو کافر کے مقابلہ میں جمائے رکھ۔ و انصرنا علی القوم الکفرین۔ اور اے اللہ ہماری نصرت فرما۔ مگر ہم تو نہ اپنے اندر نصرت خداوندی کی اہلیت پیدا کرتے ہیں۔ نہ نصرت کے طلب کار ہوتے ہیں لیکن نصرت کے حقدار ہر حالت میں اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ کیا طلب اور اہلیت کے بغیر بھی کوئی چیز مل سکتی ہے۔ اس وقت ہمیں ان باتوں کے علاوہ اپنی تمام توجہ انفرادی اغراض اور گھگھڑوں کی بجائے۔ اجتماعی مسائل کی طرف مبذول کرنی چاہیئے۔ مظلوم مسلمانوں کی فکر کرنی چاہیئے اندرونی بغض و اختلاف چھوڑنا چاہیئے۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا ہر گز مسلمان نہیں ہو سکتا، ہر گز

باب ۹

فريضة دعوت و تبليغ

فاستغلفناستوی علیٰ  
سوقہ یعجب الذراع  
لیغیظ بہم الکفار پیا الفی رکوع

توی مضبوط کر دیا پھر موٹی ہو گئی پھر اپنے تنہا پر کھڑی  
ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ ان کی  
وجہ سے کفار کو غصہ دلا دے۔

**حضورؐ کی دعوت** | یہی حالت اسلام کی تھی، مسلمان اپنی بستیوں میں مسافروں جیسے  
تھے حضورؐ اقدسؐ اور صحابہؓ کی مکی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اپنے  
عزیز اور قریب ترین لوگوں کو حضورؐ کی باتیں نا آشنا معلوم ہوتی تھیں۔ مہجری کے میدان میں حضورؐ  
آگے آگے جا رہے ہیں۔ اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں جس کا حاصل یہ تھا کہ اسے لوگوں کا ایک  
اللہ کی طرف، اس کے عبادت گزار بن جاؤ، جس نے تمہیں وجود بخشا اور تمہاری دنیوی زندگی کی  
بقاء اور آسائش کی تمام ضروریات اور حوائج ہتیا کئے اس اللہ کی بندگی شروع کر دو جس نے  
تمہیں عبت مہمل اور بے کار نہیں بنایا، کوئی معمولی انسان بھی مقصد اور بے فائدہ کام نہیں کرتا۔ تو اللہ  
نے کائنات کا یہ بڑا کارخانہ حبیب انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے۔ آسمان سے زمین تک سب  
چیزیں انسان کی نشوونما میں مشغول ہیں جو اس کے کھانے پینے رہنے پہنے اور پہنتے کے حوائج پورے  
کر رہے ہیں۔

هو الذی خلق لکم ما فی الارض  
جمیعا و سخر لکم ما فی السموات  
وما فی الارض۔

اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین کی سب چیزیں  
تمہاری خاطر پیدا فرمائیں اور آسمانوں اور زمین  
کی سب چیزوں کو تمہارے کام میں لگا دیا۔

تو کیا ایسا حکیم رب انسان کو بالکل بے کار اور بے مقصد بنا سکتا ہے۔ اگر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد  
نہ ہو تو پھر تو یہ ساری کائنات بے مقصد رہ جائے گی، تو حضورؐ دعوت دے رہے تھے کہ اس  
مالک الملک بادشاہ کی طرف آ کر اس کی تابعداری کرو جو ہر قسم کے نفع اور نقصان کا مالک ہے  
وہ جیسا چاہتا ہے اس طرح زندگی بسر کرو متدن اور معاشرت طرز رہائش کھانا پینا نکاح شادی  
موت غمی اور خوشی تجارت زراعت حکومت سیاست یہ سب کچھ اُس ذات کی مرضی کے مطابق



سامنے ہے ہم نے ان سے بڑھ کر امانت دار اور سچا انسان دوسرا نہیں دیکھا۔ وہ الصادق الامین ہے، وہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ بتوں کی بندگی چھوڑ دو مخلوق کچھ نہیں دے سکتی۔ نہ نفع نہ ضرر۔ جس ذات کے قبضہ میں آسمان اور زمین ہیں، جس ذات نے ایک نطفہ سے انسان جیسے اشرف المخلوقات کو بنایا، جس کے قبضہ میں ہماری روح اور وجود ہے۔ معمولی سے معمولی نفع اور ضرر بھی اس کے ہاتھ میں ہے، اس سے مانگنا چاہیے، صرف اللہ کی بندگی کرو، بت پرستی اور شرک چھوڑ دو، ہر انسان کا دوسرے پر حق ہے۔ اسے ہرگز جائز نہیں کہ کسی کے مال و دولت، تجارت، عزت و اکبر و پر حملہ کرے، وہ ہمیں باہمی حسن سلوک اور محبت کی تلقین کرتا ہے، اور شراب، زنا، سود سے روکتا ہے۔ حضورؐ نے ہمیں ان چیزوں کی تعلیم دی۔ ہم اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنے لگے تو اب یہ لوگ ہمیں اس پر چلنے سے روکتے ہیں۔ نماز، روزہ اور اسلام پر عمل کرنے نہیں دیتے نجاشی کو یہ معلوم ہوا کہ ان باتوں کو تو کوئی شخص خلاف عقل نہیں کہہ سکتا۔ بت پرستی زنا اور شرک سے منع کرنے میں کیا فلاح ہے؟ اللہ کی طرف بلانے، برادرانہ سلوک، غرباء و مساکین کی مدد، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، اور انسانیت کی قدر و احترام جیسی باتوں کے سکھانے میں کون سی بُرائی ہے؟ پھر ان صحابہؓ کے حالات اور حسن خلق کا حال بھی اس کو معلوم ہو چکا ہو گا۔ تو نجاشی نے کفار مکہ کو غائب و خاسر واپس بھیج دیا۔

بھائیو! واقعہ یہ ہے اسلام دنیا میں  
**اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے**  
 خوش اخلاقی ہی سے تو پھیلا ہے۔  
 اسلام سلم سے ماخوذ ہے جس کا معنی امن اور سلامتی ہے ایسے شخص میں اسلام ہو گا جو امن کا مجسمہ اور سلامتی کا پتلا ہو۔

المسلم من سلم المسلمون  
 مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں کے  
 ضرر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔  
 من لسانہ ویدہ۔

ایک شخص زبان سے دوسروں کی برائی کرتا ہے، لوگوں کی عزت لوٹتا ہے، گالی گلوچ غیبت

زیادہ دوسرے کا مال اچھا نہ لگتا ہو۔ اکثریت کو دوسروں کے ساتھ مقدمہ بازی بحث و مباحثہ میں مغلوب کرنے کا مال و دولت میں نیا دکھانے اور ہر طرح سے دوسروں کو ذلیل کرنے میں مزہ آتا آتا ہے اور اس پر فخر ہونے لگتا ہے کہ آج میں نے اتنی بہادری دکھائی — نام تو مسلم اور مومن یعنی امن و سلامتی اور صلح و صلاحت والا، مگر کام دن رات قتل و قتال اور ضرر و اضرار۔

**حسن اخلاق کا اثر** | تو چند صحابہؓ نے حبشہ کے بادشاہ اور وہاں کے لوگوں کو حسن اخلاق سے اپنا گردیدہ بنالیا، اور چند افراد مسلمانوں کی ایک جماعت جاوا سماٹرا موجودہ انڈونیشیا بغرض تبلیغ گئی، وہاں تجارت اختیار کی اور ان چند چھوٹے اور معمولی تجارتی پورے ملک کو اپنے اعلیٰ اخلاق اور معاملات کی سچائی سے مسح کر دیا، معمولی نفع پر سودا سلف بیچتے تھے مقصد لوگوں کی خدمت اور اسلام کی تبلیغ تھی اور اگر ایک شخص مخلوق خدا کو نفع اور اس کی مہلائی کے خیال سے تجارت کرے تاکہ لوگوں کی ضروریات پوری ہوں اور مناسب نفع بھی ملتا رہے تو ایسی تجارت بلا شبہ عبادت ہے۔ ان چند سوداگروں کی حالت کو دیکھ کر مقامی تجارتی جو لوٹ کھسوٹ کے عادی تھے۔ ان کے مخالف ہو گئے، حکومت سے شکایت کی، ان کے پیچھے پڑ گئے کہ ان کو وطن سے نکال دو۔ مگر جب عام لوگوں کو پتہ چلا جو ان کے اخلاق کے گردیدہ ہو گئے تھے، تو سب ان مسلمانوں کی پشت پر کھڑے ہو گئے اور انہیں ملک بدر کرنے والوں کا مقابلہ شروع کیا اور کہا کہ ہم کو بھی جلا وطن کر دو تو حکومت نے مجبور ہو کر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیا اور رفتہ رفتہ ان کی سچائی اور دیانتداری کو دیکھ کر پورا ملک مسلمان ہو گیا۔ اور آج گیارہ کروڑ افراد وہاں ان چند افراد کی بدولت مسلمان ہیں۔

**ایمانی جذبہ اور امت کیلئے ایک سبق** | الفرغ من کفار مکہ کا وفد حبشہ سے غصہ کھایا ہوا شکست خوردہ واپس ہوا تو ان کا غصہ

اور جذبہ عداوت اور بھی بڑھ گیا، سختی اور تشدد اور بھی بڑھادیا۔ حضورؐ کے چچا ابوطالب کے پاس گئے انہیں ترغیب و ترہیب کے ذریعہ اپنے بھتیجے کو روکنے کی کوشش کی مال و دولت اور

ہنسی کی جائے گی جیسا کہ آج کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا ملانے ہیں۔ اور اسلام کی حالت آج پھر اس پر ایسی جیسی ہو گئی ہے کہ اس کا ٹھکانہ ہونہ بوریا بستر نہ گھر نہ سامان نہ کھانے پینے کا انتظام۔ ہر شخص اسے اجنبی نظروں سے دیکھتا ہے اور اس سے گریز کرتا ہے۔ ایسے وقت میں حضورؐ نے بشارت دی ہے ان لوگوں کو جو اسلام کو اپنائے ہوئے ہیں، اور لوگوں میں اجنبی اور نمانوس ہیں، رسول اللہؐ نے انہیں غریبا کہا اور فرمایا کہ خوشی اور کامیابی ہے ان لوگوں کو۔

الذین يصلحون ما افسد الناس من بعدی جو لوگ ان کی اصلاح کی جدوجہد میں لگے ہیں جنہیں میرے بعد لوگوں نے ضائع اور فاسد کر دیا۔ اسلام کی غربت کے دور میں اس کا علاج بھی تب لایا کہ جیسے اسلام کے ابتدائی دور میں اصلاح اور تبلیغ اور امر بالمعروف کی کوششوں نے اسلام کو مانوس بنا دیا، اب بھی وہی نسخہ ہو گا کہ لوگ غرابی کی اصلاح میں لگ جائیں، حالات اور زمانہ کو نہ دیکھیں اگر ایسے وقت میں کسی نے اسلام کے لئے کچھ کیا تو غیثی مدد اس کی شامل ہو گی۔ دیکھیے صحابہ کرامؓ کے ساتھ خدا کی مدد کیسے شریک رہی۔ قیصر روم نے حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کے ارادہ سے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ آکر تاک میں لگا رہا۔ ایک دن حضرت عمرؓ کو جنگل میں ایک درخت کے نیچے لیٹا ہوا پایا، تو درخت سے اتر کر حضرت عمرؓ کو قتل کرنا چاہا۔ درخت سے اترا تو ایک شیر کو حضرت عمرؓ کی حفاظت کرتے اور ان کے قدم چاٹتے پایا اور ڈر کر بے ہوش ہو گیا، جب ہوش آیا اور حضرت عمرؓ نے اس سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں تو اس بُرے ارادہ سے آیا تھا، مگر شیر کو آپ کی حفاظت کرتے دیکھا یہ شیر کیسے آپ کے مسخر ہیں۔ آج تو اہل وعیال اور اپنے بیوی بچے بھی بیزار اور متنفر ہوتے ہیں۔ یہ حیوانات اور درندے کیسے مسخر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ابھی جو اب نہیں دیا کہ غریبے آواز آگئی کہ ”اے عمر! تو دین کی خدمت کو تارہ دنیا کی ہر چیز تیری تابعدار اور خادم ہو گی۔“

ایک حالت یہ تھی اور ایک اب ہے کہ ہمارے مال و دولت اور ہماری حکومتوں اور ہمارے فہم و دماغ پر یہود اور عیسائی مسلط ہیں جو ذلیل سے ذلیل اقوام ہیں وہ ہم پر سوار ہیں۔ حالانکہ اسی کو



اذھب انت وربك  
تقاتلانا ہما بیٹھے ہیں۔  
قاعدون۔

اگر ایسا ہوا تو سب غرق اور برباد ہو جائیں گے بلکہ ہماری بات تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ جیسی ہونی چاہیے جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ اگر آپ کہیں تو سمندر میں کود پڑیں گے اور اگر حکم ہو کہ برک النقاد تک جائیں تو وہاں تک جائیں گے۔

**ایمان کی حقیقت** | نہ تو اس کی حکمت پوچھیں گے اور نہ وجہ کہ جب آپ کو پیغمبر مان لیا تو وجہ پوچھنے کی کیا ضرورت، نبی جو کہتا ہے وہی حق ہوتا ہے اور ایمان کا معنی یہی ہے کہ نبی پر اعتماد کر کے اس کی ہر بات کو حق سمجھا جائے و باغ میں آئے یا نہ آئے اسی کی نبوت پر بھروسہ اور اسی پر ایمان ہو کہ جو بھی اس کا ارشاد ہے اسی میں بھلائی اور کامیابی ہے۔ اس سے بڑھ کر نسخہ شفاء ہمارے لئے کوئی نہیں، کیوں کہ جس اللہ نے ہمیں پیدا کیا اس نے زندگی کے طور طریقے اور کامیابی کا نسخہ بھی بتلانا تھا۔

**جسم انسانی کا مشین** | دیکھو یورپ سے بند دوائی آتی ہے تو ہر دوائی کے لیبل پر ترکیب استعمال اور سارا فارمولا لکھا ہوتا ہے جو بھی مشین آتی ہے تو اس کے ساتھ اس کے چلانے کا ہدایت نامہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے ایسے طریقوں سے چلے گا ورنہ ضائع ہو جائے گا۔ ہماری روح عالم بالا سے آئی ہے جسم اس کی مشین ہے، تو جو خدا جسم اور روح کا خالق ہے اس نے اس کے استعمال کا نسخہ اور ہدایت نامہ بھی پیغمبر کے ذریعہ بھیج دیا ہے اگر ہم نے ذرا بھی اصلاح کی کوشش کی اپنی زندگی کو اللہ کی مرضی پر ڈال دیا اور اور حیرت کی مدد اور وعدہ صفا ظلت دین پر بھروسہ کر کے فساد کی اصلاح میں لگ گئے تو دین و دنیا کی سرخروئی حاصل ہو جائے گی، نہ مارشل لاء ہوگی نہ ایک دوسرے کی پکڑ دھکڑ نہ چوری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## امتِ مُسَلَّمہ کا امتیازی وصف و عت و زندگی

خُطْبَةُ جُمُعَةِ الْبَارِكِ ۱۰ رَجَبِ ۱۳۸۵ھ / ۲۵ جون ۱۹۶۵ء

کنتم خیر اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ  
تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (الآیہ)

امتِ محمدی کی فضیلت اور اس کی وجہ

بھائیو! ملک کا صدر جس ننگہ میں رہتا  
ہو تو اس کا خادم خاص بھی جو اسے

پنکھا جھلاتا ہے، جوتے اٹھائے ساتھ ہی رہتا ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
فرماتے ہیں کہ سب سے اول جنت کا دروازہ میرے لئے کھولا جائے گا اور پہلی امت  
میری ہی امت ہوگی جو جنت میں داخل ہوگی۔ تو سید الکائنات علیہ السلام کے غلام امتی  
بھی ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ بعض دفعہ غلام خدمت اور راستہ کی بھڑٹانے والا اطلاع  
دینے کے لئے آگے آگے چلتا ہے۔ تو ایسے غلام بھی ہوں گے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم سے آگے آگے جائیں گے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کو حضورؐ نے بشارت دی کہ  
میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں تیرے قدموں کی چاپ میرے آگے آگے سنائی دے  
رہی ہے اور انبیاء علیہ السلام کا خواب بھی وحی ہے۔ تو یہ ایک بڑا احسان  
ہے خداوند کریم کا ہم پر کہنتم خیر اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ الخ

یہ وہ تاج و تخت اور وہ دولت ہے جس سے غلامانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
کو نواز ا گیا ہے کہ تمام عمر اس کا شکر یہ اللہ جل مجدہ کے سامنے ادا کریں تب بھی قاصر

رہو تو ہم حرام کی طرف دوڑے یہ ہے عبدیت، یہ اسلام ہے۔ قیاسی

**شاہ دولہ کی مثال** | شاہ دولہ ایک صوفی گذرے ہیں۔ بڑے مجذوب اور بزرگ تھے، لوگ آئے اور کہا کہ صاحب دریا چڑھ آیا ہے، گاؤں ڈوب رہا ہے۔ کہا ابھی تک ڈوبا نہیں ہے؟ بیلچہ، گدال اٹھائی اور دریا کا رخ اور بھی گاؤں کی طرف سیدھا کرنے اور بند توڑنے لگا۔ لوگوں نے کہا صاحب بجائے دُعا تم نے یہ کیا کام شروع کر دیا کہ گاؤں جلد ڈوب جائے۔ تم ہوش میں ہو یا بیہوش ہو؟ کہا ”جہاں مولا وہاں شاہ دولہ“ یعنی جہاں مرضی مالک ہے، وہاں غلام کی خوشی۔ یہ کیا بندگی اور خوشی کہ آقا کہے بے حیائی مت کرو۔ یہ کہتا ہے کہ اس کے بغیر مہذب دنیا میں گذر نہیں ہو سکتا۔ آقا کہے فلاں امور سے اجتناب کرو، یہ کہے کہ اس کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ تو غلامی نہیں مذاق ہے۔ نصیحت کے لئے تو غلام کا ایک جملہ کافی ہے جو اوپر بیان ہوا جس سے مالک کو عبرت حاصل ہوئی اور اس کی زندگی سدھ گئی۔

**اُمتی کو حضور سے کب نسبت ہوتی ہے** | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا یا جو کچھ فرمایا اگر اُمتی

نے اس پر عمل کیا تو کچھ تعلق اور نسبت اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اگر اس کا کھانا پینا حضور کی سنت کے خلاف ہو حضور کی حکومت اور طرح اور ہماری اور طرح تو اُمتی ہونے کا یہ دعویٰ غلط ہے۔ پھر ایسی اُمت خیر اُمت نہیں بلکہ ”شرامۃ“ ہے یہ اُمت اونچے مقام پر ہے اور جیب اونچے مینار سے کوئی گرتا ہے تو ساری ہڈیاں چور چور ہو جاتی ہیں۔

یرفع اللہ الذین آمنوا  
والذین اوتوا العلم  
درجات۔

اللہ تعالیٰ مومنین کی شان بڑھاتا ہے اور  
جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کیلئے بڑے  
مراتب اور درجات ہیں۔

رسول کا عاشق ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

يَعْبُدُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُعِذُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

سب ہی اس بشارت کے مسدق ہونے کی امید میں ہیں۔ دوسرے دن حضورؐ نے حضرت علیؑ کے بارگ میں دریافت کیا: معلوم ہوا کہ بوجہ بیماری مدینہ سے نہیں آ سکے۔ پھر کسی نے کہا کہ حضورؐ وہ آپکے ہیں حضورؐ نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ اپنے زانوئے مبارک پر ان کا سر رکھا اور دہن مبارک کے لعاب کو ان کی آنکھوں پر لگایا۔ سیدالکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب تھا فوراً شفایاب ہوئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد پھر کبھی مجھے آنکھوں کی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضورؐ نے انہیں بھنڈا دیا۔ بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ اللہ نے مجھ پر بڑا فضل کیا۔ اب جب تک سارے یہودی ختم نہ کر ڈالوں یہ تلوار نیام میں نہیں ڈالوں گا۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسا نہیں کر۔ وبلکہ پہلے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو، قَوْلُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہ سوائے ذات خداوندی کوئی عبادت کے لائق نہیں، نہ اس کے سوا کوئی مالک بادشاہ نافع و ضار ہے نہ کوئی سوائے اس کے کمالات کا مالک ہے یہ سب خوبیاں اسی ذات وحدہ لا شریک لہ کی ہیں۔ فرمایا کہ اے علیؑ! اگر یہ تمام دنیا سُرخ اونٹوں سے بھر جائے اور یہ تیری ملکیت میں آجائیں تو وہ اتنی خوشی کی بات نہیں جتنی کہ تیری دعوت سے ایک شخص کے اسلام قبول کرنے میں خوشی ہے کہ وہ بھی جنت گیا اور تم بھی جنت گئے۔ لوگوں کا تعلق مولیٰ سے پیدا کرو۔ کہ حضورؐ اقدس کی آمد کا مقصد یہی تھا۔ حضورؐ اقدسؐ نے اپنے عمل سے ہر موقع پر یہی سکھایا۔ سیدالشہداء حضرت حمزہؓ حضورؐ کے چچا جنگ امد میں وحشی کے ہاتھوں شہید ہوئے مالک نے وحشی کو لالچ دی تھی کہ حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تو آزاد کردوں گا۔ چنانچہ اس نے حضورؐ کے چچا اسد من اسد اللہ سیدنا حمزہؓ کو ناف کے نیچے نیزہ مار کر شہید کیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا

بھی راضی ہوگا۔ یہ متکبرین کا شعار ہے۔

پھر انتقال فرما گئے مسلمانوں کے امیر المومنینؑ بستر موت پر بھی ایک چھوٹی سی بات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ امر بالمعروف اس اُمت کا شیوہ ہے۔ یہ دین خدا کی امانت ہے۔ ہماری خوبی اور کامیابی اسی میں ہے کہ لوگوں تک پہنچا دیں جس اتفاق سے آج ایک وفد تبلیغی جماعت کا یہاں آیا ہے۔ یہ وہ مخلص جماعت ہے کہ صحابہؓ کی یاد ان لوگوں سے تازہ ہو رہی ہے۔ ان میں ضعیف اور بوڑھے بھی ہیں۔ مگر مشرقی پاکستان سے یہاں تک پیدل سفر کر چکے ہیں۔ دین کے لئے ان لوگوں کی یہ تڑپ اور ولولے کا نمونہ سلف صالحین اور صحابہؓ کے دور میں پایا جاتا ہے۔ حضرت شفیق ملنجیؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ جا رہا تھا، ایک لنگڑا لپا بیچ اور مفلوج شخص دیکھا کہ بدن گھسیٹتا جا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا اللہ کے گھر کی طرف جا رہا ہوں اور دس سال سے اسی حال میں آ رہا ہوں۔ حضرت شفیقؒ بڑے متحیر ہوئے اور اس کی ہمت پر تعجب کرنے لگے اس شخص نے تعجب کی وجہ پوچھی۔ حضرت ملنجیؒ نے کہا کہ تم ناتوان اور کمزور ہو۔ فرمایا کہ نہیں مجھے شوق ہے اور محبت کسی کو کمزور نہیں ہونے دیتی اور اگر میں کمزور بھی ہوں تو وہ طاقت کا مالک ہے۔ دین کی تعلیم اور تبلیغ کے لئے ایسی ہمت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



بھائیوں اور بزرگوں! تقریر کا نہ وقت ہے نہ موقع۔ اس ملک پر اللہ کا بڑا احسان ہے، کسی ملک میں جب انقلاب آتا ہے تو وہاں کا مذہب اور دین سب کچھ انقلاب کی لپیٹ میں آ جاتا ہے قرآن کریم میں ہے:

ان الملوك اذا دخلوا قريةً  
افسدواها وجعلوا اعزّة اهلها  
اذلةً وكذلك يفعلون۔

جاہر بادشاہ کسی ملک میں داخل ہوں تو اسے  
برباد کر کے اس کے معززین کو ذلیل بنا دیتے  
ہیں۔

ذلیلوں کو عزت مند عزت مندوں کو ذلیل کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اُس قوم کا مذہب، تہذیب، اخلاق سب کچھ برباد کر دیا جاتا ہے۔

### حفاظتِ دین کے لئے مولانا محمد قاسمؒ اور مولانا محمد الیاسؒ کے مساعی

پرانگریزوں کا عیسائیوں کا تسلط ہوا تو انہوں نے چاہا کہ مناظروں کے ذریعہ شکوک و شبہات کے ذریعہ تشدد کے ذریعہ تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ اس ملک سے اسلام کو مٹا دیا جائے۔ مگر خدا محض تھا اسلام کا وہ یہ سب کچھ کر رہے تھے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسمؒ ناٹوئی رحمہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دل میں القاء فرمایا کہ دین کی بقا و اشاعت کے لئے کمر بستہ ہوئے نہ صرف مناظروں کا جواب دیا۔ بلکہ ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی، دیوبند کے مسجد چھتہ میں ایک استاذ جن کا نام محمود تھا اور ایک شاگرد جس کا نام بھی محمود تھا، جو آگے چل کر شیخ الہند رحمہ اللہ بننا یہ مدرسہ کی ابتداء تھی مگر اس کی شاخیں سارے عالم میں پھیل گئیں۔

یہاں جب اتحاد کی لہریں دوڑنے لگیں، عیسائی لگ گئے کہ یہاں کے باشندے صرف نام کے مسلمان رہ جائیں، لیکن دل و دماغ عیسائی ہو، تو طوفان کا مقابلہ مشکل تھا مگر اللہ نے دین کی حفاظت

وعدہ۔۔۔ اننا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے مطابق حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے دل میں القاء کیا کہ اسلام کی اشاعت اور دین کی حفاظت کیلئے

میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی۔ اس وقت صحابہ کرام یہ کہہ سکتے تھے کہ جتنے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو موقع عطا فرمایا تھا کہ اب حرمین میں اعتکاف کر کے بیٹھ جاتے اور ایک ایک نماز ایک ایک نیکی کا لاکھ لاکھ اجر حاصل کرتے۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ اکثر صحابہؓ نے ہجرت کی۔ عراق، مصر، شام، ایران کی طرف گئے۔ کابل آئے۔ انڈونیشیا تک پہنچے، اور دنیا میں پھیل گئے۔ ایک ایک صحابیؓ نے لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی طرف دعوت دی، وہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارا فریضہ ہے کہ جب اللہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ سارے انسانوں اور ساری مخلوقات کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔ وما ارسلناک الا کافۃً للناس بشیرا و نذیرا۔

اب قیامت تک آپ ہی بشیر و نذیر ہیں۔ کوئی اور آنے والا نہیں، تو وصال کے بعد امت کا فریضہ ہو جاتا ہے کہ قیامت تک دین کی تبلیغ دین کی اشاعت میں لگی رہے تو صحابہؓ بھی عراق، شام، فارس، روم کی طرف تشریف لے گئے۔ جیسے یہاں سے جماعتیں نکلتی ہیں، جنگلوں میں صحراؤں میں، دریاؤں میں جاتی ہیں۔ تاکہ لوگوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ پہنچائیں تو صحابہؓ نے حرم شریف کے اجر و ثواب اور مدینہ طیبہ میں حضور کے جوار کو چھوڑا۔ اس کام کی خاطر نکلے۔

اس اثنا اور قربانی کا لائق ہی اجر

مگر میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ قربانی دی تو خدا نے اب بھی کہا ہوں کہ اب بھی وہاں کی نمازوں سے زیادہ دیا۔ اس لئے کہ صحابہؓ کی برکت سے اسلام پھیلا۔ تیرہ چودہ سو برس گزر گئے، ہمارے آباد و اجداد کو، جنہوں نے کلمہ سکھایا۔ تو ان صحابہؓ کے بعد اب تک جس نے نماز روزہ رکھا، حج کیا، زکوٰۃ دی، جس نے بھی کبیرہ طیبہ پڑھا، جس نے بھی نوافل پڑھے جس نے بھی دین کے لئے جہاد کیا۔ جو لوگ بھی دین کی خدمت کرنے لگے۔ تو کیا ان تمام حسنات کا اجر ان صحابہؓ کے اعمال نامہ میں درج ہو گا یا نہیں، نسل بعد نسل سردوں نے عورتوں نے کتنی عبادت کی ہوگی۔ ایک صدی ایک قرن، اور ایک کڑی ایک سلسلہ میں کتنے نماز روزے کتنے حج ہوں گے۔ مگر وڑوں اربوں سے بھی زیادہ۔ یہ ان اسلام

وابستہ ہیں۔ ڈھاکہ کے پاس ایک تبلیغی اجتماع میں میں نے ۶، ۵ لاکھ افراد کا مجمع دیکھا۔ باہر دنیا کی حالت یہ ہے کہ آدمی پھرتا ہے تو انسان کو یاس اور ناامیدی ہو جاتی ہے کہ اسلام کا کیا ہوگا مگر یہاں آج ایک نماز میں شرکت سے امید بڑھ جاتی ہے کہ اسلام زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ حضور اقدسؐ کا ارشاد ہے: لا یزال طائفۃ من امتی الخ کا نمونہ سامنے آ جاتا ہے۔ یہاں نہ دولت ہے نہ سیاست نہ حکومت نہ قوت۔ شب و روز دین کی خدمت و اشاعت ہو رہی ہے۔ اور یہ سب اللہ کا کرم اور اس کی توفیق ہے۔ اگر ہم یہ کام نہ کریں تو خدا تار عنکبوت سے بھی یہ خدمت لے سکتا ہے۔ غار ثور میں ایک عنکبوت (مکڑی) سے جالا سے حضورؐ کی حفاظت کرائی۔ اگر ہم دین کے لئے کمر بستہ نہ ہوئے تو خدا اوروں سے یہ کام لے لے گا۔ ایک شخص نے جہاد میں بڑی بہادری دکھائی کئی کافروں کو قتل کیا صحابہؓ نے کہا فلاں شخص نے بڑی ہمت کی بڑا کام کیا حضورؐ نے فرمایا: ٹھیک ہے مگر وہ تو جہنمی ہے۔ صحابہؓ حیران ہوئے اور پیچھے لگ گئے کہ جہنمی ہونے کے ظاہری علامات بھی دیکھ سکیں حضورؐ کی بات تو غلط نہیں ہو سکتی، کل لڑائی ہوئی تو وہ زخمی ہوا۔ اور اس کے بعد خودکشی کر لی۔

حضورؐ نے فرمایا: ان الله لیوید هذا الدین بالرجل الفاجر۔

خدا اس دن کی تائید فاجروں سے بھی فرما لیتے ہیں۔ جب آپؐ مدینہ طیبہ ہجرت فرما رہے تھے، تو سراقہ کے باعقوں آپؐ کی حفاظت کرائی اور راستہ کی نگرانی کرتا رہا۔

تو بھائیو! خدا کا ہم غریبوں پر بڑا احسان ہے۔ نہ کہ ہمارا کوئی کمال۔ یمنون

علیکم ان اسلموا قل لا تموتوا علی اسلامکم ید الله یمتی

علیکم ان ھد اکم للایمان۔ یہ آپؐ پر اپنا اسلام لانا جتلاتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ ایامت کرو، بلکہ خدا کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی رہنمائی کی۔ تو یہ

اللہ کا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ اس مرکز تبلیغ اور اس تبلیغی کام کو بہت ترقی دے۔ اور قیامت تک اسے دین کے پھیلانے کا چشمہ بنا دے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مسلمانوں کی تین ذمہ داریاں

### تعلیم : — تبلیغ : — جہاد

شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ میں حضرت مدظلہ تبلیغی مرکز  
رائے ڈنڈ کے مدرسہ عربیہ کے معائنہ اور امتحانات کے لئے  
تشریف لے گئے، مدرسہ میں مقیم طلبہ علوم دینیہ  
حسب ذیل مختصر خطاب فرمایا۔ (ادارہ)

میرے بھائیو! اور بزرگو! اللہ تعالیٰ اس مرکز تبلیغ کو ہمیشہ کے لئے باقی و دائم  
رکھے اور اسے ترقی عطا فرمائے، مجھ ناچیز کے ساتھ یہ شفقت ہے کہ مجھے باصراریا دفرماتے ہیں۔  
میں اور میرے رفقاء نے اس دعوت کو باعث عزت و سعادت سمجھ کر قبول کیا کہ یہاں کے  
فیوض و برکات سے خود بھی فائدہ حاصل کر سکیں۔ محترم بھائیو! دین کی خدمت کے کئی محاذ ہیں۔

سب سے پہلا محاذ جس میں آپ کو انتہائی کوشش کرنا ہوگی، وہ  
**تعلیم کا محاذ** ہے تعلیم و تعلم دین استاذ کا کام ہے تعلیم سکھانا اور شاگردوں کا

کام ہے تعلم (سیکھنا) درحقیقت اگر تعلیم و تعلم نہ ہو تو علم دین فنا ہو جائے گا۔ علم نہ ہو تو دین کہاں سے  
آئے گا۔ ایک شخص نہ نماز جائے نہ اس کے فرض نہ سنت وہ نماز کیسے پڑھے گا۔ علم دین فنا ہو  
جائے تو دنیا ہی ختم ہو جائے گی۔ امام بخاریؒ نے علم دین کے زوال کو قیامت کی نشانی قرار دیا  
کہ علم صحیح ختم ہو۔ تو دنیا ہی تباہ ہو جائے گی۔ سارا ملک دین سے جاہل ہو تو ملک کو اور خود کو تباہ کر دے



تعلیم اور مدرسے کی، انگریزوں نے سکھوں نے علماء کو بند کیا۔ ان پر قبضہ کیا، عیسائیت پھیلانا چاہی۔ مگر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ نے ایک مرکز قائم کیا۔ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم جس کی برکت سے یہ تعلیم باقی رہی۔ تو علم دین بہت ہی اہم چیز ہے۔ دین کا حاصل کرنا اور پھر اسے دنیا میں پہنچانا ایک فریضہ ہے۔ تنخواہ ملے یا نہ ملے ہم تو خدائی ملازم ہیں۔ رسول اللہؐ نے ایسے لوگوں کو خدائی اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔ دعا کی ہے: **فَصِّرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَا هَاتِمٌ أَدَا هَا كَمَا سَمِعَهَا**۔ فرمایا جس نے میری ایک حدیث سُن کر اسے یاد کیا۔ پھر اسے اصلی حالت میں اور وہی تک پہنچایا، خدا اسے ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے۔ آج اس مرکز سے وفود اور جماعتیں افواج کی طرح نکلتی ہیں۔ یہ سب حضورؐ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

**جہاد** | مسلمانوں کا تیسرا محاذ یہ ہے کہ کفر کی اشاعت میں روڑے اٹھائے جائیں، کفر و معصیت کا مقابلہ کیا جائے۔ تو ہم دین سے روکنے والوں سے جہاد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تینوں ذمہ داریوں میں کامیابی عطا کرے۔ آمین۔

”علم سے مقصد صرف تہذیب نفس و اصلاح اخلاق اور حلال و حرام کا پہچاننا نہیں بلکہ اس کا مقصد اوروں تک پہنچانا، اوروں کو مہذب بنانا بھی ہے اور ایک عالم کے لیے ابلاغ علم اور اشاعت حدیث فرض ہے۔“

”دُنیا کی زندگی فانی ہے، دین کی بقا اور اشاعت اور اللہ تعالیٰ کے مرضیات پر چلنا چلانا جو ہر چیز سے محبوب ہے، اس کے لیے بھی ایک نمر اور جماعت ہونی چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی رہے۔“

(شیخ الحدیث مدظلہ)

بہت سے احکام مہتمم بالشان ہیں۔ جیسے توحید کا مسئلہ جو سب سے اہم ہے۔ یا نبوت و رسالت کا مسئلہ اسی طرح عبادت و اطاعت خداوندی و دوسرے درجے میں اچھے اطلاق حقوق انسانی کی ادائیگی۔ اسی طرح ہزار ہا احکامات ہیں جن کی اہمیت بجائے خود ہے۔

**تعلیم و تخلیق کا منشاء نشانِ اکرمیت ربوبیت** | اگر اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم اور پہلی وحی اقراء ہے۔ یعنی پڑھ اے

پہلی قرأت کا حکم دیا۔ جس کا معنی ہے پڑھنا۔ پہلا حکم تعلیم و تعلم کا دیا۔ اور یہ قاعدہ آپ کو معلوم ہے کہ حکم کا تعلق جب کسی وصف سے ہو جائے تو وصف منشاء اور علت ہوتا ہے اس حکم کے لئے۔ گویا قرأت سے جو مایوسی حضور کو حاصل تھی اور حضور نے کہا ما انا بقادی۔ کہ میں پڑھا ہوا نہیں تو اس مایوسی کا ازالہ پروردگار جل شانہ نے اقراء باسم ربك الذی خلق الانسان من علق اقراء و ربك اکرم سے کیا کہ وہ رب جو نیست سے ہست کرنے والا ہے جس نے انسان کو منجد خون سے احسن تقویم پہنچایا ہے، وہ غیر قاری کو قاری بلکہ سید القراء بنا سکتا ہے اس کی شانِ اکرمیت پر نظر کرتے ہوئے قرأت فرمائیں تو انسان کی تخلیق کا منشاء نشانِ ربوبیت اور قرأت کا منشاء نشانِ اکرمیت ہوا۔

اور لطف یہ کہ ربك اکرم نہیں فرمایا بلکہ ربك الاکرم فرمایا تو گویا نشانِ ربوبیت کا تقاضا تخلیق ہے اور نشانِ اکرمیت کا تقاضا تعلیم ہے۔ علم دینے کا منشاء وہ شانِ ربوبیت ہے جو اکرمیت سے موصوف ہے۔ پس اکرم جو انعام دیتا ہے وہ شانِ اکرمیت کے مطابق ہوگا۔ اور وہ انعام یہاں علم ہے تو معلوم ہوا کہ علم کی نعمت ایک مہتمم بالشان نعمت ہے۔

**علم فرشتوں پر فضیلت کا سبب بنا** | آپ کو معلوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلعت نیابت اور خلافت ارضی کا

منصب دیا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ تو قرآن مجید نے اس کی وجہ بیان کی ہے

اس نے کہا کہ یہ عبد اللہ بن جبر رسول اللہ کے صحابی ہیں اور حضور کی احادیث سناتے ہیں، مجھے بھی ان سے حدیث سننے کی خواہش ہوئی والد صاحب مجھے ساتھ لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو عبد اللہ بن جبر یہ حدیث بیان کر رہے تھے کہ جو شخص خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تفقہ فی الدین حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو فکر رزق سے مستغنی کر دیتا ہے یہ پہلی حدیث تھی جو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی جو حرف بحرف صادق ہے۔

**علم کی ظاہری برکات** | اس دور فتن میں جب آپ لوگ احاطہ دارالعلوم سے باہر نکلیں تو معلوم ہو گا کہ لوگ اگرچہ تمہیں بری نظروں سے دیکھتے ہیں اور تم کو زائد و بے کار سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ کسی کام کے نہیں لیکن الحمد للہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ علم کے صحیح طلب گار بنائے اور فقہائے دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے ہم جو صرف رسمی اور ظاہری تفقہ فی الدین کی راہ پر جا رہے ہیں۔ اس کی بھی اتنی برکت ہے کہ یہ طبقہ سب سے زیادہ فارغ البال ہے جسے روزی کمانے کے لئے نہ مل جوتے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ نہ کھیتی باڑی نہ مزدوری اور نہ بار برداری کی صورتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، بلکہ پوری بے فکری اور راحت سے تمہیں پکا پکایا رزق ملتا ہے۔ باقی لوگ ایک ایک نوالہ اور ایک وقت پیٹ بھرنے کے لئے شب و روز محنتوں اور مزدوریوں میں سرگردان رہتے ہیں۔ مگر یہ ہمارا زمرہ مساکین اس دور زوال میں بھی جبکہ لوگوں کی نظروں میں کانٹوں کی طرح چبھتے ہیں۔ سب سے زیادہ فارغ البال اور مطمئن۔ یہ اسی حدیث کی صداقت ہے۔ جو امام ابو حنیفہؒ نے سنی اور بیان فرمائی۔

**انسانیت کا مایہ الامتیاز** | علماء کے اس زمرہ میں شامل ہونا اور تعلیم و تعلم کی توفیق اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے تخلیق اور پیدائش کی نعمت تو مشترکہ نعمت ہے جو نباتات، حیوانات، جمادات، فلکیات اور دیگر عناصر اور سب مخلوق میں پائی جاتی ہے۔ مگر انسان کا مایہ الامتیاز علم الانسان عالم



ہمارے زانو تہ کرائے۔

**علم کی برکت سے دنیا کی آسودگی** | میں آپ کو کیا عرض کروں، حرص اور لالچ کا تو علاج نہیں ورنہ علم کی وجہ سے ہمیں دنیا کی آسودگی بھی حاصل ہے۔ ہمارے کپڑے عوام سے اچھے ہیں۔ ہمیں پانچو قہ صفائی کا موقع ملتا ہے جو اوروں کو نصیب نہیں۔ ہمیں اوروں سے زیادہ آرام و راحت میسر ہے۔ کسی کا ایک جہان بھی اگر دوسرے دن رہے تو سگا بھائی کیوں نہ ہو اس کی خدمت سے تنگ آجاتا ہے، مگر ہم ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کے جہان ہیں اور اس کے لئے بندوں میں علماء و طلباء کی خدمت کے لئے ایسے لوگ پیدا کئے جو تمہاری خدمت اپنے اوپر انعام خداوندی سمجھتے ہیں۔ تمہاری ضروریات پورا کرتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں سے تمہیں زیادہ محبت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ برکت ہے علم کی۔

**علم کے لئے اذعان و یقین ضروری ہے** | بہر تقدیر اب اتنا عرض کروں کہ اس نعمت خداوندی کا شکرا ادا کرنا اور قدر کرنا ضروری ہے۔ علم کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ جو چیز ہم کتابوں اور اساتذہ سے سیکھیں اس پر ہمارا اذعان و یقین ہو۔ ایک تو صرف رسم ہے کہ بعض لوگ علم سیکھتے ہیں۔ بیاباب دادا عالم تھے تو اس لئے میں بھی علم حاصل کروں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ کچھ بڑھا جائے اس پر دل مطمئن ہو اور یقین و اذعان ہو کہ یہ درست ہے۔

بھائیو! علم کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ قلب و روح اور رگ و ریشہ میں رچ بس جائے اور یہ کہ اس میں جس ثواب و عقاب کا ذکر ہے اور جو وعدہ و وعید ہے وہ یقیناً مرتب ہونے والا ہے۔ اور اگر یہ حالت نہ ہو تو علم فائدہ نہ دے گا۔

**حدیث کی روشنی میں طالب علم کی تین قسمیں** | حضورؐ فرماتے ہیں کہ وحی کی مثال بارش کی طرح ہے کہ اس سے دل اور بارش

اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور اس کی خوشنودی کا راستہ معلوم ہو مگر قلیل ماہم۔

**علم کی اولین شرط صحیح نیت ہے** | علم کی تحصیل میں اولین اور اہم چیز نیت ہے

ایک آدمی جب ایک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے عزم اور طریقہ پہلے سے بنانا ہے۔ مقصد متعین کرتا ہے اگر یہ نیت ہو کہ آگے قبر، حساب کتاب کا مرحلہ ہے۔ خدا کے ہاں پیشی ہونی ہے۔ اور اس کے عذاب سے بچنے کے لئے اس کی مرضیات کا حصول ضروری ہے، اور رضا کے حصول کے لئے علم ہی ذریعہ ہے۔ اب اگر پہلے سے علم اور اپنی زندگی کا مقصد متعین کر دے تو اس کا درجہ غازی اور شہید کے برابر ہے شہید وہ ہے جس کا ایک نظریہ و عقیدہ اور عندیہ ہو اور لوگ اس کے نظریہ اور عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں مگر یہ اس کی صداقت پر مطمئن ہوتا ہے کہ سرجائے توجائے مگر اس نظریہ کے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق دل سے ہے۔ یہ دل میں رچ جاتا ہے۔

**مقصد کی خاطر قربانی** | آپ کو صحابہؓ کے واقعات معلوم ہیں اور پڑھنے کے دوران بھی معلوم ہوتے جائیں گے حضرت جعفر طیارؓ کا ایک نظریہ تھا کہ

زندگی کا مقصد اعلاۃ کلمۃ اللہ اور اعلاۃ اسلام ہے۔ میدان جنگ میں اسلام کا جھنڈا بلند کئے ہوئے ہیں کافروں نے تلوار سے ہاتھ کاٹا، دو سکر ہاتھ سے جھنڈا اٹھام لیا کہ گرنے نہ پائے۔ دوسرا ہاتھ کاٹا گیا، تو کہنیوں سے پکڑ کر سینہ سے لگایا۔ اور مرتے دم تک گرنے نہ دیا۔ کافروں نے تلواروں سے شہید کیا۔ تو گر پڑے۔ کتابوں میں ہے کہ حضرت جعفر طیارؓ کے دانت جھنڈے میں پھنس گئے تھے اور بیشکل جھنڈا ان کے دانتوں سے الگ کیا گیا۔ ان حضرات کا ایک عقیدہ تھا۔ اور اس پر اذعان تھا۔ کفار اس نظریہ کے مخالف تھے مگر ان میں جب تک جان باقی تھی وہ اس کی تحفظ کر رہے تھے۔ یقین تھا تب تو عمل بھی ایسا پیش کیا۔

**غیروں سے سبق** | آپ کو معلوم ہو گا کہ آج کل ہندوستان کے جنوبی حصوں میں زبردست غیروں سے سبق لے رہے ہیں۔ حکومت سے لڑ رہے ہیں۔ حکومت ہندی

ہم خود اپنی ضعف اور کمزوری پر نظر ڈالتے ہیں تو اپنے حال پر ہنسی آ جاتی ہے۔ وہ مشہور مثل ہے کہ کیا پتہ دی اور کیا پتہ دی کا شور یہ، ایسے دور میں ہم جیسے کمزور دین کی کیا خدمت کر سکیں گے مگر اللہ نے دین کا ایک کام شروع کرایا۔ اور اپنی امداد و فضل و کرم سے دستگیری کی۔ ہم الحمد للہ دنیا کے مقابلہ میں ایک نظریہ قرآن و حدیث کا رکھتے ہیں۔

**امانت دین عمل و کردار سے بھی اوروں تک پہنچانی ہے** | اور یہ دین جس شکل میں ہمیں سلف

صالحین سے پہنچا ہے یہ امانت ہمیں اسی شکل میں سیکھنی ہے اور وں تک پہنچانی ہے۔ نہ صرف زبان سے بلکہ عمل و کردار سے بھی اس کا دنیا کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر عمل و کردار نہ ہو تو زبان سے کچھ نہ بنے گا۔ چین کا وزیر اعظم تو کاغذی جھنڈا زمین پر نہ برداشت کر سکے اور ہم حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے دعویدار بن کر سنت کا جھنڈا (ڈاڑھی) کتر واکر زمین پر گندے بول و براز کے نالوں میں پھینک دیں۔ حضرت جعفر طیارؓ نے تو مرتے وقت بھی دانتوں سے جھنڈے کو مضبوط پکڑے رکھا۔ اور ہم ایک ایک سنت کو متناہیکھ کر خاموش رہیں؟

**علم کے ساتھ عمل کی ضرورت** | جب کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے لئے ساری دنیا سے انقطاع کر لیا اور اس کی حفاظت کے لئے دنیا کو پس پشت ڈال دیا ضروری ہے کہ اس علم پر ہمارا یقین و اذعان ہو، عمل ہو، اگر آپ مزدوری کرتے تو ستراسی روپے کما سکتے تھے زمینداری تجارت کر سکتے تھے یہ سب کچھ چھوڑنا ایک عظیم مقصد کی خاطر ہے یہ نہ سمجھیں کہ بس ہمارا کام پڑھنا ہے اور عمل کرنا عوام کا کام ہے جیسے ہندوستان میں ایک مؤذن تھا۔ اذان دے کر اپنے جوتے اٹھا لیتا اور مسجد سے باہر چلا جاتا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اذان دے کر کہاں چلے جاتے ہو سننا نہیں پڑھتے، کہا ہم تو صرف بانگی (مؤذن) ہیں۔ نمازی اور آئیں گے۔

اگر یقین و اذعان ہو تو ضرور عمل بھی درست ہوگا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک جگہ بچھو اور ساپ

**علماء حق کے درجات** | غرض و لالچ کے علم کی تحصیل کرتا ہے اور اسے پھیلاتا ہے۔ تو سمندر کی مچھلیاں زمین کی چوہنٹیاں و خوش و طیور اور حشرات الارض اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں اور اگر علم کا حصول دنیاوی اغراض نام و نمود کے لئے ہو تو وہ شخص بلاشبہ الجسم بلجام میں السناد کا مستحق ہوگا۔ اور اس کے لئے عذاب بھی شدید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں طالب العلم کا درجہ اتنا اونچا ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کی راہ میں اپنے پر بچاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مراد کے ایک صحابہ حاضر ہوئے۔ غالباً صفوان ان کا نام ہے۔ علم کا حاصل کرنا ان کا مقصود تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی کہ اپنے لوگوں پر رحمت کے فرشتے سایہ لگائے ہوئے ہیں اور فرشتوں کے اوپر اور فرشتے سایہ لگے ہوئے ہوتے ہیں اور اسی طرح آسمان تک فرشتوں کے پرے لگ جاتے ہیں۔ فرشتوں کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ طالب العلم پر جو رحمت خداوندی نازل ہو رہی ہے ہم خود بھی اس سے فیض یاب ہو جائیں۔ یہ رحمت خداوندی نہیں تو اور کیا ہے کہ طالب علم کو بظاہر کوئی فک نہ نہیں ہوتا، نہ روٹی کا، نہ کپڑے کا، نہ رزق سے اللہ تعالیٰ نے مستغنی کر دیا ہے۔

**تبلیغ کے لئے عملی نمونہ** | میرے بھائیو! دنیا کا کوئی فکر نہ کرو، نہ روٹی نہ معاش کا، اللہ غفور الرحیم اور رزاق ہے اب تک جس ذات اقدس نے

یہ سب کچھ مہیا کیا وہ آئندہ بھی دے گا۔ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ اس میں تمہارا اہم کام دین کی حفاظت کرنا ہے۔ اسے سمجھنا اور اس طرح حاصل کرنا کہ خود دنیا کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور عمل پسند ہونے کے بعد اور دوسری اصلاح کریں۔ پچھلے دنوں ایک طالب علم یہاں آئے پہلے کالج پڑھتے تھے، ٹیوٹورل صاف مگر یہاں چند دن رہنے کے بعد اصلاح قبول کی اور وہ یکسر بدل گئے، وضع رفع سنت کے مطابق بنائی۔ میں کچھ عرصہ بعد ان کے علاقہ میں گیا لوگ اس تبدیلی پر بہت حیران تھے اس سے متاثر تھے۔ اور سب اس کی عزت کرتے تھے۔



مدار سس کی۔ اللہ تعالیٰ مولانا نانوتویؒ کی قبر پر رحمتوں کی بارش برساتے کہ انہوں نے عین موقع پر علم کی ایک شاخ لگا دی اگر یہ دینی مدار سس نہ ہوتے تو یہاں کا نقشہ بدل گیا ہوتا، دین مٹ جاتا۔ اب ان محدین کی سمجھ میں نہیں آتا — کہ مدار سس عربیہ اور علماء و طلباء کا یہ جال جو پھیل رہا ہے کس طرح اس کا مقابلہ کریں اور اب رجاہ دین کے ذریعہ نہیں بلکہ ریسرچ اور تحقیق تصنیف و تالیف کے ذریعہ دین پر ان کی یلغار ہے۔ تو ہمیں چاہیئے کہ اس کے مقابلہ کے لئے بھی تیاری کریں کہ اصلی اسلام محفوظ رہے اور دین میں یہ لوگ تحریف نہ کر بیٹھیں۔

اندر دین ملک ان قوتوں کی سرکوبی کے  
**اشتراکیت اور دہریت کا مقابلہ** | علاوہ دوسرا سیلاب دہریت کا ہے کفار

کہتے ہیں کہ اسلام دہریت کی ضرورت نہیں۔ چین اور روس وغیرہ دہری ہیں اور ہمارے ملک کو دہریت کا یہ خطرہ بھی درپیش ہے۔ امریکہ و برطانیہ ان دہریوں سے بھی زیادہ غلبہ میں ہیں ہمیں آنے والے دور میں عقائد کا تحفظ کرنا ہے۔ باہر دنیا کو بتلانا ہے کہ اس عالم انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کا وجود اور وحی ضروری ہے۔ بغیر اس کے نجات نہیں ہو سکتی قیامت کا دن اور حساب و کتاب حق ہے۔ وحدانیت خداوندی اور رسالت محمدی حق ہے۔ اب اسلام کی حفاظت کے لئے تو اور مخلوق نہیں آئے گی ہمیں یہ کام سنبھالنا ہے۔ گو غنیمت امداد ضروری ہے۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

ایسے حالات میں اگر ہماری حالت خود خراب ہو باہمی جنگ و جدال اور فروعی مسائل پر مار پیٹ میں لگے رہیں تو یہ کام کس طرح ہوگا، اہل باطل جو انگریزوں کے شاگرد ہیں۔ تو یہی چاہتے ہیں کہ علماء آپس کے جھگڑوں میں پھنسے رہیں جس طرح نبو عباس کے دور میں حکومت نے علم کلام کے جھگڑوں میں علماء کو مشغول رکھا۔ تاکہ نصب العین ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے

بدخواہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر بُرائی سے منع کرتا ہے تو تمہاری خیر خواہی کے لئے۔ ہاں اگر بالفرض استاد ناجائز کہے تو لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ جسمانی والدین کا جتنا احترام ہے کہ انہیں درشت جواب بھی نہ دو اور نرم کلامی اختیار کرو وہی احترام روحانی باپ کا بھی کرنا لازمی ہے۔ اور اس کے احکام کی تعمیل ضروری ہے۔

**نماز باجماعت** دفعہ نہرہ اسی طرح ان ضوابط میں نماز باجماعت پر بھی زور دیا گیا ہے سنت کی پہلی بنیاد نماز باجماعت کی پابندی ہے اگر آپ لوگ احیاء سنت کرنی چاہیں تو جماعت کو ملحوظ رکھیں۔ یہ کب جائز ہے کہ جماعت کھڑی ہو اور طلبہ ادھر ادھر پھرتے رہیں، عوام کیا اتر لیں گے۔ تو یہاں ترک جماعت کے لئے کوئی غیر شرعی غدر مسموع نہ ہوگا۔

**عالمانہ وضع رفع** دفعہ نہرہ اس دفعہ میں عالمانہ وضع رفع اور صلحاء کا لباس اور مشکل و صورت اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

بھائیو! باطل قویں اپنی ثقافت اور یونیفارم کی حفاظت کے لئے جان دے دیتی ہیں۔ قوم کی قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ مگر یونیفارم کو نہیں بدلتے۔ مرزا بیدل فارسی کا مشہور شاعر تھا۔ ایران سے علماء آئے دہلی میں مرزا بیدل سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کا چہرہ چاہنوں نے سنا تھا جب اسے دیکھا تو حیران ہوئے کہ اتنی بڑی شہرت اور ڈاڑھی منہ صاف۔ متعجب ہو کہ کہنے لگے کہ ایں مرزا بیدل است ریش راجی ترا شد؟ تو اس نے کہا کہ ”بلے ریش راجی ترا شد مگر دل کسے راجی خوا شد“۔ آج کل بھی یہی کہا جاتا ہے کہ منڈوائی تو کیا دل تو صاف ہے اور محبت سے لبریز ہے وہاں بھی ایسا کہا گیا کہ ڈاڑھی تراشتے ہیں۔ مگر کسی کا دل نہیں دکھاتے۔ ایرانی علماء نے فقرہ چست کیا کہ لکن دل رسول اللہ راجی خوا شد۔ مرزا بیدل کے دل پر اس جملہ کا اتنا اثر ہوا کہ تڑپ گئے، سوچنے لگے کہ یہ کیسی محبت ہے کہ حضورؐ کی مخالفت کر رہا ہوں اور آپ کے دل کو زخمی کر رہا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ اس شدتِ احساس کے غم میں میرے دن اسقال کر گئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## حائِلینِ علومِ نبوتؐ مُقام اور ذمّہ داریاں

یہ خطاب ۲۲ شوال ۱۳۸۶ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں تعلیمی سال کے افتتاح کے موقع پر طلبہ اور اساتذہ کے بھاری مجمع میں کیا۔

**مقصد اور اس کی عظمت** محترم بھائیو! آپ ایک عظیم مقصد کی خاطر یہاں تشریف لائے ہیں، اور وہ مقصد ہے حفاظت و خدمتِ دین، جس کا ذریعہ یہ ہے جو آپ نے اختیار کیا، کہ کلام اللہ اور احادیثِ رسول اللہ اور اس سے سنبھلا اور مستخرج مسائل اور علوم حاصل کریں۔ پھر ان مسائل معلومہ پر عمل کریں اور احاطہ دارالعلوم سے باہر نکل کر اس کی اشاعت اور حفاظت میں لگ جائیں۔

اس عظیم مقصد کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنی منزلت و مرتبت ہے، اتنی کسی اور چیز کی نہیں۔ دنیا کا رجحان تیزی سے مادیت کی طرف بدل رہا ہے۔ مگر آپ لوگ دنیوی مفادات اور دنیوی تعلیم کے لئے اپنی زندگی وقف نہیں کر رہے کہ علم حاصل کر کے سائنسدان، انجینئر یا ڈاکٹر اور کوئی افسر و عہدہ دار بنیں گے، بلکہ یہاں کے تمام طلبہ اور اساتذہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دین کی اشاعت و حفاظت کی جائے گی۔

کا ظہور ہے کہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ دین اپنی اصل شکل میں کہاں ہے؟ اور رسول کریم کے زمانہ میں کسی مسئلہ اور ایک جزئیہ کا کیا حکم تھا اگر ضرورت پڑے تو ایک پھٹے پرانے لباس والا گنہگار طالب العلم دنیا کے کسی دور افتادہ گوشہ سے بھی اٹھ کر بتلائے کہ وہ دین وہ مسئلہ جو حضور کے زمانہ میں تھا یہ تھا۔

اور یہ قدرت اسلام کی حفاظت و اشاعت ظاہری اسباب سے وابستہ نہیں کی ایک عجیب

حکیمانہ عادت چلی آرہی ہے، کہ اب تک اسلام کی حفاظت عموماً مفلوک الحال اور بے وسائل طبقہ ہی سے کرائی گئی نہ تو دولت اس کی پشت پناہ بنی اور نہ حکومت و طاقت، اگر ایسا ہوتا اور کالجوں کی عظیم عمارات، بھاری مصارف اور خوب صورت اور صحت مند جوانیاں اس راہ میں لگتیں تو لوگ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کو ان ظاہری اسباب، دولت اور قوت کا کرشمہ قرار دیتے مگر الحمد للہ آج اسلام اصلی شکل پر تہام بغیر وسائل و ذرائع کے اپنی حقانیت کے بل بوتے پر درخشاں ہے اور انسان جن نزلنا الذکر و انالہ لحافظون کا نمایاں ثبوت پیش کر رہا ہے۔

آج عیسائیت باطل مذاہب کے پشت دولت قوت اور حکومت ہوتی ہے دنیا میں

گو اپنی صحیح صورت میں نہیں پھر بھی اگر کچھ نام اس کا لیا جاتا ہے، تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی پشت پر مشنریاں ہیں، کروڑوں روپے ہیں اور پھر شراب و عورت اور دوسری خواہشات کی کرشمہ سازیاں ہیں کہ جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کہہ دے سب کچھ اسے مل جائے گا، یہ تو اچھا خاصہ خواہشات پوری کرنے کا ایک آلہ ہے مگر اسلام کی پشت پر یہ سب کچھ نہ تھا اور نہ اب ہے تاکہ کسی کو کہنے کا موقع نہ ملے۔ غرض علم دین کے لئے آپ لوگوں کا انتخاب خدا کا کرم و احسان ہے۔ ہمارا نہ عوام پر احسان ہونا چاہیے نہ حکومت پر نہ کسی اور پر اور نہ خدا



اگر یہ لوگ کسی کام کے ہونے کی قسم اٹھائیں تو چاہیں وہ کس قدر عظیم و مشکل کام کیوں نہ ہو، رب العزت پورا کر دیتے ہیں۔ تاکہ خداوند کریم کا وہ بندہ جھوٹا ثابت نہ ہو۔ دب اشعث اغبر لواء قسم علی اللہ لا بترہ (بسا اوقات ایک پرانندہ حال گرد آلود شخص (جو بظاہر کوئی وقعت نہ رکھے مگر اللہ کی نگاہ میں اس کا مقام ایسا ہوتا ہے کہ اگر خدا کی قسم اٹھائے کسی بات کی تو وہ پوری فرما لیتا ہے) بخاری شریف میں ہے، آپ پڑھیں گے کہ ایک عورت پر دعویٰ ہوا۔ عورت کے رشتہ داروں نے دیت دینے اور مصالحت کی سعی کی مگر مدعی راضی نہ ہوا۔ حضورؐ نے قصاص کا فیصلہ دیا، کتاب اللہ القصاص اللہ کا حکم تو قصاص ہی ہے۔ صحابیؓ کے منہ سے یہ بات نکلے کہ اللہ تعالیٰ میری بہن کا دانت نہیں ترٹواوے گا۔ حضورؐ نے تبسم فرما کر کہا کہ قانون تو یہی ہے کہ قصاص لیا جائے آگے قلوب خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ بس انقلاب آیا اور مدعی نے فوراً اسے معاف کر دیا۔ قصاص بیا نہ دیت۔ اس وقت حضورؐ نے یہ حدیث اشاد فرمائی: دب اشعث اغبر لواء قسم علی اللہ لا بترہ۔ مگر اس درجہ کے لوگ ہر وقت قسمیں نہیں اٹھاتے، البتہ غیر ارادی طور پر شاؤنا دران کے منہ سے ایسی بات نکل جائے تو خدا تعالیٰ اس کی لاج رکھتے ہیں اور اپنے بندہ کی بات کو پورا فرما دیتے ہیں۔

ائمہ دین کو قربانیوں کا صلہ ملا | یہ آج جو امام بخاریؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہمارے

دل احترام سے بھگتے ہیں، ان کے والدین اور اقارب بادشاہ نہ تھے، نہ ان کے خاندان ابتداء سے بہت بڑے علمی خاندان تھے، نہ دولت و سطوت اور نوکران چاکروں کے مالک تھے، نہ کوئی دنیوی خصوصیت تھی، مگر آج ان حضرات کی عظمت ہمارے دلوں میں راسخ ہے، اور اللہ کے ہاں معزز ہیں، وجہ یہ کہ انہوں نے اس مقصد جلیلہ کی راہ میں قربانیاں

تہ ہونا شس اور نام و نمود ہو اس میں ہرگز کامیابی نہیں ہو سکتی۔ امام سلمؑ نے لکھا ہے کہ ایک مبتدع کے لئے ممکن ہے کہ اس کی زندگی میں کچھ چرچا اور شہرت ہو جائے، مگر زمانہ گزرنے کے ساتھ اس کا نام اور اس کا کام مٹ جاتا ہے، اور علماء حق دائم ہدیٰ پر جتنی بھی مدت گزرے اتنا ہی ان کا فیض اور ان کی مقبولیت بڑھتی جائے گی۔ گندم کا دانہ جب باہر ہے اس میں نمود ہے تو کچھ بھی نہیں، مٹی میں دب جائے، نمائش ختم ہو جاتی ہے تو دس دن بعد اس کی کونپلیں نکل آتی ہیں اور برگ و بار لے آتا ہے جس نے اپنے آپ کو مٹایا، بکڑا، خود پسندی، شہرت کو ترک کر دیا، اخلاص پیدا کیا، خدا نے اسے نمایاں کر دیا، گو اس کا ارادہ ایسا نہ ہو مگر خلوص کے اعمال کا طبعی نتیجہ یہی ہے۔ خدا تمہارے خلوص کا خفیہ سے عمل ثمر اور بنا دے گا۔ دل میں خلوص پیدا کر دو کہ اسے اللہ تیرے دین کو فتنوں کے سیلاب نے آگھیرا ہے دشمنوں کی یلغار ہے، تیری رضا اور تیرے دین کی خاطر ہی اس راہ میں زندگی لگاتا ہوں۔

**تقویٰ** | دوسری چیز اس راہ میں تقویٰ کہتے ہیں یہ علم کی دولت تقویٰ اور خدا تعالیٰ کے ڈرنے والوں کو نصیب ہو سکتی ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے استاد امام وکیعؒ کو اپنے حلقہ کی کمزوری کی شکایت کی، انہوں نے نسخہ تبلا دیا کہ علم خدا کا فضل عظیم ہے، اور یہ گنہگاروں کو حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ہر قسم کے منکرات اور معاصی سے اجتناب نہ کریں۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصافی الی ترک المعاصی

فان العلم فضل من اللہ وفضل اللہ لا یعطی لمعاصی

**زہد عن دنیا اور تواضع** | امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت حیوۃ (زندگی) ہے اور دوسری اونچی صفت علم ہے اب

اس کا علم مظہر خداوند کریم ہیں تب بنائے گا کہ نافرمانی نہ ہو، کم از کم جذبہ تو مرقہ اور معصیت کا نہ رکھیں۔ اگر بمقتضائے بشریت غلطی ہو بھی جائے تو فوراً توبہ کر لیں، اور جب علم جیسی صفت

امام ابو حنیفہؒ کی دوسری وصیت

اذان کے بعد تو بلا تاخیر مسجد پہنچ جایا کرو۔۔۔ یہ غوام جو اپنے خویش و اقارب کو بلاغرض روٹی نہیں دیتے ان کو کیا پڑی ہے کہ تمہاری تمام ضروریات کا انتظام کرتے ہیں؟ کچھ نہیں صرف ان کا حسن ظن ہے کہ یہ لوگ دین کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اگر ہم خود اس دین پر عمل نہ کریں گے اور آپس کی جنگ و جدال میں مشغول ہوں گے تو ان لوگوں کے دلوں میں کیا وقعت رہے گی اگر تم چاہو کہ لوگوں کے سامنے صحیح مسائل اور صحیح دین پیش کرو، تو صرف اس سے کام نہیں بنے گا، جب تک مسئلہ بیان کرنے والا خود اس پر عامل نہ ہو، اس دین کا علیٰ نونہ نہ ہو، غوام اُسے دیندار نہ سمجھیں گے، صلوٰۃ عماد الدین اور نبیا دہے، جب تک تم میں نماز کی پابندی نہ ہوگی دین کی بنیاد ہی نہ ہوگی تو کیا ہوا میں دین کی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے؟

غرض دین اور علم دین کی راہ میں ہماری معمولی غفلت اور کوتاہی کا دیال آنے والی نسلوں پر پڑ سکتا ہے۔ اور اگر گمراہی مقصد کو پہچانا اور اس کی راہ کی نذر اکتوں کا خیال رکھا تو دین کی امانت آنے والی نسلوں تک پہنچا سکیں گے۔ خدا تعالیٰ ہمیں صحیح علم اور صحیح فہم کی توفیق دے۔

سیدنا یعقوبؑ کے محبوب اور منظور نظر تھے اور والد بھی وہ جو پیغمبر تھے، اس لحاظ سے تمام بھائیوں کے مرشد، استاد اور شیخ اور مقتدا سب کچھ تھے، کامل توجہ حضرت یوسفؑ کی طرف تھی۔ کہ بچپن سے ان میں کمالات محبوبیت نمایاں تھے اور یوسفؑ کے بھائیوں میں والد کے جذب توجہ کے وہ کمالات اور اسباب نہ تھے۔ تو بھائیوں نے کوشش کی کہ اپنے والد شیخ اور مرشد کی توجہ ہماری طرف بھی ہو جائے والد بزرگوار کی نظروں میں محبوب بننے کے لئے تاکہ والد کا فیض انہیں بھی پہنچ سکے۔ اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ حضرت یوسفؑ کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تو والد کی توجہ ہماری طرف ہو جائے گی۔ یہ اقدام لان کا مال و دولت اور میراث کی غرض سے نہ تھا کہ انبیاءؑ تو سرے سے مال دار نہ تھے، پھر انبیاءؑ کی میراث ہوتی بھی نہیں نحن معاشر الانبیاء لا نرث ما ترکنا صدقہ۔ یعنی ہم انبیاءؑ کی جماعت میراث نہیں چھوڑتے بلکہ جو کچھ چھوڑا وہ ساری امت کے لئے صدقہ ہوگا۔ غرض برادرانِ یوسفؑ کا مقصد توجہات اور فیوضات والد کا حاصل کرنا تھا۔ قرآن میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یخزل لکم وجہ ابیکم فتکونوا من بعدہ قوم صالحین۔ (خالص رہے تم پر توجہ تمہارے والد کی اور یوسف علیہ السلام کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک ہو جائیں گے کہ پدر بزرگوار کی خصوصی توجہ اپنی طرف کھینچ سکیں گے)۔ مگر فیض حاصل کرنے کے لئے راستہ جو اختیار کیا یہ ان کی خطا اجتہائی تھی، نیت بُری نہیں تھی بلکہ محبوبیت کا حصول تھا مگر تقدیر ازل بدلتی نہیں اللہ کو جو منظور تھا وہی ہوگا، بجائے محبوب بننے کے اگر عاشق بننے کی کوشش کرتے تو شاید زیادہ فیض انہیں ملتا شاید اس طرح حضرت یوسفؑ سے بھی بڑھ جاتے مگر دولت اور لغزش ہوئی اور بعد میں اپنی غلطی پر تادم ہوئے۔ یا ابانا انا کنا ظالمین۔ اور دولت کے معنی لغزش کے ہیں، جیسے ایک شخص کچھ پڑیں گے پڑے مگر گرتے ہی سنبھل جائے تو جو لوگ خدا کی حفاظت میں ہوں وہ لغزش کھاتے ہی سنبھل جاتے ہیں۔ اسی طرح بعد کے



معلوم کیا اور پھر اسی رات دیوبند واپس ہوئے اور طلوع صبح کے وقت دیوبند پہنچے صبح کی نماز کے بعد حضرت نانوتویؒ کو مریض کا حال سنایا۔ والد مولانا ذوالفقار علی صاحب تمام رات ان کی تلاش میں رہے یہ ان کے ادب اور خدمت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، زندگی بھر استاذ کے ساتھ رہے۔ اس ادب اور کمال محبت کا ثمرہ یہ ہوا کہ تمام عالم کو حضرت شیخ الہندؒ کا فیض پہنچا۔ آج برصغیر پاک و ہند ہویا ایران افغانستان ہو، برما ہویا افریقہ، جہاں بھی حدیث رسول کا فیض اور سلسلہ جاری ہے اس کا سرا براہ راست یا بالواسطہ حضرت شیخ الہندؒ سے ملتا ہوا پائس گئے۔ شیخ الہند شیخ العالم بن گئے، اپنے استاد کے مسلک اور مرضی کے مطابق تمام عمر خرچ کیا۔ علمی فیض اور برکت کے علاوہ جہاد اور قربانیوں میں بھی سب سے آگے رہے۔

پھر ان سے نیچے حضرت شیخ الہند  
شیخ الاسلام مدنی کی محبت اور جان نثاری  
 علیہ الرحمۃ کے تلامذہ کا حال

دیکھئے شاگردوں میں حضرت علامہ شاہ انور شاہ کشمیری مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ حضرت حافظ عبد الرحمن امر دہوئیؒ جیسے اکابر اور ایک سے ایک ذہین، جامع کمالات کہ ہر ایک دین کا ستون ہے، ہر ایک سے علم اور دین کے چٹے جاری ہوئے۔ مگر حدیث کا جو فیض اور افادہ ہمارے استاد اور مرشد حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ذریعہ ہوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج برصغیر اور بیرون ممالک میں ہزاروں تلامذہ کے ذریعہ ان کا فیض جاری ہے، حلقہ اور زبانیت میں ان جیسے اور حضرات بھی تھے مگر اپنے شیخ کی محبت اور جان نثاری جو ان میں تھی اس کی مثال نہیں ملتی۔ عمر بھر وفا شعار غلام اور عاشق بنے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اس راہ میں آپ نے اپنی اولاد اپنی بیوی اور والدین کی جدائی تک برداشت کی انکی وفات کی اطلاعاتیں پہنچیں مگر مالٹا کی حبیل میں اپنے استاد کی رفاقت ترک نہ کی، ادب محبت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## فضیلتِ علم : مقصد کی بلندی اور اس کے تقاضے

۲۳، شوال ۱۳۸۸ھ دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کے  
اقتتاحی تقریب کے موقع پر درسِ ترمذی کے شریفیہ کے افتتاح  
کے بعد طلبہ و اساتذہ سے خطاب فرماتے ہوئے:

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس پُر فتن دور میں آپ کو یہاں حصولِ علم کے لئے  
جمع ہونے کی توفیق ہوئی۔ ہم اور آپ ایک عظیم مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

اہلِ علم کا دنیوی مقامات اور مناصبِ الوں سے موازنہ | دنیا میں ہر شخص کا  
ایک مقصد ہوتا ہے۔

کسی کا مال و دولت، کسی کا حکومت و سلطنت۔ مگر ان لوگوں کا یہ مقصد تمہارے مقصد کے سامنے ہیچ  
ہے اگر ایک فرد یا جماعت کی سعی بار آور ہو بھی جائے اور ساری دنیا کی حکومت اس کے  
ہاتھ آجائے مگر اس کی پوزیشن اور مقام زیادہ سے زیادہ امریکہ کے صدر ٹکسن یا روس کے  
صدر کے برابر ہو جائے گا، اور مرتبہ یا منصب چند دن رہے گا، اگر ایک شخص کروڑ پتی بنا تو قانون  
اور مزد و دستِ داد کے مقام پر فائز ہوا۔ اس کے مقصد کا مقام صرف یہی ہے۔ مگر آپ  
لوگ جس مقصد کے لئے نکلے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پورا کر دیا اور آپ کامیاب ہو گئے تو  
یہ مقصد و مقام اتنا بلند ہے کہ حسبِ ارشادِ نبوی العلماء ورثۃ الانبیاء

ایک حدیث کے لئے صحابہ کے اسفار | حدیث کی کتابوں میں پڑھو گے کہ  
ایک صحابی حضرت ابوالیوب انصاریؓ

نے جو دس سال تک حضورؐ کی خدمت میں رہے ایک حدیث کی خاطر اونٹنی خریدی اور دوسرے  
صحابیؓ کے پاس چالیس دن کا سفر کر کے پہنچے اور ایک حدیث اللہ فی عون العبد  
ما دام العبد فی عون اخیه۔ سن کر واپس ہوئے۔

حج کے موقع پر دور دراز سے لوگ علو سند کی خاطر مکہ معظمہ آتے کہ جس شیخ سے  
حدیث پہنچی ہے اگر وہ حج کرنے آئے ہوں تو ان سے براہ راست سن لی جائے اور بیچ  
سے راویوں کے واسطے کٹ جائیں، یہ ان لوگوں کا شوق اور تڑپ اور علم کا جذبہ ہے  
جو صحابہ کرامؓ ہیں اگر ایک سیکنڈ بھی حضور اقدسؐ کی زیارت حالت اسلام میں ہو اور  
اسلام پر خاتمہ ہو جائے تو اس صحابی کا مقام تمام اولیاء سے بلند ہے، وہ بدو صحابی جو دور  
سے میدان عرفات میں کھڑا حضور اقدسؐ کے دیدار کو رہا ہے، اس کا مقام تمام اولیاء تمام  
قطب اور ابدال سے اونچا ہے۔ تو ابوالیوب انصاریؓ جو دس سال تک حضورؐ سے  
فیض پاتے رہے مگر اُس زمانہ کا مشقتوں کا سفر صرف ایک حدیث کے لئے  
اختیار کیا اور حضرت جابرؓ جو بزرگ صحابی ہیں ایک حدیث کے لئے دمشق کا سفر کرتے ہیں تو  
ابراہیم ادہمؒ اسی رحلت کو آفات سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیتے ہیں تو علم دین حاصل کر نیوالوں  
کی برکت سے اور مخلوق سے عذاب اٹھ جاتا ہے اور انسان وارث انبیاء بن جاتا ہے۔

ایک جملہ میں مقام اور ذمہ داریوں کا سارا نقشہ | اور حضورؐ کا یہ ارشاد  
العلماء ورثة الانبیاء

بھی منجملہ جوامع الکلم کے ہے کہ مقام اور ذمہ داریوں کا سارا نقشہ اس میں سمٹ آیا ہے، کہ جب حضورؐ  
کے وارث کہلائے تو انہیں حضور اقدسؐ کی پوری زندگی ملحوظ رکھنی ہوگی تب اس اونچے  
مقام پر فائز ہونے کے مستحق ہو سکیں گے۔ اگر دنیا کے معمولی منصب کے لئے جو آخرت

اہل دنیا کی شقتوں کے سامنے بیچ ہیں۔

**عظیم مقصد کے لئے عظیم قربانیاں** | اتنے عظیم مقصد کے لئے اگر ہماری ہزار جانیں بھی قربان ہوں تو حق ادا نہ ہوگا۔

ایک صحابیؓ کو کافروں نے گرفتار کر لیا، ان کے سامنے ان کے دو ساتھی آگ پر جلتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں ڈال دئے گئے۔ اور انہیں کہا گیا کہ عیسائیت اختیار کر لو ورنہ آپ کا بھی یہی حال ہوگا کہا تمہاری مرضی ہے، ڈال دو مگر کسی مجبور و بے کس کو اس طرح مجبور کرنا اور یہ طریقہ تبلیغ غیرت اور شرافت کے خلاف ہے، تین دفعہ کڑاہی تک انہیں لے جایا گیا۔ آخری مرتبہ صحابی کے آنسو ڈبڈبائے تو کافروں نے بلا کر کہا کہ شاید اب تم اپنے رویہ پر پشیمان ہو چکے ہو۔ اگر ایسا ہے تو اب بھی ہم تجھے چھوڑ دیں گے انہوں نے فرمایا ارے بیوقوف! میں اس وجہ سے رو دیا ہوں کہ چند لمحے بعد جب میں اللہ کے حضور پیش ہوں گا، تو کس منہ سے کہ صرف ایک جان تیرے لئے قربان کر دی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہر بال کے بدلہ ایک روح ہوتی اور اسے قربان کر کے اللہ کے سامنے پیش کرتا تب سرخرو دی ہوتی اس وجہ سے مجھے رونا آیا۔

**ابتلاء بقدر ہمت** | تو اس پر یقین و در میں علوم نبویہ اور قرآن و سنت کے لئے اگر معمولی مشقت پیش آجائے تو یہ کچھ بھی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تو بے حد

رحیم ہیں۔ انہیں ہمارے ضعف اور کم ہوشی کا اندازہ ہے۔ اس لئے ہم پر ابتلاء اور آزمائش بھی بہت کم آتی ہے۔ انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کا حوصلہ اور مقام بہت اونچا ہے اور ایمان بہت محفوظ ہے اس لئے ان کی ابتلاء اور آزمائش بھی بہت سخت ہوا کرتی تھی۔ اللہ الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔ (لوگوں میں سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے پھر اس کی جو ان سے جتنا قریب ہو)

**عہد زوال علم میں بھی اہل علم پر خدا کی رحمتیں** | ایسے دور میں کہ علم کا زوال ہے حدیث اور قرآن ختم کرنے یا اس میں



آزمائش میں نہیں ڈالتے۔ ہمارے طالب علمی کے دور میں بھی اس علاقہ میں بے حد تکالیف برداشت کرنی پڑتی۔ مجھے طالب علمی کے دور میں اس علاقہ کے ایک گاؤں میں ۶ ماہ کے عرصہ میں بہت کم ہی ایسا وقت آیا ہوگا کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہو۔ ایک جگہ پڑھنے کے دوران تو ایسا ہوا کہ کھیت سے گھاس پتے جمع کر کے ساگ پکوا لیا جاتا اور اسی پر گزراوقات ہوتا۔ عام طور پر مساجد میں طلبہ کو باجرہ کی روٹی ملتی تھی۔ تیل کے چراغ سے مطالعہ ہوتا جو ذرا سے تیز بھونکنے سے بچھ جاتا، عجیب بے نفسی کا زمانہ تھا۔ اساتذہ بھی ساتھ بیٹھ کر وہی باجرہ یا مکئی کی روٹی کھا لیتے۔ ہمارے ایک استاد تھے، ان سے چند دن ملا حسن پڑھنا ہوا۔ موضع گڑھی کپورہ میں ان کے پاس بٹھڑے تھے وہ بھی مسافر تھے۔ اس وقت بہت ضعیف ہیں۔ اُس وقت ان کی جوانی کا زمانہ تھا، بڑے شوق سے کتابیں پڑھاتے، کھانا اکٹھا ہو جاتا تو طالب علموں کے ساتھ بیٹھ جاتے، اسی مکئی کی روٹی اور لسی میں شریک ہو جاتے

امام بخاریؒ کا علم طالب علمی | امام بخاریؒ طالب علمی کے زمانہ میں سبقت میں حاضر نہ ہوئے، ساتھیوں نے معلوم کرنا چاہا تو پتہ چلا

کہ گھر سے کچھ خشک روٹیاں ساتھ لائے تھے۔ دن میں ایک روٹی سے کام چلاتے روٹیاں ختم ہوئیں تو رفتہ رفتہ مارے کپڑے فروخت ہوئے، ایک تہ بند رہتا تھا، مجبوراً اُسے بھی بیچ دینا پڑا، تو مجبوراً درس میں حاضر نہ ہو سکے اور کوٹاہ بند کر کے اندر بیٹھ گئے۔ حضرت حفصؒ فرماتے ہیں کہ ساتھیوں کو پتہ چلا تو کچھ رقم اکٹھی کر کے ان کے لئے کپڑے خریدے تب کہیں باہر آکر وہ سبقت میں شریک ہونے لگے۔ غرض ایسی ایسی ابتلاؤں میں اللہ تعالیٰ ہم ضعیف پر نہیں لاتے، تو نعمتوں کا شکر ضروری ہے۔

عجب اور غرور سے احتراز | اس نعمت حاصل کرنے میں خود پسندی اور غرور سے بہت احتراز کریں کہ میں بڑا ذہین اور فہمیدہ ہوں،

## حضرت موسیٰ کا علمی سفر | حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے بارعب پیغمبر جن کی مہیت

جلال کی وجہ سے فرعون ان کی گرفتاری کی جرأت نہ کر سکا غصہ اور جلال میں بال کھڑے ہو جاتے، مگر جب ایک مرحلہ طالب علمی کا آیا حضرت خضر کے پاس گئے تو انہوں نے بڑے رعب سے کہا کہ: انتك لن تستطیع معی صبرا۔ علم کے لئے تو صبر و تحمل کی ضرورت ہے برداشت چاہیے، حضرت موسیٰؑ نے جلال کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ تواضع اور انکساری اختیار کی اور کہا کہ انشاء اللہ تو مجھے صبر کرنے والا پائے گا۔ منت سماجت کی کہ مجھے علم سکھائیے اگرچہ وہ علم بھی تکوینیات کا تھا اور غیر ضروری۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اولوا العزم نبی اور رسول تھے اور ضروری علم علم شریعت انہیں حاصل تھا، اور استاد کی نبوت بھی مختلف فیہ ہے، پھر بھی علم کی خاطر صبر و ضبط اور برداشت کا مظاہرہ فرمایا۔

## معرفت علم کے لئے فنائیت | تو علم کے لئے تواضع ضروری ہے۔ عرب کہتے ہیں من

قال انما وقع في العناء جس نے کہا میں ہوں وہ مشقت میں پڑ گیا۔ اس انا کو مٹا دینا چاہیے۔ صوفیاء کا قول ہے کہ: العلم حجاب۔ علم پردہ ہے۔ تو علم سے مراد علم النفس ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، تو صوفیاء کی غرض ہے کہ اللہ اور بندہ کے درمیان علم نفس بڑا حجاب ہے۔ جاہل صوفیاء اس سے مراد علم ظاہر اور علم شریعت لیتے ہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ان لم تکن تراه یعنی ان لکنم توجده تراه۔ کون، نبوت، وجود، حصول ایک ہی چیز ہے کہ اپنے وجود اور ہونے کا احساس بھی نہ رہے۔ تب اللہ کو پاس کو گے۔ یہ عصبیت قبائلی، قومی اور وطنی اور نفسانیت جب تک باقی ہو تو نہ خدا مل سکتا ہے نہ مقصد میں کامیابی ہوتی ہے۔ بہر تقدیر علم بڑی عزت ہے، اس کے سامنے آرام و راحت اور نفس پروری اور دنیا کی دیگر تمام آسائشیں بیچ ہیں جنھوں سے بڑھ کر کون عالم ہے مگر دنیا میں ان سے بڑھ کر متواضع کون مل سکتا ہے؟

مظاہر العلوم ہو کر بھی قادیانی پر دیزی اور کیا کیا بن جاتے ہیں۔ اس لئے کہ کتاب و سنت تو پڑھی مگر باطن صاف نہیں تھا۔ تو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تزکیہ نفس ہو جائے، بنیت، عقدہ، حسد، کینہ سے احتراز کریں، ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں اخلاق ذمیرہ سے احتراز کریں، دوسروں کے لئے گنجائش نکالیں کمرہ میں طعام میں، ایشاء سے کام لیں۔

**ایشاء** دیوبندی میں نئے طلباء کے قیام و طعام کا انتظام دس بارہ دن تک قدیم طلبہ ہی کرتے رہے، ایک دوسرے سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔ **فامسحوا یفسح اللہ لکم** تم نے گنجائش پیدا کر دی تو خدا تم پر بھی آسائش لے آئے گا ہر چیز میں۔ **یفصح اللہ لکم فی العلم والعمل والدنیا والقبور والاخرہ** و فی اللباس والاکل والشرب۔ علم، عمل دنیا و آخرت اور کھانے پینے ہر چیز کے لئے اس میں تقسیم ہے۔ اس لئے مقول متروک ہے۔ **ذید یعطی ای کل شیئ صیابہ**۔

**اتباع سنت** نیز آپ کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے ہر چیز میں سنت نبوی کی اتباع ہونی چاہیئے۔ حضرت خید نجد ادویؒ کو حالت نزع میں خادم نے دھنوکرایا۔ بڑی تکلیف اور مشقت سے دھنوکرا ہوا مگر خلل جو مستحب ہے چھوڑ دیا۔ حضرت نے پھر حکم دیا کہ دوبارہ دھنوکراؤ اور خلل بھی کراؤ۔ لوگوں نے کہا حضرت آپ کو بڑی تکلیف ہے اور خلل تو آداب و دھنویں سے ہے۔ فرمایا کہ ان آداب اور سنن ہی کی وجہ سے خدا نے یہ مقام دیا ہے اب میں اللہ کے حضور جبار ہا ہوں تو نبی کریمؐ کی سنت ترک کر کے جاؤں؟ اگر سنت پر خود عمل نہ ہو تو پر دین فضل الرحمن جیسے ملحدین اور منکرین سنت کا مقابلہ کیسے ہوگا، عمل میں کوتاہی اور سنتِ رسولؐ ترک کرنے کی وجہ سے آج علماء کی بے وقعتی ہے۔ آپ کی ہر حرکت سنت کے مطابق ہونی چاہیئے۔

خواہ حلقہ مدرس میں ہوں یا باہر۔

علمیہ اور اہل فتن کی تردید اور کلمہ حق اچھے سے اچھے طریقہ سے پہنچانا بھی ضروری ہے اگر دشمن کے پاس ایٹم بم ہے اور تمہارے پاس صرف ایک لاکھ ٹی ہے، تو اس سے مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔ مخالفین تقریر و تحریر سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، طلبہ کو ان دونوں چیزوں کا فائدہ نہیں پہنچا دیتے۔

**ہمارا مسلک و مشرب** | ایک بات اور بھی ذہن نشین کر لیں کہ ہمارا مسلک حنفی ہے اسے رائج سمجھتے ہیں اور سب ائمہ کو حق سمجھتے ہیں مگر امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں، کسی کی بے ادبی نہیں کرتے امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کا بھی احترام دلوں میں موجود ہے مگر ہمارا مسلک حنفی اور مشرب دیوبندی ہے۔ آپ فروعی اختلافات میں نہ پڑیں اور طالب علمی کا ہر لحظہ قیمتی اور غنیمت سمجھیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

✱ ————— ✱

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی

اب جو تاحشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا



میں کرنے لگتا ہے تو اس کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں۔ یہاں ہم سب کے اجتماع کا مقصد بھی عند اللہ بہت بلند ہے۔ اس مرتبت و منزلت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں۔

آپ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کی بنا پر دین، قرآن اور تعلقات قرآن، تعلقات وحی اور اس سے مستنبط احکام کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے کہ اس نے نازل کیے تو اس کی حفاظت بھی کرے گا اور بادشاہ جب اعلان کرے کہ اس مکان اور علاقے کی حفاظت میرے ذمہ ہے تو اب بادشاہ خود تو ڈنڈا لے کر گلی کوچوں میں حفاظت کرنے نہیں پھرتا بلکہ اپنی رعایا فوج اور وفات شعار جاہل و جاہل نثار ملازمین کو اس کام کے لیے منتخب کر لیتا ہے اور اسباب ترش نہیں بلکہ علامات ہیں۔ تو اللہ کے اعلان حفاظت وحی کا ظہور عالم اسباب میں اس کا پڑھنا پڑھنا اور پھیلانا ہی ہے اور یہ مقدس کام آپ کا یہ زمرہ مساکین کر رہا ہے۔ دولت، طاقت، حکومتوں سے یہ کام نہیں لیا جا رہا۔ اسلامی تاریخ پر نظر ڈالیں ۳۵، ۳۰ حکومتیں ہیں، کون ہے جس نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے؟ اور اسے اپنی ذمہ داری سمجھ رہا ہے؟ یہی حالت کچھلی صدیوں میں بھی رہی۔

تو خداوند حکیم و علیم مادی شان و شوکت، دولت، طاقت اور حکومتوں سے دین کی حفاظت و بقا کا کام نہیں کرانا چاہتا۔ اگر چاہے تو تار عنکبوت سے کام لے لیتا ہے تو یہ آپ کا معنوی مرتبہ ہے ورنہ اللہ نے حکومتوں کے قلوب میں اتار کیا ہوتا۔ گویا اس میں خدا کی حکمت ہے ورنہ آپ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا دعویٰ نہ کر سکتے۔ عیسائیت وغیرہ کی اشاعت اور تقاریر حکومتوں، مشنریوں کے زور سے ہے۔ دلیل کی صداقت کی وجہ سے نہیں۔ دولیتیں، ملازمین، شراب، عورت، عیشی علاج معالجے سب کچھ باطل مذاہب کی پشت پر ہے۔ انگریزی دور میں یہاں کہ وڑوں روپے عیسائیت کی ترقی پر خرچ کیے جاتے رہے مگر جزیرۃ العرب سے نکلا ہوا دین اسلام جہاں فضل تھے نہ باغات، یتیم انی طالب پر نہ باپ دادا کا سایہ ہے نہ مال و دولت ہے مگر اس قدر یتیم

رسولؐ پر بلکہ ہم پر اللہ کا کرم ہے کہ اگر وہ ہمیں نابالوں کا کثیر بنا دیتا، مکھیاں، چیونٹیاں بنا دیتا، کتے یا سور بنا دیتا تو ہم کیا کر سکتے اور کیا کہہ سکتے؟

یہ تو محض اس کی کرم نوازی ہے کہ اربوں میں کروڑوں میں تم لوگوں کو چھپا گئے چنے افراد میں نہیں بھی شامل کر دیا۔ ایسے کام کے لیے جو خدا کا اپنا کام ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ العاقلون۔ گویا اپنے معتمدین اور مقررین میں شامل کر دیا۔ اس سے بڑی نعمت کیا ہو گی۔ اس توفیق پر عمر بھر سجدہ ریز رہیں کہ اُس نے آپ کو طالب دین بنایا تو اس نعمت کا شکر ادا نہیں کر سکیں گے۔ مشکلات و مسائل کے باوجود دارالعلوم تحفانیہ کی شکل میں علم کے لیے ایک مخصوص جگہ دی۔ قیام و طعام کی سہولت مہیا کی، لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ تمہاری مدد کریں۔ یہ سب اس کی نعمتیں ہیں اور شکر یہ کے قابل ہیں۔

اور جب مراتب اُونچے ہیں تو بڑے مراتب والے قربانی اور جدوجہد بھی بہت زیادہ کریں گے۔ صدر اور وزیر بننے کے لیے تحریکیں چلائی جاتی ہیں، جیل، قید، پھانسی ہر چیز کے لیے آمادہ ہوتے ہیں، ہزاروں میں کوئی ایک کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہ دنیوی مناصب کے حصول کا حال ہے۔ کاشنکار سال بھر محنت مشقت کرتا ہے تو اس منصب عظمیٰ وراثت نبوت اور خادم دین بننے کے لیے تو انتہائی جدوجہد، حوصلہ، ولولہ اور قربانیوں کی ضرورت ہوگی۔



اسے لہرایا اور ہمارے سپرد کر کے حکم دیا کہ اب آگے بڑھتے رہو، مگر ہم نے ۲۱ سال میں اسلامی مملکت کا اہم حصہ کافروں کے سپرد کر دیا۔

**تشخیص مرض اور اصلاح کا اصل طریق کار** | بھائیو! آج آپ کی یہ تمام کوششیں قابلِ ستائش ہیں۔ مگر جب مرض کی

تشخیص نہ ہو اور بُرائی کی جڑ نہ کاٹیں گے تو علاج کارگر نہیں ہو سکے گا۔ ہسپتال کا رخنہ ترقیاتی منصوبے سب کچھ ہو رہا ہے۔ ہم کہتے ہیں جنہاں اللہ اور بھی ترقی کرتے رہو۔ مگر ہم دین کے خدام اور آپ حضرات علماء کا مقام اور کام یہی ہے کہ حضور کے دین کو لے کر امت کی اصلاح و فلاح کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ کہ اسی طریقہ پر چل کر ہماری ترقی ہے۔ **لن یصلح آخر هذه الامة الا بما صلح به اولها۔** اس امت کا آخری دور بھی انہی طریقوں سے درست ہو گا جس طرح اگلے دور کی اصلاح ہوئی۔

یہ دواڑھانی سو علماء کا مجمع اگر اپنے اپنے دیہات میں پھیل کر اصلاح کے کام میں لگ جائے اور سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں خدا کے خوف کے جذبات ابھاریں کہ **دأس الحکمة مخافة الله**۔ (دانائی کی جڑ اللہ کا خوف ہے) تو کتنی اصلاح ہو سکتی ہے۔ قبل از اسلام عربوں کی زندگی کتنی خراب تھی کہ ہماری موجود خرابی بے حساب ہونے کے باوجود دورِ جاہلیت تک نہیں پہنچ سکتی۔ ان طریقوں سے حضور نے جسے اختیار کیا۔ ان کی ایسی اصلاح ہو گئی کہ اس معاشرہ میں سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ حضرت خالدؓ جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ کوئی ماؤنٹے تنگ کوئی شکسپیئر اور کوئی ٹکسن کے پیچھے جاتا ہے، تو جائے، ہمارا ماؤنٹے و بلجا تو ذاتِ وحدہ لا شریک اور ہمارا اسوۂ و نمونہ تو اس کا پیغمبر اور ایسے ایسے صحابہ کرامؓ ہیں۔ الغرض پہلا فریضہ ہمارا یہ ہے کہ ہم اپنے دیہات میں پھیل کر وراثتِ نبوتؐ کا کام سنبھالیں۔ اس راہ میں کسی چیز کی پرواہ نہ کریں، نہ طمع و لالچ ہو۔ اور نہ دنیا مسلح نظر ہو۔ حضورؐ نے حق کی آواز بلند کی اور جاتے وقت دنیا پر اسلام کی سلطنت قائم فرمائی مگر دنیا سے رحلت کے وقت زرہ مبارک ایک یہودی کے پاس

اور سچ نہ ہوگا۔ تو نہیں۔ اپنی تاریخ پڑھ لو۔ ایک جنگ یرموک میں لالھوں سچ کافروں سے معاملہ



درائنت نبوت کی لاج | اسی طرح موارثت الانبیاء (علم اور علوم نبوت اور میراث

طیبہ) کا اقدار رکھنے صرف اللہ کی رضا بقدر نظر ہے۔ علم کو  
فزیل نہ ہونے دیں۔ امام بخاریؒ کو عام بخارا دعوت دیتا ہے کہ میرے پاس آکر مجھے درس  
دیا کریں جو اب میں کہا کہ یہ علم بڑی اشرف چیز ہے۔ اس کے پیچھے لوگ آتے ہیں۔ علم کسی کے پیچھے  
نہیں پھرتا، بادشاہ نے کہا کہ میرے شہزادوں کو ایک سپیشل کلاس دو جس میں عام لوگ اور پردیسی  
غریب الدیار طلبہ نہ ہوں۔ فرمایا یہ حضورؐ کی میراث ہے۔ جنہیں اللہ نے حکم دیا تھا کہ:

وامر نفسك مع الذين يدعون  
ربهم بالغداة والعشي يريدون  
وجهہ۔ (اور ذکر و فکر ہی ان کا مشغلہ ہے)

تو اس میں یہ تقسیم نہیں کر سکتا۔ امیر بخارا خفا ہو گیا اور بخارا سے جلا وطنی کا حکم صادر کیا۔ امامؒ چلے گئے  
اور باہر ہی دفن ہوئے۔ مگر وقار علمی قائم رکھا۔ امام ابو حنیفہؒ ایک طرف دین کی اشاعت میں  
لگے رہے۔ دوسری طرف دوسرے کھانکھانہ دین کی حفاظت کی۔

دین اور دنیا دونوں میں رہنمائی کی دوسری ذمہ داری | بھائیو! ملت کی

سے اہم فریضہ ہے۔ ہم پر دوسری ذمہ داری عائد ہوتی ہے آدھا ملک چلا گیا ہے۔ اس تڑپناک  
شکست کی وجہ سے جو ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ مگر بہت سے جاہل اذہان اس حادثہ  
سے اسلام سے پھرنے لگے ہیں۔ سالانہ کہ یہ اسلام کی شکست نہیں تھی۔ ہمیں لوگوں کی  
اصلاح کرنی ہے۔ اور لوگوں کے عقائد کو سنبھال دیتا ہے، وہ کتاب اور وہ سنت پھیلائی ہے  
جس کی وجہ سے ہمارے اسلاف دنیا د آخرت میں سہ خرد ہو گئے۔ اسلام کے اخلاق و اقدار  
پیش کر دیں۔ اسلام کی تجارت اسلام کی زراعت پیش کریں۔ اسلام کا طرز حکومت پیش  
کریں، اللہ تعالیٰ جو بے حد مہربان ہیں۔ ایسا ہی رحم فرمادیں گے جیسے انگوٹوں پر فرمایا۔

باب ۱۱

# نظام و نصاب تعلیم مدارس عربیہ

انت پر اس کے نہایت بہتر اثرات مرتب ہوں گے اس سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ارشاد العلماء ورثۃ الخنبیاء من جملہ جوامع الکلم ہے کہ مقام و مرتبت کی بلندی  
اور ذمہ داریوں کی نزاکت کا سارا نقشہ اس میں آجاتا ہے۔

**تعلیمی معیار کا اہتمام** | دوسری بات یہ ہے کہ اربابِ مدارس کو تعلیمی معیار کا انتہائی  
تعلیمی معیار کا اہتمام | اہتمام کرنا چاہیے اور ہر وقت اس کی درستگی کی فکر لازمی

ہے۔ جن مدرسین کو تدریس کے لئے رکھا جائے، فی الواقع وہ متعلقہ علوم کے پورے اہل ہوں  
متعلقہ کتابوں کے پورے ماہر ہوں، مدسیات میں رسوخ اور مجور ہو۔ محنتی اور فرض شناس ہوں  
اور یہ جذبہ ہو کہ طلبہ کتاب دانی اور فن میں واقفیت بلکہ مہارت حاصل کریں، وہ محض ملازمت  
کی خاطر ڈیوٹی پوری نہ کریں بلکہ سلف کا ذوق شوق محنت اور شغف الہی کی نگاہ میں رہے۔

تعلیمی معیار کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ طلبہ کا امتحان و حسلہ لیا جائے اور استعداد  
کے موافق کتابیں دی جائیں۔ شرح جامی کا مقتضی اگر نحو میر کے لائق ہے تو اسے قطعاً ترقی نودی جائے  
اس سلسلہ میں کسی سفارش منت سماجت اور لجاجت کا لحاظ نہ ہو۔

**اجتماعی مفادات اور معاہدوں کی رعایت** | اور یہ چیز تب ممکن ہے کہ تمام  
اہلِ مدارس اس چیز پر اتفاق کر لیں

مگر افسوس کہ مدارس تکثیر سواد کی کوشش کرتے ہیں۔ تمام مدارس کے اصلاحی اور انتظامی قواعد  
قوانین کے نوثر ہونے کے لئے صرف اس معاملہ میں باہمی تعاون اور قوانین کی رعایت ضروری  
نہیں بلکہ ہر معاملہ اور اصلاحی قدم میں اگر دیگر مدارس اتفاق نہ کریں تو بہتر اثر اور نتیجہ ظاہر نہیں ہو سکے گا  
ملکہ حب ایک دروازہ بند دیکھتے ہیں تو سودر واز سے کھلے پاتے ہیں۔ تعلیمی اور تربیتی پابندیوں اور  
بندھنوں میں جکڑنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں مدارس کو اجتماعی نوائد اور باہمی  
معاہدوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ تعلیمی سال کے دوران سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ  
امتحان بے حد ضروری ہیں۔ ان امتحانات کے لئے طلبہ کی تیاری اور پھر امتحانات کے سارے

معاشی ہی الہ کا مقصد زندگی بن جاتا ہے۔ اور اس طرح اس مقصد کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جس کے لئے غرہ بہتر ہی حصہ کھو چکا ہوتا ہے۔ بعض مدارس عربیہ نے کونائیل اور مولوی ناضل ہی کو اپنا مقصد تسلیم بنالیا ہے۔ یہ رجحان بہر حال افسوسناک ہے۔ اچھے ذہین اور مصلحتیوں والے طلبہ کو ترغیب دینی چاہیے کہ وہ عالم بائبل بن کر قوم کی دینی خدمت کریں۔ اس راہ میں ابتداً حقیقی معاشی تکالیف بھی آئیں گی، الہ سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ بہر دستقامت اور عزم و توکل کے بعد معاشی آسودگی کے اسباب بھی اشد قائلے پردہ غیب سے فراہم کر دیتا ہے۔ منصف و راشت نبوت کو نگاہوں میں رکھ کر عزم و حوصلہ سے حالات کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور ایثار و قربانی سے کام لے کر علمی تبلیغی اور دعوتی راستہ پر گامزن رہیں۔

**نئے دور کے لئے تیاری** | یہ بھی ضروری ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں سے انہیں آگاہ، کیا جاتا ہے، اور دینی و علمی فتنوں کے مقابلہ کے لئے طلبہ کو اچھی طرح تیار کیا جائے جس طرح ہمارے اسلاف نے طلبہ کو اپنے زمانے کے علمی و فکری فتنوں کا انہدام کرنے کے لئے پورے طرح آگاہ کیا۔ اور پھر تصنیف و تعلیم کے ذریعہ ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔

**اصلاح نصاب** | مدارس کو ہیئت اجتماعی سے ایسے محقق جتاد اور ماہر علماء کا بورڈ بھی بنانا چاہیے، جو موجودہ فتنوں کا الہم فالہم تشخص کر کے ان فتنوں کے اصول اور بنیادی مباحث کو جمع کریں۔ اور پھر اس کا رد و نکتہ وائیں۔ نیز طلبہ کو موجودہ زمانہ کے مسائل خواہ ان کا تعلق معاشیات و اقتصادیات سے ہو یا اعتقادات یا معاشرتی و سماجی امور سے ہوں۔ پوری طرح آگاہ کرایا جائے، اور موجودہ غلط نظریات و تحریکات سے اسلام کا تقابلی مطالعہ و موازنہ بھی کرایا جاتا رہے، فلسفہ قدیم کے ساتھ فلسفہ جدید مانس و طبیعیات اور علم الکلام سے بھی طلبہ کو واقف کرانا ضروری ہے۔ ان مسائل میں قدیم نظریات سے واقف الہاماً جب نئے مسائل اور نظریات کا سامنا کرتے ہیں تو تغیر پذیر اور ترقی پذیر طبیعیات اور معاشی مسائل



فکر و نظر کی اصلاح نیز طلبہ کو ذہنی لحاظ سے ان باتوں کی پوری تربیت دینی ضروری ہے۔  
اور اس طرح کہ ہمیشہ یہ چیزیں مستحضر رہیں۔

۱۔ راہِ حق اور کلمہ حق کی خاطر شائد اور حسن کے لئے تیاری کہ جتنا مقام ادب چاہے، اتنی ہی ابتلاء اور آزمائش بھی ہوگی۔

۲۔ مقصد کی غفلت کا احساس کہ حصولِ تعلیم صرف اور صرف اشاعتِ دین، احقاقِ حق، اعلاء کلمۃ اللہ اور مرفیاتِ الہی کا حصول ہے۔ آگے سارے اثرات کا مدار کسی پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔

۳۔ حصولِ علم کی راہ میں قنایت، تواضع، مسکنت اور انکساری کہ العلم عز یحصل بذل لا عز فیہ۔

۴۔ سادگی، قناعت، زہد اور توکل کی زندگی۔

۵۔ اساتذہ، مدرسہ، رفقاء، مستطیسیں، علوم و فنون اور کتب سب کے ادب و احترام کا ہمہ وقت

لحاظ — —

۶۔ جو کچھ دیکھا جائے اس پر پورا اذعان و یقین کہ گویا ماحصل ہونے والی چیزیں قلب و روح اور رگ و ریشہ میں رچ بس جائیں اور اس پر عملی اثرات مرتب ہونے لگیں۔ یہ احساس نہ ہو کہ ہمارا کام علم سے ہے۔ عمل عوام کا کام ہے۔

یہ چند پراگندہ باتیں تھیں جو اس وقت ذہن میں آئیں۔ حق تعالیٰ آپ کی مساعی جیلہ بار آور بنادے اور پردہ غیب سے اہل علم اور مدارس عربیہ کی اصلاح احوال کے اسباب ظاہر فرمادے۔ وما ذالک علی اللہ ببعزیز۔



اسلامی عقائد سے متصادم اور متناقض تھے چنانچہ علماء اسلام نے ان پہلوؤں کا ابطال کیا اور ان کے تنقیدی مطالعہ کو علم کلام کی صورت میں دینی تعلیم میں شامل کر لیا گیا، فلسفہ اور منطق کی کتابیں کم و بیش اسی دور میں نصاب تسلیم میں شامل کی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ ایسے فلسفیانہ نظریات کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان کا ابطال کیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر سکتے تھے۔ علم کلام کی تشکیل اسی مقصد کو سامنے رکھ کر کی گئی۔

علاوہ ازیں چونکہ قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لئے عربی زبان، اس کے محاورات اور کمالات سے واقفیت ضروری تھی، اسی لئے عربی گرامر — صرف، نحو — کی تشکیل ہوئی۔ پھر قرآن کی فصاحت و بلاغت کو سمجھنے کے لئے جو اپنی مثال آپ تھی، علم بیان و معانی کی تشکیل ہوئی تاکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے لطیف پہلوؤں کا ذوق پیدا ہو سکے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عربی گرامر اور علم بیان و معانی کا مطالعہ بھی یکلے خود کوئی مقصد نہ تھا۔ بلکہ ان علوم کی تعلیم کو قرآن و حدیث ہی کی خدمت کے لئے شامل کیا گیا تھا۔

**دینی مدارس کی تعلیم کا مقصد** | اس تعلیم کا بنیادی مقصد دین کا تحفظ اور اس کی اشاعت تھا۔ موجودہ دینی مدارس کا نسب العین بھی صرف یہی ہے کہ دینی تعلیمت کا تحفظ کیا جائے، اس سے زیادہ ان مدارس کی بساط بھی نہیں ہے۔ اصل کام جو موجودہ حالات میں ہمارے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ جو دین بزرگوں سے ہم تک پہنچا ہے، وہی محفوظ رہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کچھ اور کرنے کے لئے نہ ہمارے پاس وسائل ہیں اور نہ فنڈز۔ کوئی فعال نسب العین مدارس دینیہ اس وقت اپنے سامنے رکھیں گے۔ یہ حکومت بھی تعاون کرے گی اور اس کا رخیہ میں حصہ لے گی، لیکن حکومت کا سرمایہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس اقتدار کا اہل اور قابل ہی ثابت نہیں کرتی کہ وہ اس کام میں کوئی حصہ لے سکے۔

کرے۔ پھر دنیا نے اسلام کے منتخب علماء کو ان جدید علوم کے ان پہلوؤں کا ابطال تیار کر دیا جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے متصادم ہوں، اس طرح جو مجموعے مرتب ہوں، انہیں دینی مدارس کے نصاب میں شامل کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

۱۔ تبدیل شدہ نصاب کو صرف اسی صورت میں درس نظامی میں شامل کیا جائے گا جب اس کے لئے اجتماعی کوشش کی جائے گی۔ بیشک انفرادی سطح پر ہمارے ہاں بہت قیمتی کوششیں ہوئی ہیں۔ اور سوشلزم، سرمایہ کاری اور اشتراکیت کی رد میں جو کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں، ان سے ہمارے نوجوان طبقے نے استفادہ بھی کیا ہے۔ تاہم یہ ساری کوششیں چونکہ انفرادی تھیں۔ اس لئے انہیں مدارس دینیہ کے نظام تعلیم میں شامل نہیں کیا جاسکا۔

۲۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے مرتب کرتے وقت یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ مخالفین اسلام کے اقوال و نظریات ہی کو جمع کر کے نہ پڑھا دیا جائے۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث اور عقل کی روشنی میں ان کا رد اور ابطال بھی طلبہ کو پڑھایا جائے۔

۳۔ اس کام میں جدید علوم کے ماہرین اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کا باہمی تعاون و بیحد ضروری ہے۔

۴۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے عربی زبان میں مرتب کئے جائیں۔ علوم عمرانیات کا شامل ہونا بہت ضروری ہے۔ ہم خود چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور وسائل پیدا فرمائے تو ہم اپنے مدرسے میں علوم عمرانیات کو شامل کر لیں۔ لیکن مسئلہ وسائل اور اساتذہ کا ہے۔ اس سلسلے میں خود طلبہ کا روتہ بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ طلبہ بھی نئے علوم نہیں پڑھنا چاہتے۔

مسائل سے توجہ ہٹا کر اصولی مسائل پر توجہ کی جائے، عالم اسلام کے مسائل جدید دور کے حالات و کوائف اور حائثرقی اور اقتصادی امور بھی زیر بحث لائے جائیں تاکہ طلبہ میں دور جدید کے مسائل کا فہم اور شعور پیدا ہو سکے۔

دراسل درسی نظامی کا مقصد ہی یہی ہے کہ طلبہ میں مطالعے کی ابتداء کرا دی جائے اور ان میں مطالعہ و تحقیق کا ذوق پیدا کر دیا جائے۔ درسی نظامی سے فارغ ہونے والا طالب علم عالم نہیں بن جاتا جس طرح منطق پر دو تین کتابیں پڑھ کر کوئی شخص منطقی نہیں بن جاتا۔ درسی نظامی تو طلبہ میں اس بات کی استعداد پیدا کرتا ہے کہ وہ مزید مطالعہ و تحقیق کے قابل ہو سکیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ طلبہ میں مطالعے کے ذوق کی کمی ہے۔ اور مطالعے سے گھبراتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تسلیم کا مقصد مدارس دینیہ میں پیشہ دارانہ تربیت معاش کما نا ہے ہی نہیں۔ ہمارے ہاں تصور یہ ہے کہ دین کو سیکھیں اس پر عمل کریں اور اس کی اشاعت کریں نہ یہ کہ اس سے معاش کمانے کی کوشش کریں۔

تاہم آپ کی یہ بات درست ہے کہ موجودہ دور میں پیشہ دارانہ تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ دراصل پرانے زمانے میں تو کل اور ذناعت بہت تھی۔ علماء، مساجد اور مدارس میں بغیر معادعہ یا تنخواہ لئے دین کی خدمت کرتے تھے، جوار کی سوکھی روٹی پر بھی خوش تھے۔ اب اس دور میں یہ جذبہ ناپسند ہو رہا ہے۔ اب ضروری ہے کہ مدارس دینیہ کے طلبہ کو کچھ ایسے فنون سکھائے جائیں جن سے وہ آزادانہ طور پر اپنی روزی کما سکیں۔ ان فنون میں طب، خوشنویسی، ورزی، کام، جلد بندی وغیرہ کا کام وغیرہ شامل کئے جاسکتے ہیں۔

مگر اس سلسلے میں میرا عملی تجربہ یہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے کوئی اور کام سیکھا ہے۔ وہ پھر اسی کام کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ اسپیکر لکھنؤ اور کامیاب پڑھانے پر بھی جو لوگ مامور ہوئے ہیں۔ ان کا عالم بھی یہ ہے کہ اپنی تین تین چار چار سو روپے کی تنخواہوں میں مگن۔



# ”مدارس دینیہ، نظام اور نصا“

محمود شام مدیر ہفت روزہ ”معیار“ کراچی ۲۰ مارچ ۱۹۶۶ء

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک کے سرپرست اور بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قومی اسمبلی کے رکن بھی ہیں اور وفاق المدارس کے نائب صدر بھی۔

بزرگِ صغیر میں اسلامی مدارس کا کردار

میں نے ان سے گفتگو کا آغاز اس سوال سے کیا کہ ”دینی مدارس کیا ہمارے

معاشرے میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں؟“

مولانا عبدالحق، جو اس وقت پٹنڈی کے ایک مدرسہ کے اقامتی حصہ میں ایک چارپائی پر بیٹھے تھے کہنے لگے ”ہمارے سامنے دو کردار ہیں ایک دین کا، ایک دنیا کا۔ ہمارے خیال میں اہم کردار دین ہے۔ دنیا میں جہاں بھی انقلاب آیا مذہب پر بھی انقلاب آیا۔ لیکن بزرگِ صغیر میں ایسا نہیں ہوا۔ ۲۴ سو سال غیر منقسم ہندوستان میں گزرے اور ۲۹ برس پاکستان میں۔ اس عرصہ میں کتنی تبدیلیاں آئیں، الحمد للہ یہاں دین محفوظ رہا۔ دینی تہذیب و تمدن محفوظ رہا۔ کوئی شخص مداخلت کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ یہ جذبہ اور حوصلہ صرف دینی مدارس کی وجہ سے ہے۔ دوسرے مسلمان ملکوں میں ایسا نہیں ہے۔ وہاں کے مسلمانوں اور یہاں کے مسلمانوں میں فرق صاف دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ تو ہوا اصل کردار اب دوسرے کردار کی بات کیجئے تقسیم کار تو ہر فن کے لیے ہے۔ لاکھوں لوگ دنیا کے کارخانے میں کام کر رہے ہیں، دینی مدارس سے تو چند ہزار وابستہ ہیں وہی قابلِ تدریس ہیں۔ دنیا کے لیے تو کالج یونیورسٹیاں ہیں جہاں سے لوگ خارج ہو کر مختلف ملازمتوں

اسلامی ملک میں یہ اثرات نہیں ملتے۔“

**نصاب اور آج کے تقاضے** | میں نے مدارس میں رائج نصاب اور آج کے تقاضوں کے بارے میں پوچھا۔

مولانا کا جواب تھا: ”ہمارا یہ مقصد ہے کہ صحیح دین معلوم ہو۔ اگر صحیح دین معلوم کرنا ہے تو اس کے لیے قرآن، احادیث، فقہ، اصول فقہ، گرائمر، نحو کا فی ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ امور مثلاً ڈاکٹری، انجینئری وغیرہ کے ہم مخالفت نہیں ہیں۔ اس میں سے اگر عربی مدارس میں سیکھا جائے تو ہم اس کے خلاف نہیں ہیں۔ مگر ان کا غلبہ نہیں ہو جانا چاہیے۔“

موجودہ نصاب کے بارے میں مولانا نے یہ بتایا کہ ”یہ نصاب پورا پڑھا جائے تو آٹھ سال سرت ہوتے ہیں اس کے علاوہ دو سال اختیاری ہیں۔“

**دینی و دنیوی علوم کی جامعیت** | میں نے پوچھا ”ایسا کیوں نہیں کیا جاتا کہ دنیوی تعلیم حاصل

کرنے والے۔ دین سے بھی آشنائی حاصل کریں اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے جدید علوم سے آشنا ہوں۔“

مولانا کا جواب تھا: ”اس کا انتظام تو حکومت کو کرنا چاہیے کہ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے دین سے بھی آگاہی حاصل کریں۔ اس کے لیے اخراجات کی ضرورت ہے۔ ہمارا مدرسہ تو اللہ کے بھروسے پر چل رہا ہے۔ چار لاکھ سالانہ کا بجٹ ہے۔ آٹھ سو طلباء کو کھانا، کتا ہیں، رہائش اور بجلی وغیرہ مفت دی جاتی ہے۔ ہم نے اپنے طور پر یہ کیا ہے کہ مڈل کالج ساتھ کر لیا ہے۔ اب دین کے ساتھ ساتھ آٹھویں جماعت تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمارا ارادہ اس کو بڑھانے کا ہے۔“

401

باہمہ ذوق آگہی ہائے رے پستی بشر  
سارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے لے کر



اس فضیلت کی وجہ بار امانت کا اٹھانا ہے | اس فضیلت کو دوسری آیت میں اس طرح

واضح فرمایا گیا : اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَأَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۔ (ہم نے آسمانوں اور زمینوں پر اپنی امانت کے اٹھانے کی پیش کش فرمائی تو انہوں نے اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داریوں سے معذرت کی اور انسان پر جب اسے پیش کیا تو اس نے اس ذمہ داری کو اپنے ذمہ لگا دیا ۔)

یاد رہے کہ امانت کی یہ پیش کش جب مخلوقات پر ہوئی تو انہیں اختیار دیا گیا کہ اگر اس امانت کا بوجھ تم نے اٹھایا اور اس کا حق ادا کیا اور اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھال دی تو تمہیں رضائے الہی، جنت اور دائمی عزت نصیب ہوگی اور اگر ذمہ داری قبول کرنے کے بعد بھی تم نے حق امانت پورا نہ کیا تو تمہیں دائمی عذاب اور جہنم میں داخل ہونا پڑے گا۔ اس لیے تمہیں اختیار ہے کہ امانت کے متحمل بنتے ہو یا نہیں۔ برداشت کرتے ہو یا نہیں۔ دونوں باتیں تمہاری مرضی پر ہیں۔ مگر عدم تحمل کی صورت میں تمہیں اسی حالت میں رہنا ہوگا۔ جمادات کی طرح کہ نہ ترقی ہوگی نہ عروج اور نہ عذاب کا خطرہ ہوگا نہ جنت کی امید ہوگی۔ تو آسمانوں اور زمین نے امانت نہ اٹھائے جانے کو ترجیح دی کہ کہیں کوتاہی کی صورت میں عذاب میں مبتلا نہ ہونا پڑے ۔

انسان کی فطرت میں محبت ہے | مگر انسان جو کہ بالطبع رب العزت کا عاشق ہے اور عشق کے جذبہ

سے اس کی روح اور اس کا قلب سرشار رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قلب ہر وقت متحرک اور مضطرب رہتا ہے اور دھڑکتا رہتا ہے گویا کہ

## علوم کا ظہور اور تکمیل حضور کی ذات پر ہوئی | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمت کو جو

علوم دیئے گئے اس کی نظیر سابقہ ادوار اور گذشتہ اُمتوں میں نہیں ملتی۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں جبریل علیہ السلام کے ساتھ اوپر تشریف لے جا رہے تھے تو بیت المقدس میں بطور مہمانی وضیافت مختلف مشروبات پیش کئے گئے۔ ایک گلاس پانی کا بھرا ہوا تھا ایک میں شہد مٹی اور ایک میں دودھ تھا اور ایک میں شراب مٹی۔ مگر یاد رہے کہ یہ جنت کی شراب تھی، یعنی شراب طہور جو تمام مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اور طیب و طاہر اور ہر قسم کی خرابیوں سے پاک صاف ہوگی۔ مگر پھر بھی شراب ہی اس کا نام تھا۔ حضور اقدس نے نہ پانی لیا نہ شہد اور نہ شراب بلکہ دودھ پی لیا۔ حضرت جبریلؑ نے فرمایا: الحمد للہ! کہ آپ نے دودھ پی لیا یہ فطرت کے مطابق ہے اور دودھ عالم مثال میں علم کی شکل ہے۔ گویا اشارہ تھا کہ آپ کی امت علم میں باکمال اور سارے عالم میں ممتاز رہے گی۔ اگر آپ شہد پی لیتے تو اُمت لذتوں میں پڑ جاتی اور اگر شراب پی لیتے جو اگرچہ طہور تھا تو اُمت گمراہی میں مبتلا ہو جاتی اگر پانی پی لیتے تو بے کمال رہ جاتی کیونکہ پانی صفات اور کمالات سے خالی ہے نہ میٹھا نہ کڑوا نہ سرخ نہ زرد نہ خوشبودار اور نہ بدبودار۔ اس میں بالفعل کوئی کمال نہیں۔ شہد میں لذت اور مٹھاس ہے۔ شراب دنیوی مزہ عقل ہے اور اخلاقِ ذلیلہ برا لگینختہ کرتی ہے۔ حضور نے ان سب کو چھوڑ کر دودھ پی لیا جو علم ہے تعبیر ہے۔

تو اُمت میں بھی علم سرایت کر گیا، کیونکہ قاعدہ ہے کہ استاد کا رنگ شاگرد میں سرایت کرتا ہے اور باپ کے مخفی اثرات اولاد میں پائے جاتے ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے: الولد ستر لابیہ۔ بچہ باپ کا راز ہے اس کی

اصل علوم علوم نبوت تھے جو مسلمانوں کو ملے | علم ساری امت کو حضورؐ کی آمد اور بعثت کے بعد

اُن ہی کی برکت سے ملا۔ مگر امت دعوت کو زیادہ حصہ علوم مادیہ کا ملا اور امت اجابت یعنی مسلمانوں کو وافر حصہ علوم غیب، علوم نبوت و آخرت کا ملا جو اشرف ترین علوم تھا۔ علوم مذہبیہ میں امت مسلمہ کو جو مقام حاصل ہوا اور جو تحقیقات ہر ہر مسئلہ اور ہر ہر موضوع پر علماء امت نے پیش کیے۔ اس کی نظیر کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی جس کا کچھ حصہ لاکھوں کتابوں اور سینکڑوں علوم کی شکل میں آج بھی موجود ہے اس کا عشر عشر بھی گذشتہ مسلمان امتوں میں نہیں ملتا۔

مادی اور روحانی علوم کا پورا ظہور حضورؐ کے بعد ہوا | اسی طرح امت دعوت نے مادی

علوم تمدنی مسائل اور سائنسی تحقیقات اور تکنیکیات کے مخفی اسرار ظاہر کرنے میں جو ترقی کی اس کی مثال حضورؐ سے پہلے زمانہ کی امتوں میں نہیں مل سکتی۔ الغرض ان تمام علمی کمالات کا ظہور امت مطلقہ میں اُسی مخزن علم کے کمالات کا پرتو ہے جو سید الرسل اور خاتم النبیین ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر ترقی کا یہ سلسلہ کہیں جا کر ختم نہیں ہو گا۔ بلکہ دینی اور دنیوی علوم میں قیامت تک امت ترقی کرتی رہے گی تو جس امت کا پیغمبر سارے علوم اور کمالات کا سرچشمہ ہے اس کی امت کسی علمی انکشاف اور علمی ترقیات کی کب مخالفت کر سکتی ہے۔ یا علم کی کوئی صحیح نئی بات جامع العلوم نبی کریم علیہ السلام کی تعلیمات کی کب مخالف ہو سکتی ہے۔

خلائی پرواز اور اسلامی تعلیمات | آج کل چاند تک انسان کی رسائی اور پرواز نے ہر فرد کی توجہ اپنی

الغرض ان آیات میں تمام نئی نئی اور بری اور فضائی ایجادات کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اسی طرح پہلے بات پہنچانے کا ذریعہ آمنے سامنے بات چیت کا تھا۔ رفتہ رفتہ ترقی ہوئی تو تار، ٹیلیفون، لاسکی یہاں تک کہ ریڈیائی لہروں سے کام لیا جانے لگا اور کئی ذرائع کلام پہنچانے کے پیدا ہوئے۔

**خلائی تسخیر خالص تمدنی اور سائنسی مسئلہ ہے** | خلائی تسخیر کا مسئلہ بھی خالص تمدنی ترقی اور

سائنسی تحقیق کا ہے جس میں کامیابی یا ناکامی دونوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا کہ انسان ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت نہیں کر سکے گا اور نہ یہ کہا کہ خلا میں ذی روح اجسام کی پرواز ناممکن ہے نہ اُس نے یہ دعوے کیا کہ فضاء میں کمرہ نار اور کمرہ نہ مہریر ہے جن سے ذی روح کا گزر نامحال ہے اور نہ یہ کہا کہ زمین کی کشش ثقل سے باہر نکلنا ناممکن ہے۔ یہ باتیں تو فلاسفہ یونان کی مخترعات ہیں جن کی بطلان اور تردید اسلامی معتقدات ہی نے کر دی تھی۔

**قرآن مجید اور لامحدود پرواز** | قرآن مجید پلک جھپکنے میں ہزاروں میل مسافت طے کرنے کے نہ صرف امکان

بلکہ وقوع کا قائل ہے۔ ملکہ نبا کا تخت پلک جھپکنے میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ قال الذی عنده علم من الكتاب انا آتیك به قبل ان یرتد الیك طرفک۔ (اور کہا اس شخص نے جس کے پاس علم تھا کتاب کا میں لا دیتا ہوں تیرے پاس اس تخت کو پہلے اس کے کہ لوٹ آئے تیری طرف تیری نظر)

اور وہ طرفۃ العین میں تخت لے آئے گویا کہ راکٹ کی تیز رفتاری سے



اپس میں گفتگو سن کر اُسے کاہنوں اور نجومیوں تک پہنچا دیں۔ اس میں سخی ہوئی کوئی بات تو درست ہوتی تھی اور سو باتیں جھوٹ اور من گھڑت ہوتی تھیں جس کا لوگوں میں مشہور ہو جانے پر اس وقت کے مذہب حق پر اثر پڑتا اس کے بعد دوسرے نبی آجاتے اور وہ اس جھوٹ اور حق سے مخلوط باطل کو باطل کہہ دیتے مگر حضور اقدسؐ آخری نبی تھے۔ خداوند کریم کو دین اسلام محفوظ رکھنا اور زائغین کی زینغ سے بچانا تھا۔ تو حضورؐ کی بعثت کے بعد جنات کا آسمانوں تک پہنچنا روک دیا گیا اور جب جنات اوپر پہنچنے لگتے تو ان پر انگارے اور شہاب ثاقب پھینکے جاتے تاکہ آسمانی باتیں نہ سن سکیں اور دین اسلام خلط ملط نہ ہو اور صعود بلکہ آسمانوں کو چھونے (لُحس سماء) تک کا ثبوت ہوتا ہے۔ بعض روشن خیال اس کی بھی تاویل کرتے ہیں جس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ نے جنات میں آسمانوں تک پرواز کی صلاحیت رکھی ہے۔ اس لیے جنات وہاں تک پرواز کرتے تھے جہاں تک ان کی پرواز پر پابندیاں لگی ہوئی نہ تھیں۔ اب اگر انسان اپنے علم و تحقیق اور خدا کے دیئے ہوئے وسائل کی بناء پر اوپر چلا جائے تو اس میں کوئی استحالہ نہیں۔

اسلام میں ستاروں تک سائی کے لیے  
آسمانوں سے گزرنے کا کہیں ذکر نہیں

یہ غلط ہے کہ ستاروں تک پہنچنے کے لیے آسمانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام میں کہیں بھی یہ ذکر

نہیں کہ چاند آسمان دُنیا اور سورج چوتھے آسمان پر ہے یا دیگر سیارے فلاں آسمان پر ہیں یا ثوابت سبعہ سیارہ ساتویں آسمان کے نیچے درجہ بدرجہ ہیں۔ یہ فلاسفہ یونان کا عقیدہ اور بطلمیوس کا مسلک ہے، جس کا ذکر تفسیر و شرح چغتائی میں پایا

جاتا ہے نہ کہ فلاسفہ اسلام کا۔

ہیں تو یہ اشکال ہمارے اوپر وارد ہی نہیں ہوتا۔ جن مذاہب نے یہ دعویٰ کیا ہے ان پر اس کی زد پڑتی ہے مسلمانوں پر نہیں۔

**تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں** | قرآن مجید کا تو اعلان ہے کہ: وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَاحِبٍ وَجَعَلْنَاهَا

رجوماً للشیاطین۔ (ہم نے آسمان دنیا کے ستاروں سے مزین کر دیا اور ہم نے بنایا انہیں شیاطین کو مارنے کی چیز)

شیاطین تو آسمانوں تک جا کر باہر رہتے ہیں۔ آسمانوں میں تو داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر ان ستاروں سے ان کا رجم تب ہی ہو سکتا ہے کہ ستارے بھی آسمان دنیا سے باہر ہوں اور دنیا کی زینت بھی ان ستاروں سے تب ہی ہو سکتی ہے اس لیے تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا:

النجوم قنادیلٌ معلقة بين السماء والارض (ستارے لٹکے ہوئے فانوس ہیں آسمان بسلاسل من نورِ بایدی الملائكة۔ اور زمین کے درمیان نور کی زنجیروں کے ساتھ جنہیں فرشتے تھامے ہوئے ہیں۔)

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں فرماتے ہیں: ”جدید سائنسدانوں کا قول بھی اس کے قریب قریب ہے مگر ان کے ہاں نور کی زنجیروں کی تعبیر کشش اور مرکز ثقل کے نام سے ہوتی ہے۔ ویقرب منه قول الفلاسفة الجديدة لكن بال جذب (روح المعانی ص ۳۳۳) سورہ طلاق میں آیت ومن الارض مثلهن کے تحت تو صاف تصریح علامہ آلوسیؒ نے کی ہے کہ:

ولم یقم دلیلٌ علی ان شیئاً من الکواکب (اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی ایک مغرورٌ فی شیءٍ من السماوات کا الفصن ستارہ بھی آسمان میں ایسا بڑا ہوا ہے جیسا انگوٹھی میں ہیرا یا تختی میں منہ)

فی الخاتم والسمار فی اللوح -

ٹیکڑوں نے مکہ معظمہ کی پہاڑی کو بیچ میں لے لیا۔ پھر اسی طرح رب العزت نے چاند کے دو ٹیکڑوں کو ملا دیا اقتربت الساعة وانشق القمر وان يذوا آية يقولوا سحر مستمر (الآیہ) اتنا بڑا کانا نہ جب بلا راکٹ واسباب اور بغیر کھربوں روپیہ ضائع کیے ظاہر ہوا تو یورپ کے خود ماغروں نے اس معجزہ کی ابت تک سنسی اڑائی، فلاسفہ نے مذاق کیا مگر آج انہیں خود قائل ہونا پڑا کہ تمام سیارے غرق والیتام (پھینا اور جڑنا) افد تھ پھوڑ قبول کرتے ہیں تو حقیقت تو یہ ہے کہ آج کی سائنسی تحقیقات سے اسلامی تعلیمات کی تائید ہورہی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ جو لوگ معجزات کے منکر تھے اور محال سمجھتے تھے۔ ان دشمنان اسلام کی اپنی تحقیقات سے خدا نے ان کا منہ بند کر دیا ہے۔

### قیامت اور معراج کے تائید : قیامت جہان سیارات اور

عالم کے فنا اور نیست و نابود ہونے اور نئے سرے سے دوبارہ قائم ہونے کا نام ہے۔ آج تک فلاسفہ اس نظام کو ناقابل تغیر مان کر اس کی قداست کے قائل تھے۔ اس توڑ پھوڑ سے خود ہی حدوث عالم اور تغیر پذیر ہونے کے قائل ہو سکتے ہیں۔ اسلام نے جب اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس جسد عنصری کے ساتھ خلاؤں سے اوپر تشریف لے گئے اور ایک رات میں واپس ہوئے تو ان لوگوں نے انکار کیا کہ کروڑوں میل کی مسافت کیسے طے ہوتی اور بغیر آکسیجن کیسے زندہ رہے۔ آج کے خلا نورد اس جسم خاکی کے ساتھ صرف چاند تک پہنچے اور بعض جگہ فی سیکنڈ ہزاروں میل کی رفتار سے پرواز کی۔

تو ملک الملک جو سموات و ارض کا خالق ہے۔ اس کا اپنے رسول کو پہنچانے میں کیا استحالہ رہا؟ سبحان الذی اسری بعبده لیلہ۔ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا)

رفع مسیح کے تائید : قرآن مجید نے اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ بل رفعہ اللہ الیہ بحمدہ یہ تعلیم یافتہ حضرات



پیش کیا تھا۔ تصریح اور تشریح معنی اٹھا کر دیکھیں۔ اس وقت سے انہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ جرم قمر خا کسری ہے۔ اور یہ عربی مقولہ تو زبان زد ہے کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس (چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے حاصل کی گئی ہے)

سائنس سے باطلہ مذاہب بھی متاثر ہونگے : گوجاری نگاہ میں

اس کا زمانہ سے ایک ہی فائدہ تو حاصل ہوا وہ یہ کہ باطل مذاہب لرزہ بر اندام ہیں۔ یہودیت اور نصرانیت پر لرزہ اگیا ہے اور آج کے اخبارات میں ہے کہ یہودیوں نے تو اپنی بعض عبادت میں ترمیم کر دی ہے اور کلیسا والے بھی واویلہ کر رہے ہیں۔ فلاسفہ یونان کی تعظیم ہو گئی۔ معجزات سے منکر شرمندہ ہوئے مگر اسلام کی تو سرسبز تائید ہی تائید ہو گئی۔ کئی مسئلہ اور کوئی عبادت نہ متاثر ہوئی اور نہ قیامت تک متاثر ہو سکے گی۔ لا تبدیل لکلمات اللہ ذلک الدین القیوم۔ یہ تو دین قیم ہے اور قیامت تک زندہ رہنے والا دین ہے۔ خداوند کریم نے اتمام حجت نہ صرف دلائل سے بلکہ اس زمانہ کی سائنس کی بدولت حواس اور مشاہدہ سے بھی کر دی۔

وحیے اور اسلام کے دیگر دعوت کے قاسمیر : جب اسلام نے

اہل ان کی کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں سے اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں اور وحی الہام کے ذریعہ انبیاء کرام رب العزت کی باتیں سن سکتے تھے تو اس کا انکار کیا گیا اور آج ڈھائی لاکھ میل دور خلائی جہاز والوں کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے۔ ٹیلی فون کئے جاتے ہیں اور ایک انسانی ایجاد ٹیلی ویژن کے ذریعہ ڈھائی لاکھ میل دور کے حالات کا مشاہدہ ہو رہا ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روحانی قوت کے ساتھ بغیر آلات و وسائل کے کیوں جبریل امینؑ اور خداوند کریم سے ہم کلام نہیں ہو سکتے اور اگر انہیں آسمانوں کا مشاہدہ ہو رہا تھا تو کیا تعجب تھا۔

معجزہ امکان کے دلیلے ھے : اتنی بات یاد رہے کہ انبیاء کرامؑ کے

ہاتھوں ایسے امور کا ظہور بلاشبہ معجزہ تھا جو بغیر آلات و وسائل کے ہو جو کسی کے بس میں نہیں مگر اس سے بہر حال یہ ثوابت ہوا کہ وہی روح جسم کا رفیع الی السما ممکن ہے۔ اس لیے کہ معجزہ نام ہے۔ اس کا کہ کسی امر کا ظہور



# متجددین کے جاہلی نظریات

شیخ الحدیث کا اشاعتی بیان۔ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم و شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مظلہ نے زکوٰۃ اور سود کے بارے میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈاکٹر فضل الرحمن صاحب کے تازہ خیالات کو "جاہلی نظریات" اور دین کے لیے کھلا چیلنج قرار دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب اودان کے ہمہوا اگرچہ کافی عرصہ سے دین کے اٹل اور غیر تبدیل احکام و نصوص اور قطعی مسلمات کو مشق تحقیق بناتے ہوئے تھے، مگر اب اخباری سطح پر ان کے "لادینی خیالات کی اشاعت سے بڑے خطرے کی غمازی ہو رہی ہے۔ انھوں نے اس سے پہلے دین کے "علل و غایات" کو ابدی مگر احکام و نصوص کو قابل تبدیل و ترمیم قرار دے کر دین کو منہ کھرنے کی کوشش کی۔ "سنت جاریہ" کے نام سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بغاوت کی۔ ابھی تکچلے دنوں ہی حدود و ثمرینہ کو مشق ستم بنایا اور نغض حد کو چودہ سو سالہ شفقہ اور متواتر مفہوم سے الگ کرنے کی سعی کی۔ "سود" کو منافع کی آڑ میں حلال ٹھہرانے کے جاہلی خیالات کا اعادہ کیا اور اب زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی کی، تجویز پیش کی جس کے مقادیر اور مصارف قطعی منصوص ہیں اور جس طرح دیگر عبادات، نماز کے اوقات و ارکان اور رکعات کی تعداد، روزوں کی تعداد اور کیفیت، حج کے ارکان اور مناسک میں ہرگز دخل اندازی نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح زکوٰۃ جو ایک اہم عبادت ہے۔ اس طرح کی دست درازیوں کی تحمل نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر صاحب نے ابھی حال ہی میں عالمی مذاہب کا نفرنس میں کمینوزم کو اسلام سے بہتر قرار دے کر دنیا بھر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی امید پاکستان کے لیے رسوائی کا سامان فراہم کیا۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ لادینی نظریات اسلامی نظریہ پاکستان کے خلاف

